الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
بارگاہِ شیخ سلیم چشتی
۱۹۹۲ء
یعنی ترجمہ اردو
مظاہر الانساب
۱۲۹۱ھ
شیخ عبدالعزیز ابن شیخ عبدالحی چشتی
ان کے اسلاف و اخلاف کا مستند تذکرہ
محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی
میوات اکیڈمی
نئی دہلی
گھاسیڑہ (میوات)

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون
بارگاہِ شیخ سلیم چشتیؒ
۱۹۹۲ء
یعنی ترجمہ اردو
مظاہر الانساب
۱۲۹۱ھ
مصنف شیخ عبدالعزیز ابن شیخ عبدالحی چشتی
یعنی شیخ سلیم چشتی ان کے اسلاف واخلاف کا مستند تذکرہ
مترجم محمد حبیب الرحمن خاں میواتی
ناشر میوات اکیڈمی
نئی دھلی
گھاسیڑہ (میوات)
خلیق ۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

جناب سید حامد سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ ہمدرد نگر نئی دہلی

مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب میواتی نے اپنی ذات میں شریعت اور طریقت کو جمع کیا ہے۔

درکفے جامِ شریعت، درکفے سندانِ عشق ؎ ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

ان کی شخصیت کی استواری اور کردار کی پاکیزگی کا اثر ہر اس انسان پر ہوتا ہے جو ان کے رابطہ میں آتا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے سبکدوش ہو کر راقم سطور ۸۵ء میں ہمدرد نگر آیا، مولانا محمد حبیب الرحمن خاں میواتی کو تراویح میں تلاوتِ کلام پاک کرتے ہوئے دیکھا اور سنا اور یہ تاثر لے کر واپس آیا کہ مولانا کھرے، بے لوث اور سرفراز انسان ہیں سال بہ سال یہ تاثر گہرا ہوتا چلا گیا۔

مولانا سے کسی نے ذکر کر دیا کہ اس ہیچ مدان کو فارسی میں شد بد ہے، چنانچہ انھوں نے بے محابا یہ فرمائش کر دی کہ میں ان کی زیرِ نظر کتاب کا جو شیخ عبدالعزیز چشتیؒ کے تذکرہ "مظاہر الانساب" کا ترجمہ ہے اور جو شیخ سلیم چشتیؒ کے احوال پر مشتمل ہے ــــ مقدمہ لکھ دوں۔ مجھے شیخ سعدیؒ کا یہ قطعہ یاد آ گیا ؎

آں شنیدی کہ صوفی می کوفت ؎ زیرِ نعلینِ خویش میخے چند
آستینش گرفت سرہنگے ؎ کہ بیا نعل بر ستورم بند

تم نے سنا ہوگا کہ ایک غریب آدمی اپنے جوتوں میں کیل ٹھونک رہا تھا، ایک سپاہی نے اس کی آستین پکڑی اور کہا، ادھر آؤ! اور میرے گھوڑے کے نعل لگا دو۔

یہاں حال یہ ہے کہ فارسی میں میری استعداد واجبی سی ہے، اور طریقت کے کوچہ میں تو اس دنیا دار نے کبھی قدم ہی نہیں رکھا۔ موضوع سے ناواقف، زبان

سے تقریباً نا آشنا بات بنے تو کیونکر۔ لیکن مقتدی امام کی فرمائش سے سرتابی بھی نہیں کر سکتا۔

"مظاہر الانساب" تاریخی نام ہے، جس کے اعداد ۱۲۹۱ھ ہیں، اس سال میں شیخ عبدالعزیز چشتی رح نے "مظاہر الانساب" کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

یہ بات کہ شہزادہ سلیم شیخ سلیم چشتی رح کی دعاؤں سے پیدا ہوا معروف اور تاریخی اعتبار سے معتبر ہے، بنیادی واقعہ کے بارہ میں سارے تاریخی ماخذ، جن سے مصنف اور مترجم دونوں نے فائدہ اٹھایا ہے، متفق ہیں۔ "مظاہر الانساب" میں تاریخ اور طریقت شیر و شکر نظر آتے ہیں، اس کے کردار تاریخی ہیں۔ شہزادہ سلیم اور اس کے دونوں بھائی شیخ سلیم چشتی رح کی دعا سے پیدا ہوئے۔ سیکری کا نام فتحپور سیکری گجرات کی فتح کی یاد میں لکھا گیا، جہانگیر کی خود نوشت تزکِ جہانگیری سے اقتباسات بھی شامل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ بزرگوں کی کرامات اور خوارق عادات کے تذکرے ملتے ہیں۔

تاریخ اور روایت، مادیت اور روحانیت، حقیقت اور عقیدت نے مل کر ایک دلفریب گنگا جمنی طلسم تیار کر دیا ہے، جس سے نکلنے کو قاری آسانی سے تیار نہیں ہوتے، کتاب بند کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

کتاب شیخ الاسلام ہند حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہ کے تفصیلی سوانح حیات پر مشتمل ہے، حضرت کا نسب بیس واسطوں سے فاروق اعظم امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے ۹۳ سال کی عمر پائی۔

فاضل مترجم نے یک طرفگی سے بچنے کے لئے شیخ عبدالحق محدث رح دہلی کا یہ قول بھی نقل کر دیا ہے کہ شیخ سلیم چشتی رح کی مجلس امراء و اغنیاء کی محفلوں کے مشابہ تھی "بعضے عادات مخالفِ شریعت کہ متعارف عوام باشد نیز رو داد"۔

فتحپور سیکری کی تعمیر میں پندرہ سال لگے، اس زمانہ میں ایک سیاح رالف فیچ ہندوستان آیا، اس نے آگرہ اور فتحپور سیکری کے متعلق لکھا کہ دونوں

شہروں میں سے ہر ایک لندن سے بڑا ہے، دونوں شہروں کی درمیانی شاہراہ بازار سے بھری ہوئی ہے اور خود ایک بڑا شہر معلوم ہوتی ہے۔

کتاب کا ترجمہ رواں اور شگفتہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں مدیر شعبۂ مخطوطات جامعہ ہمدرد نے کتابوں کی رفاقت سے بخوبی استفادہ کیا ہے، عربی میں تو انھوں نے فضیلت حاصل کی ہی تھی، فارسی میں خود اپنی کوشش سے مہارت غیر اہم کرلی، مظاہر الانساب کا اردو میں ترجمہ کرکے حبیب الرحمٰن خانصاحب نے تاریخی تراجم میں ایک گرانقدر اضافہ کیا ہے، اس طرح ایک ایسی کتاب تک اردو دانوں کی رسائی ہوگئی جو روح افزا بھی ہے اور دلکش بھی اور خیال و حقیقت کا ایک دلفریب سنگم بھی ہے۔

۱۷ر نومبر ۱۹۹۱ء — سیّد حامد

بقیہ ک

ذکر خلفاء و مریدان شیخ الاسلامؒ: شیخ فتح اللہ سنبھلیؒ۔ ۲۷۸

مخدوم کمال الوریؒ شیخ طٰہٰؒ

شیخ پارہؒ، شیخ سیّد جیوؒ۔

شیخ حسینؒ، شیخ کبیرؒ ابن شیخ عبد الغفورؒ۔

شیخ ولیؒ شیخ حمادؒ شیخ بھکاریؒ

شیخ سدھاریؒ شیخ عبد الواحدؒ

حاجی شیخ حسین، شیخ رکن الدینؒ۔

حضرات چشتیہؒ کے پسندیدہ اعمال: ذکر دو حرفی، شغل آئینہ، شغل حبس دم، شغل چارضربی، اسم ذات مبارک اللہ، شغل سرمایہ، شغل ہمایوں، مراقبہ، محاربہ، محاسبہ، فکر، مواعظہ ۲۸۰

بیعت کا طریقہ — خاتمۃ الکتاب

ترتیب عنوانات و فہرست مطالب و مضامین

مضمون	صفحہ
تقریب	
شیخ سلیم چشتیؒ مورخین کی نظر میں	۵ - ۳۰
"مظاہر الانساب" کا مختصر اور سرسری جائزہ	۳۱
"مظاہر الانساب" کے ماخذ	۳۲
ترجمہ کیوں اور کیسا؟	۳۵
تقریب ماخذ	۳۸
ترجمہ مظاہر الانساب، حمد خدائے بزرگ و برتر و نعت خلاصہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱-۲
سبب تالیف۔ شیخ سلیم چشتیؒ کے آباء کرام رحمہم اللہ خواجہ محمد شعیبؒ، شیخ جمالؒ	
بابا فرید گنج شکرؒ کے والد گرامی۔ کابل پر چنگیز خاں کی یلغار	۵-۶
ذکر بابا فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ۔ ابتدائی مجاہدات	
بابا فرید گنج شکرؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۷-۸
شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو خواجہ شہاب الدینؒ کا مشورہ کہ دہلی خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں جائیے اور عوارف المعارف کا یہ کہہ کر ہدیہ کرنا کہ یہ خاص آپ کے لئے ہے۔	۹
قطب الاقطاب کی خدمت میں باریابی و بیعت، خواجہ خواجگانؒ اور خواجہ قطب الدینؒ کا شیخ فریدؒ کو مرکز توجہ بنانا۔	
شیخ سلیم چشتیؒ کا سلسلۂ رشد و ہدایت و شجرۂ طریقت	۱۰
ذکر امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ	۱۱-۱۲

امیر المومنینؓ کے خلفاء۔ ذکر خواجہ حسن بصریؒ	۱۳ - ۱۴
ذکر شیخ عبدالواحد بن زیدؒ - استاذ شریعت وطریقت	۱۵ - ۱۷
ذکر خواجہ فضیل بن عیاضؒ۔	۱۸ - ۲۰
ذکر سلطان ابراہیم بن ادہمؒ بن منصور بلخیؒ	۲۰ - ۲۲
ذکر حضرت خواجہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشیؒ	۲۳
ذکر خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصریؒ	۲۵
ذکر خواجہ ممشاد کریم الدین علو دینوریؒ	۲۶
ذکر حضرت شمس الدین خواجہ ابواسحٰق شامی چشتیؒ	۲۷
ذکر سید قدوۃ الدین خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ	۲۸ - ۳۱
ذکر سید ناصح الدین ابو محمد چشتیؒ	۳۱ - ۳۲
ذکر ناصر الملۃ والدین خواجہ ابو یوسف چشتیؒ	۳۲ - ۳۳
ذکر خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ بن خواجہ یوسف چشتیؒ	۳۴ - ۳۷
ذکر حاجی شریف زندنیؒ	۳۷ - ۴۰
ذکر خواجہ عثمان ہارونیؒ	۳۸ - ۴۱
ذکر خواجۂ خواجگان حضرت معین الملۃ والدین اجمیریؒ	۴۱ - ۵۱
خواجہ بزرگؒ کے خلفاء - سلطان الدین شیخ حمید الدین ناگوریؒ	۵۱ - ۵۳
ذکر قطب الملۃ والدین خواجہ بختیار کاکیؒ	۵۳ - ۶۱
خلفاء قطب الاقطاب - قاضی حمید الدین ناگوریؒ	۶۱ - ۶۶
ذکر شیخ فرید الملۃ والدین گنج شکرؒ	۶۶ - ۸۸
خواجۂ گنج شکر کے خلفاء (۱) سلطان المشائخ	۸۹ - ۹۰
ذکر خلفاء سلطان المشائخ (۱) خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ	۹۰ - ۹۱
خلفاء شیخ چراغ دہلی (۱) میر سید گیسو درازؒ / سید یداللہ	

شیخ پیارا رح	
شاہ جلال گجراتی رح	۹۱ - ۹۲
شاہ میانجیو رح	
شیخ نجم الدین منڈوی رح	۹۳ - ۹۴
شیخ حمزہ حسینی رح	
سید جمال بن سید حمزہ حسینی رح	۹۴
(۲) سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت	۹۴
شاہ قطب العالم گجراتی رح	
شاہ عالم رح	
شیخ صدر الدین راجو قتال	۹۵
شیخ اخی جمشید قنوجی رح	
شیخ یوسف پرہ رح	
شیخ نظام بخش رح	
شیخ قوام الدین رح	
شیخ سالارنگ رح	
شیخ مینا رح	
شیخ سعد اللہ	۹۶
(۳) سید جعفر الملکی الحسینی رح	۹۶
(۴) حکیم شرف الدین رح اور ان کے خلفاء	
شیخ فتح اللہ اودھی رح	
شیخ محمد جونپوری رح	
قاضی شہاب الدین دولت آبادی رح	
مولانا رفعت حسرتی رح	

شیخ بہار الدینؒ	
شیخ ادہمنؒ	
شاہ قاصاؒ	
سیّد علی قوامؒ	۹۸
(۵) شیخ قاسم تاج بخشؒ	۹۹
(۶) قاضی عبدالمقتدا ابن قاضی رکن الدین	۱۰۰
(۷) مولانا احمد تھانیسریؒ	
خواجہ معین خوردؒ	۱۰۱
(حاشیہ) خواجہ خانون تاج علا گوالیاریؒ	
(۲) طوطی ہند امیر خسروؒ	۱۰۲
(۳) میر حسن ابن علی سنجریؒ	۱۰۳
(۴) مولانا فخر الدین رازیؒ	۱۰۴
(۵) شیخ قطب الدین منورؒ ۔ سید تاج الدین شیر سوارؒ	۱۰۴
(۶) شیخ برہان الدین غزنویؒ	۱۰۵
(۷) شیخ شہاب الدینؒ	
(۸) شیخ اخی سراجؒ (حاشیہ) مسعود بک	۱۰۶
(طویل حاشیہ) شیخ نور قطب عالمؒ ۔ شیخ حسام الدینؒ، شاہ سیّد بن سیّد ظہر الدین چشتیؒ، راجی حامد شاہؒ، حسن طاہرؒ، شیخ عبدالعزیز شکر بارؒ، شیخ نجم الحق چانلدہؒ، شیخ قطب العالمؒ، شیخ اللہ دادؒ، شیخ معروف جونپوریؒ، شیخ نظام الدین امیٹھیؒ، شیخ فتح اللہ راج گرھیؒ، راجی سیّد نور الدینؒ ۔	۱۰۸ - ۱۱۱
(۹) مولانا حسام الدین ملتانیؒ	

(۱۰) مولانا شمس الدین یحییٰؒ	۱۰۸ - ۱۱۰
(۱۱) مولانا فخر الدین مروزیؒ	
(۲) شیخ جمال الدین ہانسویؒ	
(۳) شیخ بدر الدین اسحٰقؒ	
(۴) شیخ نجیب الدین متوکلؒ	
(۵) خواجہ علاء الدین صابر کلیریؒ	۱۱۰ - ۱۱۴
(حاشیہ) شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ، شیخ احمد عبدالحق قتالؒ، شیخ عبدالحقؒ، شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔	۱۱۴ - ۱۱۵
(۶) شیخ عارف — شیخ جلال الدین تھانیسریؒ	۱۱۶
(۷) شیخ حمیدؒ	
(۸) مولانا داؤدؒ	
(۹) مولانا تقی الدینؒ —	
(۱۰) شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ	۱۱۷ - ۱۱۸
خواجہ فریدؒ کی ازواج و اولاد: شیخ بدر الدین سلیمانؒ، شیخ شہاب الدینؒ، شیخ نظام الدین شہیدؒ۔	۱۱۹ - ۱۲۱
شیخ بدر الدین سلیمانؒ کی اولاد (۱) شیخ علاء الدین موج دریاؒ، بارگاہِ فریدیؒ کے سجادہ نشین مؤلف کا اپنے زمانے میں سجادہ نشین خانقاہِ فریدی سے ملاقات۔	۱۲۲
(۱) شیخ محمود	
(۲) شیخ مودود چشتی۔ شیخ موسیٰ چشتیؒ	

شیخ آدم چشتیؒ

شیخ معروفؒ

شیخ سلیمانؒ ۱۳۰-۱۲۷

شیخ بدرالدین عرف شیخ منجھیؒ

شیخ شہاب الدینؒ، شیخ کمال الدین الوریؒ ۱۳۰

شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ، پیدائش، تاریخ ولادت بچپن کے واقعات۔ ۱۳۳-۱۳۱

شوق سیاحت بعمر چودہ سال، بڑے بھائی کی محبت، پہلا سفر حجاز حرمین شریفین، سفر شام، خواجہ ابراہیم شامیؒ کی خدمت میں باریابی، خواجہ ابراہیم شامیؒ، سلسلہ نسب وطریقت، شجرۂ طریقت شیخ الاسلامؒ، شیخ سلیم کا پہلا نام شیخ اسلام تھا، اس کی تبدیلی، اجازت نامہ خلافت شیخ ابراہیم شامیؒ۔ ۱۳۹-۱۳۴

مؤلف تذکرہ کا قصۂ بیعت، قصۂ سجادہ نشینی مولف درگاہ سلیم چشتیؒ، سلسلۂ قادریہ کا اجازت نامہ، نقل عنوان شجرۂ سہروردیہ، نقل مثال خاندان سہروردیہ، نقل مثال خاندان نقشبندیہ، ایک شیعہ مجتہد سے مؤلف کا مناظرہ۔ ۱۵۹-۱۴۱

شیخ سلیمؒ کی حضرت ابراہیم شامیؒ کے ہاں سے واپسی، اور ۹۴۴ھ میں عزم وطن، سیکری میں قیام۔ ۱۶۱

۹۶۲ھ دوبارہ سفر حرمین شریفین افغانوں کی قید میں۔ ۱۶۱

۹۷۱ھ میں واپسی، حاکم گجرات کی والدہ کی عقیدت اور پانچ لاکھ نذر جسے آپ نے تعمیر مسجد میں صرف کیا اکبر

بادشاہ کا آپ سے سلسلۂ عیاضیہ میں بیعت ہونا۔ قلع چتوڑ گڑھ کی تسخیر کے لئے التماسِ دعا، قلعہ چتوڑ گڑھ کی فتح اور خوشی میں پانچ لاکھ کی شاہانہ نذر۔ جو تعمیرِ مسجد میں صرف ہوئی، بلند دروازہ اور جامع مسجد کی تاریخ تعمیر بحسابِ جمل، جامع مسجد فتحپور سیکری کے متعلق جہانگیر کی رائے۔	۱۶۴-۱۶۲
اکبر بادشاہ کی آپ سے عقیدت، سلطان سلیم کی پیدائش اور فتحپور سیکری کی قلبِ ماہیت، کوردہ گاؤں شہنشاہ اکبر کا دار الخلافہ۔ فتحپور سیکری کا ماضی و حال۔	۱۶۷-۱۶۴
شیخ سلیم چشتیؒ کے اہم سوانح زندگی۔	۱۷۵
دیارِ عرب میں۔	۱۷۷
کیمیاگروں کو تنبیہ اور اکبر بادشاہ کو ان کے چنگل سے چھڑانا۔	۱۷۸
رجال الغیب سے ملاقات۔	۱۸۱
اہلِ دل کی تلاش۔	۱۸۲
جذبۂ اتباعِ سنت۔	
اولیاء اللہ کی ہم نشینی، شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے استفادہ۔	۱۸۷-۱۸۵
فتحپور سیکری میں اقامت، سردی کا لباس، شیر شاہ سوری (حاشیہ)۔	۱۹۰
سانحۂ ارتحال کی پیشین گوئی۔ حقیقی نسبت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے۔	۱۹۷-۱۹۱
سانحۂ ارتحال، جانشین شیخ بدر الدین چشتیؒ۔	۲۰۴-۲۰۲
حضرت شیخ سلیمؒ کی ازواج و اولاد۔ چھ بیویوں سے اٹھارہ اولاد، آٹھ لڑکے دس لڑکیاں۔	۲۰۶-۲۰۵
حضرت شیخؒ کی صاحبزادیوں کا رشتۂ ازدواج۔ بی بی خدیجہؒ	

بی بی مریمؒ، بی بی فاطمہؒ، بی بی زینبؒ عرف زیبا۔ بی بی عائشہ کلاںؒ، بی بی سائرہؒ، بی بی عائشہ خوردؒ، بی بی رقیہؒ، بی بی رابعہؒ، بی بی خزیمہؒ۔	۲۰۸-۲۱۰
فضل الدین اور تفضل حسین کی کیفیت۔	۲۱۱
ذکر پسران شیخ الاسلامؒ، شیخ معروفؒ، شیخ محمدؒ، شیخ احمدؒ۔	۲۱۲
نواب مکرم خاں کی تاریخ وفات۔	۲۱۳
شیخ بدرالدین چشتیؒ، شیخ علاء الدین چشتیؒ عرف اسلام خاں، شیخ فضل اللہ چشتیؒ۔	۲۱۴
شیخ قاسم المخاطب بہ محتشم خاںؒ اور ان کی اولاد کا تذکرہ، شیخ نور محمد ابن قاسمؒ۔	۲۱۵
عالمگیر علیہ الرحمۃ اللہ کے دور میں شیخ اسلام محمد متولی درگاہ شیخ سلیمؒ۔	۲۱۵
شیخ محمد باقر چشتیؒ۔ وفات و تاریخ وفات۔	۲۲۶-۲۲۷
شیخ محمد کاظمؒ کے بعض متوسلین، ذکر شیخ کاظم علی سجادہ نشین، تاریخ وفات۔	۲۳۱
شیخ عبدالحیؒ (والد مؤلف) اور ان کے زمانۂ سجادگی کے کچھ واقعات۔	۲۳۲
شیخ عبدالحیؒ کی تاریخ وفات۔	۲۳۳-۲۳۵
شیخ زکی الدینؒ اور ان کی اولاد۔	۲۳۶
مؤلفؒ و والد مؤلفؒ کے کچھ کوائف ۱۸۵۷ء۔	۲۳۶
پیرانِ طریقت اور چودہ خانوادے۔	۲۴۴-۲۴۵
سلسلۂ نقشبندیہ۔	۲۵۶
احراریہ سلسلۂ خضریہ و احمدیہ۔	۲۵۷
سلسلۂ انصاریہ۔	۲۵۸

بقیہ ج

تقریب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین، علی نعماءہ المتوالیۃ، وآلاءہ المتکاثرۃ بکرم عظیم، وفضلٍ مّبینٍ۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وخاتمھم قاطبۃ اِلی یوم الدین، سیدنا ومولانا محمد، صلی اللہ علیہ وسلم، وآلہ الطاھرین واصحابہ الطیبین، واتباعھم اجمعین، وتابعیھم المخلصین ھم اولیاء اللہ واحباءہ صارواثی الدارین آمنین ــ "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ہ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ط لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ہ" امابعد۔

خالق کائنات نے ہر شے کے اصول پیدا کئے، اور ان کی ترکیب استعمال متعلقہ افراد واشخاص کو الہام فرمائی اس دنیائے رنگ وبو میں کوئی شے ایسی نہیں پائی جاتی جس کے قاعدے اور ضابطے نہ ہوں، ہر چیز کے کچھ اصول اور پابندیاں ہوتی ہیں، اگر ان کی رعایت کرتے ہوئے وہ شے کام میں لائی جائے تو اس کی افادیت نمایاں اور غرض وغایت صحیح انداز اور درست شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ زندگی کو پُر بہار و کارآمد بنانے کے بھی اصول ہیں اور خوشگوار و ناپسندیدہ موت کے بھی، اوپر اُٹھنے، بلند ہونے، بام شہرت پر پہنچنے نیز فوز و فلاح سے ہمکنار ہونے کے بھی قواعد ہیں اور گرنے، گم ہونے اور نسیاً منسیا ہ

بن جانے کے بھی اسباب، لکھنے کے بھی ضابطے ہیں اور پڑھنے کے بھی۔

قدرت کے اصولوں سے انحراف و روگردانی کرکے آدمی حق و صداقت سے محروم، اخلاق و انسانیت سے دور اور خلوص و شرافت سے بے بہرہ ہو جاتا ہے، تمیز خوب و ناخوب نہیں رہتی، اچھائی اور برائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی پوری تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کی بارش فرمائی، مگر انہوں نے نافرمانی و بے ضابطگی کو اپنا شعار بنا لیا۔ اللہ نے انہیں اٹھانا چاہا، لیکن انہوں نے گرنا، گم ہونا اور ذلت و رسوائی کو پسند کیا۔ انہیں رسولوں اور نبیوں۔ علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک طویل سلسلہ عطا فرمایا، انہوں نے اس نعمت کی نہ صرف یہ کہ قدر نہ کی بلکہ اس کی ناشکری کرکے کفران نعمت کے مرتکب ہوئے اور اس میں وہ اس قدر دور نکل گئے کہ انبیاء کرام ؑ کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ ان کے ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، محسن کشی کی تاریخ میں اسے زیادہ دلدوز اور جانگسل واقعہ کی شاید ہی نشان دہی کی جا سکے۔

فطرت کا اصول ہے۔ جس پر تاریخی تجربوں کی مہر ثبت ہے۔ کہ ذریعۂ نعمت کی ناقدری، ناشکری اور کفران سے وہ نعمت چھن جاتی ہے۔ اہل کتاب نے اپنے ہادی و رہ نماؤں کو۔ جو صراط مستقیم کی طرف ان کی رہبری و رہ نمائی فرماتے تھے۔ تہ تیغ کیا، اور وہ ہدایت سے محروم ہو گئے۔ گویا زندگی کے فطری اصولوں سے لاپرواہی ہدایت سے محرومی کا ذریعہ بن گئی۔

اس کے برخلاف فطری ضابطوں کی نگرانی و رعایت سے حیاتِ انسانی نہایت مفید، کارآمد اور حسین بن جاتی ہے۔ چنانچہ شکران نعمت سے نعمت بڑھ جاتی ہے (۱۴/۷) ایمان و یقین، نمازوں میں گریہ وزاری و عاجزی، مہمل اور لغو باتوں سے اجتناب، زکوٰۃ و خیرات، امانت و عہود و مواثیق کی رعایت اور نمازوں پر استقامت و استمرار سے کامیابی و کامرانی قدم چومتی ہے اور فردوس بریں کی وراثت کا چھتنر سایہ میسر ہو جاتا ہے (۲۳/۱-۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد سے زندگی میں سکون و عافیت آتی ہے اور اطمینان

قلب حاصل ہوتا ہے (۱۳/ ۲۸) ذکر و اطاعت پر مداومت اور شکر و اطمینان سے خدا خود مل جاتا ہے (۲/ ۱۵۲) ایمان اور اس پر استقامت۔ ٹھہراؤ اور جماؤ سے فرشتے حزن و خوف (غم و ڈر) سے نجات و رستگاری اور جنت موعود کی بشارت دینے نازل ہوتے رہتے ہیں (۴۱/ ۳۰)

اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کے دھیان اور اس کے نام آتے ہی دلوں کے ڈر جانے، تلاوتِ آیاتِ قرآن مجید سے ایمان میں اضافہ و پختگی اور اپنے خالق و پروردگار کی ذات عالی پر اعتماد اور بھروسہ، نیز اقامتِ صلوٰۃ و خیرات و زکوٰۃ دینے سے حقیقی ایمان میسر ہوتا ہے اور بلند مراتب، عفو و مغفرت اور آبرو والی روزی ملتی ہے (۸/ ۲، ۴)

اللہ جل مجدہ پاک و صاف اور غلطی کے ارتکاب پر افسوس کرنے والے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں (۲/ ۲۲۲) صفائی ستھرائی بھی اللہ کے ہاں محبوب اور توبہ و استغفار بھی پسندیدہ۔

اے نبیؐ! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر واقعی تمہیں خدا سے محبت ہے تو میری پیروی و اتباع کرو، میری مانو، میری روش اختیار کرو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے (۳/۳۱) خدا کی محبت کا معیار اتباع نبویؐ ٹھہرا جس قدر بھی اتباع نبوی ہوگا اسی قدر محبت خداوندی اور اس کے انعام و اکرام کا ظہور ہوگا۔ تخلیق آدم صرف خالق کائنات کی عبادت و بندگی کی خاطر ہوئی نہ اس سے روزی کمانا مقصود اور نہ یہ کہ خدا کو کھلائیں (۵۲/ ۵۸)

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد انسانی زندگی میں درستگی و استواری لانا ہے، بے اعتدالی کی راہ سے ہٹا کر حق کی ڈگر پر ڈالنا، واہمہ سے چھڑا کر حقائق سے وابستہ کرنا اور ان کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی (۲/ ۲۱۳) ان کی دعوت کا خلاصہ ہے:۔ اکٹھے ہو کر رہو، خدا کی طرف دھیان رکھو اور ٹکڑیوں میں تقسیم نہ ہو (۳/ ۱۰۳)

سرور آفرینش و خلاصۂ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہوا مگر کارِ نبوت رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور اس کی انجام دہی علماء و صلحاء امت کے ذمہ ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (الحدیث) او کما قال۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح حق کی دعوت و تبلیغ میں مصروف

دمنہمک ہوں گے۔

قَالَ النَّبِیُّ - عَلَیْہِ اَلْفُ تَحِیَّۃٍ　　فِیْمَا رَوَاہُ السَّادَۃُ النُّبَلَاءُ
اَلْوَارِثُوْنَ نَبِیَّھُمْ مِنْ بَعْدِہٖ　　وَالْمُنْتَمُوْنَ لَہٗ ھُمُ الْعُلَمَاءُ
اَلْقَائِمُوْنَ بِدِیْنِہٖ فَتَکَاثَرَتْ　　مِنْ اَجْلِہٖ اَلْاَبْرَارُ وَالْفُقَرَاءُ

سب سے اچھی، عمدہ اور خوبصورت بات کس کی ؟ جو لوگوں کو خالق کائنات کی طرف بلائے ، بندوں کو خدا سے ملائے ۔ اور خود نیک کردار ہو اور زبان سے بھی کہے : میں ماننے والوں میں سے ہوں (۳۳/۴۱)

امت محمدیہ ۔ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ۔ کا صحیح منصب دعوت و تبلیغ اور ارشاد و اصلاح ہے ، معاشرہ میں پھیلی ہوئی ، ماحول میں سرایت کی ہوئی اور دل و دماغ میں پیوستہ برائیوں کو مٹانا اور بھلائیوں کو پھیلانا ۔ تاکہ آدمی حقوق بندگی کی ادائیگی سے عہدہ برآہو اور روز محشر داور اکبر کے روبرو سرخ رو ۔

یہ کام ۔ نہی عن المنکر و امر بالمعروف ۔ یا اہل علم کرتے ہیں یا اہل دل، پہلی شے مدرسوں اور دوسری خانقاہوں میں ملتی ہے ۔

خانقاہ اور مدرسہ اسلام کے توأم امین　　ان کی مرہونِ کرم ہندوستان کی سرزمین
یہ ہیں نظر و فکر ایمانی کی راہوں میں معین　　یہ یقیناً منبع دریائے عرفان و یقین
ان کی برکت سے زمین ہند عصفور ذہب
ان کی پیشانی پہ تاباں پرتوِ ماہ عرب

علم دین سے قوم میں پیدا شرارِ زندگی　　جادۂ اسلاف میں پنہاں وقارِ زندگی
حرکت و پائندگی سے ہے قرارِ زندگی　　اہلِ علم و دین کی صحبت ہے بہارِ زندگی

انہیں اہلِ علم و اہل دل حضرات کی مجلس کے شہ نشیں ہیں شیخ الاسلام حضرت شیخ

سلیم چشتی قدس سرہ، (فتح پور سیکری)

شیخ سلیم مورخین کی نظر میں

"وہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی اولاد میں تھے، ان کا خاندان پاک پٹن چھوڑ کر دہلی میں آباد ہو گیا تھا، یہیں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ۸۸۳ھ (۱۴۷۸ء) میں پیدا ہوئے — یہ زمانہ سلطان بہلول لودی کا تھا۔ ان کے والدین دہلی سے قصبہ سیکری چلے آئے تعلیم انہوں نے سرہند میں پائی، جب اٹھارہ برس کے تھے تو زیارتِ حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا، حج کے بعد ایک مدت مدید تک اسلامی ممالک کی سیاحت کرتے رہے، اور وہاں کے بزرگوں سے فیض حاصل کئے، اس اثناء میں چودہ بار حج کئے، وہاں سے سیکری واپس آئے، یہاں سے حج کو تشریف لے گئے، واپسی پر سیکری میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ تقریباً ترانوے ۹۳ سال کی عمر میں ۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۱ء وفات پائی، رحمہ اللہ تعالیٰ" [1]

"شیخ سلیم چشتیؒ، جن کے نام پر اکبر کے بیٹے جہانگیر کا نام سلیم ہوا، اور جن کی کشش سے اکبر نے ایک عرصہ تک فتح پور سیکری کو اپنا دارالخلافہ بنائے رکھا۔ آپ دہلی میں پیدا ہوئے، لیکن آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والدین فتح پور سیکری میں سکونت پذیر ہو گئے، علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے سرہند میں شیخ مجدالدین ملک العلماء سرہندی سے کی، کئی حج کئے، اور بلاد اسلامی کی سیر و سیاحت کی، اس سیر و سیاحت کے دوران میں شیخ ابراہیم چشتیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، عرب میں کئی لوگ آپ کے مرید ہوئے وہاں آپ کو شیخ الہند اور ہندوستان میں شیخ الاسلام کہتے تھے، ہندوستان واپس آ کر فتح پور سیکری کی پہاڑی پر آپ نے بڑی ریاضتیں کیں، بالعموم روزہ سے رہتے تھے، اور ٹھنڈی چیزوں سے روزہ افطار کرتے، ہر روز ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے، اور کڑکتے جاڑوں میں ایک پیراہن کے سوا کچھ نہ پہنتے، آخر میں آپ نے شادی کی، اور بادشاہ

---

[1] سچی کہانیاں۔ ص ۷۰، ۷۱

اور امرار کے اعتقاد کی وجہ سے آپ کی ظاہری حالت بہت بڑھ گئی، عمارتیں، باغات اور چاہ تعمیر کرائے بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تو لکھتے ہیں:۔ کہ آپ کی مجلس امرار واغنیار کی محفلوں کے مشابہ تھی۔ "وبعضے عادات مخالفِ شریعت کہ متعارفِ عوام باشد نیز رو داد۔" ہیموں بقال کے ہاتھوں آپ کو بہت پریشانیاں اُٹھانی پڑیں، اور اسی وجہ سے حرمین سے واپسی کے بعد آپ ۱۵۵۴ء میں پھر عرب واپس چلے گئے تھے۔ لیکن ۱۵۶۸ء میں واپس آئے، اور اکبر نے سب کی تلافی کر دی، آپ کا روضہ بالخصوص اس کا بلند دروازہ ہندوستان کی بہترین عمارتوں میں ہے آپ کی وفات ۱۵۱ء میں ہوئی۔[1]

الشیخ العارف المعمر سلیم بن محمد بن سلیمان بن آدم بن موسیٰ ابن مودود بن سلیمان بن فرید الدین مسعود الأجودھنی، ثم السیکروی الفتحپوری۔ کان من رجال المشهور بالولایة۔ ولد سنة سبع وسبعین، او اربع وثمانین او سبع وتسعین وثمانمائة وقرأ العلم علی العلامة مجد الدین السرهندی وعلی غیره من العلمار ورحل الی الحجاز مرتین، وتغلب فی بلاد الشام والعراق والروم والمغرب، وزار الطف والنجف وبغداد والقدس الشریف واخذ

شیخ، عارف کامل سلیمؒ۔ ابن محمدؒ ابن سلیمانؒ ابن آدمؒ ابن موسیٰؒ ابن مودودؒ ابن سلیمانؒ ابن شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنیؒ۔ سیکروی فتحپوری رحمہم اللہ تعالیٰ مشہور اولیار اللہ میں تھے۔ آپ کی پیدائش ۸۷۷ھ یا ۸۸۴ھ یا ۸۹۷ھ میں ہوئی اور علامہ مجدالدین سرہندی اور دوسرے علمار سے علم حاصل کیا، دو مرتبہ سفر حجاز کیا، اور شام، عراق اور بلاد مغرب کی سیاحت کی اور طف، نجف اشرف، بغداد اور قدس شریف کی زیارت سے شاد کام ہوئے، سلسلۂ قادریہ میں شیخ مرتضیٰؒ سے فیض حاصل کیا انہوں نے شیخ جلال الدین بخاریؒ سے، انہوں نے شیخ نورالدینؒ سے اور

---

[1] رود کوثر ص ۷۱، ۷۲

القادریة عن الشیخ مرتضی عن جلال الدین بخاری عن نور الدین عن عبد اللہ الطواشی عن المجذوب البریری عن کمال الدین کونی عن ابی سعید ابی الفتح البغدادی عن الشیخ عبد القادر الگیلانی۔ ذکرہ العطار فی مجمع البحار وقال الشیخ عبد الحق فی اخبار الاخیار: انہ رحل الی الحجاز قبل تزوجہ سنة إحدی وثلاثین وتسعمائة فحج وزار وساح بلاد العرب والعجم، وصَحِبَ المشائخ وَاَخذ عنھم، و عادالی الھند بعد مدة طویلة واقام علی جبل مطل قریبًا من سیکری علی اثنی عشر میلا من آگرہ، وتزوج ورزق الأولاد ورحل مرة ثانیة الی الحجاز فی فتنہ ھیموں البقال سنة وستین وتسعمائة فی ایام اکبر شاہ التیموری ورزق حسن القبول فی آخر عمرہ، واعتقد فی فضلہ وصلاحہ اکبر شاہ المذکور، ونبی لہ زاویة جمیلة ومدرسة عالیة ومسجد اکبر اعلی قلة

انہوں نے شیخ عبداللہ طواشیؒ سے نسبت حاصل کی۔ وہ خلیفہ، شیخ مجذوب بریریؒ کے، وہ شیخ کمال الدین کونیؒ کے، وہ شیخ ابو سعید ابوالفتحؒ سے فیضیاب اور وہ قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے تربیت یافتہ تھے (مجمع البحار) اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے:
شیخ سلیم چشتیؒ شادی سے پہلے سنہ ۹۳۱ھ میں عازم حجاز ہوئے، حج وزیارت مدینہ وغیرہ سے دامن مراد بھرا اور بلاد عجم و عرب کی سیاحت کی، دوران سیاحت مشہور مشائخؒ کی صحبت سے بہرہ ور ہوئے اور طویل مدّت تقریبًا ۱۴ سال بعد واپس ہندوستان واپس ہوئے، اور سیکری کے قریب ایک بلند پہاڑی پر ٹھہرے جو آگرہ شہر سے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پھر شادی کی، اولاد ہوئی دوسری مرتبہ حجاز کا سفر ہیموں بقال کے فتنہ کے دوران سنہ ۹۶۲ھ عہد اکبری میں ہوا۔ آخری عمر میں خوب پذیرائی ہوئی، اکبر بادشاہ آپ کے فضل وکمال اور صلاح کا گرویدہ ہوگیا۔ اور آپ کے لیے حسین وجمیل

الجبل ثم بنی مدینۃ کبیرۃ جامعۃ بین الحسن والحصانۃ، وسمّاھا فتحپور۔ وتوفی ۲۹ رمضان سنۃ ۹۷۹ھ۔ تاریخ وفات "شیخ ھندی" (۱)

۹۱۰ ۶۹

۹۷۹

خانقاہ، وسیع وکشادہ اور خوب صورت مسجد اور بڑا مدرسہ اس پہاڑ کی چوٹی پر بنوایا۔ اور پھر ایک وسیع شہر آباد کیا، جو جمال وکمال کو جامع اور سنگین تھا، اور اس کا نام فتح پور رکھا۔ ۲۹ رمضان المبارک ۹۷۹ھ میں محبوب حقیقی سے جا ملے، آپ کی تاریخ وفات اس کلمہ سے نکلتی ہے۔ شیخ ہندی

۹۱۰ ۶۹

۹۷۹

ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ شیخ سلیمؒ نے بائیس حج کیے، چودہ حج پہلے سفر میں اور آٹھ دوسرے سفر میں۔ سال کا اکثر حصّہ سیر وسیاحت میں گذارتے اور موسم حج میں حرمین شریفین آکر ادائگی حج وعمرہ اور زیارت روضۂ مطہرہ کرتے دوسرے سفر میں چار سال مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں ٹھہرے اس دوسرے سفر میں آپ کے رفیقِ سفر شیخ یعقوب بن الحسن الصرفیؒ کشمیری تھے۔ نزہتہ الخواطر ص۱۲۷

"شیخ سلیم الدین ابن شیخ بہار الدین حضرت شیخ فرید الدین گنجشکرؒ کی اولاد سے ہیں ولادت ۸۹۷ھ میں ہوئی۔ عالم جوانی میں سپاہیوں اور ملازموں کے لباس میں ریاضت اور مجاہدات کرتے تھے، اور انہی ایام میں شادی سے پہلے، آپ کے دل میں سفر کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ۹۳۱ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ عرب وعجم کی خوب سیر کی، اور بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مرتبہ کمال کو پہنچے، پھر ایک مدّت کے بعد سیکری میں جہاں آپ کے والد اور بھائی اپنے وطن قدیم دہلی سے جا کر بعض امراء کی ملازمت کے

---

(۱) نزہت الخواطر ص۱۲۶

باعث مقیم تھے، تشریف لے گئے، اور سیکری میں پہاڑ کے غار میں گوشہ نشین ہوئے اور مشغولِ
عبادت ہو گئے۔ مدۃ العمر، کبر سنی تک، طے کے روزے رکھتے رہے اور سرد ضعیف کرنے والی
چیزوں، مثلاً پرانا سرکہ اور ٹھنڈی ترکاریوں، سے افطار فرماتے، ہر روز ٹھنڈے پانی سے
غسل کرتے، اور سخت جاڑوں میں باریک کرتہ کے سوا کچھ نہ پہنتے تھے۔ سیکری قیام پذیر
ہونے کے بعد آپ نے شادی کرلی اور صاحب اہل وعیال ہو گئے۔

مرورِ ایام کے ساتھ آپ کے ظاہری حالات میں بھی جمعیت پیدا ہوئی، کئی عمارات،
باغ اور کنوئیں تعمیر کرائے اور سجادۂ مشیخت پہ رونق افروز ہو گئے۔ طالبوں کو ریاضت و
مجاہدہ کا حکم فرماتے تھے، آپ کی مجلس بظاہر امراء و حکام کی محفلوں کے مشابہ تھی۔ کسی
کو نصیحت فرماتے اور کسی کو جھڑک دیتے تھے جن لوگوں کو آپ کی خدمت وصحبت کا شرف
حاصل ہوا اور آپ سے محبت و اعتقاد پیدا ہو گیا وہ آپ کے کشف وکرامات اور تصرف
ظاہر و باطن کے بارے میں عجیب وغریب قصے بیان کرتے ہیں۔

شیخ سلیم دوسری مرتبہ سنہ ۹۶۲ھ میں بسبب ان پریشانیوں کے جو ہمیوں ملعون سے آپ
کو پہنچیں حرمین شریفین چلے گئے اور سفر وسیاحت کرنے کے بعد ۹۷۶/۹۷۹ھ میں واپس تشریف
لائے، سلطانِ وقت جلال الدین محمد اکبر کو آپ سے نہایت قوی رابطۂ اعتقاد واتحاد پیدا
ہوا، چوں کہ اس کے کوئی وارث سلطنت (بیٹا) نہ تھا، اس نے شیخ کی جانب رجوع کیا چنانچہ
حق تعالیٰ نے اسکو بیٹے دیئے جن کو حضرت شیخ ہی کے گھر میں تربیت دی گئی، بادشاہ
کو ظاہر و باطن میں حضرت شیخ سے اس قدر محبت ومحرمیت پیدا ہو گئی کہ درمیان میں
کوئی حجاب نہ رہا، آپ کے متعلقین ولواحقین میں سے ہر زن ومرد عنایات شاہانہ سے
مخصوص ہوا۔

آپ ۲۹ رماہ رمضان مبارک سنہ ۹۷۹ھ میں بحالت اعتکاف اس عالم فانی سے عالم
بقاء کو تشریف لے گئے، اور اس روضہ میں مدفون ہوئے جس کی بنیاد آپ نے خود رکھی ہوئی تھی
اور پھر بعد میں حاکم وقت کے حکم سے تمام ہوا، الواقع مسجد اور اس روضہ کی عمارت ایسی
ہے کہ روئے زمین پر شاید ہی کہیں ہو، اس کی تاریخ اساس "ثانی مسجد الحرام"، اور تاریخ

اتمام و تکمیل " خانقاہ اکبر " ہے۔[1]

تاریخ رحلت

عارف بے نظیر شیخ سلیم ‏ ‏ مرشد و رہنمائے ہفت اقلیم
در فتح پور بر بلندے کوہ ‏ ‏ مرقد اوست با علو و شکوہ
صاحب خاندان چشت اوست او ‏ ‏ گوہر معدن بہشت است او
ہم عیاضی است آں ولی خدا ‏ ‏ قدس اللہ سرہ ابدا
از مہہ صوم بست و ہفتم بود ‏ ‏ کہ بخلدش ز دہر نقل نمود
سال ترحیل آں ولی کریم ‏ ‏ ہاتفم گفت بدر خلد سلیم (۹۸۰)
سال نقلش ملک زدار نعیم ‏ ‏ زد ندا " ساکن بہشت سلیم "
گو سال وصال آں بہشتی ‏ ‏ بودہ مہ دین سلیم چشتی
ملک بر آسماں تاریخ فرمود ‏ ‏ سلیم چشتی سندی ولی بود
لیک ایں قطعہ گفتہ ام بیشک ‏ ‏ سال ترحیلش از زبانِ ملک:

چوں شیخ سلیم از دہر گذشت ‏ ‏ گفتند ملائکش بہشتی بودہ
تاریخ غروب او بسلخ رمضان ‏ ‏ گفتم مہ دین سلیم چشتی بودہ

شیخ الاسلام آں سلیم چشتی است ‏ ‏ ذات او در بحر عرفان کشتی است

سال نقل آں ولی با سوز گفت ‏ ‏ ہاتف از من حیف قطب ملک رفت[2] (۹۷۹)

---

(۱) انوار صوفیا ترجمہ اخبار الاخیار صفحہ ۵۴۱،۵۴۰

(۲) اِخبار الاخیار فی اخبار الاخیار ص ۱۷

مرزا محمد ہادی، جنھوں نے تزک جہانگیری کی تکمیل اور اس پر مقدمہ و دیباچہ لکھا:

چوں حضرت عرش آشیانی ۔ اکبر ۔ بجہت بقاء کارخانۂ سلطنت و جہانبانی ہموارہ از درگاہ ایزد جاں آفریں خلفے کہ شائستۂ افسر و اورنگ و مسند آرا ر دانش و فرہنگ باشد مسألت می نمودند، و باطن قدسی مواطن مقربان درگاہ صمدیت و مقبولان بارگاہ احدیت را وسیلۂ این خواہش ساختہ منتظر طلوع کوکب جہاں افروز می بودند تا آنکہ بعضی از ایستادہائے پایہ سریر خلافت مصیر معروض داشتند کہ شیخ سلیم نام درویشی کہ در صفائی ظاہر و باطن از ایزد پرستانِ این دیار ممتاز است و نفس متبرکۂ او باجابت دعا ر مشہور و از روئے نسب بہفت واسطہ بشیخ فرید گنج شکر می رسد در قصبہ سیکری کہ دوازدہ کروہی از دارالخلافہ اکبر آباد واقع است، می باشد اگر آنحضرت ایں آرزوے گرامی با او درمیان نہند امید کہ نہال مراد آبیاریٔ دعائے او بر مند گردد و چہرۂ مقصود در آئینۂ ظہور رو نماید لاجرم آنحضرت بمنزل شیخ رفتہ بصدق نیاز و خلوصِ عقیدت ایں راز را، ظاہر ساختند، و شیخ روشن ضمیر آگاہ دل بادشاہ صورت و معنی را بطلوع کوکب برجِ خلافت نوید سعادت بخشیدند، عرش آشیانی فرمودند کہ من نذر نمودم کہ آں فرزند را بدامن تربیت شما اندازم، باشد کہ بتائیدات ظاہری و باطنیٔ شما بدولت بزرگی و بزرگی دولت رسد، شیخ قبول نمودہ بر زبان گذرانیدند کہ مبارک باشد ما ہم آں نونہال دولت و اقبال را ہمنام خود ساختیم از آنجا کہ صدق نیت و رسوخ اعتقاد بود در اندک مدت شجرۂ امید بہ ثمرہ خواہش باروَر شد، و چوں ہنگام وضعِ حمل در رسید والدہ ماجدہ حضرت شاہ جنت مکانی را از کمال عقیدت و فرطِ اخلاص بخانۂ شیخ فرستادند، و دراں مکان میمنت نشاں روز چہارشنبہ ہفتدم ربیع الاول سال نہصد و ہفتاد و ہفت ہجری بطالع میزان در موضع فتح پور بہ منزل شیخ سلیم آں آفتاب وجلال فرمود۔[1]

ترجمہ: اکبر بادشاہ کارخانہ سلطنت کی بقاء و استواری کی خاطر بارگاہ جاں آفریں۔

---

(۱) دیباچہ تزک جہانگیری

خدائے تعالیٰ سے ایک جانشین سلطنت کے طالب تھے، جو شائستہ افسر و اورنگ بھی ہو اور دانش و فرہنگ کا مسند آرا بھی۔ اور خدائے بے نیاز کی بارگاہ کے مقربین خاص کو اپنی اس آرزو کا وسیلہ بنا کر کوکب جہاں افروز کے منتظر تھے، اس سلسلے میں سلطنت کے کچھ خاص ارکان نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کی: شیخ سلیمؒ نام کے ایک درویش ہیں، جو ظاہر و باطن کی صفائی میں اس دیار کے ایزد پرست صوفیاء و مشائخ میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں اور مستجاب الدعوات مشہور ہیں، نسبی لحاظ سے سات واسطوں کے ذریعہ شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہ سے وابستہ ہو جاتے ہیں، قصبہ سیکری میں جو آگرہ دارالسلطنت سے بارہ کوس پر واقع ہے۔ قیام پذیر ہیں۔ اگر آپ ان کی بارگاہ میں یہ آرزو رکھیں تو قوی امید ہے کہ آپ کا نہالِ مراد ان کی دعا رکی آبیاری سے جلد بار آور اور نخل تمنائے شہنشاہ عظمت پناہ کم وقت میں مثمر ہو جائے اور چہرۂ مقصود آئینۂ ظہور میں رو نمائی کرنے لگے۔

بادشاہ نے بیتابانہ آستانۂ شیخ پر حاضر ہو کر صدق نیاز و خلوص عقیدت سے اپنا یہ راز ظاہر فرمایا۔ شیخ روشن ضمیر و بیدار دل نے بادشاہ صورت و معنی کو کبِ برجِ خلافت کے طلوع کی نویدِ سعادت ارزاں فرمائی۔ وارث سلطنت کی بشارت دی۔

حضرت عرش آشیانی نے فرمایا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ اس پہلونٹے کو آپ کے دامن تربیت میں رکھوں، ہو سکتا ہے کہ آپ کی ظاہری و باطنی توجہ سے دولتِ بزرگی اور کامیاب سلطنت تک پہنچ جائے۔ حضرت شیخ نے قبول کر کے ارشاد فرمایا: آپ کو مبارک ہو! ہم نے بھی اس نونہالِ دولت و اقبال کو اپنا ہمنام بنا لیا۔

بادشاہ کی نیت چوں کہ سچی اور اعتقاد پختہ تھا، تھوڑے عرصہ میں شجرہ امید ثمر آرزو سے بارور ہو گیا۔ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو حضرت شاہ جنت مکانی کی والدہ کو کمالِ عقیدت و فرطِ اخلاص سے شیخ کے مکان پر بھیجدیا۔ اسی مکانِ میمنت نشان میں بروز بدھ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ طالع میزان کے سمے فتح پور سیکری میں شیخ سلیمؒ کی نشست گاہ پر وہ آفتابِ جاہ و جلال طلوع ہوا۔ شہنشاہ جہاں گیر نورالدین سلیم پیدا ہوا۔

اور خود جہاں گیر اپنی توزک میں رقمطراز ہے:۔

"شیخ سلیم نام درویشے صاحب حالت کہ طی بسیاری از مراحل عمر نمودہ بود، در کوہے متصل بہ سیکری از مواضع آگرہ استقامت داشت و مردم آں نواحی بشیخ اعتقاد تمام داشتند، چوں پدرم بدرویشاں نیازمند بودند، محبت ایشانرا نیز دریافتہ روزے در اثنائے توجہ و بیخودی از ایشاں پرسیدند کہ مرا چند فرزند خواہد شد؟ فرمودند: بخشندۂ بے منت سہ پسر بشما ارزانی خواہد داشت، پدرم می فرمانید کہ نذر نمودم کہ فرزند اول را در دامن تربیت و توجہ شما انداختہ شفقت و مہربانی شمارا حامی و حافظ او سازم، شیخ ایں معنی قبول می فرمانید و برزبان می گذرانند کہ مبارک باشد۔ ماہم ایشانرا ہمنام خود ساختیم۔ چو والدۂ مراہنگام وضع حمل نزدیک می رسد بخانۂ شیخ می فرستند تا ولادت من در آنجا واقع گردد بعد از تولد نام مرا سلطان سلیم نہادند۔ اما من از زبان مبارک پدر خود، نہ در مستی و نہ در ہوشیاری، شنیدم کہ مرا محمد سلیم یا سلطان سلیم مخاطب ساختہ باشند۔ ہمہ وقت شیخو بابا گفتہ سخن می کردند۔ والد بزرگوار موضع سیکری را کہ محل ولادت من بود، برخود مبارک دانستہ پائے تخت ساختند، و در عرض چہاردہ یا پانزدہ سال آں کوہ و جنگل کہ پر دد و دام بود شہرے شد مشتمل بر انواع باغات و عمارات و منازل منتزہ عالی، و جاہ ہائے خوش و دلکش بعد از فتح گجرات این موضع بفتحپور موسوم گشت"[1]۔

(اردو ترجمہ)

شیخ سلیمؒ ایک درویش صاحبِ حالاتِ عجیبہ، جنھوں نے ریاضت و مجاہدوں میں عمر بتادی ہے، کافی معمّر ہیں موضع سیکری کے قریب پہاڑ میں سکونت پذیر ہیں۔ اس نواح کے لوگ شیخ سے نہایت قوی عقیدت رکھتے ہیں۔ چوں کہ والد محترم درویشوں کے عقیدت کیش و نیاز مند تھے۔ اسی جذبہ نیاز مندی سے شیخ سلیمؒ کے ہاں حاضر ہوئے، اور توجہ و بے خودی کی ملی جلی

---

(۱) تزک جہانگیری

کی ملی جلی کیفیت میں شیخ سے پوچھ بیٹھے: میرے کتنے لڑکے ہوں گے؟ شیخؒ نے فرمایا: بے منت و بے سان گمان دینے والا خدائے عزوجل آپ کو تین فرزند عطا فرمائے گا۔ والد محترم نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ پہلے فرزند کو آپ کے دامن تربیت و شفقت میں دے کر آپ کے کرم و عنایت کو اس کا حامی و ناصر بناؤں گا۔ شیخ نے یہ بات قبول کر لی اور یہ ارشاد فرمایا: مبارک ہو۔ ہم اس کو اپنا ہمنام بنائیں گے۔ جب میری والدہ کے وضع حمل کا وقت قریب آیا تو انہیں کاشانۂ شیخ پر بھیجدیا تاکہ میری ولادت شیخ کے گھر میں ہو۔ میری پیدائش کے بعد میرا نام سلطان سلیم رکھا گیا۔ مگر میں نے کبھی اپنے باپ کو اپنی زبان مبارک سے۔ نہ مستی و مدہوشی میں اور نہ ہوشیاری میں ــــ نہیں سنا کہ مجھے محمد سلیم یا سلطان سلیم کہہ کر خطاب کیا ہو ہمیشہ شیخو بابا کہہ کر گفتگو کرتے تھے۔ والد بزرگوار نے سیکری کو ـ جو میری جائے پیدائش ہے۔ اپنے لئے مبارک خیال کر کے اپنا پایۂ تخت بنالیا اور تقریباً چودہ پندرہ سال میں اس جنگل بیابان کو اور ویران و سنسان پہاڑ کو، جہاں جنگلی جانوروں اور درندوں کا ڈیرہ تھا، ایسے شہر میں بدل دیا جو طرح طرح کے باغات، نادر عمارات، عمدہ سیر گاہوں اور دلفریب و خوشنما منظر کنوں پر مشتمل تھا۔ فتح گجرات کے بعد اس جگہ کا نام "فتحپور" رکھا۔

تاریخ فرشتہ عہد اکبری کی تصنیف ہے اور نہایت مستند ہے۔ اس میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے سلسلے میں مذکور ہے:۔

"آنحضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں، باپ ان کے سپاہی تھے۔ قصبہ سیکری میں، جو آگرہ سے بارہ کوس ہے، رہتے تھے۔ شیخ سلیمؒ کی اسی قصبہ میں ولادت ہوئی، جب سن رشد و تمیز کو پہنچے مسائل لابدی سے بہرہ حاصل کر کے تصفیۂ باطن میں کوشش کی، اور دو مرتبہ سیکری سے ولایت میں جا کر ممالک عرب و عجم اور روم و یمن کی سیر کی۔ ایک مرتبہ سولہ برس اس حدود میں رہے۔ دوسری مرتبہ حیات

برس، اور ایک مدت بصرہ میں گذار کر تیئس ۲۳ حج کر کے ہندوستان میں مراجعت کی۔ اور اسی پہاڑ پر، جو سیکری کے پہلو میں واقع ہے، سکونت اختیار کی، اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے، اکثر ایام صوم میں بسر لیجاتے تھے، شیر شاہؒ اور سلیم شاہ افغان سور اور خواص خاں کہ ان کے امرائے کبار سے تھے آنحضرتؒ سے ارادت صادق رکھتے تھے، اور جلال الدین محمد اکبرؒ بادشاہ نے بھی آنحضرتؒ سے محبت و اخلاص بہم پہنچا کر اس پہاڑ میں ایک شہر موسوم بہ فتحپور بنا فرمایا۔ اور بارہ برس اسے تخت گاہ کر کے شیخ کے مکان کے قریب ایک مسجد اور خانقاہ نہایت تکلّف کی تعمیر کی، اور محمد اکبر بادشاہ شیخ کی مجلس میں اکثر حاضر ہو کر شیخ کی تعظیم و تکریم میں کوشش کرتے تھے۔ اور جب آنحضرت ۹۷۰ھ نو سو ستر ہجری میں برحمت حق واصل ہوئے، آنحضرت کے بڑے صاحبزادے شیخ بدرالدینؒ سجادہ نشین ہوئے، اور بعد چند روز کے مکہ مکرمہ میں جاکر وفات پائی، ان کا دوسرا بیٹا کہ قطب نام رکھتا تھا، وہ اس سبب سے کہ ان کی والدہ نے نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا، اس بادشاہ صوری و معنوی کے عہد میں مرتبۂ بزرگی اور امارت پر پہنچا۔ حکومت بنگالہ کی ہاتھ آئی اور بعد چند عرصہ کے وہ ایک اہل غدر کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ شیخ بدرالدین کے فرزند کہ علاءالدین نام رکھتے تھے، بخطاب "اسلام خاں" اور "حکومت بنگلہ سے سرفراز ہوئے۔ اور شیخ سلیم کی نسبت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے یوں ہے:۔

شیخ سلیم چشتیؒ بن بہاءالدینؒ، بن شیخ سلطانؒ بن شیخ آدمؒ بن شیخ موسیٰؒ بن شیخ مودودؒ بن شیخ بدرالدینؒ بن شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔(۱)

حضرت شیخ سلیمؒ کے متعلق یہ مسلمان مورخوں کے بیانات تھے، اب ایک غیر مسلم مورخ کے خیالات بھی ملاحظہ کیجئے:۔

"شیخ سلیم چشتیؒ جو ہندوستان میں اس زمانے کے مشہور ترین بزرگوں میں تھے۔

---

(۱) ترجمہ تاریخ فرشتہ ص ۴۶، ۴۷ ۵ھ

جلال الدین محمد اکبر ان کے پاس بار بار گیا، اور ہفتوں قیام کیا، شیخ سلیمؒ ایک اونچے اور نامور خاندان کے تھے، جو اپنا نسب فرخ شاہ بادشاہ کامل سے ملاتے تھے، ان کے قریبی اجداد دہلی میں آباد ہو گئے تھے، اور وہیں ۱۴۷۹ء میں وہ پیدا ہوئے، انہوں نے خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کے روحانی جانشین خواجہ ابراہیمؒ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، اور یہ دونوں اس عہد کے نامور بزرگ تھے۔ دو مرتبہ وہ ہندوستان سے باہر گئے اور بائیس سال عرب، شام ایشیائے کوچک اور عراق مسلم بزرگان کے مزاروں اور خانقاہوں میں صرف کئے باہر رہ کر وہ ہر سال بلاناغہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جاتے رہے اور ان دونوں مقامات مقدسہ میں سب ملا کر آٹھ سال صرف کئے، انہوں نے اسلامی دینیات کے تمام مکاتب خیال کے ادب پر عبور حاصل کیا، اور سخت ریاضتیں کیں، لیکن طویل مراقبوں کے بعد وہ صوفیت۔ تصوف کی طرف راغب ہو گئے، یعنی ایک حیّ وقیوم خدا پر شخصی اعتقاد، اور اس سے براہ راست ربط کا ذوق کچھ دنوں بعد جب پانی پت کے شیخ مانؒ نے ان سے پوچھا کہ "آپ کا مقصد عقلی دلیل سے ثابت ہوا یا الہام سے؟" تو انہوں نے جواب دیا "دل کی دل سے راہ ہے"۔ مغربی ایشیا میں ان کی شہرت دور دور پھیل گئی، اور ان کے "شیخ الہند" کے خطاب نے انہیں تمام زائرین میں، جو ہندوستان سے آئے تھے (پہنچے تھے) اول درجہ کا رتبہ دے دیا۔ بالآخر جب وہ ۱۵۶۴ء میں اپنے وطن واپس آئے تو مذہبی حلقوں میں جوش بھڑک اٹھا۔ انہوں نے شادی کر لی تھی، اور کئی اولادیں تھیں۔ ان سب کو لے کر وہ آگرہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر موضع سیکری کی پہاڑی پر مقیم ہو گئے، یہاں وہ سچے ولی اللہ کی طرح زہد وتقوی میں بسر کرتے تھے، دن میں دو بار ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے، اور اپنی ضعیفی کے زمانے میں بھی پہاڑی کی شدید گرمی اور سردی میں وہ بجز ایک باریک کرتے اور باریک اچکن کے کچھ اور نہیں پہنتے تھے، ان کی ریاضت کی جگہ "چلّہ گاہ" کے نام سے آج بھی موجود ہے، اور پہاڑی کی دوسری عمارتوں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ اتنے روشن خیال؟ وسیع القلب.... تھے کہ انہوں نے ابوالفضل اور فیضی کے والد شیخ مبارکؒ کو پناہ دی اور ان کی مدد کی حالانکہ انہیں مذہبی جنونیوں نے آگرہ سے نکال دیا تھا، انہوں نے کئی مریدوں کی تربیت کی جیسے

الور کے کمالؒ ، بنگال کے پیاراؒ ، حسین خادمؒ ، سنبھل کے فتح اللہ طارمؒ ، اور اجودھن کے رکن الدینؒ ، ان مریدوں نے اپنے پیر کے پیام حق کی روشنی وفاداری کے ساتھ بعد کی نسلوں تک پہنچادی۔

اکبر سیکری میں درویشوں اور عالموں کے ان مقتدا کی عمر اب نوے برس کی ہو چکی تھی، اور عوام میں ان کے بہت سے معجزے ؟ (کرامات) مشہور ہو گئے تھے: جس وقت ہندوستان کا طاقتور حکمران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے استدعا کی کہ اس کے وارث تخت و تاج کے لیے دعا فرمائیں تو بزرگ درویش نے تعمیل ارشادِ بادشاہ کی اور مستدعی بادشاہ کو جلد ہی اس کی مراد پوری ہونے کی خوش خبری دی۔ شہنشاہ نے قسم کھائی کہ شاہزادہ جب پیدا ہوگا تو اسے وہ ان کی حفاظت میں دے گا، اور شیخ نے اس کا نام اپنے نام پر رکھنا منظور کر لیا۔ سیکری میں شہنشاہ کے بار بار آنے اور قیام کرنے سے اس گاؤں کی حالت بدل گئی۔ پرانی چھوٹی سی خانقاہ کی جگہ خوب صورت خانقاہ اور اس سے بھی زیادہ خوب صورت مسجد بن گئی، پہاڑی پر شہنشاہ کا عالی شان محل تیار ہو گیا، اور امرا نے بھی جلد ہی اس کی تقلید کی، اور اپنے قیام کے لئے خوب صورت محلات تعمیر کر لیے۔

مریم الزمانی سیکری میں شروع ۱۵۶۹ء میں راجپوت ملکہ میں، جو مریم الزمانی کہلاتی تھی، حمل کے آثار پیدا ہوئے، اور اسے مع متعلقین کے "منحوس" شہر آگرہ سے بوڑھے درویش کے قرب میں منتقل کر دیا گیا، شہنشاہ باری باری آگرہ اور سیکری میں قیام کرتا رہا اور اس درمیان میں بے چینی سے انتظار کرتا رہا، ایک جمعہ کو جب وہ چیتے کا شکار کر رہا تھا، تو اسے اطلاع ملی کہ بچہ ماں کے پیٹ میں حرکت نہیں کر رہا ہے تو اس نے فوراً قسم کھائی کہ وہ آئندہ سے کبھی جمعہ کو چیتے کا شکار نہیں کرے گا، اور اس کا پابند رہا۔[1]

---

(۱) جہانگیر کی ماں کا راجپوتی نام کسی مورخ نے نہیں لکھا ہے۔ سبحان رائے (خلاصتہ التواریخ)

شہزادہ سلیم کی پیدائش

تھوڑے ہی دن بعد شہزادہ تولد ہو گیا۔(۱)

مطبوعہ دہلی ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۷۴) نے صرف سرکاری نام لکھا ہے۔ ابوالفضل (بیوریج جلد دوم صفحہ ۵۱۲) نے صرف "خوش طالعی کے سورج کی کوکھ لکھا ہے۔ فرشتہ (برگس جلد دوم صفحہ ۳۳) نے "منظور نظر سلطانہ" لکھا ہے۔ نظام الدین (راجرس ڈاوسن جلد پنجم صفحہ ۳۳۴۔ اور بدایونی (لو جلد دوم صفحہ ۱۱۳) نے شہنشاہ کی ایک ملکہ" لکھا ہے۔ بلوکمین (صفحہ ۳۱۰) نے پہلے اسے "جودھا بائی" خیال کیا لیکن بعد کو (صفحہ ۶۱۹) اس کی تردید کی: بیوریج (جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۷ء جلد اول صفحات ۱۶۴ تا ۱۶۷) نے ایک جگہ بیرم خاں کی بیوہ سلطانہ سلیم بیگم لکھا ہے، مگر یہ ناقابلِ یقین ہے۔ لیکن (ہینڈ بک گائڈ آگرہ صفحہ ۵۸) جس کی تقلید جی ڈبلیو فارسٹ نے ہسٹیز آف انڈیا پاسٹ اینڈ پریزنٹ (صفحہ ۱۹۵) نے بھی کی ہے، سراسر غلطیوں سے بھرے ہیں اور اسی طرح آگرہ ڈسٹرکٹ گزیٹیر صفحات ۱۲۷ و ۱۲۸ خافی خاں، بختاور خاں وغیرہ کی فارسی تاریخوں میں بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(۱) پیدائش کے حالات نے افسانوی رنگ اختیار کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ کی آمد کے وقت درویش کے ایک چھ ماہ کا دودھ پیتا، بچہ تھا جو ایک دن باپ کو دیکھ کر گہرے مراقبہ میں چلا گیا اور شہنشاہ کی آمد پر بول اُٹھا کہ۔ آپ نے فاتح عالم کو مایوس کیوں واپس کر دیا۔ مشاہدات کے بموجب جب درویش نے جواب دیا کہ "بادشاہ کے بچے شیر خوارگی ہی میں فوت ہو جائیں گے جب تک کوئی خود اپنا بچہ ان کی جگہ مرنے کے لیے نہ پیش کرے"۔ بچہ نے برجستہ مگر ادب سے کہا "آپ کی اجازت سے میں مر جاؤں گا تاکہ جہاں پناہ وارث سے محروم نہ رہیں" اور اپنے والد کی ممانعت کا انتظار کئے بغیر وہ مر گیا ۹ ماہ بعد شہزادہ پیدا ہوا۔ (ایچ جی کین۔ گائڈ بک آگرہ ۳۹) اس افسانے کی بنیاد پر کین نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ بادشاہ کے مرا ہوا بچہ پیدا ہونے پر درویش نے اپنا بچہ اس کی جگہ کر دیا (ایضاً) مگر یہ تمام مستند مورخین کے بیان کے بالکل خلاف ہے اور مطلق قابل توجہ نہیں، شہزادہ کے پیدا ہونے کی جگہ آج بھی ایک شکستہ محل کے اندر جامع مسجد کے جنوب مغرب میں

اکبر کو آگرہ میں خبر ملی، پرانی رسم کے مطابق کہ جو بچہ بڑی تمنا سے پیدا ہوا سے کچھ دنوں تک اس کے والد کو نہ دیکھنا چاہئے، اکبر نے سیکری کی روانگی ملتوی کر دی، لیکن حکم دیا کہ ایک ہفتہ تک جشن منایا جائے، تحفے اور خیرات پوری سخاوت سے تقسیم ہوئی، لنگرخانہ کھول دیا گیا۔ اور قیدی رہا کئے گئے بقول ابوالفضل "زمانے کے دماغ میں مسرت بھر گئی" شاعر اور نظم کہنے والے قصیدے اور مبارکباد سنانے والے دور دور سے آکر جمع ہو گئے استادانہ شاعری اور محض لفاظی پورے زور شور اور جوش و خروش سے دکھائی گئی۔ مرو کے خواجہ حسن کی نظم سب پر فوقیت لے گئی، جس کے ایک مصرعہ سے شہنشاہ کی تاجپوشی کا اور دوسرے مصرعہ سے شہزادے کی پیدائش کا مادۂ تاریخ نکلتا تھا اور شاعرانہ کمال بھی تھا، چنانچہ انھیں دو لاکھ ٹنکہ انعام دیا گیا۔[1] اس سے کم قیمت تاہم شاندار تحفہ شیخ الملت یعقوب شاہ کشمیری کو دیا گیا اور دوسرے کم درجہ کے شعراء کو بھی تحفے دیئے گئے۔[2] منجموں نے دو جنم پترے بنائے ایک ہندوستانی حساب سے دوسرا یونانی حساب سے مگر دونوں میں پنچھتر تلا یا میزان تھا۔

اور مسجد سنگ تراشان کے قریب بتائی جاتی ہے، اس عمارت کو پہلے رنگ محل کہتے تھے یہ نیچے کی منزل میں ہے اور بہت ہی گندی حالت میں ہے، یہ نو فٹ چھ انچ لمبی اور آٹھ فٹ چار انچ چوڑی اور صرف دس فٹ اونچی ہے اس محل میں اب ایک صاحب رہتے ہیں جن کا نام تجمل حسین ہے اور کمرہ ان کے زنان خانہ کے اندر ہے، اس لیے زائرین کو بہت کم دکھایا جاتا ہے (ای ڈبلیو اسمتھ کی کتاب "مغل آرکیٹیکچر آف فتح پور سیکری حصہ سوم صفحہ ۱)

(۱) پوری نظم بدایونی کے فارسی نسخہ صفحہ ۲۲، ۱۲۳ میں اور لو کی جلد دوم صفحہ ۲۵-۱۲۷ اور ہیل کی مفتاح التواریخ صفحہ ۹-۱۰ میں اور اقبال نامہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اکبر نامہ (نسخۂ فارسی صفحہ ۳۴۸/۲ اور بیوریج کی صفحہ ۵۰۸-۵۰۷/۲ میں بھی اس کے کچھ اشعار دیئے گئے ہیں پہلے چھ اشعار کا بیوریج نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔

(۲) سلیم کے پیدا ہونے پر جشن و شادمانی کے حالات کے لئے دیکھو اکبر نامہ (بیوریج) صفحہ ۱۴-۵۱۵/۲ نظام الدین (ایلیٹ ڈاؤسن) صفحہ ۳۳۴/۵ بدایونی (لو جلد ۲ صفحہ ۲۴-۱۲۷)، بلوکمین صفحہ ۴۴

شہزادے کی انائیں پیدا ہونے کے پہلے دن شہزادہ کو اس کے دینی باپ کی بیوی نے دودھ پلایا، جو نوزائیدہ بایزید کی ماں تھیں، اور بایزید بعد کو معظم خاں کے لقب سے موسوم ہوا۔ دوسرے دن شہزادہ شیخ کی صاحبزادی کو سپرد کیا گیا، جو خوبو کی ماں تھیں۔ دی مستقبل کا بدانجام قطب الدین۔ ان خاتون نے شہزادہ کو بڑے چاؤ اور پیار سے پرورش کیا اور اتنی دیکھ بھال کی کہ شہزادہ کے ذہن پر اس کا مدت العمر تاثر رہا۔ شہزادہ نے ان کا ہمیشہ اپنی ماں کی طرح احترام کیا، اور ان کے انتقال پر ان کا ذکر درد انگیز الفاظ میں کیا۔[1]

اکبر کا پیادہ سفر شہزادہ کا نام محمد سلطان سلیم رکھا گیا، پیار کا نام شیخو بابا تھا، اکبر نے اپنی دعاؤں اور تمناؤں کے فرزند کو کبھی کسی اور نام سے نہیں پکارا۔[2] بادشاہ نے تشویش کے زمانے میں جو حلف لیا تھا، وہ مسرت کے زمانے میں نہیں بھولا۔ ۲۰ر جنوری ۱۵۷۰ء کو جمعہ کے دن وہ دارالسلطنت سے روانہ ہوا اور اوسطاً روزانہ چودہ میل سفر کرتا ہوا اتوار ۳ر فروری کو اجمیر پہنچا، اور فوراً مزار پر فاتحہ پڑھنے حاضر ہو گیا۔ محبت اور زہد کی راہ میں یہ ۲۲۸ میل کا پیدل سفر اپنے عہد میں اور آئندہ نسلوں کے لیے یادگار رہ گیا۔[3] لیکن بادشاہ کے فولادی جسم اور مسرت بھرے ہوئے ذہن کے لیے اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

شہزادے کے بھائی بہن قسمت نے ابھی تک بادشاہ کے ساتھ جو بے رخی کی تھی، اب

---

(۱) جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول ص۳۲، ۸۴، ۸۵ بلوکمین ص۴۹۲۔ لطیف کی آگرہ ص۱۶۴

(۲) میں نے کبھی اپنے والد کو نشہ کی حالت میں یا بغیر نشہ کے اپنا نام محمد سلیم یا سلطان سلیم لیتے ہوئے نہیں سنا بلکہ ہمیشہ شیخو بابا کہتے تھے۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج جلد اول ص۲، بدایونی (لو) جلد دوم ص۲۹

(۳) اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم ص۱۰-۵۱۱ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) ص۵ ب وغیرہ

اس کی تلافی کرنے لگی۔ ۲۱ر نومبر ۱۵۶۹ء کو ایک لڑکی شہزادی خانم پیدا ہوئی، شہزادہ مراد ۷ر جون ۱۵۷۰ء کو شیخ سلیمؒ کے مبارک گھر سیکری کی پہاڑی پر پیدا ہوا اور اس لیے "پہاڑی" کہلاتا تھا[1]۔ دو سال بعد ۹ر ستمبر ۱۵۷۲ء کو شیخ دانیالؒ کے مکان پر سب سے چھوٹا شہزادہ دانیال پیدا ہوا جسے شیخ دانیالؒ نے خود اپنے نام سے موسوم کیا[2]۔ کچھ دنوں بعد بی بی دولت شان کے بطن سے دو لڑکیاں شکر النساء بیگم اور آرام بانو بیگم پیدا ہوئیں[3]۔

فتح پور سیکری کی تعمیر

خانگی مسرتوں نے شہنشاہ اکبر کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ منحوس آگرہ کو چھوڑ دے اور اپنی حکومت کی شان و شوکت کو سیکری میں نمایاں کرے، اور اس کی خود اپنے اس حوصلہ پر نظر تھی کہ ایک ایسا شہر تعمیر کرے جس سے اس کے عہد کی شوکت اور اس کی دلی خواہش کا مظاہرہ ہو۔ سیکری کی پہاڑی پر گرمی بھی بہت ہوتی تھی اور سردی بھی سخت، اور قریب میں کوئی دریا یا جھیل ایسی نہ تھی جو ایک بڑے شہر کو پانی بہم پہنچا سکے لیکن اولوالعزم بادشاہ کا حوصلہ کسی بات سے پست نہ ہوا، پہاڑی کئی میل تک چلی گئی تھی، اور اس کے چاروں طرف جنگل تھے، اور دونوں میں تعمیر کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا ذخیرہ تھا جسے ہزاروں مزدور اور کاریگر، جو شاہی دولت و اقتدار نے اس مہتم بالشان کے کام کے لیے جمع کر دیے تھے، تراش اور کاٹ کر لے آتے تھے، اور حسب ضرورت کام میں لاتے تھے، اور ایک ایسا شہر تعمیر کرتے تھے، جو اپنی خوبصورتی اور حسن تناسب میں لاجواب تھا ریتیلی پہاڑی جنوب مغرب اور شمال مشرق کی طرف ایک میل سے اوپر تک چلی گئی ہے، جس کے دونوں طرف تقریباً سات میل رقبہ کا میدان ہے، مغرب کی طرف ایک مصنوعی جھیل دو میل لمبی اور نصف میل چوڑی ہے جسے اور وسیع کر کے بند باندھ دیا گیا ہے اس سے شہر کو

---

(۱) اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صہ ۱۳ و۔ نظام الدین (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد پنجم صہ ۳۳۵ بدایونی (لو) جلد دوم صہ ۸۵-۱۸۶، فرشتہ برگس) جلد دوم صہ ۳۳۲ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صہ ۳۴ (۲) اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صہ ۳۴۲ : جہانگیر (راجرس و بیوریج) صہ ۳۴ (۳) جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صہ ۳۴

پانی مہیا ہوگیا، اور موسم گرما کی حدت معتدل ہوگئی، دوسرے تینوں رخ پر سنگ سرخ کی دیواریں بلند کردی گئیں، اور تھوڑے فاصلہ پر مورچے قائم کردیے گئے، جن کی حفاظت کے لیے نیم مدور برجیاں اینٹ پتھر کی بنادی گئیں، اور اندر جانے کے لیے نصف درجن دروازے آج کل ایک ریلوے لائن اس علاقہ سے ہوکر گذرتی ہے، اور آج بھی مسافر بوسید شہرپناہ کے دور اور استحکام کو دیکھ کر تعریف کرتے ہیں، اس وقت جو کھیتوں یا گھاس پھوس کے میدان نظر آتے ہیں وہاں پہلے خوبصورت یا شاندار محل تھے، پہاڑی کے دامن میں ایک وسیع بازار نصف میل سے زیادہ لمبا پتھر کا بنایا گیا جو آج بھی اپنی خستہ حالت میں اپنی خوبصورتی اور موزونیت کے لحاظ سے آنکھوں میں کھپ جاتا ہے۔ مانسیراٹ نے جب اسے دیکھا تو یہ ہر قسم کے تجارتی سامان سے حیرت انگیز طور پر بھرا ہوا تھا اور بے شمار لوگ، ہجوم در ہجوم وہاں جمع رہتے تھے، اعلیٰ حکام نے اور امراء نے اپنے خرچ سے عالی شان محل تعمیر کیے، جو اپنی خوبصورتی اور ساخت میں ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے تھے، لیکن پہاڑی کے اوپر جو شاہی محلات تھے، ان سے ساری عمارتیں پست ہوگئی تھیں[1]۔ جہانگیر کے جہانگیری محل پر اس عہد کی بہترین صناعی اور فنکارانہ ذہانت و فیاضی صرف کی گئی تھی[2 الف]، محل خاص (شاہی محل)[2 ب]، دیوان خاص، پنج محل[4]، سنہرا مکان[5]، اور مریم کا مکان[6] خوب صورتی اور فن کاری کا بہترین نمونہ تھے۔ وسیع دیوان[7] عام، دفتر[8] خانہ، نوبت[9] خانہ، خزانہ[10]، دار الغرب[11]، اور دیگر سرکاری عمارتیں فن کاری کا معجزہ تھیں، ابوالفضل[12] اور فیضی[13] کے نام کی اور راجہ

---

(۱) ای ڈبلیو اسمتھ نے آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی پانچ جلدوں میں فتح پور سیکری کی تعمیرات کا معائنہ کرانے کا مفصل حال لکھا ہے اور تصویریں دی ہیں (دی مغل آرکی ٹیکچر آف فتح پور سیکری مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد۔ نیز دیکھو فرگوسن جلد دوم ص ۲۹۷، ۲۹۱ (۲) ای ڈبلیو اسمتھ جلد دوم صفحات ۱، ۲۰، ۱۷، ۳۴ (۳) دی ڈبلیو اسمتھ جلد اول صفحات ۱ تا ۸ (۴) حوالہ بالا ص ۲۲، ۲۴ (۵) ایضاً ص ۱۴ تا ۲۱ (۶) ایضاً ص ۸ تا ۳۱ (۷) ایضاً ص ۸ تا ۱۰ (۸) ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم ص ۴۲ تا ۴۶ (۹) ایضاً ص ۴۱، ۴۳ (۱۰) ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم ص ۵۷، ۵۸ (۱۱) ایضاً ص ۳۴، ۳۶ (۱۲) ایضاً (۱۳) ایضاً ص ۲۹، ۳۰

بیربل[14] کے نام کی اور دوسری چھوٹی چھوٹی عمارتیں ایسی ہیں جو بذات خود شہر کی عظمت کی نشانیاں ہیں، حمام خانوں، اصطبل، اور اسلحہ خانوں کی شکستہ عمارتیں اس وقت بھی خوبصورتی میں نظر فریب ہیں۔

مانسیراٹ نے لکھا ہے "شہر کی حفاظت کے لیے دو میل کے دائرے میں ایک قلعہ تھا جس کی تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر میناروں سے آرائش کی تھی، اس میں صرف چار دروازے تھے، آگرہ دروازہ مشرق میں ہے، عظیم رانا دروازہ مغرب میں، چوک دروازہ شمال میں اور دولت پورم دروازہ جنوب میں، ان سب میں سب سے زیادہ نمایاں چوک کا دروازہ ہے جس سے گزر کر بادشاہ اکبر چوک میں اترتے تھے، اس دروازہ کی حفاظت بظاہر ہاتھی کے دو مجسمے کر رہے ہیں، جو بالکل ہاتھی کے قد کے برابر ہیں اور سونڈ اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں، یہ اتنے شاندار اور ہو بہو ہاتھی کی شکل کے ہیں جن کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیڈیس کی فنکاری ہیں، چوک کے پاس ہی دو اہرام ہیں جس سے سنگ میل یا نصف میل کی پیمائش ہوتی ہے، اور جو مشرق کی طرف جانے والی آگرہ کی سڑک پر اور مغرب کی طرف جانے والی عظیم میر (اجمیر) کی سڑک پر دس دس شاہراہوں کے طرز پر نصب ہیں۔

حضرت شیخ سلیم چشتی رح کا اپریل ۱۵۷۲ء میں انتقال ہو گیا اور انہیں ایک ایسی درگاہ میں دفن کیا گیا جو ہندوستان کی خوبصورت ترین عمارتوں میں ہے[16]۔ جامع مسجد خوبصورتی اور شکوہ میں فن تعمیر کا دوسرا اعجاز ہے۔ جنوب کی طرف بلند دروازہ دیکھنے والے پر رعب ظاہر کر دیتا ہے اور اگرچہ یہ مسجد میں جانے کا خاص دروازہ ہے مگر اس سے خود مسجد کی شان دب گئی ہے اگرچہ خود مسجد بھی کافی شاندار ہے۔ نیچے سے دیکھنے سے یہ دروازہ ایک بلندی پر بنا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی شکل ہندوستان کی بلکہ دنیا کی کسی مسجد سے بھی زیادہ شاندار ہے[17]۔

---

(۱۴) ایضاً ص ۳۱، ۳۲ (۱۵) ای ڈبلیو اسمتھ جلد دوم ص ۱۵۰ تا ۱۵۱ (۱۶) ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم ص ۹۲، ۹۴ لطیف آگرہ ص ۱۴۳، ۱۴۵ نے کتبہ مزار کی نقل دی ہے (۱۷) فرگوسن جلد دوم ص ۵۸۰

جہانگیر کا بیان ہے کہ عمارتیں چودہ پندرہ برس تک بنتی رہیں[18] لیکن شہر کا بیشتر حصّہ اور شاہی محل ۱۵۷۵ء تک مکمل ہو گیا تھا[19]، آبادی دن دونی رات چوگنی بڑھتی رہی جیسا کہ قسطنطنیہ کی بنیاد پر گبن نے لکھا ہے:-

"جہاں حکومت کا مستقر قائم ہوتا ہے وہاں خود بادشاہ اور اس کے وزیر اور حکام عدالت اور محل کے خانگی ولازم ملک کی آمدنی کا کافی حصّہ صرف کرتے ہیں۔ صوبہ جات سے سب سے زیادہ امیر لوگ دلچسپی اور تفریح و فرائض کے لیے اور محض شوقیہ اس طرف کھچ کر آئیں گے۔ ملازموں اور کاریگروں اور تاجروں کا ایک تیسرا اکثیر طبقہ جو محنت سے روزی کماتا ہے، یا اونچے طبقہ کی ضرورت یا تعیش سے نفع کماتا ہے وہ بھی جمع ہو جائے گا۔

چند ہی برسوں میں سیکری اپنی آبادی کی کثرت اور تجارت اور دولت میں آگرہ سے ٹکر لینے لگا۔ زمین کی گنجائش جلد ہی بڑھتی ہوئی تجارت اور آبادی کے لیے ناکافی ہو گئی اور مضافات اور بازار دور دور آگرہ تک پھیلنے لگے۔ ۱۵۸۵ء میں انگلستان سے ہندوستان آنے والے اولین سیاح رالف فنچ نے یہ رائے ظاہر کی کہ آبادی میں سیکری آگرہ سے بڑا ہے اگرچہ سڑکوں اور عوام کے مکانوں میں آگرہ سے کم ہے، اور یہ کہا کہ دونوں شہروں میں سے ہر ایک لندن سے بڑا ہے دونوں شہروں کے درمیان کی شاہراہ بازار سے بھری ہوئی تھی اور ایک بڑا شہر معلوم ہوتی تھی۔ تجارتی چیزوں میں اسے خصوصاً ریشم، کپڑے، عقیق، ہیرے اور موتی نظر آئے۔ امرار سونے چاندی سے منقش ریشم سے ڈھکی ہوئی دو پہیوں کی خوب صورت گاڑی پر گذرتے تھے جن میں دو چھوٹے چھوٹے گھوڑے جتے ہوتے تھے جن کی رفتار تیز سے تیز گھوڑے سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھی"[1]۔

---

(۱۸) جہانگیر (راجرس و بیوریج جلد اول ص۲) (۱۹) مانسیرائٹ ص۶۴۲، ۶۴۳ یہ بھی کہتا ہے کہ شہر بہت تیزی سے تعمیر ہو گیا۔

(۱) الف فنچ انگلستان سے ہندوستان آنے والا اولین سیاح۔ مرتبہ جے ہارٹن رائلی صفحات ۹۷ تا ۹۹۔

اس شہر کی بربادی اس شہر کا نام ۱۵۷۳ء میں گجرات کی مہم کامیابی پر "فتح آباد" رکھا گیا جو بدلتے بدلتے "فتحپور" ہوگیا۔[۲] اس کا قابل فخر نام کئی وجوہ سے موزوں تھا اس کی زبردست خوش حالی اور تجارتی فروغ نے، معتدل آب و ہوا اور جہازرانی کے قابل دریا ہونے کی جو کمی تھی اسس کی تلافی کردی لیکن قدرت نے جلد ہی اپنا انتقام لے لیا، اس کی گرمی سب کو پریشان کر رہی تھی، سیاحوں اور تاجروں کو دریائی نقل وحمل کی سہولت نہ ہونے کی سخت کمی محسوس ہورہی تھی، پانی کی بہم رسانی کا اگرچہ جھیل سے معقول انتظام تھا، مگر آفات ناگہانی کا ہر وقت خطرہ تھا۔ ۱۵۸۲ء میں جھیل کا خطرہ ٹوٹ گیا، اور اس شہزادے اور ان کے ہمراہی ڈوبتے ڈوبتے بچے، آگرہ پر جو نحوست مسلط تھی وہ، معلوم ہوتا ہے کہ وقت گزرنے پر ختم ہوگئی، چنانچہ ۱۵۸۵ء میں شاہی دربار پھر آگرہ واپس آگیا، جس کے بعد اس کے سارے متعلقین وہیں پہنچ گئے، مگر اس کی دیواریں، محلات، مسجدیں، مقبرے، حمام، آب رسانی کا نظام، بازار، پھاٹک، شکستہ استحکامات، میلے کی بارگیں اور اصطبل آج بھی باقی ہیں۔ اور دنیا کے چاروں طرف سے آنے والے سیاحوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں،[۳] اپنی فرسودہ حالت میں انہوں نے سیاحوں کے روزنامچے اور فن کے نقادوں کی تحریروں کی شاندار تعریفوں کے صفحات بھر دیئے ہیں، لیکن اپنے چند روزہ پرشباب وشاداب باعظمت دور میں یہ شہزادہ

---

(۲) اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم ص۵۳۱۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول ص۲ (۳) سولہویں اور سترھویں صدی کے فتحپور کے حالات کے لیے دیکھو آئین (جارٹ) ج ۲ ص۱۸۰–۸۴ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم ص۷۱ تا ۷۳، اقبال نامہ ص۱۲۲، مانسریٹ (ہواے لینڈ و بنرجی ص۳۰ تا ۳۲، ہندوستان کا اولین انگریز سیاح فنچ مرتبہ رائلی ص۹۸ یا پارچہ جات ۹ میں ص۱۷۴۲ فنچ (پرچہ جات ۴ صفحات ۴۱ تا ۴۳، ڈی لاٹ (ترجمہ لیتھرج، کلکتہ ریویو ۵۱ ۱۸۷۰ء ص۱۷) پیر منڈی جلد دوم ص۲۲۷ تا ۲۳۱ ہربرٹ ص۶۱، اٹھارویں صدی میں اس کے حالات کے لیے دیکھو ٹائیفن ہیلر جلد اول ص۱۷۹ (۴) علاوہ ای ڈبلیو اسمتھ فرگوسن وہاویل کے دیکھو لبٹب ہربر جلد دوم ص۳۴۹ تا ۳۵۰ ۔ لطیف کی کتاب آگرہ میں تفصیلی حال ہے۔

سلیم کا گہوارہ رہا ہے۔ یہیں ہم تصور کر سکتے ہیں کہ خوشنما محلوں کے شاندار شہر کے دربار میں حضرت شیخ کی صاحبزادی ان کی پرورش کر رہی ہیں، اور سب شہزادہ کو پیار کر رہے اور سب کے دل باغ باغ ہو رہے ہیں۔

شہزادہ کا ختنہ و تعلیم

اکبر کو طبیعتاً اپنے بچوں سے بڑی محبت تھی اور ان کی تربیت میں اسے خاص دلچسپی تھی، وہ اکثر دورے پر انہیں ساتھ لے جاتے تھے۔ ۲۲ راکتوبر ۱۵۷۳ء کو تینوں شہزادوں کا ختنہ حسب معمول بڑے دھوم دھام سے ہوا[۵]۔ تقریباً ایک ماہ بعد شہزادے کی تعلیم شروع ہوئی۔ مغلوں میں یہ قدیم دستور تھا کہ جیسے ہی کسی شہزادے کی عمر ہجری کے حساب سے چار سال چار ماہ چار دن کی ہو جائے ویسے ہی اس کی بسم اللہ کر دی جائے۔ چنانچہ ۱۸ ر نومبر ۱۵۷۳ء کو مولانا میر کمال ہروی کو سب سے بڑے شہزادے "سلیم" کی معلمی پر باضابطہ مقرر کر دیا گیا[۶]۔

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے متعلق دارشکوہ۔ سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں:

"آپ کے والد کا نام بہاءالدین ہے، دہلی کے قدیم باشندے ہیں، خواجہ ابراہیمؒ کے مرید ہیں، جو حضرت خواجہ فضیل عیاضؒ کی اولاد میں تھے، اور سلسلۂ چشت میں منسلک

---

(۵) اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم ص ۱۰۳،۱۰۲ نظام الدین (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد پنجم ص ۵۷، بدایونی (لو) جلد دوم ص ۱۴۳ ابوالفضل کا بیان ہے کہ "فیاضی کے دروازے کھل گئے، مسرتوں کا سامان مہیا کر دیا گیا اور خوشی دربار خاص سے نکل کر دربار عام میں آگئی، حساس تصور کر سکتا ہے کہ کیسی بھرپور فیاضی اور ضیافت کا اہتمام کیا گیا" بعض یورو پین سیاحوں (مثلاً رو (سفارت مرتبہ فاسٹر ص ۳۱۳) کوریاٹ (کروڈی ٹیزان یچڈ، سال بیک (لیٹرس رسیوڈ بائی ایسٹ انڈیا کمپنی ص ۱۸۵/۱)) کا بیان ہے کہ سلیم کا کبھی ختنہ نہیں ہوا، اور یہ کہ لفظ مغل کے معنی ختنہ شدہ ہیں۔ لیکن ان بیانات کی کوئی سند نہیں ہے۔

(۶) تاریخ جہانگیر (ڈاکٹر بینی پرشاد) اردو ترجمہ (رحم علی ہاشمی) مطبوعہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ ص ۱۳ تا ۲۳

(۶) اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم ص ۱۰۶،۱۰۵ نظام الدین (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد پنجم ص ۳۷ بدایونی (لو) جلد دوم ۱۴۳

شیخ خود حضرت گنج شکرؒ کی اولاد میں ہیں، تمام عمر صوم وصال ـ لگاتار روزے ـ رکھتے تھے ابتدائی زمانہ میں سپاہیوں کے طریقہ سے رہتے تھے۔ جب اس درویشی کی راہ میں آگئے تو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، عرب وعجم ممالک کی سیر کی، مشائخ وقت سے ملے، ہندوستان آئے، کوہ سیکری میں بود وباش اختیار کی، جو اس وقت ویرانہ تھا۔ اکبر بادشاہ کو آپ سے کمال خلوص اور اعتقاد تھا، اس نے اس ویرانے میں ایک شہر آباد کردیا، اور اس پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کردیا، جس کا نام "فتحپور" رکھا۔ بادشاہ کے کوئی لڑکا زندہ نہ رہتا تھا، اور جس کسی درویش اور ولی اللہ کے متعلق سنتا تھا، اس کی خدمت میں جاکر لڑکے لیے دعا کراتا، کسی نے اکبر سے عرض کیا کہ محل کے قریب ہی پہاڑ پر ایک بزرگ رہتے ہیں. اکبر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرزند کے لیے دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے کہا: ہم کل جواب دیں گے۔ دوسرے دن بادشاہ پھر حاضر ہوا۔ شیخ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تین فرزند عطا کرے گا، بڑے لڑکے کو ہمیں دے دینا، ہم اس کی تربیت کریں گے۔ جہانگیر بادشاہ کی مدتِ حمل جب نزدیک ہوئی، اکبر بادشاہ نے شیخ کے مکان پر بھیجدیا۔ جہانگیر بادشاہ شیخ کے گوشۂ عافیت ـ اعتکاف خانہ ـ پر پیدا ہوئے۔ شیخ نے ان کا نام سلطان سلیم رکھا، اپنی لڑکی کو دودھ پلانے پر مامور کیا۔ اور فرمایا: جب یہ لڑکا بات کرنے کے قابل ہو جائے گا ہم اس وقت چل دیں گے، ایسا ہی ہوا کہ اس وقت شیخ کا وصال ہوگیا۔ شیخ کی پیدائش ۸۹۷ھ اور وفات ۹۷۹ھ کو ہوئی، قبر فتح پور کی بڑی مسجد میں ہے، جو اکبر بادشاہ نے شیخ کی خاطر بنوائی تھی، جو بہت عالیشان ہے[7]۔

رضاعی کی محبّت جہانگیر حضرت شیخ سلیم چشتی کی دعاؤں کی برکت سے پیدا ہوا، جب اس کی ماں، جو راجہ بہارا مل کچھواہہ کی بیٹی اور راجہ بھگوان داس کی بہن تھی، حمل سے رہی تو اکبر نے اس کو حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے گھر بھیجدیا، جہاں اس کے لیے "رنگ محل" کے نام

---

(۷) سفینۃ الاولیاء ص ۲۴۱ داراشکوہ رقم محمد علی لطفی۔ نفیس اکیڈمی کراچی

سے ایک عمارت بھی بنوادی، سلیم بھی پیدا ہوا تو حضرت شیخ سلیم کی لڑکی نے اسے دودھ پلایا۔

جہانگیر کا خود کا بیان ہے کہ وہ شروع سے ماں کی بجائے اپنی رضاعی ماں کی گود میں پلا، وہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا، اس کے دوسرے سال جلوس میں ان کا انتقال ہوا، تو وہ اپنی توزک میں لکھتا ہے:

ذی قعدہ کے مہینہ میں قطب الدین خاں کوکہ کی والدہ رحمت ایزدی سے پیوست ہو گئیں، انہوں نے مجھ کو دودھ پلایا تھا اور میری والدہ کی جگہ پر تھیں، بلکہ ماں سے زیادہ مہربان رہیں، میں نے بچپن ہی سے ان کی گود میں پرورش پائی، میں اپنے کاندھے پر ان کا جنازہ اٹھا کر کچھ دور لے گیا، اور ان کی وفات سے کچھ ایسا رنج والم ظاہر ہوا کہ کچھ روز تک تو نہ کھانے اور نہ لباس تبدیل کرنے کی خواہش ہوئی (توزک جہانگیری ص۱۴۲)

"ایک دن میرے والد نے کسی تقریب میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے پوچھا آپ کی عمر کیا ہوگی، اور یہ کہ آپ کب تلک دار البقا کو ارتحال فرمائیں گے؟ فرمایا: حق جل شانہ، ہی خفیہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ لیکن جب والد نے زیادہ اصرار کیا تو مجھ نیاز مند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب شہزادہ اتنا بڑا ہو گا کہ معلم یا کسی اور کی بتائی ہوئی چیزوں کو یاد کر کے دہرانے لگے تو سمجھنا کہ میرا وصال نزدیک ہے میرے والد نے یہ سن کر تاکید کر دی کہ مجھ کو نظم و نثر کی کوئی تعلیم نہ دی جائے، اس طرح دو سال اور سات مہینے گذر ہو گئے محلہ میں ایک عورت رہا کرتی تھی، اس کی گذر بسر صدقہ و خیرات سے ہو جایا کرتی تھی، اس کو اس بات کا علم نہ تھا۔ ایک دن اس نے مجھے تنہا پاکر یہ شعر یاد کرایا ؎

الٰہی غنچۂ اُمید بکشا ۔۔۔ گلے از روضۂ جاوید نما

میں اس کو یاد کر کے شیخ کے پاس چلا گیا اور ان کے سامنے پڑھا۔ اس کو سن کر

وہ بے اختیار اُچھل پڑے والد کے پاس دوڑے آئے، واقعہ بیان کیا، اتفاق سے اسی روز ان کو بخار آیا۔ دوسرے دن کلاونت تان سین کو بلا بھیجا، جو بے مثل گانے والا تھا۔ تان سین نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر گانا شروع کیا۔ پھر والد کو بلایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا: وعدۂ وصال قریب ہے، تم سے رخصت ہوتے ہیں، اس کے بعد دستار مبارک اتار کر میرے سر پر رکھ دی اور کہا کہ سلطان سلیم کو اپنا جانشین بنایا، اس کو خدا کے سپرد کیا، وہی حفاظت اور مدد کرنے والا ہے، ضعف بڑھتا جاتا تھا اور وفات کے آثار ظاہر ہوتے تھے یہاں تک کہ محبوب الٰہی سے جا ملے (تزک جہانگیری ص۶۳، ۲۶۴)، ان کے محامد ذات اور صفات محاسن کا بے حد قائل تھا۔

وہ مزے لے لے کر حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی خانقاہ، مسجد اور روضہ کا ذکر کرتا ہے۔[۱]

"شیخ سلیم نے سلوک کی منزلیں طے کرنے میں بڑی ریاضتیں کیں، سردی کے موسم میں بھی ایک باریک کرتہ اور ململ کی ایک چادر کے سوا کچھ اور استعمال نہ کرتے، ہر روز دو بار غسل کرتے، چلہ میں روزہ رکھتے اور صرف آدھے تربوز بلکہ اس سے بھی کم پر گذر کر لیتے تھے۔ ایک دن شیخ امان پانی پتی سے ملنے آئے تو پوچھا کہ سلوک و طریقت کا مقصود آپ کو استدلال کے ذریعہ ملا یا کشف کے ذریعہ؟ جواب دیا: ہمارے مسلک کا تعلق دل ہی سے وابستہ رہا۔ (منتخب التواریخ ص۱۵، ج۳)[۲]

شیخ سلیم چشتیؒ کے ایک مرید میاں عبداللہ نیازی سرہندی تھے۔ آخر عمر میں شیخ سلیم چشتیؒ کی خانقاہ میں برابر معتکف رہتے تھے۔ اکبر ان کی بزرگی

---

(۱) سچی کہانیاں جلد دوم ص۱۱۵ سید صباح الدین عبدالرحمٰن اعظم گڈھ۔

(۲) سچی کہانیاں جلد دوم ص۷۵

کا بھی قائل رہا۔ ان کے سامنے ہر دم امام غزالی رحمہ اللہ کی "احیاء علوم الدین" کھلی رہتی تھی۔ ایک بار ان کے شناسا امیر سیف اللہ محمود خاں نے ان سے پوچھا: دل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: دل سے ہمارا فاصلہ منزلوں کا ہے، اس کے بارے میں کیا پوچھتے ہو؟ اخلاق و عمل کی باتیں کرو"[۳]

یہ تھی شیخ سلیم چشتیؒ کی برگزیدہ شخصیت جنہوں نے عہد اکبری میں چشتیت کے محبت ریز چراغ دوفا آمیز قندیل کو روشن کیا اور اپنے اسلافؒ کے جادۂ مستقیم پر رونق افروز ہو کر پورے برصغیر پاک و ہند کو متاثر و منور کیا، ملک کے ہر چہار طرف اپنے خلفاء پھیلا دیے جنہوں نے خواجگان چشتؒ کے مشن کی نشر و اشاعت میں سعی محمود صرف کی۔ ان کی بنسری کی لے تھی ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

شیخ سلیم چشتیؒ کے مکمل سوانح حیات، ان کی ریاضت و مجاہدات، ان کے اسلاف کرامؒ کا مستند اور سعادت مند اخلاف کا مربوط تذکرہ نہ کہیں دیکھنے میں آیا اور نہ سننے میں۔ دنیا بھر کے بالخصوص برصغیر ہند و پاک کے کیٹلاگ ۔ برد کلمان، سیزگین، احمد منزوی کے تیار کردہ ۔ نیز فہرستہائے نسخہائے خطی: دار العلوم دیوبند، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، بھوپال و کشمیر، داتا گنج بخش لاہور، کتابخانہ ہائے حیدر آباد دکن، خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ، رضا لائبریری رامپور ۔ کسی ایسی کتاب، مخطوطہ ۔ کا سراغ نہ دے جو شیخ سلیمؒ سے متعلق یہ تفصیل فراہم کر سکے۔ البتہ معاصر اور بعد کی تاریخی کتب میں صرف اسی قدر ملتا ہے جو آپ کے سامنے ہے مگر یہ بہت سرسری خاکہ ہے اس سے کسی شخصیت کی ایسی تصویر سامنے نہیں آتی جسے مثالی کہا جا سکے، جو عبرت آمیز اور بعد میں آنے والوں کے لیے موعظت آموز ہو اور ایسا مرقعہ فراہم نہیں ہوتا جو پسماندگان کے لیے نمونہ و اسوہ کا کام دے سکے۔

۱۲۹۱ھ میں شیخ عبد العزیز چشتیؒ سجادہ نشین درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ نے ایک تذکرہ مرتب کیا جس میں حضرت شیخ سلیمؒ کے اسلافؒ و اخلافؒ اور آپ کے سوانح زندگی

---

(۳) سچی کہانیاں جلد دوم ص۷۵

تفصیل سے مذکور ہیں۔ تذکرہ کا نام "مظاھر الانساب" ہے، اور تاریخی ہے۔ ۱۲/۱۸ سم سائز کے دو سو بیالیس ۲۴۲ ورق اور چار سو چوراسی ۴۸۴ صفحات پر یہ مخطوطہ شامل ہے۔ خط نستعلیق خط پختہ، نہ زیادہ خوبصورت اور نہ ایسا کہ پڑھا نہ جا سکے، البتہ سطور میں کہیں کہیں فرق آگیا ہے جس سے صفحات کی لائنیں متفاوت ہو گئیں۔ ۱۲-۱۳، ۱۴۔

یہ شیخ سلیم چشتیؒ کی تفصیلی سوانح زندگی ہے؛ اس میں آپ کا سلسلۂ نسب بھی ہے اور سلسلۂ طریقت و شریعت بھی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی اولاد امجاد، خلفاء و مجازین اور سجادگان کا ذکرِ خیر ہے۔ سال تصنیف نام سے ظاہر ہے ۱۲۹۱ھ۔

شیخ سلیم چشتیؒ فاروقی النسل ہیں، ننھیال عثمانی خاندان میں تھی۔ یوں صلبِ پدر میں فاروقیؓ جاہ و جلال پنہاں تھا، اور رحمِ مادر میں حیاء عثمانیؓ سایہ فگن۔ اس طرح آپ کا سلسلۂ مادر و پدر خلافت راشدہ کے عین وسط میں جا کر مل جاتا ہے، اور آپ "حق چار یار" کے نگران و پاسبان بن جاتے ہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی والدہ محترمہؒ کا سلسلہ ۲۶ واسطوں سے امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔ اور حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھبیسویں ۲۶ اور خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلۂ پدری اور آپ کا وجود گرامی قدر ہے۔

ابتدائی ۲۱۹ صفحات میں آپ کے آباواجداد کرامؒ اور سلسلہ چشتیہ کے اسلاف بررہؒ کا تذکرۂ سعادت افروز و داستانِ ہدایت نشان ہے، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ص ۱۶، خواجہ حسن بصریؒ ص ۲۱، شیخ عبدالواحد ص ۲۴، خواجہ فضیل بن عیاضؒ ص ۲۶، خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ ص ۳۲، خواجہ ہبیرۃ البصریؒ ص ۴۰، خواجہ ممشاد دینوری ص ۴۲، خواجہ ابواسحٰق شامیؒ ص ۴۴، خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ ص ۴۷، خواجہ ابو محمد چشتیؒ ص ۵۱، خواجہ ابو یوسف چشتیؒ ص ۵۴، خواجہ مودود چشتیؒ ص ۵۶، حاجی شریف زندانیؒ ص ۶۱ خواجہ عثمانی ہارونیؒ ص ۶۲ خواجہ معین الدین چشتیؒ ص ۶۷ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ص ۸۹

شیخ فریدالدین گنج شکرؒ ص ۱۰۸، سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیارؒ ص ۱۵۴، شیخ نصیرالدین چراغ دہلیؒ ص ۱۵۶، میر سید محمد گیسو درازؒ ص ۱۵۷ اور ان کے خلفارؒ۔ خلفار کے خلفار، شیخ الاسلام ہند حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ص ۲۲۰، ذکر ازواج و اولاد ص ۳۳۶، ذکر پیران طریقتؒ و خانوادہ ہاکہ چاپیر و چہاردہ خانوادہ مشہور است ص ۴۰۷، ذکر خلفار و مریدان ص ۴۲۸، خانوادہ چشت کے پسندیدہ اعمال و اوراد و اشغال ص ۴۶۱، خاتمۃ الکتاب ص ۴۸۱

اس مخطوطہ کے مآخذ و مصادر بحث بھی اچھے خاصے معتبر و متداول ہیں:۔

(۱) نفحات الانس — مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

(۲) شواہد النبوۃ — شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

(۳) اخبار الاخیار — " " "

(۴) لطائفِ اشرفی — ملفوظات سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ مرتبہ نظام حاجی غریب الیمنی

(۵) تذکرۃ اولیار — خواجہ فریدالدین عطارؒ

(۶) سیرالعارفین — شیخ جمالیؒ

(۷) کشف المحجوب — خواجہ داتا گنج بخش ہجویریؒ

(۸) خیرالمجالس — ملفوظات شیخ چراغ دہلیؒ

(۹) افضل الفوائد — ملفوظات سلطان المشائخ۔ امیر خسروؒ۔ ترجمہ اردو: سید رکن الدین نظامی، مطبوعہ قدوسی پریس دہلی

(۱۰) فوائد الفوائد — ملفوظات سلطان المشائخ امیر حسنؒ

(۱۱) راحت القلوب — شرف الدین یحییٰ منیریؒ

(۱۲) راحت الفواد — ملفوظات سلطان المشائخ۔ امیر خسرو ترجمہ اردو: سید رکن الدین نظامی، مطبوعہ قدوسی پریس دہلی

(۱۳) راحت المحبین

(۱۴) ثمرات القدس من شجرات الأنس۔ لال بیگ بخشی، معاصی اکبر اعظم۔ خزانہ دار شہزادہ مراد (میوزیم آف پاکستان کراچی و کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد دکن ورق ۲۷ب

(۱۵) معراج الهدایہ۔ ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

(۱۶) گلشن اولیار

(۱۷) سلسلۃ الاسلام۔ ابراہیم بن شیخ زین

(۱۸) اخبار الاصفیار

(۱۹) اشتحات

(۲۰) جواہر فریدی علی اصغر چودھری

(۲۱) اسمار قادریہ

(۲۲) سیرالاولیار امیر خورد سید محمد مبارک کرمانیؒ

مصنف مخطوطہ چوں کہ شیخ سلیم چشتیؒ کے خاندان سے ہیں، اس لیے آپ کی سیرت و سوانح کی ترتیب میں ضرور خاندانی روایات سے کام لیا ہوگا اور حضرت شیخ کے متعلقین بھی اس سلسلے میں معاون ہوں گے۔ مصنف چونکہ درگاہ شیخ سلیم چشتیؒ کے اپنے وقت میں سجادہ نشین بھی رہے ہیں اس لیے اس میں کسی قسم کی دشواری نہ ہوئی۔

صنـ۲۲۰ـہ سے آپ کی سوانح: احوال و کوائف، شیون و مواجید مذکور ہیں، آپ کی پیدائش، والدہ ماجدہ کے احوال، آپ کے بھائیوں کے کوائف، آپ کی تعلیم و تربیت، آپ کی سیر و سیاحت، آپ کے مجاہدات و ریاضات اور سلاسل اربعہ میں آپ کے شجرے وغیرہ کا بیان ہے

سلطان جلال الدین محمد اکبر کی عقیدت کی ابتدار:۔

"اکبر بادشاہ نے جب آپ سے اولاد کی درخواست کی؛ تو آپ نے فرمایا: میں نے آپ کے لیئے اللہ کی جناب میں دعا کی، انشاراللہ تعالیٰ خداوندِ کریم آپ کو تین فرزند عطا فرمائے گا۔ جب آپ کی دعا سے انہیں دنوں حضرت مریم زمانی جودھا بائی بنت بہارا مل کچھابہ پر۔ جو اکبر کے حرم میں سرآمد حجلہ نشینان سرادق عصمت تھی۔ آثار حمل ظاہر ہوئے، تو بادشاہ نے کمال عقیدت و نیازمندی سے حکم دیا کہ مطلع انوارِ سرادقِ عظمت وجلال کو دالنور فتح پور حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے یہاں پہنچا دیا جائے، وہاں وہ زیادہ آرام سے رہیں گی، بادشاہ

کی نیت اچھی تھی اس لیے ۹۷۷ھ بروز چہار شنبہ کو تمنائے شہنشاہی بصورت سلطان سلیم ظہور پذیر ہوئی۔ بادشاہ نے اس نونہال حدیقۂ دولت واقبال کو شیخ سلیمؒ کی گود میں ڈال کر فرمایا: یہ آپ کا بچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خدا تعالیٰ مبارک کرے! میں نے ان کا نام سلطان سلیم رکھ دیا۔ اکبر بادشاہ اسی وجہ سے اس بچہ کو شیخو بابا کہہ کر پکارتے تھے۔ اور کبھی سلطان سلیم کہہ کر۔ بادشاہ نے فتحپور کو اپنے لیے مبارک خیال کر کے اپنا دارالخلافہ آگرہ سے فتح پور منتقل کرنے کا اعلان کر دیا، سلطنت کے کارپردازوں کو حکم دیا کہ ہمارے لیے دلکشا مکانات، مسرت آگیں عمارات اور بہجت زا باغات تیار کریں۔ تھوڑی مدت۔ تقریباً پندرہ سال۔ میں قصر ہائے دلکشا اور ایوا نہائے فرحت افزا بن کر تیار اور بکمال کشادگی و رعنائی آراستہ ہو گئے۔ پختہ بازار، کارواں سرائے، تفریح گاہیں، دلفریب باغات اور جاں نواز چمن۔ حرم شاہی کے محلات و عمارات مختلف نقش و نگار سے مزین اور دیوانخانۂ خاص و عام نہایت شان و شوکت اور زیب و زینت سے تیار اور دیگر عمارات وجود میں آگئیں۔ امراء نے بھی اپنے نشیمن یہاں بنا لیے۔ اولاد شیخ سلیم چشتیؒ۔ نواب اسلام خاںؒ نواب اکرام خاں، شیخ بایزید خاں، نواب قطب الدین اور نواب ابراہیم خاں وغیرہ اور آپ کے متوسلین نے بھی خوبصورت مکان، سرائے، اور باغات تیار کر لیے۔ بادشاہ کی دلچسپی سے فتح پور تاریخ کے اوراق پر ابھرنے لگا۔ ص (۲۸۱۔۲۸۳)

"شیخ سلیمؒ کی خدمت میں حاضر باش اور آپ کے بعض سعادت مند مرید بیان کرتے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ آرزوئے فرزند لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست دی تو حضرت شیخ سلیمؒ اس کو اس طرح تسلی فرماتے تھے: بادشاہ کا غنچۂ امید ضرور پھول بن کر چمکے گا، مگر ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے۔ تُحَقُّ اُمُوْرُ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔ ذرا صبر کیجیے۔ شیخ تاج الدینؒ نے، جو نہایت فصیح و بلیغ اور جرأتمند تھا،

یوں گذارش کی :- کریم کا وعدہ وفا ہوتا ہے، امیدوار کو زحمت انتظار کیوں ؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ کو حضرت داؤد علیہ السلام نے بنانا شروع کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچائی۔ تقدیر الٰہی تیری طالب ہے، اگر واقعی تو چاہتا ہے کہ بادشاہ کا غنچۂ امید فوراً کھلے تو ذرا قربانی دو۔ اسی رات ان کی وفات ہوگئی اور اتفاق کی بات کہ اسی رات ملکۂ دوراں مریم زمانی کو، جو اس وقت بادشاہ کی چہیتی اور منہ چڑھی بیگم تھیں، سلطان سلیم کا حمل ٹھہر گیا۔ جب شہزادہ سلیم پیدا ہوا تو بادشاہ نے فرط عقیدت سے بچہ آپ کی گود میں ڈال کر کہا: یہ بچہ آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا۔ ہم اس کو اپنا ہمنام بنائیں گے اور سلطان سلیم نام رکھ دیا۔ حق تعالیٰ اسے آپ کے لیے باعث خیر و برکت فرمائے، اور ساتھ ہی یہ ہدایت فرمائی :- کہ بچہ کو گہوارہ۔ پالنے میں نہ چھوڑا جائے۔ اس کے بعد اکبر کے خاندان سے "پالنے" کی رسم بالکل اٹھ گئی۔ شیخ تاج الدینؒ کے مزار سے اب بھی آثار کرامت ظاہر ہوتے ہیں۔ ضرورت مند یہاں آکر ـــ بقول خود ـــ اپنا دامنِ مراد بھر کرے جاتے ہیں (ص ۳۳۹۔۳۳۷)

"جس زمانے میں سلطان سلیم بطن مادر میں تھے، کچھ لوگوں نے کہا: اس حمل میں لڑکی ہے۔ جب یہ خبر آپ کے کانوں میں پڑی تو فرمایا: اکبر بادشاہ کی آرزوئے پسر اس فقیر کی بدولت خداوند قدوس کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی۔ امید کہ فرزند قوی طالع و فیروز بخت ہوگا (ص ۳۲۵)

شیخ سلیم کو پینتیس[۳۵] برگزیدہ سلسلوں میں اجازت حاصل تھی۔ مشہور سلاسل میں:-

سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا اسمٰعیل شروانیؒ سے۔

سلسلۂ سہروردیہ میں شیخ محمود رودباریؒ و سید ابو سعید علی الرازیؒ سے۔

خاندان قادریہ میں سید حسام الدین قادریؒ سے۔

اور دودمان چشتیہ میں والد بزرگوار شیخ بہاء الدین چشتیؒ سے خلافت و اجازت پائی (ص ۳۳۷)

"اتباع سنت کا جذبہ آپ کی رگ و پے میں پیوست تھا چنانچہ حج کے موقعہ پر آپ کی خواہش تھی کہ کوئی امر بھی سنن نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چھوٹنے نہ پائے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تھا، آپ کو خیال ہوا کہ یہ کیوں کر ہوگا، اژدہام کے باعث اور پھر سوار ہو کر طواف کرنا دشوار تر ہوگا۔ اجنبی سا عمل ہوگا۔ اتفاقاً آپ کے پیر میں چوٹ لگ گئی جس سے پیدل چلنا ناممکن ہوگیا، اور طواف ضروری تھا، مجبوراً اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا۔ اس طرح سنت نبوی پر عمل میں آسانی ہوگئی جو بظاہر مشکل معلوم ہوتی تھی (۲۱۷ - ۳۲۳)

آپ کا اصلی نام اور پھر اس کی تبدیلی کی وجہ: آپ کا اصل نام شیخ اسلام تھا، پہلی سیاحت کے دوران شام کے سفر میں وہاں شیخ ابراہیمؒ کی خانقاہ میں حاضری دی اور بجائے شیخ کی خدمت میں پہنچنے کے اس کے منتظر ہو کر بیٹھ گئے کہ خود شیخ طلب فرمائیں، چنانچہ وہاں سے اشارہ ہوا کہ شیخ سلیمؒ کو حاضر خدمت کیا جائے۔ اس نام کے وہاں کئی افراد تھے خادم نے یہ کیفیت عرض کردی اور درخواست کی کہ کس سلیم کو آپ طلب فرما رہے ہیں۔ ارشاد ہوا: شیخ سلیم ہندی۔ حالانکہ آپ کا اسم گرامی شیخ اسلام تھا۔ اس کے بعد شیخ سلیمؒ اور شیخ اسلیم چشتیؒ کے نام سے مشہور ہوئے (ص ۲۳۴)

تذکرہ مظاہر الانساب کی زبان فارسی ہے اور پختہ و معیاری بلکہ ادیبانہ اور مرصع نثر نگاری، سلاست و رنگینی کا اچھا نمونہ ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور متن میں کالی روشنائی استعمال ہوئی ہے۔ افسوس کہ بہت کچھ تلاش و جستجو اور بحث و تفحص کے باوجود کتاب دنیا کے کتاب خانوں میں کسی دوسرے نسخہ کا سراغ نہ مل سکا جس سے مقابلہ کیا جاتا۔ اب مقابلہ و مراجعت کی صورت یہ پیدا کی کہ جس روایت میں کچھ شک و تردد ہوا اسے اس کے اصل ماخذ میں دیکھ کر تصحیح کر لی گئی۔ اور اس مسودہ کے مبیضہ سے بھی کچھ ضروری باتیں معلوم ہوئیں فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

یہ مخطوطہ درگاہ شیخ سلیم چشتیؒ کے موجودہ سجادہ نشین جناب خورشید علیم کی ملکیت ہے، اور انہوں نے اس شرط پر "انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز ہمدرد نگر نئی دہلی ۶۲ کے شعبہ تصوف کو مستعار دیا کہ اسے شائع کردیا جائے۔ متن بھی اور ترجمہ بھی۔ اور

اسے لانے کا ذریعہ یہ راقم عاجز ہی تھا اور اسی کی تحویل میں تھا۔ میں نے اس کا مطالعہ جو کیا تو مجھے اس میں اپنی کتاب "تذکرہ صوفیائے میوات" کے بعض تشنہ موضوعات کی تکمیل، اجمال کی تفصیل اور کچھ منفرد روایات کی تائید و تقویت ملی، اور میوات سے متعلق نادر معلومات۔ اور پھر اس کا انداز بیان بھی مجھے نہ معلوم کیوں بہت پسند آیا۔ ظاہر ہے اس سے میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ دفتر میں اس سلسلے کی کارروائی :۔ اس مخطوطہ کا بہت عمدہ فوٹو اسٹیٹ لیا گیا، اور کچھ فارسی محققین کی تلاش و جستجو ہوئی، جو یا دستیاب نہ ہو سکے یا آنے سے معذوری ظاہر کی۔ یہ سب کچھ دھیرے دھیرے ہو رہا تھا۔ سجادہ نشین کے اس عرصہ میں کئی تقاضے نامے آئے اور خود بھی مجسم اقتضا بن کر دہلی تشریف لائے۔ میں کہتا رہا: آپ کا کام ہو رہا ہے۔ یہ ۱۹۸۴ء و ۱۹۸۵ء کا قصہ ہے۔ ایک دن میں نے کتاب کے دیباچہ کا ترجمہ کیا مگر مجھے پسند نہ آیا۔ فارسی کے ایک اسکالر کو دکھایا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ ترجمہ پسند کیا بلکہ میری ہمت افزائی و تحسین کرتے ہوئے میری ترجمانی کو بہترین ترجمہ قرار دیا، اور یہ کہ اس سے بہتر ترجمہ اور کیا ہوگا۔ مجھے حوصلہ تو ہوا مگر الحمدللہ مغالطہ نہ ہوا۔ میں نے کام شروع کیا مگر آہستہ آہستہ، دفتر کے خارجی اوقات میں کبھی ایک پیراگراف کبھی دو اور کبھی پورا صفحہ، مرصع عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ آسان ہے بھی نہیں۔ سجادہ نشین کے تقاضے برابر جاری تھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کے ایک مخلص بندے عارف باللہ، اردو کے مشہور قلم کار، بزرگان کرام کے فارسی تذکروں کے البیلے ترجمہ نگار اور علوم اسلامی کے ماہر حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی رح سے ملاقات ہوئی، وہ بڑے خلیق و ملنسار اور خورد نواز تھے۔ باتوں باتوں میں اس مخطوطہ اور اس کے ترجمہ کا ذکر آگیا۔ اس کی نایابی کے باعث مرحوم نے اس کی موجودگی پر مسرت کا اظہار کیا۔ ترجمہ سن کر اس کی تحسین کی اور تاکید کے ساتھ فرمایا: ضرور اس کا ترجمہ کرو اور مختصر ترکیب بھی بتلا دی: اولاً مضمون کو خود اچھی طرح سمجھ لو پھر اسے اردو میں منتقل کر دو، ادھر ایک دفعہ ہمارے ڈائرکٹر نے فرمایا کہ آپ اس کا ترجمہ کر دیجئے گا۔ اب جو کوشش کی تو محض خدا کے فضل و کرم سے حیرت انگیز طور پر کتاب کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔ البتہ کہیں کہیں کچھ اشکالات تھے وہ کچھ پوچھنے اور نظر ثانی میں حل ہو گئے۔ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائیں اور طالبان حق کو اس سے

نفع پہنچائیں۔

(نوٹ) تذکرہ کے مؤلف کے حالات جس قدر، انہوں نے، تذکرہ میں لکھ دیئے اس سے زیادہ کہیں اور نہ مل سکے۔

وہ کتابیں جن سے استفادہ کیا گیا اور اس تقریب میں ان کے اقتباسات لیے۔

(۱) رود کوثر شیخ اکرام لاہور۔ پاکستان

(۲) سچی کہانیاں سید صباح الدین عبدالرحمٰن مدیر معارف۔ اعظم گڑھ

(۳) دیباچہ و توزک جہانگیری مرزا محمد ہادی۔ جہانگیر نورالدین سلیم۔ کلکتہ

(۴) نزہتہ الخواطر حکیم سید عبدالحئی لکھنوی دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن

(۵) تاریخ فرشتہ محمد قاسم ہندوشاہ

(۶) سفینۃ الاولیا داراشکوہ شہزادہ

(۷) انوار صوفیہ ترجمہ اخبار الاخیار

(۸) اخبار الاحبار فی اخبار الاخیار

(۹) تاریخ جہانگیر۔ ڈاکٹر بینی پرشاد۔ اردو۔ رحم علی ہاشمی۔ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء

(۷) مظاہر الانساب۔ زیر نظر ترجمہ کا متن۔

مخلص محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی
مدیر شعبہ مخطوطات فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز
اینڈ ہومیو پیتھیز جامعہ ہمدرد۔ ہمدرد نگر
نئی دہلی ۱۱۰۰۶۲

۶ر نومبر ۱۹۹۰ء
۱۶ر ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مظاہر الانساب

مصنفہ شیخ عبدالعزیز ابن شیخ عبدالحی چشتی رح

شیخ الاسلام ہند حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہ کے تفصیلی سوانحیات

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا کے شاداب جواہر اور شکر و سپاس کے چمکدار موتی اُس خدائے پاک ہی کے لیے سزاوار ہیں، جس نے عاشقوں کے صاف دلوں کو محبت کے صیقل گھر میں بیگانگی کے رنگ سے دھو صاف کر کے اپنی محبت و عرفان کے انوار سے نورانی بنا دیا۔ اور وفا شعار طالبوں کے سینوں میں اپنی ذات سے پیوستہ یقین کے اسرار و رموز سے پردہ اُٹھا کر اخلاق و انسانیت اور ہدایت و ارشاد کا طریق کار بخشا۔

وہ قادر مطلق جس نے اپنی بارگاہ عزت و جلال کے دوستوں کو مذہبی پند و نصائح اور اوامر و نواہی کے اظہار کی توانائی بخشی۔ وہ قابض و قاہر جس نے اپنی مرضی سے پاک روحوں کو دنیا کی پستی سے نکال کر معرفت کے بلند مرتبوں پر پہنچایا۔ وہ شہنشاہ بے نیاز جس کی بلند بارگاہ میں مومن کی عبادت و مشرک کی نافرمانی سے کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچتا۔ اور نہ اس کی ذات عالی کو مخلوق کے ہونے نہ ہونے سے رونق و تازگی اور زیاں ہے۔

وہ رزّاق کہ جس کے دسترخوان نعمت و عنایت پر انوکھے انداز میں دوست اور دشمن کے لیے صلائے عام ہے وہ اقدم الاقدمین کہ جس کی سلطنت کا پائے وجود زوال آشنا

نہیں، تنزل کے جھٹکوں سے ماورا ہے۔

وہ ذات عالی اس قدر غفار ہے کہ ابلیس اپنی تمام کارستانیوں اور جرائم کے باوجود اپنی کوتاہیوں پر اس کی رحمت کا اُمیدوار اور اس قدر جلال و جبروت والا کہ ملاأعلیٰ کے مقرب فرشتے اپنی عبادت، پرستش اور بندگی کے باوجود اس سے لرزاں و ترساں وہ ایسا کریم و دیالو ہے کہ محض اپنے فضل سے اولاً انبیاء و رسل علیہم الصلوٰة والسلام کو گمراہوں کا راہنما بنایا کہ بدبختوں کی گذرگاہوں پر ہدایت کی قندیلیں روشن کریں تاکہ یہ۔ گمراہ۔ اس کے ذریعہ صراط مستقیم۔ سیدھی راہ۔ پائیں۔ اور آخر میں اپنے اولیاءؒ کے وجود مسعود کو۔ جو لاخوفٌ علیہم ولاھُم یحزنون کے زیور سے آراستہ، اور۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبِیَاءِ بَنِی اِسرَائِیل۔ جیسے اعزاز سے بہرہ ور ہیں۔ اپنے بندوں کی رہبری و ارشاد کا ذریعہ بنایا کہ بادیہ محبت و طلب کے پیاسے ان کے سایۂ عاطفت میں آرام کا سانس لیں۔ یہ سب کچھ خدائے عزیز و علیم کا مقرر فرمودہ ہے۔

بے شمار درود اور ان گنت سلام اس وجود محمود اور اس بلند مرتبت بارگاہ کے لائق و سزاوار ہیں کہ طغرائے امتیاز حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالمُؤمِنِینَ رَؤُفٌ رَّحِیم۔ جن کی عنایت و شفقت کے قصیدوں کا مطلع۔ اور اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم۔ جن کے قصائدِ عظمت و اخلاق کا مقطع ہے۔ آتش کدۂ ایران کا بجھنا اور ایران کے کسریٰ کے کنگروں کا گرنا جن کی رسالت کے رعب و دبدبہ کی مضبوط دلیل و شہادت، اور ابابیل کی حفاظتِ کعبۂ مطہرہ اور اصحابِ فیل کی شکست جن کی نبوی شان و شکوہ اور عظمت و شوکت کی روشن برہان۔ پختہ دلیل۔

ایسا عظیم الشان فرماں روا کہ دنیا بھر کے حکمراں جس کے عقیدت مند و ارادت کیش۔ ایسا رعب و داب والا کہ روم و عجم کے گردن فراز کمال خضوع کے ساتھ اس کی بارگاہ ذی شان میں خمیدہ سر حاضر ہیں۔ اس قدر شفیق کہ آپ کی زبان مبارک سے بوقت نزع و جاں کنی بجز اُمَّتِی اُمَّتِی۔ میری اُمت میری اُمت کسی نے کچھ نہ سنا۔ اتنا بلند ہمت کہ جب تک اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینًا (مائدہ) نازل نہ ہوئی

ہدایت، دارشاد کے اپنے عمل کو جاری رکھا۔ اور حمد و شکر کی چارپائی پر آرام نہ فرمایا

وہ یوسف جیسا صاحب جمال کہ شبستان قدرت کی زینجا جس کے حسن ملیح کی شیفتہ اور والہ و شیدا۔ وہ فصیح اللسان و شستہ بیان کہ باغ سدرہ کی عندلیب۔ بلبل۔ ان کی ثناخواں و مدحت سرا۔ ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام جیسے مرتبہ والا کہ آپ کے خدام آگ سے پھول کی خوشبو مہکا لیتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جیسے مقام والا کہ آپ کے غلام پانی سے آگ نکال لیتے ہیں۔

اس قدر برگزیدہ کہ لَن ترانی کی بجائے اَرَاَیْتَ سے خطاب کیا گیا۔ اتنے مقرب بارگاہ خداوندی کہ دَنیٰ...

احمد مرسل کہ در وصفش مسیح — گفت مِنۢ بَعْدِی۔ بالفاظ فصیح

احمد مرسل کہ خلاقِ قدیم — قَالَ فِیْ اَوْصَافِہٖ، خُلُقٍ عظیم

وہ احمد مرسل کہ جس کی تعریف و نعت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف فرمایا۔ مِنۢ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔

اور وہ گرامی منزلت کہ خلاقِ قدیم نے اس کی نعت میں فرمایا: [اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ] بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ہزاروں درود و سلام آپ کی ذات عالی پر۔ آپ کے بلند مرتبت اصحاب پر آپ کی عالی منقبت آل پر اور اونچے درجہ والے دوستوں پر خصوصاً خلافت مآب، صداقت انتساب، عدل گستر و انصاف پرور، جامع قرآن و حیا شعار، ولایت و شجاعت سے موسوم و متصف خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ جن کا بارگاہ صمدی میں یہ اعزاز ہے:

"محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدے میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی۔ بانا۔ نشان۔ ان کے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے۔ یہ کہاوت ہے ان کی توریت میں اور کہاوت ہے ان کی انجیل میں۔"

تاکہ یہ گمراہی کے رہ نوردوں کو ہدایت و مغفرت کی راہ پر پہنچائیں اور شقاوت و بدبختی

کے پیاسوں کو چشمۂ رحمت و مکرمت پر اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں۔ اور ان کی برکات سے ہمیں متمتع فرمائیں۔

اما بعد فقیر خاکسار اولیاء و غبار قدم اصفیاء عبدالعزیز چشتی ابن شیخ عبدالحی چشتی اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت الفردوس میں ان کا ٹھکانا کیوں کہ آپ کو نسبت معنوی و عنصری۔ جو شرافت نسبی و خوش بختیِ ارادت سے عبارت ہے۔ اس ذات قدسی صفات کے ساتھ خاص ہے، جو قطب الاقطاب، شیخ الاسلام ہند حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہ کے اسم گرامی سے مشہور ہیں۔ عرض گذار ہے۔

مجھے خیال ہوا کہ حضرت کے کچھ احوال و کوائف، اور آپ کے پس ماندگان: اولاد امجاد و خلفائے خیر نہاد کے سوانح کتب معتبرہ مثل جواہر فریدی، سلسلۃ الاسلام، معارج الولایت تزک جہانگیری سے اور کچھ اپنے بزرگوں سے سُنے ہوئے واقعات لکھوں اور یادگار چھوڑدوں۔ چونکہ یہ رسالہ آپ کے اور آپ کے خلفاء اولاد اور سجادہ نشینوں کے احوال پر مشتمل ہے، اس لیے اس کا نام مظاہر الانساب رکھتا ہوں۔ جو اس کا مادہ تاریخ ہے اس سے رسالے کی تصنیف کا زمانہ و وقت ظاہر ہوتا ہے۔

دیدہ ور محققین و روشن ضمیر عارفین باللہ کی نگاہوں سے جو علمی حقایق و فنی مدارج کو حقیقت پسندی اور باریک بینی سے دیکھتے ہیں۔ یہ بات اوجھل نہ ہوگی کہ حضرت شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتی کا نسب بیس واسطوں سے فاروق اعظم امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے ملتا ہے۔ گو یہ مفہوم شیخ الاسلام کے ملفوظات و ارشادات میں بھی موجود ہے۔ مگر اپنے ایک محسن و کرم فرما۔ حقیقت کے بھیدوں کے ظاہر کرنے والے، انوار معرفت پھیلانے والے، یکتائی و تنہائی کے امور کے بینا، اور حقیقت و توحید کی باریکیوں کے دانا حضرت شیخ زکی الدین چشتی۔ جن سے راقم کو علاوہ برادر زادگی کے یک گونہ نسبت فرزندی بھی حاصل ہے۔ کی تعمیل ارشاد میں حضرت شیخ الاسلام کے آباء و اسلاف کرام کا سلسلہ وار، مرتب و مربوط تذکرہ کر دیا جائے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے ہونہار اور قابل

فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو شرف صحابیت سے معزز اور جہاد فی سبیل اللہ کے اعزاز سے مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ بلند علمی مقام کے بھی حامل ہیں۔ آپ کے صاحبزادے شیخ ناصرؒ، ان کے شیخ ابراہیمؒ، ان کے شیخ اسحٰقؒ، ان کے حضرت ابوالفتحؒ، ان کے شیخ واعظ اکبرؒ، ان کے شیخ واعظ اصغرؒ۔ آپ عباسی دورِ خلافت میں مدینہ منورہ سے نقل مکانی کر کے روم میں اقامت گزیں ہوئے۔ ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہؒ، ان کے شیخ مسعودؒ، ان کے شیخ سلیمانؒ، ان کے شیخ محمودؒ، ان کے شیخ نصر الدینؒ، ان کے شیخ احمدؒ یہ روم سے بعزم تجارت کابل تشریف لائے کابل کے حالات اچھے نہیں تھے، اکھاڑ پچھاڑ کا سلسلہ چل رہا تھا۔ یہ فوراً روم واپس ہوئے۔ اور وہاں سے ترکانِ روم کی ایک جماعت لے کر پھر کابل تشریف لائے۔ اور مختصر سی جنگ اور گفت و شنید کے بعد بادشاہ کابل سے کابل چھین کر تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا اور فرخ شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ان کے صاحبزادے سلطان شہاب الدینؒ، ان کے سلطان احمدؒ ان کے سلطان شیخ یوسفؒ، ان کے سلطان شیخ احمدؒ۔ یہ چنگیز خاں کی ہنگامہ آرائی میں شہید ہوئے۔ ان کے صاحبزادے حضرت شیخ شعیب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہی شیخ شعیبؒ اپنے والد ماجدؒ کی شہادت کے بعد اپنے تین صاحبزادوں، اپنے گروہ اور ساز و سامان کے ساتھ لاہور کے نزدیک قصبہ قصور میں وارد ہوئے۔ قصبہ قصور کا قاضی جو شرافت و مروت اور رعایت و مردانگی میں بے نظیر تھا۔ اور شیخ شعیبؒ کی بزرگی و عظمت آشنا تھا۔ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا، شاندار آؤ بھگت کی۔ اور شیخؒ مذکور کا، جو علمی کمال و بردباری کے جمال سے آراستہ و پیراستہ تھے، ان کے خاندانی امتیازی اوصاف و عظمت کی تشریح کے ساتھ بادشاہ دہلی سے تذکرہ کیا، بادشاہ نے اس مضمون کا فرمان بھیجا: آپ جیسے صاحبِ نظر بزرگوں کو دینی و دنیوی، جو عمل بھی پسند ہو میں اس سے راضی ہوں اور مطمئن۔

خواجہ شعیبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا: دنیا کا کوئی کام مطلوب نہیں، جو کچھ ہم سے جا چکا ہے ابھی اس کی گرد بھی صاف نہ کر پائے ہیں۔ مجبوراً بادشاہ کی طرف سے

قصبہ کو شیوال کا عہدۂ قضاء آپ کے سپرد کیا گیا۔ (آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے جمال الدین سلیمان اس منصب پر فائز ہوئے۔ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ سلطان شہاب الدین غوریؒ کے عہد میں آپ کے صاحبزادے، جمال الدین سلیمان اس قصبہ میں عہدۂ قضاء کے بلند منصب پر فائز تھے اور اسی قصبہ میں سکونت پذیر و اقامت گزیں[1]۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ جمال الدین سلیمانؒ کو قرسم خاتونؒ بنت مولانا وجیہ الدین خجندیؒ کے بطن سے، جو آپ کے نکاح میں تھیں۔ تین گرامی قدر فرزند عطا کیے: اوّل اعزاز الدینؒ[1]، دوم[2] شیخ فرید الدین مسعودؒ گنج شکر، سوم شیخ نجیب الدین متوکلؒ جو اپنے دور کے برگزیدہ اولیاء اللہ میں گزرے ہیں۔

ہم چوں کہ رسالہ کے شروع میں لکھ چکے ہیں کہ اس میں شیخ الاسلام ہند، شیخ سلیم چشتیؒ، ان کے اسلاف اور اولاد و خلفاء کا تذکرہ مقصود ہے اس لیے وقائع نگار قلم سلطان الموحدین، شمس العارفین، حضرت شیخ اعظم خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے احوال و کوائف کے بیان میں رواں ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ عمر کے ابتدائی دور میں ہی آپ کو تزکیہ نفس و تصفیۂ باطن کا شوق

---

(۱) کابل پر چنگیز خاں کی یلغار ۶۲۶ھ مطابق ۱۲۲۰ء میں ہوئی۔ اور شیخ احمدؒ ۶۲۶ھ میں شہید ہوئے۔ اس لحاظ سے قاضی قصور کی بادشاہ دہلی سے۔ شیخ شعیبؒ کے لیے سفارش ممکن ہے۔ ایک دوسری روایت "تاریخ یہ ہے کہ" شہاب الدین، معز الدین سامؒ کی مہمات سندھ و ملتان ۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۵ء کے بعد کے دوران کابل سے قصور میں آئے تھے، اور ۵۶۷ھ میں سلطنت کا قیام نہیں ہوا تھا، پھر بادشاہ دہلی سے کون مراد ہے؟ شیخ جمال الدین سلیمانؒ، شیخ احمدؒ کے پوتے ہیں اور شیخ سلیمان اپنے والد کے بعد عہدۂ قضا پر متمکن ہوئے جو چنگیز کی یلغار کابل کے دوران ۶۲۶ھ میں پنجاب آئے اور شہاب الدینؒ قطب الدین ایبکؒ (۶۰۲ھ ۶۰۶) کے عہد سے پہلے عالم آخرت کو سدھارے۔ ۶۲۶ھ میں ہندوستان آنے والا ۶۰۲ھ میں کیوں کر عہدۂ قضاء سنبھال سکتا ہے؟ (مترجم)

تھا، چنانچہ مشہور ہے کہ بارہ سال کی عمر میں ہی لوگوں سے یکسو ہو کر وحشت ناک پہاڑوں اور ہولناک جنگلوں میں جاکر عبادتِ خداوندی میں مشغول رہتے تھے، جب آپ کی والدہ ماجدہ کو، جو خود اپنے زمانے کی بلند مرتبہ ولیہ تھیں، آپ کے اس ماجری کی خبر ہوئی تو دریافت کیا: فرید اس عرصہ میں تم نے اپنے اوقات کس طرح بسر کیے؟ عرض کیا: میں نے کسی جاندار کو نہیں ستایا، جب بھوک کا غلبہ ہوتا، گھاس سے کام نکال لیتا۔ فرمانے لگی: اچھا۔ دعویٰ ہے جاندار کو نہ ستانے کا۔ کیا گھاس میں جان نہیں ہوتی؟ آپ اس سے چونکے اور ہوشیار ہو کر صحیح ارادہ سے جنگل کی راہ لی اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ لکڑی کی روٹی بنائی، بھوک کے غلبہ میں اسے پیٹ اور سینہ پر باندھ لیتے کہ اضطراری حالت میں اس سے تسلی ہو جائیگی۔ جب گھر واپس آئے اور اپنے احوال سنائے تو مخدومہ محترمہ نے فرمایا: اچھا! تمہارا سرمایۂ توکل لکڑی ہوئی نہ کہ باری تعالیٰ عزّ اسمہ، آپ اس تنبیہ سے شدید متاثر ہوئے اور اپنے جسم کو کنویں میں لٹکایا اور لمبے عرصے تک عبادت رب الارباب اور ریاضت میں مشغول رہے۔ کہتے ہیں کہ پھر غیب سے ندا آئی: اے فرید! تم نے فرمان الٰہی سے فزوں عمل کر دکھایا اور تعمیل ارشاد میں طاقت سے زیادہ تکلیف مالایطاق برداشت کی۔ اب تم جو کہوگے وہ ہی فرمانِ خدا ہوگا،

گفتۂ تو گفتۂ اللہ بود! // گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ تھوڑی ترمیم کے ساتھ۔

چلّہ معکوس پورا کر کے کنویں سے باہر آئے اور والدہ محترمہ کی تحسین و آفریں کے مستحق ہوئے۔

میں نے خود اپنے والد بزرگوار سے سنا کہ اس کے بعد ایک کنویں پر پہنچے۔ ایک عورت وہاں پانی بھر رہی تھی، آپ شرم کی وجہ سے، کہ بزرگوں کا شیوہ ہے، اس کے فارغ ہونے تک ایک جگہ آرام فرمانے لگے، اس وقت چڑیاں جمع ہو کر شور کرنے لگیں، آپ نے فرمایا۔ فوراً تمام مرجاؤ۔ وہ فوراً مر گئیں، کچھ دیر بعد لطف و کرم کی موج آئی اور فرمایا: اڑو اور جاؤ، سب اُڑ کر چلی گئیں۔

جب عورت فارغ ہوگئی اور پانی کا گھڑا کاندھے پر رکھا، آپ کنویں پر آئے تو دیکھا کہ پانی بہت نیچے ہے؛ پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا تو نے ہاتھ سے پانی کھینچا، اب کیا ہوگیا؟ تو اس عورت نے، جو اپنے دور کی ولیہ و صالحہ تھی کہا کہ یہ چڑیاں نہیں کہ مرجائیں اور اڑ جائیں، فرید! اگر کچھ چاہتا ہے تو شیخ و مرشد تلاش کر ورنہ یہ تمام محنت و ریاضت بیکار ہے۔ پھر آپ نے مرشد و شیخ کی جستجو میں سفر اختیار فرمایا، اور عنایت ایزدی سے شیخ مل گئے۔ جوئندہ یابندہ۔

نقل ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، شیخ جلال الدین بخاریؒ اور شیخ شرف الدین شہباز قلندرؒ کی رفاقت و ہمراہی میں آپ سفر کر رہے تھے ایک دوراہے پر پہنچے، شیخ بہاء الدینؒ نے با امن راہ کی رہبری فرمائی، شیخ فریدؒ نے فرمایا کہ سبب خوف سے صرف نظر کرلو اور قرعہ ڈال کر دیکھو تیر کمان، جوان کے ہاتھ میں تھا، اسے پھینک کر دیکھا اور پھر اسی راہ پر چل پڑے۔ جب دریا پر پہنچے تو بطور شگون دریا میں جال ڈالے، ہر ایک کے جال میں کچھ نہ کچھ آیا، شیخ فرید کے جال میں ایک صندوق اٹک کر برآمد ہوا، اس میں ایک بزرگ نورانی چہرہ تشریف فرما تھے ان کے پاس تازہ روٹی اور حلوا رکھا تھا، جب اس سے ان لوگوں نے سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا: یہ روٹی حلوہ شیخ فرید کی نیت سے بنایا گیا ہے۔ اور اب میں میٹھے پانی کی تلاش میں نکلا ہوں۔

یہ حضرات، یوں سیر کرتے ہوئے کعبہ شریف پہنچے اور طواف کعبہ سے بہرہ ور ہوئے واپسی میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی زیارت و ملاقات کی خاطر ان کی خانقاہ میں قیام کیا، شیخ کو جب ان حضرات کے آنے کی اطلاع ہوئی، تو خادمہ کو بھیجا کہ عزیز مہمانوں کی خدمت کرے کچھ عرصہ حضرت شیخؒ کی خدمت میں، استفادے کی خاطر، قیام کیا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاں ایک کنیز تھی، نہایت حسین و جمیل جب شیخ اسے یاد فرماتے اور وہ حاضر ہوتی تو بدبختی کا سیاہ نقطہ دیکھتے، جو اس کی خوب صورت پیشانی پر تھا، آپ کا عیش مکدر ہو جاتا، شیخ نے دعا فرمائی مگر اس کی پذیرائی نہ ہوئی، آپ کو خیال آیا کہ اسے شیخ فرید الدین کے ملاحظہ میں لایا جائے، ممکن ہے کہ شیخؒ کی

دعا، سے داغ شقاوت نورِ سعادت سے بدل جائے۔ جب شیخ فریدؒ پر اپنے اس خیال کو ظاہر کیا کہ ایک کنیز ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو آپ کے لیے وضو کا پانی لائے، اور آپ کی خدمت کرے۔ شیخ فریدؒ نے فرمایا: بہت اچھا۔ شیخؒ نے کنیز کو پانی کا لوٹا دے کر شیخ فریدؒ کی خدمت میں بھیجا، اور ہدایت کی کہ شیخ فریدؒ سے اپنے چہرہ کو چھپانا نہیں۔ چنانچہ جب وہ شیخ فریدؒ کی خدمت میں پانی لے کر پہنچی، آپ نے اپنا دست مبارک نکالا، کنیز اس پر پانی ڈال رہی تھی۔ حتیٰ کہ کئی لوٹے پانی خرچ ہو گیا۔ جب شیخ فریدؒ نے محسوس کیا۔ بلکہ مشاہدہ کر لیا کہ شیخ شہاب الدینؒ کی آرزو پوری ہو گئی تو وضو مکمل کیا۔ شیخ شہاب الدینؒ بہت خوش ہوئے۔

بوقت رخصت شیخ فریدؒ سے خواجہ شہابؒ نے فرمایا کہ آپ کو خواجہ قطب الدین اوشیؒ کی خدمت میں جلد پہنچنا چاہیئے کیوں کہ مقصود اعلیٰ دہلی میں ہے۔ اور کتاب عوارف المعارف یہ کہہ کر شیخ فرید کو پیش کی کہ راستے میں مطالعہ کرنا یہ خاص آپ کے لیے ہے۔ اور شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور شیخ شرف الدین شہباز قلندرؒ کو اپنے پاس رکھا اور بیعت سے نوازا۔

خواجہ فرید گنج شکرؒ، عقیدت و محبت سے، کہ کونین کے خوش بختوں کا مقدر ہے، دہلی وارد ہوئے، خواجہ قطب الدینؒ سے بیعت کی، خواجہ صاحبؒ نے اپنے مواعظ گوہر بار سے آپ کو محظوظ فرما کر خدمتِ وضو آپ کے سپرد فرمائی۔

انہیں دنوں خواجۂ خواجگان حضرت شیخ معین الدین چشتی سنجریؒ دہلی تشریف فرما ہوئے خواجہ قطب الدینؒ خواجۂ بزرگ کی خدمت میں ایسے منہمک ہوئے کہ دن و رات آرام نہیں فرماتے تھے۔

ایک دن خواجہ بزرگؒ نے خواجہ قطب الدینؒ سے ارشاد فرمایا: قطب الدین! بابا فرید کو کب تک مجاہدہ کی آگ میں تپاؤ گے؟ اسے فیوض سے بہرہ ور اور اس کے مقصد میں کامیاب بناؤ۔ خواجہ قطبؒ نے کہا: آپ کی موجودگی میں ایسی جرأت میں نہیں کر سکتا۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا: بھائی اسے عقیدت تم سے ہے۔ آخر کار دونوں برگزیدہ بزرگوں نے آشیانۂ تفرید (یکتائی) تجرید (تنہائی) کے شہباز کو اپنے درمیان کھڑا کر کے اپنے اپنے فیوض سے نوازتے ہوئے درجۂ کمال تک پہنچایا۔ اور فیضانِ عام کے تین دن بعد خرقۂ خلافت و جانشینی اور اجازت بیعت

وارشاد سے ۔ کہ چمن ولایت کا ثمر پختہ ہے ۔ مزید سعادت ارزانی فرمائی۔

میں (مؤلف) جب یہاں تک لکھ چکا تو میرے اثر پذیر ذہن میں ایک خیال آیا کہ خاندانِ چشت کے شیوخ طریقت کے مبارک نام اور ان سے متعلق ضروری معلومات کو ترتیب سے ذکر کروں تو ضرور موجب خیر و برکت و باعث سعادت ہوگا۔

یہ امر مسلّم و تحقیق سے ثابت ہے کہ امیرالمومنین ، امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ئبار (نہر) نبوت سے سیر سرچشمہٗ ولایت ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوالحسین اور ابوتراب ہے اور خطاب اسد اللہ اور حیدرِ کرّار۔ ابوتراب تو یوں ہوئے کہ حضور سرورِ کائنات نے آپ کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کاندھے سے گرد جھاڑی اور یوں ارشاد فرمایا: قُمْ یَا اَبَا تُرَاب اے ابوتراب اٹھو۔ اور کفار پر مکرر حملہ کرنے کی وجہ سے کرّار لقب ہوا، اور قوت و توانائی اور ہمّت و شجاعت میں شیر سے مشابہت کے باعث اسد اللہ جیسا قدسی خطاب آپ کو عطا ہوا اور حیدر اس لیے کہا گیا کہ جب آپ پیدا ہوئے اور غسل وغیرہ کے بعد آپ کی عفت مآب والدہ نے گود میں لے کر چاہا کہ آپ کو دودھ پلا دیا جائے تو اپنی والدہ محترمہ کی چھاتی کاٹ لی ، اور جب باپ نے پیشانی کا بوسہ لینا چاہا تو ان کے رخسار نوچ ڈالے۔

نیرّ طالع آپ کا بلندی پر تھا اور قسمت کے بختیاور ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پیار کرنے کی خاطر آپ کے گھر تشریف لائے ، آپ کی والدہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حیدر (شیر) ہے، باپ کا چہرہ اور میری پستان نوچ ڈالی ایسا نہ ہو کہ آپ کے چہرہٗ انور کو بھی یہ زخمی کر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ، گویا یہ گفتگو نہ سن کر ، اپنی زبان مبارک آپ کے ہونٹوں پر رکھ کر فیوض و برکات سے مالامال فرمایا اور اس طرح بہرہ ور کیا کہ بعد میں علوم و معارف کے دفتر کے دفتر کھل گئے۔

شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ آپ کی والدہ کو جب آپ کا حمل تھا تو بت کو سجدہ نہ کر سکتی تھی ۔ بعثت نبوی سے پہلے کی بات ہے ۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواجہ ابوطالب کے گھر تشریف لاتے تو آپ شکم مادر میں اس قدر حرکت کرتے کہ آپ کی والدہ

ماجدہ اپنی ہلاکت کے خوف سے بے اختیار آپ کی تعظیم کو اٹھ جاتی۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ کی بعثت سے گیارہ سال، ایک روایت میں تیرہ سال اور ایک قول کے مطابق دس سال پہلے حضرت فاطمہ بنت اسد کے بطن مبارک سے آپ اس خاکدان ارضی میں تشریف فرما ہوئے اور تریسٹھ ۶۳، پینسٹھ ۶۵ یا اٹھاون ۵۸ سال یہاں گزار جام شہادت نوش فرما کر جنت الفردوس کو سدھارے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کی کرامات وخوارق عادت کس طرح مرقوم ہوں کہ خلائے بسیط ان سے مملو ہے، تبرکاً کچھ ذکر کیے جاتے ہیں:

منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مختصر ترین وقت میں ــ کہ قدم مبارک ایک پائیدان سے اٹھا کر دوسرے پائیدان میں رکھیں ــ قرآن کریم ختم فرما لیا کرتے تھے۔ شواہد النبوۃ صـ ۲۰۳

تحفہ نامی کتاب میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ جنگ احد میں ایک تیر آپ کے پیر میں پیوست ہو گیا، ہمت کر کے خود اسے نکالنا چاہا، مگر وہ نہ نکل سکا۔ زیادہ مقدار میں خون کی آمد نے تیر نکلنے نہ دیا۔ جب نماز میں مشغول ہو گئے تو ساتھیوں نے آپ کے پیر میں سے تیر نکالا، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے، اور جانماز کو خون میں لت پت دیکھا، پورے واقعہ کی آپ کو اطلاع دی تو فرمایا: ہم تو ظاہر و باطن کے جاننے والے آقا کی خدمت میں مصروف تھے، ہمیں اس کی خبر نہیں اور نہ دکھ کا احساس ہوا۔

شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ رات دن کو ظہور میں لانے والے مولا نے آپ کی دعا سے دو مرتبہ آفتاب کو غروب ہونے سے روکے رکھا تاکہ نماز عصر اپنے وقت میں ادا کی جاسکے:

ایک مرتبہ اس وقت جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بوجھ کے باعث آپ کے زانو پر سر مبارک رکھا، اسی حال میں غروب کا وقت آ گیا اور آپ نے ادب واحترام کی وجہ سے حضور اکرمؐ کو بیدار نہ کیا۔ دوسری دفعہ بابل کو جاتے ہوئے جب نہر فرات کو عبور کیا تو آپ نے اپنے دوسرے سعادت مند ہمراہیوں کے ساتھ نماز عصر ادا نہ کی، اور لوگوں کے نکالنے اور سامان ومویشیوں وغیرہ کے اتارنے میں لگے رہے اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ (صـ ۲۱۴، ۲۱۳)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ زمین بحکم خدائے تعالیٰ مامور تھی کہ مشرق سے مغرب

تک جو کچھ خبریں، واقعات، اور حوادث اس پر گذریں آپ کو ان کی اطلاع دے (شواہد النبوہ)

اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ جب محمد بن ابی بکرؓ کی معاونت و ہمراہی کے لیے آپ نے اہل کوفہ کو حکم دیا اور ان لوگوں نے آپ کے حکم کو نہ مانا تو آپ نے خدا سے دعا کی کہ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے ان پر مردود درندہ صفت، دیو سیرت۔ کہ اس کے دل میں محبت نام کی کوئی چیز نہ ہو مسلط فرما، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی دعا اس طرح تھی کہ بنی ثقیف کے لونڈے کو ان پر مسلط فرما، اسی رات حجاج بن یوسف طائف میں پیدا ہوا۔ (شواہد النبوۃ) ص ۱۸۶

ایک مرتبہ حضرت براء بن عازبؓ سے فرمایا کہ ظلم کی تلوار سے حسینؓ کا خون بہائیں گے اور تو اسی حال میں ہوگا مگر اس کی مدد نہ کر سکے گا اور پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ حضرت ابن عازبؓ ندامت کے باعث افسوس بھی نہ کر سکے (شواہد النبوۃ)

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ جب آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تو غیب سے میرے کان میں آواز آئی کہ یہ بندۂ خدا ہمارے حوالہ کرو۔ جب اس منزل سے باہر آیا، پھر غیب سے آواز آئی کہ سرور انبیاءؑ اس دنیا سے تشریف لے جا کر فردوس اعلیٰ میں محو خرام ہیں اور وصی السرور (حضرت علیؓ) درجہ شہادت کو پہنچے۔ اُمت کی نگہبانی کون کرے گا؟ پردۂ غیب ہی سے اس کا جواب آیا کہ وہ جو خوش بختی سے آپ کی سیرت اختیار کرے گا۔ جب پھر میں اس منزل میں آیا تو آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا ہوا ملا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(شواہد النبوۃ)

امیر المومنینؓ نے اپنی زبان تقدیر ترجمان سے اپنے دونوں صاحبزادوں۔ حسنؓ، حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے فرمایا کہ بعد وفات میری نعش غریبین کی طرف لے جانا کہ پتھریلی زمین کھودنے کے بعد سفید دائرہ، موتی برسانے والا، بکھیرنے والا نورانی صورت ظاہر ہوگا اسے میری آخری آرام گاہ بنانا، اور لا اسے برابر کرنا تاکہ قبر اچھی طرح بن جائے۔ دونوں بھائیوں نے اپنے والد ماجد کی وصیت پوری کی۔ ۲۳ رمضان ۴۰ھ آپ نے وصال فرمایا۔

(شواہد النبوۃ)

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ کے چار خلفاء تھے :

(۱) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵ ر رمضان ۳ھ / ۵۰ھ ۔ یکم اپریل ۶۲۵ء

(۲) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳ر شعبان ۴ھ ۔ تا ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ

(۳) خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ (۲۱ھ ۱۱۰) اردو دائرۃ المعارف (لاہور)

(۴) خواجہ کمیل بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

آپ کبار تابعین میں سے ہیں ۔ ایک سو تیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ، امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے ، آپ کے سندر چہرہ کو دیکھ کر حسن نام رکھا ، اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے تربیت فرمائی ۔ اور آنحضور سرچشمہ آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیالہ سے پانی پیا ۔ اور آپ کا ارشاد گرامی ہے " میرے پیالے سے جو بھی پانی پیئے گا میری دانش و بینش سے اسے حصہ میسر ہوگا ۔

لطائف اشرفی میں ہے : ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے عمامہ مبارکہ کو سر سے اتار کر گھٹنے پر رکھے) وضو فرما رہے تھے ، حسن بصریؒ نے بوجہ خورد سالی ، کھیلتے ہوئے آپ کا عمامہ سر پر رکھ لیا ۔ صحابہ کرامؓ نے منع کیا ۔ حضورؐ نے فرمایا : انہیں کچھ مت کہو ، میری خلعت ان کے قد موزوں پر راس آتی ہے ، اور پھر آپ کو اپنی بغل میں لیا اور دعا فرمائی[۱] ۔ عقیدت و ارادت آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھی ، اور آپ نے انہیں اپنی بیعت سے مشرف فرمایا کہتے ہیں کہ ہوش سنبھالتے ہی دنیائے دل کی آبیاری کے لیے ریاضت کی آگ میں پگھلنا شروع کر دیا ۔

---

[۱] یہ لطیفہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے صحیح نہیں کیوں کہ خواجہ حسن بصریؒ بالاتفاق تابعی ہیں آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی جو فاروقیؓ عہد ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہی ساتھ پیش آیا ہو ۔ واللہ علم (مترجم) اور وفات نبوی بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی ۔

کچھ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کا کلام ۔ وعظ ونصیحت میں ۔ انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے[1]۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے ۔ ایک دفعہ سرزمین کے راستے میں اپنے ایک ساتھی کو ایک مٹھی کھجور عنایت فرمائی ۔ انہیں کی برکت سے وہ کامل ہوگیا ۔ اسی سفر میں ایک کنویں پر پہنچے، ڈول رسی موجود نہ تھے، ایک مجمع پیاس سے بے حال، ہونٹ خشک اور پانی سے ناامید ہوکر زندگی سے مایوس ہوگیا تھا ۔ آپ نے فرمایا: دل کو خوش رکھو، عنقریب اسی کنویں سے ایک فوارہ کودے گا ۔ آپ نے جو کہا وہ ہوا ایک کوتاہ حوصلہ نے برتن میں پانی بھرلیا ۔ وہ فوارہ ختم ہوا اور پانی بند ۔ آپ نے فرمایا: اس تنگ ظرف کے اعتقاد کی خرابی سے یہ فوارہ ختم ہوا ہے ۔

ایک خارجی آپ کی مجلس میں آکر حاضرین مجلس کو اپنے باطل مذہب کا اظہار کر کے تکلیف پہنچاتا تھا ۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر آپ حاکم وقت کو فرمائیں تو وہ اسے ڈرا دھمکا کر بیہودہ گوئی وہرزہ سرائی سے روک دے، آپ نے کچھ نہ فرمایا ۔ دوسرے وقت جب اس خارجی کو دیکھا تو ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے خدائے فریادرس: اس شریر کی شرارت سے بچا، فوراً وہ بیہر کے بل گرا اور مرگیا ۔ (شواہد النبوت)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ تخت سلطنت وخلافت پر رونق افروز ہوئے تو ایک رقعہ اس مضمون کا آپ کی خدمت میں بھیجا: اپنے کسی تربیت یافتہ کو حکم کیجئے کہ ہمارا مصاحب وہم نشین ہوکر پندوموعظت سے ہماری رہ نمائی ورہبری کرے ۔ اس کے جواب میں آپ نے رقم فرمایا: طالب دنیا آپ کو نصیحت نہیں کرسکتا اور آخرت کا طلب گار آپ کی ہم نشینی اختیار نہیں کرے گا ۔ بس آپ کو اسی قدر کافی ہے کہ صحیح آدمیوں کو غنیمت سمجھیں اور انہیں غلط نظر سے نہ دیکھیں (شواہد النبوۃ)

منقول ہے کہ آپ ہر ہفتہ مجلس میں وعظ فرماتے ۔ جب حضرت رابعہ بصریہؒ نہ ہوتی تو وعظ بھی نہ فرماتے، جب آپ کے کانوں میں یہ بات پہنچی کہ ایک بڑھیا کی غیر حاضری

---

[1] گفتہ اند کہ کلام وے شبیہ بود بکلام انبیاء علیہم السلام (شواہد النبوہ صفحہ ۳۹)

سے وعظ کیوں بند ہوا؟ آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ کلام جاری ہوا۔ ہاتھیوں کی خوراک چیونٹیوں کے کام نہیں آیا کرتی۔ رجب ۱۱۰ھ یا محرم الحرام ۱۱۰ھ میں عالم بالا کو سدھارے رحمہ اللہ رحمۃ الابرار۔ آپ کا ارشاد ہے: اصل دین ورع و تقوی ہے اور اس کو تباہ کرنے والی طمع ولالچ ہے۔

شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرّہ

اللہ تعالی ان کی روح کو آرام پہنچائے۔ دل ان کی کیمیا اثری سے اکسیر بن جاتے، اور نامرادی کے گڑھے میں گرے ہوئے ان کی بلند ہمتی کے ذریعہ کامیابی کے آسمان پر دوڑ لگاتے۔

علم و دانش حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے حاصل کر کے دنیا کے مقتدا و مربی اور سلاسل تصوف کی اہم کڑی۔ ہوئے عقیدت و ارادت خواجہ حسن بصریؒ سے تھی، اور انہیں سے خلافت و اجازت ملی اور سلوک و ارشاد کے اورنگ نشین ہوئے حضرت کمیل بن زیادؒ سے بھی خرقہ خلافت (خلافت کی پگڑی) حاصل ہوا اور سراپا فیض بن گئے۔

بیعت سے پہلے چالیس سال تک ریاضت و مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں۔ کہ جبلی اور فطری تھی۔ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں، جس دن بیعت سے سرفراز ہوئے دنیاوی سامان سب راہ خدا میں نثار کر دیا، اور اپنے سات غلاموں کو آزاد کر دیا۔

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ کوتاہ بیں ملاح تھوڑے سے فائدے کی خاطر تمام لوگوں کو کشتی میں سوار کر کے دریا پار کرا دیتے اور فقرا، تہی داماں کو کنارے پر ہی چھوڑ دیتے انہیں دریا پار نہ کراتے۔ آپ نے چشم کشادہ کر کے دریا کو حکم دیا کہ راستہ دے فوراً اس میں راستے بن گئے اور فقرا، امن و سلامتی سے دریا پار ہو گئے۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ آپ ایک بیمار کے سرہانے پہنچے جو دھوپ میں پڑا ہوا تھا۔ آپ کو ترس آیا اور دعا کی: اے کمزوروں کے والی اس بیمار پر ابر کا سایہ فرما۔ سایہ ہو گیا۔ بیمار نے یہ مشاہدہ کر کے دعا رصحت کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی۔ خداوندا اسے شفا عطا فرما۔ فوراً صحت یاب ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک خرقہ پوش جماعت نے آپ کی زیارت وملاقات سے بہرہ ور ہو کر حلوا کی آرزو کی۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ فوراً آسمان سے دنانیر۔ سنہری اشرفیوں کی بارش ہوئی اور زمین کو سنہری بنا دیا۔ فرمایا: ضرورت کے مطابق ان میں سے لے لو۔

نقل ہے کہ ایک دن چند مفلسوں نے مفلسی وبینوائی کی شکایت کی۔ فرمایا: آج تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ جب آپ گھر پہنچے تو آپ کی اہلیہ نے کچھ دینار یہ کہہ کر پیش کیے کہ ایک آدمی ایک خوانچہ۔ چھوٹا تھال۔ اشرفیوں سے بھرا ہوا لائے اور یہ کہہ کر دے گئے کہ برابر برابر تقسیم کر لینا۔

کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں آپ پر فالج گرا۔ ایک دن کوئی خادم نہ تھا۔ نماز فوت ہونے کے خطرہ کی وجہ سے دعا کی کہ اے حاجتوں کو پوری کرنے والے خدا اس قدر شفا مرحمت فرما کہ وضو کر کے پوری نماز ادا کر لوں۔ دعا قبول ہوئی۔ اور اسی قدر صحت میسر ہو گئی۔ پھر صاحب فراش ہو گئے۔ وفات ۷ یا ۱۰ صفر سنہ ھ ؟

حضرت عبداللہ بن عوفؓ کے خاندان کے پانچ آدمی آپ کے معتقد ونیازمند تھے، زیدیان کے نام سے مشہور حافظ قرآن اور علم وہنر سے بہرہ ور۔ ریاضت ومجاہدوں کے لیے تنہائی ویکسوئی کی خاطر جنگل اور پہاڑوں کو رہائش گاہ بنا رکھا تھا۔ تین دن کے بعد پہاڑی میوہ اور جنگلی گھاس سے افطار کر لیتے۔ طالع ارجمند کی یاوری (اگر کسی کے ہمراہ ہوتی) اور وہ اُن کی ذات سے عقیدت وارادت کے ساتھ اُن کی صحبت میں رہنا چاہتا تو صلاح ظاہری اور باطنی فیروزمندی سے مالامال ہو کر دنیوی علائق وعوائق۔ تعلقات اور رکاوٹیں۔ سے کٹ کر رہنا ہوتا اور جنگل اور پہاڑ میں سکونت اختیار کرنی ہوتی۔ قرآن مجید اچھی طرح یاد (کرنا بھی ضروری کہ) روزانہ دو ختم قرآن کا انتظام کر سکے۔ ایک دن میں ایک رات میں (لطائف اشرفی ص ۱۵۰/۲)

خواجہ فضیل بن عیاضؒ

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نورانی بنائے۔ آپ کی کنیت مبارک ابو علی تھی۔ نہایت اہتمام سے غفلت کے ماروں کو نیند سے بیدار کرتے اور بستروں سے اٹھا دیتے، اور اپنی مسیحا نفسی سے مردہ دلوں کو حیات جاوید مرحمت فرماتے۔

شروع جوانی میں آپ کا پیشہ رہزنی تھا، مگر بخت ارجمند کے باعث ظاہری صلاح اور باطنی فلاح لیے ہوئے تھے۔ جس قافلہ پر عورت کا نشان پڑا ہوتا، اس سے اعراض فرماتے، اور بلند ہمتی کی وجہ سے، جو فطری تھی، نقد و جنس سے بقدر ضرورت اپنے پاس رکھتے، باقی ساتھیوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ جس وقت کوئی قافلہ گزرتا تو کوئی بھی آدمی سالار قافلہ سے کہتا کہ قافلے کے لیے محافظ دستہ بنایئے۔ کیوں کہ فضیل راستے میں ہے۔ اور صرف یہ سن کر کہ فضیل خدا ترس بھی ہے۔ سالار قافلہ ایک قاری قرآن اپنے ساتھ رکھتے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جہاں آپ مقیم تھے وہاں قاری نے یہ آیت تلاوت کی (اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ[1]) کیا مومنوں کے لیے وہ گھڑی نہیں آن پہنچی کہ ان کے دل ذکر خدا کے لیے نرم ہوں؟ خواجہ فضیلؒ کو آیت مذکورہ کی اس وقت تلاوت سے نئی روشنی ملی۔ توبہ کر کے اپنے حریفوں کو، جن کے نام آپ کے پاس لکھے ہوئے تھے راضی و خوشنود کیا۔

آپ سمرقند میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کا اصلی وطن مرو خراسان ہے، بخاری نژاد ہیں اور ایک قول کے مطابق کوفی الاصل ہیں۔ ماں باپ دونوں کوفہ کے تھے (نفحات الانس)

آپ رہزنی کے دور میں بھی، خوش نصیبی سے، نماز پنجگانہ کا جماعت کے ساتھ اہتمام فرماتے تھے، اور اکثر نفلی نماز اور روزہ رکھتے۔ ایک شخص کو جب آپ کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے اجتماع ضدین۔ رہزنی و نماز روزہ۔ کے متعلق آپ سے سوال کیا اور اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کر کے سائل کو حیرت زدہ کر دیا۔ وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ سَیِّئًا[2]۔ جب آپ نے سچی توبہ کر لی تو اپنے دشمنوں کو خوش کرنے میں لگ گئے، جس قدر نقد رقم آپ کے پاس تھی اسے دے کر سب کو

---

[1] الحدید ۵۷/۱۶

[2] التوبۃ۔ ۹/۱۰۲) اور دوسرے وہ لوگ جنھوں نے اعتراف گناہ کیا اور عمل صالح کے ساتھ ساتھ کچھ برے کام بھی کر لیے۔

راضی کر لیا۔ مگر ایک یہودی کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا، ایک دن مذاق اور حقارت کے انداز میں کہنے لگا کہ اس وقت میں تم سے راضی ہو جاؤں گا جب فلاں مٹی کے تودہ کو ہموار بنا دو گے آپ نے عزم۔ پختہ ارادہ کیا کہ اس تودہ کو ہموار کرے۔ نیرنگیٔ تقدیر کہ صبح کے وقت ہوا چلی اور اس ریت کے تودے کو ادھر اُدھر اڑا کر ، ہموار کر دیا۔ یہودی کو توریت کے ذریعہ یہ معلوم تھا کہ دین محمدی میں سچی توبہ کی نشانی یہ ہے کہ توبہ کرنے والے کے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائے۔ اب اس نے آپ کے امتحان کے خاطر ایک تھیلی میں مٹی بھر کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لی اور کہنے لگا :
اے فضیل ! میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک آپ مجھے سونا نہیں دیں گے میں آپ سے راضی نہیں ہوں گا۔ یہ تھیلی جو میرے تکیے کے نیچے ہے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے دو تاکہ میں تجھ سے خوش ہو جاؤں۔ آپ نے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر مٹی کی تھیلی نکالی اور یہودی کو دے دی۔ وہ پوری تھیلی سونے کی اینٹ بن چکی تھی۔ یہودی نے بہرہ ور ہو کر آپ سے گذارش کی کہ مجھے کلمہ شہادت کی تلقین کیجئے، آپ نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ جب مجھے یقین ہو گیا تو میری خواہش ہوئی کہ یہودیت کے لباس سے نکل کر خلعتِ اسلام زیب تن کروں۔

آپ خواجہ حسن بصریؒ سے بیعت کی نیت سے بصرہ تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحبؒ رحلت فرما چکے تھے۔ پھر عقیدت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ سے ہوئی۔ بیعت ہو کر خلافت و جانشینی بھی ان کی آپ کے حصے میں آئی۔ آپؒ کو شیخ ابو عتاب ابن منصور ابی یعمر سلمی کوفیؒ سے بھی خلافت ملی، اور انہیں شیخ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبدالزہریؒ، اور انہیں شیخ محمد بن جبیر نوفلیؒ اور انہیں اپنے پدر بزرگوار جبیر ابن مطعمؓ صحابی رسولؐ سے، اور انہیں امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور آپ کو سرچشمہ آفرینش حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

آپ کے قیام مکہ کے دوران حج کے ایام میں مشہور عباسی خلیفہ ہارون رشید نے اپنے رازداں خصوصی — حکومت کے خاص نمائندے — فضیل بن ربیع سے فرمایا: اندھیری رات میں تنہائی و یکسوئی کے ساتھ ملاقات کے لیے کوئی عارف باللہ بتلایئے کہ اس کی صحبت کیمیا اثر سے دنیا، اس کی محبت و آرزو اور دنیاداروں سے لگاؤ جیسے جھنجھٹوں سے نکل کر تھوڑا مالک حقیقی کی راہ پر چلیں۔ فضیل ربیع حضرت سفیان بن عیینہؒ کے عبادت خانہ پر پہنچا۔ وہ خبر ہوتے

ہی استقبال کو آئے اور کہا: مجھے ہی بلالیا ہوتا یہ سنتے ہی ہارون رشید کی زبان پر بے ساختہ آیا: افسوس میری مراد یہ نہیں۔ حضرت سفیانؒ نے فرمایا: ایسے برگزیدہ تو حضرت فضیل بن عیاض ہیں۔ ہارون رشید تو طبیب روحانی کی جستجو میں تھا۔ فوراً پلٹا اور حضرت فضیلؒ بن عیاض کی خانقاہ پر پہنچا۔ فضیل بن ربیعؒ نے دروازہ پر ہاتھ مارا اور سریلی آواز میں کہا: ہارون رشید آپ سے ملنے کا مشتاق ہے! اگر اجازت ہو تو شرفِ ملاقات سے بہرہ ور ہو اور فائز المرام۔ آپ نے فرمایا: مجھے ہارون سے کیا واسطہ اور ہارون کو مجھ سے کیا نسبت؟ آپ ان سے کہیے کہ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت برباد نہ کرے۔ فضیل ابن ربیعؒ نے یہ آیت تلاوت کی: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[1]۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ان کے یہاں آنے سے راضی نہیں ہوں۔ ہارون رشید رہنمائے طریقت کی جستجو میں بے قراری اور مقصد کی یافت کے تحت خانقاہ میں اندر پہونچ گئے۔ آپ نے جلدی میں چراغ گل کیا تاکہ اس پر نگاہ نہ پڑسکے۔ ہارون نے نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے انہیں سعادت کونین — دونوں جہاں کی کامیابی کے سلسلے میں نصیحت فرما کر رخصت کردیا۔ ہارون رشید نے آنسوؤں کو پلکوں پر رکھ کر عقیدت واحترام سے ایک ہزار دینار پیش کیے۔ آپ نے فرمایا: میری نصیحتوں نے آپ پر کوئی اثر نہیں کیا کہ مال مغصوبہ۔ چھینا ہوا مال۔ اور مجھ ہی سے ابتدا کی اور اپنے خلوت کدہ سے باہر چلے گئے۔

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ نے اپنی اہلیہ کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز وتکفین اور دفن کے بعد ان دونوں لڑکیوں کو ابو قبیس پر لے جاکر یوں دعا کرنا: اے نیازمندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والے فضیلؒ نے یہ آپ کے سپرد کی ہیں۔ صرف آپ کی وصیت کی تعمیل پر یمن کا بادشاہ اپنے دو لڑکوں کو لے کر اس پہاڑ پر نمودار ہوا۔

---

[1] النساء، ۴/۵۹ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی تابعداری اور حاکموں کی فرمانبرداری۔ بعض تذکروں میں اس آیت کے جواب میں فرمایا: اطاعت خداوند کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی اچھی طرح ہو نہ پارہی ہے۔ حاکموں کی فرمانبرداری کے لیے وقت کہاں؟

اور گذارش کی کہ یہ دونوں سعادت مند لڑکیاں میرے دو لڑکوں کو دے دیجئے۔ بات پختہ ہونے پر دونوں لڑکیوں کو شاہی سواری میں سوار کر کے یمن لے گیا اور شاہانہ انداز کی شادی کی۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ تیئس سال بعد جس دن کہ پیمانۂ زندگی بالب بھر گیا آپ کے مبارک ہونٹوں پر تبسم ظاہر ہوا۔ لوگ اس سے حیرت میں پڑ گئے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا: ہم مرضی مولا پہ خوش ہیں۔

آپ ڈر اور خوف کی وجہ سے جہنم کا ذکر سننے کی تاب نہ رکھتے تھے اتفاقاً ایک دن آپ کی مجلس میں کسی نے سورۃ القارعۃ پڑھی آپ نے نعرہ مستانہ مارا اور بیہوش ہو کر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ وفات ۲ ربیع الاول ۱۸۶ھ۔

جب سے لوگوں کو آپ سے عقیدت و محبت ہوئی، گھر بار، بیوی بچے سے علیحدہ یکسوئی و تنہائی کے ساتھ برہنہ پا ننگے پیر۔ جنگلوں کی سیاحت و سیر کرتے جہاں شام ہو گئی۔ رات کو بیداری کی روشنی سے دن بنا کر مسافر بن جاتے۔

ہر شب تونگرے بسرائے ہمی رود
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے او

رات میں مالدار آدمی سرائے کا رخ کرتے ہیں اور درویش کی جہاں رات ہوئی وہاں اس کی سرائے۔ اگر بے طلب و خواہش کچھ مل جاتا تو اسی پر گذارہ فرما لیتے اور اپنی کملی میں پیوند پر پیوند لگا لیتے (لطائف اشرفی ص)

سلطان ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخیؒ

حضرت شیخ ابراہیم ابن ادھمؒ نام آپ کی کنیت ابو اسحق تھی۔ سلطنت دین کے تخت نشین اور شہر یار مملکت یقین تھے۔ ولایت ان کے ہاتھ میں اور کرامت کی انگوٹھی انگلی میں رکھتے تھے۔

آپ کے باپ، دادا اور دوسرے بزرگوں نے خسروی پرچم اور شاہی جھنڈے لہرائے تھے، گویا آپ کی امارت و شاہی موروثی تھی۔ آپ کی کایا پلٹ کا قصہ نفحات الانس میں یوں مذکور ہے: ایک دن شکار کھیلنے کیلئے صحرا نوردی فرما رہے تھے۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے ابراہیم

تجھے شکار کے لیے پیدا نہیں کیا۔ اور کشف المحجوب کی روایت کے مطابق آپ کے ہاتھ لگا ہوا ہرن گویا ہوا: کیا اسی کے لیے آپ کو پیدا کیا گیا ہے یا آپ کو یہی حکم دیا گیا ہے (الِهٰذا خُلِقْتَ اَوْ بِهٰذَا اُمِرْتَ) تجھے عبادت و خدا جوئی اور خدا شناسی کے لیے پیدا کیا ہے کھیل کود کے لیے نہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ [1]

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ ایک رات آپ آرام کر رہے تھے کہ گھر کی چھت میں جنبش ہوئی اور آواز آئی، گویا کسی نے یوں کہا، میں آپ کا شناسا ہوں اپنے گم شدہ اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تعجب ہے اونٹ کو کوٹھے کی چھت سے کیا نسبت؟ اس کی زبان گویا ہوئی: اس سے عجیب یہ ہے کہ اورنگ شاہی و تخت سلطنت پر بیٹھ کر خدا کو تلاش کیا جائے؟ اس واقعہ سے متاثر و پریشان ہو کر نہ آپ نے دربار عام کیا اور نہ تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایک نورانی پیکر جلوہ دکھا کر گویا ہوا: میں چاہتا ہوں کہ اس سرائے میں ٹھہروں۔ آپ نے فرمایا: یہ ہمارا گھر ہے سرائے نہیں۔ اس نے پوچھا کہ پہلے اس کا مالک کون تھا؟ آپ نے فرمایا: میرے محترم باپ اور دادا۔ باپ سے مجھے اور دادا سے میرے باپ کو ملا۔ نورانی پیکر گویا ہوا کہ ایسے گھر کو گھر نہیں کہتے جہاں سے ایک جائے اور دوسرا آئے۔ یہ تو سرائے کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر باہر نکلا اور غائب ہو گیا۔

رات کی گفتگو اور دن کے مکالمے نے غفلت کے پھائے کو نکالا، آپ باہر نکل کر نورانی پیکر کے پیچھے چلے عنایت ایزدی کی رہبری سے آپ نے اس کو پا لیا۔ ان کی زبان سے آپ نے سنا: میں خضر ہوں۔ اسی وقت شاہی ساز و سامان درہم برہم کر دیے۔ (تذکرۃ اولیاء)

ایک دن آپ چار زانو بیٹھے ہوئے تھے، پردۂ غیب سے سُنا: اے ابراہیم! یہ بات ادب و شائستگی کے خلاف ہے کہ بندہ خدا کے سامنے اس طرح بیٹھے۔ ابراہیم کہا یا ابن ادھم؟ پھر آپ اس طرح نہ بیٹھے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک دفعہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی زبان حقیقت ترجمان پر بے ساختہ آیا: آپ ہمارے

---

[1] الذاریات ۵۱/۵۷ اور نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر اپنی عبادت و بندگی کی خاطر۔

سردار ابراہیم ادھمؒ کو نہیں پہچانتے۔ پوچھا گیا کہ سرداری کیسے پائی؟ امام اعظمؒ نے فرمایا: اس طرح کہ وہ ہمیشہ عبادتِ خداوندی میں مشغول رہتے ہیں، اور میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں۔ سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے: ابن ادھمؒ کا تصوف علوم کی کنجی ہے۔ مفتاح العلوم طریقت (وست) ایک روز آپ کی خواہش ہوئی کہ کشتی کے ذریعہ دریا پار کریں۔ ملاح نے آپ کی تہی دستی کے باعث انکار کر دیا۔ آپ نے دست سوال اٹھایا فوراً دریا کا ریت سونے کا ہو گیا۔ اس سے ایک ٹکڑا لے کر ملاح کو دیا۔

ایک دفعہ آپ دریا کے کنارے کپڑوں پر پیوند لگا رہے تھے۔ ایک آدمی آیا اور خواہ مخواہ سوال کیا: بادشاہت چھوڑنے سے کیا فائدہ ہوا؟ آپ نے اپنی سوئی دریا میں ڈال دی۔ ہزاروں مچھلیاں سونے کی سوئیاں منہ میں رکھ کر آپ کے سامنے حاضر ہوئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ترک شاہی۔ شاہی چھوڑنے کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔

جس وقت آنحضرتؒ فطری سعادت و خوش بختی اور روشن ستارگی کی بدولت ظاہری شہنشاہی سے دامن جھاڑ کر اورنگ نشین ولایت ملک معنی ہوئے۔ اس وقت آپ کا ایک بچہ گود میں تھا۔ جوان ہو کر ماں سے باپ کے حالات معلوم کیے۔ والدہ ماجدہ نے مستعار سلطنت چھوڑنے کی داستان بیان کر کے فرمایا کہ ان دنوں تمہارے محترم والد حجاز مقدس میں اقامت گزیں ہیں۔ آپ کے صاحبزادے نے چار ہزار آدمیوں کا قافلہ ترتیب دے کر اس دیار پاک کا ارادہ کیا اور حجاز پہنچ گئے، وہاں خرقہ پوشوں سے آنحضرت کے متعلق استفسار کیا۔ انہوں نے جواب دیا: جنگل میں لکڑی لانے گئے ہیں تاکہ انہیں بیچ کر فقیروں کے توشہ کا نظم کریں۔ شوقِ ملاقات کا شعلہ بھڑکا اور فوراً جنگل کی راہ لی۔ دیکھا کہ ایک روشن ضمیر بزرگ لکڑی کا گٹھا سر پر لادے آرہے ہیں، بیٹا باپ کی یہ حالت دیکھ کر اشکبار ہو گیا، مگر اس اندیشہ سے کہ آنحضرت نے راہ خداوندی کی رکاوٹیں سمجھ کر بیوی بچوں سے علیحدگی اور اپنے کو چھپانے کی جدوجہد کی، ایسا نہ ہو کہ مجھے پہچان کر مجھ سے چھپنے کی خاطر حرمین کی سرزمین چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ بہر حال باپ کے سامنے نہ آئے۔ جب طواف کرتے وقت آنحضرت نے بیٹے کو دیکھا تو رو پڑے اور رگ شفقت جوش میں آئی اور نگاہ کرم بیٹے پر

ڈالی۔ ایک درویش نے اس کا سبب معلوم کیا تو فرمایا کہ ہمارا بچہ ہے۔ بلخ میں اسے بالکل چھوٹا سا چھوڑ کر آیا تھا۔ درویش نے اسے قافلہ سے بلوا منگایا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر کیا چوں کہ وہ دینی امور میں اچھی خاصی مہارت رکھتا تھا۔ قرآن کریم اور دینی تعلیم کے متعلق سوالات کیئے حسبِ منشار جواب سے خوش ہوکر اسے بغل میں دبا لیا۔ اسی وقت خطابِ عتاب سے پکارا گیا اے ابراہیم! ہماری دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسروں کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو؟ آپ نے مناجات کی کہ اگر محبت فرزندی تیری یاد سے غافل کرے تو میرے عنصری پیوند کو خاک بنادے، یا اس بچے کا قالب خالی فرما۔ لڑکا فوراً باپ کی گود ہی میں راہئی ملک عدم ہوا (تذکرۃ الاولیاء) ۲ یا ۶ جمادی الاولی ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ کو ملک شام میں آپ کی روحِ پرفتوح نے جسم عنصری سے جدائی اختیار کی اور روحانیوں میں جا ملی (نفحات الانس)

کہتے ہیں جب آنحضرت ملکِ بقا تشریف لے گئے تو غیب سے آواز آئی کہ الا آن امان الارض قد مات۔ سنو! زمین کا امن گیا۔

ایک آدمی نے جو آپ کا صحبت یافتہ تھے، انتقال کے وقت کہا: شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں کہ میں نے آپ کی بے حرمتی کی۔ آنحضرتؒ نے فرمایا: میں تجھے دوست رکھتا ہوں تیری محبت و دوستی نے تیرے عیوب کو مجھ سے پوشیدہ رکھا، معلوم نہیں کہ تم نے اچھا کیا یا بُرا؟

اور آپ کے پیروکاروں۔ ادھمیوں۔ کا تصوف یہ ہے کہ نفس فتنہ پرور کو کمزور و ناتواں کرنے اور گھٹانے کی خاطر مجرد و تنہا ننگے پیر، خشکی و تری میں ہمیشہ سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اگر کبھی بلا خواہش و طلب کچھ فتوح آگئی تو اسے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیتے ہیں اور قوت لایموت کام میں لاتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق کم سے کم کھاتے ہیں۔ اور ذکر جلی و خفی سے وقت کو معمور و آباد رکھتے ہیں، صایم الدھر و قایم اللیل ہیں۔ ہمیشہ روزہ دار اور شب بیدار رہتے ہیں۔

خواجہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی

انوار ایزدی کے مطلع، تیرہ باطن لوگوں کے لیے ہر راہ میں، چراغِ ہدایت جلائے رکھنے۔ نو سال کی عمر میں قرآن کریم ہفت قرأت کے ساتھ

یاد کرلیا کرتا تھا، روزانہ دو قرآن مجید ختم کرلیتے تھے، سولہ سال کی عمر میں دانش کسبی سے بہرہ ور ہو گئے؛ اور علم وہبی ولدنی کے سرچشموں سے باطن کو سیراب کیا، عنایت ایزدی کی برکت سے لباس فقر زیب تن کر کے سخت ریاضتیں اور کڑے مجاہدے کیے ایک ماہ بعد کبھی سات یوم بعد گھاس اور خودرو جنگلی میووں سے افطار کرتے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی رہ نمائی سے خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ سے عقیدت ہو گئی، اور نیر بخت کی بلندی کے باعث خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ اور خواجہ فضیل بن عیاضؒ اور شاہ ابو یزید بسطامیؒ کی صحبتِ پرکیف سے بھی فیضیاب ہوئے۔

ایک دن آیۃ کریمہ۔ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ - ایک گروہ جنت میں اور ایک دوزخ میں) سننے سے گوہر اشک عبرت آموز طور پر باہر آئے اور کہنے لگے، میں کس گروہ سے ہوں؟ ایک بے ہودہ گو نے اندازہ ادب سے باہر ہو کر کہا: شیخ! اگر تجھے اپنے اندر خیر معلوم نہیں تو دوسروں کو کیسے بیعت کرتے ہو۔ یہ ہرزہ سرائی آپ کے لیے سمع خراش ہوئی اور نور سے بھرے ہوئے باطن سے ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو غیب سے رب العزت جل مجدہ کا پیغام آپ کو سامعہ نواز ہوا۔ جو اہل محفل نے بھی سنا۔ اے حذیفہ تجھے اپنی دوستی کے لیے میں نے پسند کر لیا۔ اور اب تیرے یاروں کو دوزخ کے گڑھے سے رہائی اور پروانہ جنت الفردوس حاصل ہو گا اس وقت تین سو مشرک ایمان لائے۔ اور جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے شرف اندوز ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے حذیفہ تجھ سے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک تو ساتھ نہ ہو گا جنت میں نہیں جاؤں گا (تذکرۃ الاولیا)

ایک دفعہ چند بد نہاد و رعونت سرشت آدمیوں نے، اپنی نگوں طالعی کے سبب۔ امتحان کے طور پر آپ سے کہا: اے شیخ۔ اگر تیرے اندر کچھ جوہر ہے تو ہمارے لیے بددعا کرو کہ کچھ رنج و مصیبت ہم پر نازل ہو، ان بدبختوں کی گفتگو کو نظر انداز کر کے آپ بحر مراقبہ میں مستغرق ہو گئے جب ان بدبختوں میں سے ایک نے آپ کو پریشان کیا تو آپ نے مشاہدہ

---

(۱) الشوریٰ - ۴۲/۷

غیب کی حضوری ترک کر کے ایک گرم سانس لیا۔ اس کا اثر ان کم فہموں کے بدن پر اثرات سوختگی کی صورت میں نمودار ہوا اور وہ آگ کا شعلہ بن کر ان بے وقوفوں کے بدن پر گرا اور انہیں جلا کر خاک کر دیا۔ وصال ۲۴؍ شوال ۲۵۲ھ[1]

خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصریؒ

ٹھنڈا فرمائے اللہ تعالیٰ ان کا مرقد۔ آپ فطرتاً پرتو پذیر معشوق حقیقی تھے، دلوں کو اپنے فیوض سے نورانی بنا دیتے سترہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید و تحصیل علم دینی سے فارغ ہو کر ریاضت و مجاہدے پر کمر باندھی۔ دن رات میں چار ختم قرآن کر لیتے تیسرے یا چوتھے دن اپنے ہاں موجود شے سے افطار فرماتے، اور دنیا داروں کو اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ جب تیس سال اس طرح گذر گئے تو جہاں آفرین سے سوال کیا اور دعا کی بھی۔ خداوندا مجھے اپنی راہ دکھا۔ الہام ہوا کہ حذیفہ مرعشیؒ کو تلاش کر کے ان کے حلقہ بگوش ارادت ہو جاؤ۔ اس نوید شرافت کے ذریعہ شیخ حذیفہ مرعشیؒ سے ارادت اندوز سعادت ہوئے، ان کے مرید ہوئے۔

شیخ مرعشیؒ نے کہ حقیقت نگر و حقیقت بیں تھے، سعادت کے آثار ان کی پیشانی پر پڑھ کر خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ سات دن میں معشوقہ مراد و منظور نگر کو جلوہ گر پایا ۷؍ شوال ۲۸۷ھ میں عالم قدس کو سدھارے (تذکرۃ الاولیاء)

ہبیری حضرات ظاہری صفائی اور باطنی پاکی کے لیے مجرد و تنہا رہ کر جنگل اور پہاڑوں میں ریاضت و مجاہدوں سے وقت کو معمور رکھتے ہیں اور ندر و فتوح سے نظریں ہٹا کر جنگلی میوؤں اور خودرو گھاس کو نمک ملا کر تین چار یا پانچ دن بعد بطور افطار کھا لیتے ہیں، جب تک کوئی آدمی ان اوصاف سے متصف نہ ہو اسے حلقۂ ارادت میں نہیں لیتے۔

(لطائف اشرفی)

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء۔ تاریخ وفات۔ قطب الزماں بود سے نکلتی ہے (تذکرۃ العابدین)

خواجہ ممشاد، کریم الدین، علو دینوریؒ اسرار ایزدی سے آگاہ اور حسنِ مطلق کے دیدور تھے۔ دینور: دال کے زبر، یا کے سکون اور نون کے زبر کے ساتھ۔ اس کوہستان کا ایک شہر جو ہمدان و بغداد کے درمیان ہے۔ مشائخ عراق کو مقتدا سمجھ کر ان کی پیروی کرتے حفظِ قرآن مجید و تحصیل علوم دینیہ کے بعد اسباب تعلق کو توڑ کر رزاق حقیقی سے استدعا کی: میں تیری بارگاہ کا نیازمند ہوں لبسبب معیشتِ اولاد مجھے محتاج نہ بنا دینا۔ اسی وقت پردۂ غیب سے نکل کر ایک نورانی پیکر مختلف نعمتوں سے لبریز دستر خوان ساتھ لیے یوں گویا ہوا: جہاں (کائنات) کا پیدا گر یوں فرماتا ہے کہ اگر تیرے لڑکے اور لڑکیاں ہیں تو میرے بھی بندے اور مخلوق ہیں، دل سے غبارِ غم و ہم جھاڑ کر اپنے کام میں سرگرم کار ہو جا۔ آنحضرتؒ اس خوش خبری کے بعد فراغ خاطر کے ساتھ ریاضت و عبادت میں منہمک ہوئے کہ قرب ایزدی و اتصال مولیٰ کریم کا کا ذریعہ ہے، تیس سال سیر ہو کر پانی نہیں پیا، ہفتہ عشرہ میں چند قطرہ آب اور ایک کھجور سے افطار کر لیتے۔ آنحضرتؒ نے بچپن ـــ دودھ پینے کے زمانے۔ میں بھی کبھی روزانہ دودھ نہ پیا۔ گویا لڑکپن سے ہی روزہ رکھنے کی عادت شریفہ تھی۔ (تذکرۃ الاولیا) آپ کو اکسیر شرافت یعنی صحبتِ حضرت خضر علیہ السلام حاصل تھی۔ حضرت خضر نے ایک دن فرمایا: اگر درجۂ بلند ارجمند کی آرزو ہے تو حضرت ہبیرہ بصرہؒ کے ارادت اندوزِ سعادت ہو۔ بس اسی دریافت سے شرفِ بیعت حاصل کر کے چراغِ آگہی جلایا اور اجازت ارشاد پائی۔ کہتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے بھی خرقۂ خلافت ملا (سیر الاولیاص)

ایک دن آپ اپنے دولت کدے سے باہر نکلے اور کتا بھونکا۔ آپ کی زبان تقدیر پر کلمہ لا الٰہ آیا۔ کتا فوراً بے جان ہو کر گر پڑا (نفحات الانس ص)

ایک دفعہ آنحضرتؒ نے مشرکین کی ایک جماعت سے، جو پوجا کے لیے اپنے عبادت خانہ جا رہی تھی، فرمایا: اس قسم کی پوجا پاٹ سے کچھ تو شرم کرو۔ بات چوں کہ باثر تھی کام کر گئی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ آپ ہمیں اسلام کی راہ دکھایئے۔ آپ نے انہیں کلمہ شہادت کی تلقین کی، اور فیاض حقیقی کی بارگاہ میں دستِ سوال پھیلایا: جب تو نے دولت اسلام

سے سرفراز فرمایا ہے تو فیض کے دروازے بھی کشادہ فرما۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت حجاب اٹھا اور آپ لوح محفوظ کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے (تذکرۃ الاولیاء)

آپ فرماتے تھے کہ چالیس سال سے مجھے جنت اور اس کی نعمتیں دکھائی جا رہی ہیں۔ میں نے کبھی ان پر نگاہ نہ ڈالی۔ نیز فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے عارف کے سر میں ایک آئینہ رکھا ہے، جس وقت وہ اس میں دیکھتا ہے دیدار خداوندی سے بہرہ ور ہوجاتا ہے (نفحات الانس)

محمد بن خفیف کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس عالم میں دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہیں اور زبان اس طرح گویا ہے: یَا رَبَّ الْقُلُوْبِ یا ربّ القلوب۔ اس قدر ہی کہتے ہیں کہ آسمان اس قدر نزدیک ہوگیا کہ آپ کے سر مبارک کے قریب ہوگیا اور پھر وہ پھٹا اور آپ کو اٹھا لیا (نفحات) نقل ہے کہ آنحضرت ۲ محرم الحرام ۲۹۳ھ میں فردوسیوں سے جا ملے۔

حضرت شمس الدین خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتیؒ

جس کسی کو دیکھ لیتے اور عنایت فرماتے تو معشوقہ مراد و شاہد مطلوب کو بغل میں محسوس کر لیتا تھا اور پا لیتا تھا، اور جو کچھ آپ کی زبان گوہر بیان پر آتا فوارہ تقدیر سے جوش مارتا تھا یعنی وہ کام ہوجاتا تھا۔

جس وقت چشت (خراساں) کے باشندے آپ کی مسیحا نفسی سے اسلام کی سعادت و فیروز بختی سے بہرہ ور ہو کر حیات آشنا ہوئے تو آپ بغداد تشریف لائے اور شیخ علو دینوریؒ سے شرافت اندوزِ ارادت و بیعت ہوئے، شیخ دینوریؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ چشت جاؤ، اور وہیں ٹھہر جاؤ، سلطان فرستاقہ کی صلب سے ایک فرزند ہوگا، اور تم سے فیض حاصل کرے گا، تم خواجہ چشت ہوجاؤ گے۔ اس سے پہلے آپ ابو اسحٰق شامیؒ کے لقب سے مشہور تھے، اس دن سے ابو اسحٰق چشتی زبان زدِ روزگار ہوگئے۔ بزرگ تو تھے ہی چشت پر پرتو اجلال ڈالا اور مرشد محترم کے شگون اور ان کی پرتاثیر دعا سے سلطان فرستاقہ کی پشت سے شیخ ابو احمد ابدال چشتیؒ اس خاکدان ارضی میں آئے آنحضرتؒ سے تربیت حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ جس وقت آنحضرتؒ نظر سے پردہ اٹھا دیتے تو عرش کی بلندی سے زیرِ زمین تک سے دیدہ ور ہو کر آنسوؤں کو پلکوں میں گوندھ کر فرماتے: طالب دیدار اس پر اکتفا کہاں کرتا ہے اور خداجو کو اس قدر پر آسودگی نہیں ہوتی اور پھر شعر پڑھتے ؎

تر نہ گردد کام من گر ہفت دریا در کشد

شربتِ دیدار باید تشنۂ دیدار را

میرے کام و دہن سیراب نہ ہو پائیں گے خواہ ساتوں سمندر پی جاؤں۔ تشنۂ دیدار کو تو شربتِ دیدار ہی درکار ہوتا ہے۔

ایک دفعہ بارش کی بوند مروارید سے بھی مہنگی ہو گئی تو فرمانروائے وقت نے آپ سے دعاءِ بارش کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ مجلس سماع ترتیب دو اور بارش کا انتظار کرو جب حالتِ وجد میں میری آنکھ سے آنسو ٹپکنے لگیں، اس وقت بارش ہو گی، اور آپ کی کشت زارِ اُمید کو سرسبز و شاداب کر دے گی۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور پھر معاملہ ایسے ہی ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

کرامت کے قدم سے ہزاروں میل تھوڑی مدت میں طے فرما لیتے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

نقل ہے کہ چودہ محرم اور ایک روایت کہ دو محرم سنہ ؟۔ ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ کو مسافر ملکِ قدس ہوئے۔ آخری آرام گاہ عکہ بلادِ شام میں ہے رحمہ اللہ۔ عکہ کے چشتی مشرب دعوت و ہدایت خلق کے لیے شہر و دیہات میں مقیم ہو کر ریاضات و مجاہدات سے اپنے اوقات کو معمور رکھتے ہیں۔ اور فقر و فاقہ اختیار کر کے دنیا داروں کو اپنے ہاں پھٹکنے نہیں دیتے اور مجالسِ سماع سے محظوظ و شادکام ہوتے رہتے ہیں۔

سید قدوۃ الدین خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نورانی بنائے۔

مسندِ فقر کے صدر نشین، ملک ہمت کے کامرو (حکمراں) خزانۂ غیب پر۔ صاحب غیب کی رحمت سے۔ متصرف، اور بے شک و شبہ گنجینہ کے نگہبان۔

دس واسطوں سے سلسلۂ نسب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے: ابو احمد

ابدال چشتیؒ، سلطان فرسناقہ ابو احمدؒ، ابراہیم یحییٰؒ، حسینؒ، محمد المعالیؒ، ناصرالدینؒ، حسنؒ، عبداللہؒ حسن مثنیٰؒ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سلطان فرسناقہ کی بہن سے خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتیؒ نے فرمایا تھا کہ تمہارے بھائی کی صلب سے تسبیح ولایت کا دُر یگانہ جلوہ پذیر ہوگا۔ جو تصوف کے بلند سلسلوں کو نظم و زینت دے گا۔ مناسب ہے کہ اس کے ایام حمل میں کھانا پینا وجہ حلال کا ہو۔ آپ کے حکم و ارشاد کے مطابق سلطان کی بہن نے اپنی محنت سے حاصل شدہ رقم سے اپنی بھابھی کے کھانے پینے کا بندوبست کیا تا آنکہ ۲۶۰ھ میں خلوت کدہ رحم سے فضائے شہود میں آکر اس پاک باطن و عفت نہاد خاتون کی گود میں پرورش پائی (نفحات الانس ص)

کہتے ہیں کہ کبھی کبھی شیخ ابو اسحٰقؒ آپ کے بچپن میں آپ کے گھر نزول فرما کر گوہر بار ہوتے، اور کاشانۂ ہمایوں کو منور کر دیتے، اور حقیقت بیں نگاہ سے دیکھ کر ارشاد فرماتے:۔ بہارستان معرفت کا یہ پھول مشام جان کے لیے اس قدر جاں پرور ہوگا کہ اس کے کھلنے سے دماغ روزگار معطر ہوگا۔ اور آسمانِ ولایت کے اس نیّر درخشاں کے طلوع سے باطن کی چہرہ کشائی ہوگی، اور یہ خاندانِ قدس کا چراغ جہاں افروز بن کر ظاہر ہوگا (نفحات الانس ص)

سات سال کی عمر میں ہی آپ کو جذب خداوندی نے اپنے تئیں کھینچ لیا تھا، اور آپ کی ایسی حالت ہوگئی تھی کہ زمین سے عرش تک آپ کو کھلا نظر آتا اور الہام خداوندی سے سامعہ افروز ہوتے کہ۔ اے ابو محمد! تجھے گنجینۂ اسرار و خزانۂ غیب سے واقف کر کے میں نے اپنے دوستوں میں داخل کر لیا ہے۔

بیس سال کی عمر میں ایک دن والد ماجد کے ہمراہ شکار کھیلنے چلے گئے، اتفاقاً آپ والد ماجد اور ان کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے اور پھر نصیبہ کی یاوری سے آپنے شیخ ابو اسحٰقؒ شامی چشتی کو چالیس رجال الغیب کے ساتھ دیکھا۔ فوراً آپ کے دل میں جذبۂ خدا جوئی اور اس کے لیے ریاضت و مجاہدہ کا خیال آیا، ریاست کے مرکب سے اتر کر لباس سرداری پھاڑ کر خلعت فقر زیب تن کیا۔ اور شیخ کی اطاعت و فرمابرداری میں منہمک ہو گئے، باپ نے بہت کوشش کی کہ اس سے باز آجائے حتیٰ کہ قید و بند کی سزا بھی دی مگر کچھ سود مند نہ ہو سکی اور آپ نے شیخ کو نہ چھوڑا۔ (تذکرۃ الاولیا)

دن رات میں تین قرآن مجید ختم کرنے کا التزام رکھا۔ رات میں تلاوت کے وقت گھر بقعۂ نور بن جاتا۔ آپ نے ساٹھ سال تک تہجّد کی نماز کے بعد رب العزّت کی بارگاہ میں بکمال ابتہال اور تضرع وزاری کے ساتھ اُمت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے گناہ گاروں کے لیے دعا مانگی۔ ندائے غیب سے سامعہ افروز ہوتے: اے ابو احمد جہاں جہاں تیری سفارش ہوگی گناہ گاروں کو جنّت الفردوس نصیب ہوگی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک دفعہ دجلہ کے کنارے اپنی گدڑی کو سی رہے تھے کہ حاکم وقت کے فرزند نے جبینِ نیاز زمین پر رکھ کر نہایت ادب واحترام اور نیاز مندی سے ایک گرانقدر رقم خدمت گرامی میں پیش کی۔ آپ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے فرمایا: خداوندا جیسے تو نے اپنے اس بندے (مجھ کو باصرہ افروز بنایا ہے، حاکم وقت کے اس فرزند کو بھی دیدہ ور فرما۔ فوراً ہزاروں مچھلیاں سنہری دینار منہ میں رکھ کر پانی کی سطح پر تیرنے لگیں۔ پھر آپ نے فرمایا: جس آدمی کو خداوندی خزانہ کی کنجی مل جائے وہ اس طرح کی نقد کو نہ چھوئے گا۔

(سیر الاولیاء)

ایک دفعہ نمرود آئین کچھ یہودی آگ جلاکر دیندار لوگوں کو اس میں ڈال کر جلانے لگے۔ آپ بھی اس طرف آنکلے۔ کافر جمع ہو کر کہنے لگے کہ اگر اہل اسلام کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی تو یہ آگ اس کا نمونہ ہے، اس سے بھی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اور پھر ان بدبختوں نے آپ کو آگ میں جلانے کا ارادہ کر لیا۔ آگ فوراً ٹھنڈی ہوگئی۔ وہ سب شرمندہ ہو کر آپ سے معافی مانگنے لگے۔

ایک بار سلطان فرستاقہ کے میخانے پہنچ گئے اور وہاں رکھے ہوئے شراب کے مٹکوں کو توڑ کر شراب کو بکھیرنے لگے۔ خداوند میخانہ اس سے باخبر ہو کر اپنے غصّہ کو نہ پی سکا اور ایک بھاری پتھر چھت کے روشن دان سے آپ کے اوپر ڈالا۔ خدائے کریم کی حفاظت تھی کہ وہ پتھر ہوا میں معلق ہوگیا، روشن دان نے اسے راہ نہ دی، صاحبِ میخانہ شرمسار ہو کر آپ کی بزرگی کا قائل ہوگیا۔ (نفحات الانس ھ)

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ غرّہ محرم الحرام ۳۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار قصبہ کیم، نزد چشت میں ہے (نفحات الانس و تذکرۃ العابدین ص۱۱)

سیدنا ناصح الدین ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ: نگارستانِ حقیقت کے چہرہ افروز، پیکر معنی گویا آئینہ سے بنائے گئے تھے۔ قبل اس کے کہ آپ کا بدنِ خاکی روح قدس کے فروغ سے پرتو زندگی پائے آپ کے پدرِ بزرگوار شیخ ابو احمد نے آپ کی والدہ کو خبر دی کہ میرا یہ بچہ ذکر میں مشغول ہے، اور صبح سعادت کے شروع ہی میں ارادت اندوزِ بیعت ہوگا جس رات آپ پیدا ہوئے۔ تو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابو احمدؒ سے فرمایا: اس رات خواجہ محمد عالم شہود میں آکر سات دفعہ کلمہ طیبہ پڑھ کر تر زبان ہوگا۔ وہ حق تعالیٰ کا برگزیدہ اور دوست ہے انہیں میرا اسلام پہنچا دینا۔ جس وقت قران سعدین۔ دو خوش بختیوں کا اجتماع۔ واقتران نیرین دو درخشاں ستاروں کا ملاپ ہوا۔ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح لب کھولے۔ اور کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور شیخ ابو احمد کو سرور انبیاء علیہ و علیہم السلام کا حکم و ارشاد یاد دلایا۔ پھر شیخ ابو احمد نے سلام مرحمت پیام سرورِ انبیا علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام پہنچا دیا۔ اور آپ نے درود شریف پڑھ کر بولنا بند کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص)

آپ نے بیس سال کی عمر میں کمالات کسبی جمع کرکے اپنے والد بزرگوار کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر فیض رسانی شروع کی، ہمت بلند تھی دنیا سے کامل اجتناب فرماتے، اور لوگوں کو ترک دنیا کی ترغیب دے کر فرماتے: دنیا بہر حال چھوڑنی ہے تو تھوڑی سی مدت کے لیے اس میں دلچسپی کیوں لی جائے۔ آپ کے ایک بہن تھی، اس کے ہاں سے آپ کے کھانے اور کپڑے وغیرہ کا انتظام تھا۔ عبادت و ریاضت میں متواتر پینسٹھ سال مشغول رہے اور شادی کی مہلت نہ مل سکی (نفحات الانس)

ایک مرتبہ شیخ ابو احمدؒ کی نورانی محفل میں مطربان داستاں سرا نغمہ سنجی کر رہے تھے۔ کہ آپ: ابو محمد چشتیؒ کو زبردست وجد آیا۔ اور چھ دن رات سماع و وجد میں گذر گئے، خواجہ ابو احمدؒ نے نواز و نکو نے نوازی سے روکا تاکہ آپ کو افاقہ ہو، تو آپ نے حقیقت نگر آنکھیں

کھول کر فرمایا: نہیں نہیں رہنے دیجئے۔ نغمہ سرائی سے ان کے سامنے سے پردۂ غیب اُٹھ گیا تھا، تین رات دن پھر گرمیٔ سماع رہی تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ کے نور کی چمک سے اندھیری رات میں آپ کا گھر بقعۂ نور بن جاتا تھا۔ (تذکرۃ الاولیار ص)

مردان کا اُستاد آپ کا ارادت گزیں تھا، وضو کے لیے پانی اور ڈھیلے وغیرہ کی خدمت اس کے ذمہ تھی۔ اور اس خدمت کے ذریعہ سعادت اندوز ہوتا تھا۔ جب اسے اپنے وطن جانے کی اجازت مل گئی تو شرف حضوری سے علیحدگی کی طاقت اور آپ کے سراپا نور چہرۂ مبارک کی زیارت سے محرومی کی تاب نہ لاکر اپنی آنکھیں اشکبار کرلیں، پلکوں پر آنسوؤں کے موتی جمع ہوگئے۔ تو آپ نے اس کی یہ کیفیت محسوس کرکے، اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا جب بھی تمہیں میرے دیکھنے کی آرزو ہوگی تو جسمانی پردے اور مکانی دوری جیسے حجابات اُٹھ جایا کریں گے اور تمہیں میری زیارت ہوجایا کرے گی؛ چنانچہ اُستادِ مردانؒ فرماتے تھے کہ میں مقام شبخان سے چشت کو دیکھ لیتا ہوں۔ اور لکھا ہے کہ جب سبکتگین کے فرزند ارجمند سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جہاد کی خاطر بت کدۂ ہند سومنات کی جانب گئے تو لشکر اسلام کفار کے دباؤ سے ایک جنگل میں پناہ گزیں ہوا اور قریب تھا کہ شکست سے دوچار ہو۔ محمد کاکوؒ جو آپ کا عقیدت مند وارادت گزیں تھا، آپ کے اشارہ سے وہ چشت سے بقدم کرامت چل کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا اور پھر لشکر اسلام نے ایک بڑی جنگ لڑکر کفار کو شکست سے دوچار کیا (نفحات الانس ص) آپ ۹ رجب ۴۱۱ھ میں عالم بالا کو سدھارے۔ مزار قصبہ کیم میں ہے۔

ناصر الملۃ والدین خواجہ ابو یوسف چشتیؒ

پاک بنائے اللہ تعالیٰ آپ کی آرام گاہ، بزم محبت کے پیاسوں کے ساقی، نہانخانۂ دل کو انوار تجلی سے نورانی بنائے رکھنے۔ سلسلۂ نسب چودہ واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے: محمد بن سمعانؒ، ابراہیمؒ، محمدؒ، حسینؒ، عبداللہؒ، حسنؒ، امام نقیؒ، امام محمد تقیؒ، امام علی رضاؒ، امام موسیٰ کاظمؒ، امام جعفر صادقؒ، امام محمد باقرؒ امام زین العابدینؒ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ شیخ احمد ابدال چشتیؒ کی دختر نیک اختر ہیں۔ وہ پارسا خاتون ایزد پرستی میں اس قدر مستغرق تھیں کہ انہیں نکاح کا خیال تک نہ آیا اس باعث وہ دوشیزگی کی زندگی گذار رہی تھیں ایک دفعہ اس عفت شعار خاتون کے والد بزرگوارؒ نے ان کے بھائی اور اپنے بیٹے۔ خواجہ محمدؒ سے عالم مثال میں فرمایا کہ اپنی بہن کا نکاح محمد بن سمعانؒ کے ساتھ کر دو، جو کسبی و وہبی فضائل جمع کر کے ولایت شام میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ خواجہ محمد سمعانؒ کو وہاں سے بلا کر اپنی بہن ان کے عقد میں دے دی۔ اور چشت میں بسا دیا۔

آپ ۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے، ماموں جانؒ، خواجہ محمدؒ نے کہ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی بیٹا بنا کر رکھا پرورش کی اور علوم رسمی کی تحصیل کرائی۔ اپنی قسمت کی یاوری اور بخت ارجمند کی بلندی سے خواجہ محمدؒ کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے (نفحات الانس ص)

پچاس سال کی عمر میں آپ نے ریاضت و مجاہدے کے خیال سے ارادہ کیا کہ حاجی مکی مرحومؒ کے مزار کے پاس خلوت کدہ بنائے۔ غیبی اشارہ سے وہ مبارک جگہ، جو آپ کے چلّہ کے نام سے مشہور ہے۔ پسند کی۔ اور وہاں زمین دوز تہ خانہ بنانا چاہا، لوگوں نے کدال پھاوڑے سے زمین کھودنی چاہی مگر زمین اس قدر سنگلاخ تھی کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ نے اسے اشراق اور چاشت کے درمیانی وقفہ میں تیار کر لیا۔ اور اپنا زاویہ بنا لیا۔ بارہ سال آپ نے یاد خدا سے اپنا وقت معمور رکھ کر اس زاویہ میں بسر کئے، غلبہ سکر و استغراق اس قدر تھا کہ وضو کرتے وقت بے خود ہو جاتے کہ خادم آپ کے اعضا پر پانی ڈالتا اور آپ کو خبر نہ ہوتی۔ ایک دو گھڑی بعد آپ خود سے وضو پورا فرماتے (نفحات الانس ص)

منقول ہے کہ ایک دن خواجہ ابو یوسف چشتیؒ راستے میں چلے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں چند لوگ نظر پڑے جو ایک مسجد تعمیر کر رہے تھے مگر جو کڑیاں مسجد کی چھت کے لیے لائے وہ موازنۂ عمارت سے چھوٹی تھیں، لوگ حیرت میں تھے کہ اب کیا کریں اسی حیرت و پریشانی کے وقت خواجہ وہاں پہنچے اور ان کی وجہ پریشانی معلوم کی۔ جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ فوراً گھوڑے سے اتر آئے اور مسجد کی دیوار پر چڑھ کر کڑی کا سرا اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر دیوار پر رکھا۔ اب جو اندازہ کیا تو کڑی اس طرف سے پوری ایک گز مسجد کی عمارت سے بڑھ

گئی جس طرف سے خواجہ نے ہاتھ لگایا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ کڑی گز بھر عمارت مسجد سے باہر ہے۔ (سیرالاولیار ص۴۷)

۳ رجب ۴۵۹ھ میں عنصری بوجھ سے ہلکے ہو کر جنت الفردوس کو سدھارے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ الابرار

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ بن خواجہ یوسف چشتیؒ قدس اللہ سرہما

اپنے فیض کا دریا دنیا والوں پر کھولے رکھتے، خدادوست، اور خدا جو افراد و اشخاص کو محنت و مجاہدہ کرا کے نزہت گاہ مشاہدہ تک پہنچا دیتے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے علوم دینیہ کے حصول میں مشغول ہوئے اور چھبیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کی مسند ارشاد پر بیٹھے۔ اور ریاضت و مجاہدہ اور مسند نشینی کی برکت سے بالکل دوسرے عالم میں پہنچ گئے۔

سرخیل اولیاءؒ کرام شیخ احمد جامؒ سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا ہے اور انہیں کے اشارے پر چار سال بلخ و بخارا میں رہے اور وہاں کے علمی و روحانی سرچشموں سے سیراب ہوئے۔ وہاں کے دورانِ قیام بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں اور عجیب و غریب آثار دکھائی دیئے اور اس قدر کہ عاجز زبان اور کوتاہ قلم ان کے احاطہ کرنے سے مجبور ہے۔ زاں بعد چشت میں قیام کیا اور سالکوں کی تربیت اور مستعدان ایزد شناس۔ خدا کو پانے کے لیے بے تاب و تیار افراد ۔۔ کی تکمیل میں مصروف ہو گئے، اطراف و جوانب سے لوگ جوق در جوق ارادت و عقیدت مندی سے آپ کے آستانہ عالیہ پر آ آ کر کامیاب آرزو ہوئے۔

(نفحات الانس ص)

قبتہ الاسلام بخارا جب آپ کے فیض بار وجود سے مہبط انوار ہو گیا۔ اور عوام و خواص کی عقیدت مندی میں اضافہ ہی ہوتا رہا تو وہاں کے حاکم نے خلل سلطنت کے اندیشہ سے کچھ ترک سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ بخارا سے آپ کو نکالیں۔ وہ اپنے حاکم کی تعمیل حکم میں آپ کو محفل سے اٹھا کرلے جاتے تھے۔ اور آپ وہیں موجود ہوتے۔ اور لوگ اس محفل میں

اسس کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس طرح بارہ گروہ آپ کو بخارا سے نکالنے میں مصروف ہوئے مگر آپ محفل سے باہر نہ جا سکے، بخارا تو پھر بڑی آبادی تھی۔ (کشف الاولیاء)

خواجہ احمد یسویؒ زیارت حرمین کے ارادے سے نوّے ہزار مریدوں کے قافلہ کے ساتھ پابرکاب ہوئے، جب موضع چشت سے متصل دریا کے کنارے پہنچے، تو آپ شیخ احمد یسویؒ کی مزاج پرسی کی نیت سے اس طرف متوجہ ہوئے۔ اتفاقاً ایک ویران جنگل میں یاموددیاموددد کی آواز سے آپ سامعہ نواز ہوئے، اس کی تلاش کی تو ایک سانپ کو دیکھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور یہ نام کس کا ہے؟ جسے تو نے وردِ زبان بنا رکھا ہے۔ سانپ نے زبان بے زبانی سے عرض کیا میں اندھا ہوں اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ خداوند کریم سے جو ساری دنیا کے کام بناتا ہے۔ میں نے اپنی بینائی کا سوال کیا۔ حکم ملا کہ ہزار سال بعد ایک برگزیدہ بندہ پیدا کروں گا جس کا نام مودود ہوگا، وہ تیرے یہاں سے گزرے گا۔ ان سے دعا کی التجا کرکے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا، سو آج وہ وعدہ کا دن ہے، مجھے ان کا سخت انتظار ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ میں ہی مودود ہوں۔ اندھا سانپ نیاز مندی سے عرض کرنے لگا کہ میرا کام کیجئے۔ آپ نے اس کا مقصد پورا کرکے اپنی راہ لی، شیخ احمد یسویؒ نورِ باطنی کے ذریعہ مطلع ہوکر۔ کہ آپ ان کے استقبال کو آرہے ہیں۔ آپ کا استقبال کرنے چل دیئے، راستے میں ایک دیوار دیکھ کر اس پر سوار ہوئے اور ایک سانپ کو۔ جو دیوار میں منہ چھپایا ہوا تھا۔ تازیانے کے طور پر ہاتھ میں لیا، آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر مصلّا پانی پر ڈالا اور استقبال کو چل دیئے، دریا کے بیچ میں ان خوش بختوں کا اجتماع ہوا، ایک خیمہ میں جاکر بزمِ موانست آراستہ کی آپ نے حرمین شریفین کے احترام اور لوگوں کی کثرت و اژدہام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ارادے سے آپ رک جایئے۔ جب آپ کی بات تسلیم نہ کی گئی تو فرمایا: اگر آپ کی مراد یہیں پوری ہو جائے تو؟ کیا یہ چیز آپ کے رک جانے کا سبب بن سکتی ہے۔؟ خواجہ احمد یسویؒ نے خوش ہوکر آپ کی یہ فرمائش قبول کرلی۔ آپ نے دستِ کرامت دراز کیا اور کعبہ مطہرہ کو مغرب سے مشرق میں لے آئے، خواجہ احمد یسویؒ نے ساتھیوں سمیت زیارتِ کعبہ کی سعادت سے مشرف ہوکر طواف کعبہ کا ثواب بھی حاصل کر لیا۔ تین دن تک

شیخ احمد اور ان کے نو ہزار ساتھیوں کی دل کھول کر ضیافت کی، ہر طرح کا کھانا پینا اپنے دولت کدے سے لاکر ہر ایک کو پہنچاتے تھے[1]۔ (کشف الاولیاءؒ)

منقول ہے کہ جب خواجہ مودود چشتیؒ کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہوتا تو فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کو خواجہ کی نظر کے سامنے لاکر رکھ دیتے خواجہ موصوف نہایت شوق و ذوق سے طواف کرتے اور انتہائی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے۔ جب آپ نماز و طواف سے فراغت پالیتے تو فرشتے خانہ کعبہ کو اُٹھائے جاتے (سیر الاولیاء اردو ص۴۸) جب آپ پر وجد طاری ہو جاتا تو گھڑی دو گھڑی کے لیے لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے (تذکرۃ الاولیاءؒ) اور جو آدمی آپ کی خانقاہ میں تین دن قیام کر لیتا کرشمۂ تقدیر سے اس کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

منقول ہے کہ خواجہ مودود چشتیؒ چند روز بیماری کی زحمت میں مبتلا رہے۔ اثنار مرض ایک اجنبی، جس کی صورت سے ہیبت ورعب ٹپکتا تھا۔ خواجہ کے پاس آیا اور ایک ریشم کا لکھا ہوا ٹکڑا خواجہؒ کے مبارک ہاتھ میں دیا، آپ نے پہلے اس کا مطالعہ کیا، پھر آنکھ پر رکھ لیا۔ اور جان جاں آفریں کے سپرد کی[2] دفعتًا عالم میں ایک شور وغل اور کہرام مچ گیا کہ خواجہ مودودؒ دنیا سے اُٹھ گئے۔ آپ کے معتقدین و مریدین نے تجہیز و تکفین کے بعد خواجہؒ کا جنازہ اُٹھانا چاہا

---

[1] سلیقہ سے کوئی کام کیا جائے تو اس میں خیر و برکت ہو جاتی ہے نوے ہزار آدمیوں کو کھانا بظاہر اچنبے کی بات معلوم ہوتی ہے مگر جب سلیقہ کی خیر و برکت ذہن میں رہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کعبہ مطہرہ کا اپنی جگہ سے ہلنا بھی کرامت ہے۔ علمار امتی کا نبیار بنی اسرائیل (الحدیث) میرے اُمت کے علمار صلحار بنی اسرائیل کے انبیارؑ جیسے ہیں یعنی نبی نہیں مگر ان جیسے کام کریں گے اور ولی کی کرامت ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی کا معجزہ۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

[2] آپ کی وفات غرۂ ماہ رجب ۵۲۷ھ یا ۵۵۳ھ مزار شریف چشت میں ہے آں جنت الاولیا بود سے تاریخ وفات ظاہر ہے۔ (تذکرۃ العابدین ص۱۳)

۱۲،۴۷،۳۲،۴۱۱،۵۱
۵۵۳ھ

مگر جنازہ کو اپنی جگہ سے جنبش تک نہ ہوئی اور انہیں اُٹھایا نہ جاسکا۔ اس تعجب انگیز واقعہ سے تمام حاضرین حیرت زدہ ہو گئے۔ اس کے کچھ دیر بعد ایک دہشت ناک آواز لوگوں کے کانوں میں پہنچی جس سے ان کی حیرت دو چند ہو گئی۔ سب لوگ پرے ہٹ گئے، اور مردان غیب نے آکر آپ کی نماز جنازہ پڑھی، ان کے غائب ہو جانے کے بعد حاضرین نے نمازِ جنازہ پڑھی اور بحکم خداوندی خواجہؒ کا جنازہ ہوا میں اُڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ یہ تعجب خیز اور قابلِ دید منظر تھا کہ جنازہ آگے آگے ہوا میں اڑا چلا جاتا تھا اور بے شمار مخلوق اس کے پیچھے پیچھے چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جنازہ ہوا سے اُتر کر وہاں ٹھہرا خواجہؒ کو منظور اور پسند تھا۔ خواجہ کی یہ کرامت دیکھ کر اس روز ہزاروں غیر مسلم دولت اسلام سے سرفراز ہوئے اور اسلام کے مقدّس و پاک دین و مذہب کے آگے گردن تسلیم خم کر دیں۔ (سیر الاولیاء ۴۹)

ایک رات عالم واقعہ میں سرور آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم نے آنحضرتؒ کے فرزند کا نام لے کر فرمایا: اے خواجہ احمد! اگر تمہیں ہماری ملاقات کا شوق نہیں تو ہم تمہارے مشتاق ہیں۔ صبح ہوئی اور اس نے تین ساتھی لیے اور اس طرح زیارت حرمین کو چل دیئے کہ کوئی پہچان نہ سکے احرام باندھا اور کعبہ کے سامنے سجدہ کر کے فائز المرام ہوئے اور روضۂ قدسیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور چھ ماہ تک وہیں مجاورت کی، حرم نبویؐ کے خدمت گزار آپ کی مداومت و مواظبت سے سرگراں ہو کر آپ کے درپے آزار ہو گئے۔ روضۂ مطہرہ سے آواز آئی۔ جسے حرم نبویؐ کے ہر سعادت مند خدمت گزار نے سُنا: خواجہ احمد ہمارے مشتاقوں میں سے ہیں (نفحات الانس ص)

خواجہ حاجی شریف زندنی قدس اللہ سرہٗ

پردۂ کشف کے بھیدوں کے حریف اور دلوں کی جانچ پڑتال کے دیدہ ور ماہر تھے، چالیس سال جنگلی میووں اور پہاڑی جڑی بوٹیوں پر گزر کر کے بحالتِ تجرد جنگلوں میں طاعاتِ الٰہی وریاضت و مجاہدہ میں بسر کیے۔ ایک آدمی نے کچھ درہم و دینار بطور نیاز آپ کی خدمت میں پیش کیے، آپ نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں اور فرمایا: ذرا جنگل کی طرف دیکھو۔ دیکھتا کیا ہے؟ کہ سونے کا دریا جنگل

میں بہہ رہا ہے۔ پھر فرمایا: جو آدمی خزانۂ غیب کا دیدہ ور ہو وہ لوگوں کے مال پر لالچ کی نگاہ نہیں ڈالتا۔

ایک شخص نے دریا کے کنارے کچھ دینار آپ کی نذر کیے، آپ نے وہ قبول نہ کیے اور فرمایا: انہیں اٹھائے۔ جب اس کی ہمت نہ ہوئی تو دریا کی طرف اشارہ کیا۔ ہزاروں مچھلیاں دینار منہ میں لے کر پانی کے اوپر آکر تیرنے لگیں، وہ نیاز مند دریائے حیرت میں غرق ہوا اور امواجِ عبرت سے زیر و زبر ہو کر اپنے لائے ہوئے دیناروں کو قابو میں کیا۔ نقل ہے کہ آپ نے تیرھویں رجب ۵۶۱ھ [1] کو انتقال فرمایا۔

نقل ہے کہ ایک آدمی نے سلطان سنجر کو ان کی وفات کے بعد عالمِ مثال میں دیکھا اور پوچھا: فرمایئے کیسی گذری؟ کہنے لگے کہ عذاب کے فرشتوں نے میرے تمام گناہ میری نگاہوں میں لاکر مجھے گرفتار کیا کہ جہنم میں لے جائیں، اسی وقت فرمانِ خداوندی فرشتوں کو ملا، جو تھوڑے کو بہت سمجھتا ہے اور بہت معافی و بخشش کرتا ہے، کہ اسے چھوڑ دو کیوں کہ انھوں نے جامع مسجد دمشق میں حاجی شریف زندنی سے ملاقات کی ہے، اس باعث مجھے چھٹکارا ہوا اور مجھے بخش دیا گیا (سیر الاولیاء)

خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز

بادیۂ محبت کے رہ نوردوں کو ولایت کی نگرانی میں منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے، اور غفلت کے ماروں کو عزم و ہمت سے معرفت کی بلندی پر لے جاکر استواری و پائیداری ارزاں فرماتے، آپ نے ستر سال ریاضت و مجاہدوں کے دوران سیر ہوکر نہ کھایا نہ پیا۔ دن رات میں دو قرآن مجید ختم کرنے کا وظیفہ تھا۔ ایک دفعہ بغداد کے راستہ میں آپ نے اپنے سعادت مند مرید فخر الدینؒ کو ایک آتش کدہ سے آگ لینے بھیجا۔ جس میں روزانہ بیس بنڈل لکڑیوں کے جلائے جاتے تھے۔ تاکہ روزہ افطار کرنے کے لیے کچھ روٹی پکائے، آتش کدہ (آگ کے الاؤ) کے منتظم نے آگ لینے کی اجازت نہ دی، جب آپ کو

---

(۱) تذکرۃ العابدین

اس کی خبر ہوئی، تو آپ نے مجیٹھا سے، جو وہاں کا منتظم تھا، فرمایا: خدائے حی ولازوال کی عبادت چھوڑ کر تم جو آگ کی پوجا پاٹ میں لگے ہو، جو پانی کے ایک قطرہ سے بجھ جائے۔ مٹی سے کچلا جائے، ہوا سے منتشر ہو کر پھیل جائے، اس میں آخر کیا منفعت دیکھی؟ مجیٹھا نے کہا: ہمارے دھرم میں پوجنے کے قابل آگ ہی کو سمجھتے ہیں، جو کہ جوہر علوی اور عنصر لطیف ہے۔ بے ساختہ آپ کی زبانِ حقیقت ترجمان پر آیا کہ ساہا سال سے تم اس کی پرستش کر رہے ہو۔ کیا تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ گھڑی دو گھڑی اس کے اندر رہ جاؤ، اور اس کی تپش سے محفوظ رہو۔ اس نے کہا کہ آگ کی خاصیت جلانا ہے، کس کی مجال کہ اس میں جائے۔ آپ نے ان کی گود سے ان کا سات سالہ بچہ لیا اور آیت کریمہ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ تلاوت کی اور آگ میں داخل ہو گئے، منتظم نے شور مچایا۔ آپ اس میں چار گھنٹے کے قریب ٹھہرے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح نہایت اطمینان سے اس میں بیٹھے رہے، پھر باہر آئے۔ جب بچے سے آگ کی سختی کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ وہاں سوائے مختلف قسم کے خوشبودار سبزہ زاروں، ٹھنڈی ہواؤں اور رنگ برنگے پھولوں کے کچھ اور دکھائی نہیں دیا۔

اندر آ۔ اسرار ابراہیم بین کو در آتش یافت سرو و یاسمین

آگ میں آ۔ اور ابراہیم کے اسرار کا مشاہدہ کر جنہیں آگ کے الاؤ میں سرو و یاسمین دستیاب ہوئے۔

منتظم نے بچہ کی گفتگو اور آپ کی اس جرأت سے متاثر ہو کر تکبر کا سر عجز و انکساری کی زمین پر رکھا، اور اسلام کی چادر کاندھے پر ڈالی۔ آپ نے ان کا نام عبداللہؒ اور بیٹے کا نام ابراہیمؒ رکھا آپ کی تربیت کے ذریعہ شرفِ ولایت سے بہرہ مند ہوئے، آتش کدے کو ڈھا کر وہاں اپنے لیے آخری آرام گاہ بنائی۔ وہ مبارک سرزمین سے مشہور ہوئی، آپ وہاں دو سال ٹھہرے اب بھی وہاں آپ کی خانقاہ اور حجرہ آپ کی یادگار ہے۔ (سیر العارفین)

خواجۂ خواجگان حضرت شیخ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیاحت کے دوران سعادت صحبت سے بہرہ مند ہوا۔ ایک دریا پر پہنچے، وہاں کشتی نہ تھی، آپ نے مجھے حکم دیا کہ آنکھیں بند کر لوں۔ صرف آپ کی تابعداری میں خود کو اور شیخ کو دریا کے اس

پارو یکھا۔ ستر کافروں نے رات کی تاریکی میں مشورہ کیا اور ہر ایک اپنے دل میں مختلف کھانوں کی آرزو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا، آپ نورِ باطنی سے ان کی پوشیدہ کیفیات محسوس فرما کر بولے: علمِ غیب تو صرف خدا تعالیٰ کو ہے، اس کے برگزیدہ بندے اس کی عنایت وکرم سے چھپی باتوں کا ادراک کر لیتے ہیں۔ اور پھر ارشاد ہوا: اپنے اپنے گھر جاؤ، آپ لوگوں کی دلی مراد پوری ہو گی، ہر ایک اپنے اپنے گھر چلا گیا اور پہنچ کر ہر ایک باصرہ افروز ہوا کہ آنحضرتؒ ہاتھ اٹھا اٹھا کر غیب سے ہر ایک کے گھر اس کا پسندیدہ کھانا پہنچا رہے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے خوارق خلافِ عادت ومعمول کام ــ اور دیدہ وری دیکھ کر نورِ اسلام سے منوّر ہوئے اور آپ کی صحبتِ فیض منقبت سے درجہ ولایت کو پہنچے۔ آپ کی صحبتِ کیمیا اثر نے وہ کام کیا۔ جو ریاضت ومجاہدوں سے بھی تھوڑے عرصہ میں انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔

نقل ہے کہ نغمہ سننے سے آنحضرتؒ سرگرمِ وجد وذوق ہو جاتے تھے، دانشوروں کا رئیس بولا: آنحضرتؒ کو بذریعہ علمی مناظرہ سامعہ افروزیٔ نغمہ سے باز رکھیں۔ جب آپ کے سامنے وہ مناظرہ کے لیے آئے تو دانشوروں کے ضمیر کی تختی سے دانش کے آثار مٹ گئے کہ حروفِ ہجا پڑھنے سے بھی عاری وعامی ہو گئے، اور اپنی نادانی وکم مائیگی کا اعتراف کر کے عذر ومعذرت کی۔ اور آپ سے فیض یاب ہونا چاہا اور آپ کے ارادت مندوں کے حلقہ میں آ گئے آپ کی بابرکت توجہات سے گھڑی بھر میں علمِ کسبی ووہبی سے دیدہ ور ہو گئے۔ اور آپ کے فیوض سے مالامال ہو کر اہلِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھا آدمی، جس کا جامِ زندگی لبالب بھر چکا تھا آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا کچھ مضمحل وپریشان دکھائی دے رہے ہو؟ بوڑھے نے عرض کیا کہ چالیس سال ہوئے میرا فرزند گم ہو گیا ہے، معلوم نہیں زندہ بھی ہے کہ نہیں؟ آنحضرتؒ نے سر جھکا کر فرمایا: گھر جاؤ اور بچّہ کو دیکھو۔ جب وہ گھر آیا تو اپنے گم شدہ بچے کو موجود پایا، جب دونوں باپ بیٹے آپ کی خدمت میں پہنچے تو لڑکے نے اپنی گذشت سنائی کہ جنوں نے مجھے زنجیروں میں باندھ کر ایک جزیرہ میں رکھ چھوڑا تھا۔ ایک خرقہ پوش ہستی، بالکل آپ جیسی، نے مجھے زنجیر سے آزاد کیا اور فرمایا: آنکھ بند کرو۔ مجرد تعمیلِ ارشاد میں

اپنے گھر پہنچ گیا۔ ہر شوال ۶۱۶ھ کو مکہ مکرمہ میں وصال ہوا۔[۱]

خواجہ خواجگان حضرت معین الملۃ والدین برد اللہ مضجعہ اللہ تعالیٰ نورانی بنائے ان کا ٹھکانہ، طالبانِ خدا کے گلستانِ آرزو کو اپنے فیوض کے آبشار سے شاداب و سیراب فرماتے۔ اور دانش جویانِ معرفت کے نہالستانِ اُمید کو چمن پیرائے ہدایت سے سرسبز و بار آور کرتے تھے۔ سلسلۂ نسب اٹھارہ واسطوں سے سرور آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

۵۳۶ھ میں سجستان کے قصبہ سنجر میں خلوت کدہ رحم مادر سے اس تماشہ گاہ عالم میں جلوہ افروز ہوئے، خراسان میں نشو و نما پائی۔ اور پندرہ سال کی عمر میں، جو جوانی کا ابھار اور زندگی کی بہار کا وقت ہوتا ہے، حادثۂ پدرِ بزرگوار سے دو چار ہوئے چوں کہ قدسی نہاد تھے، اس لیے ہوا و ہوس سے یکسو ہو کر بلند فطرتی سے آبائی طریقہ میں مشغول ہو گئے زہد و تقوی کو شعار بنا لیا، معاشی ضروریات باغ کے محصول اور پن چکی سے، جو باپ کے ترکہ میں آپ کو ملی تھی، پوری ہو جایا کرتی تھی۔

بختِ خوش نصیب کی ارجمندی، طالع درخشاں کی بلندی اور جذب ایزدی سے بہرہ مندی کہ شیخ ابراہیم قندیزیؒ نے آپ کے باغ کو اپنے قدوم میمنت لزوم۔ سراپا خیر و برکت آمد۔ سے بہار کی نزہت و تازگی بخشی۔ آپ نے مزاج پرسی کے بعد نیاز مندی سے انگور کا ایک خوشہ لا کر سامنے رکھا، شیخ نے چند انگور منہ میں ڈالے اور آدھا کھا کر اور منہ سے نکال کر آپ کو کھانے کے لیے دیئے آپ نے سعادت مندی سے وہ کھا لیئے۔ ان کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ غنچۂ آرزو فیضان الٰہی سے کھل اٹھا۔ سارے اسباب چھوڑ کر سمرقند کی راہ لی۔ اور بخارا پہنچے، علوم دینیہ حاصل کیے، قرآن مجید حفظ یاد کیا اور باون[۵۲] سال کی عمر میں قصبہ ہرون پہنچے، جو نیشاپور کے نواح میں ہے، وہاں ارباب معرفت کے نقاد خواجہ عثمان

---

(۱) مخطوطہ میں صرف ماہ وفات درج ہے سال وفات درج نہیں یہ (”تذکرۃ العابدین) سے ماخوذ ہے اسی میں مذکور ہے کہ ”تاج الاصفیا“ سے ۶۱۷ھ تاریخ وفات نکلتی ہے۔

ہارونیؒ کو تلاش کر کے ان کے حلقۂ الادت میں داخل ہو گئے۔ صرف خواجہؒ کے فرمان عالی سے تحت الثریٰ سے جلال و جبروت تک ساری کائنات منکشف ہو گئی، اور خواجہ کی دو انگلیوں سے، جو حقائق کو نبیہ والہیہ کی آئینہ تھیں اٹھارہ ۱۸۰۰۰ ہزار عالم کی رویت سے سرفراز و دیدہ ور ہو گئے ڈھائی سال اور ایک روایت میں ساڑھے چھ ۲/۱ ۶ ماہ خواجہ ہارونیؒ کی صحبت اکسیر اثر میں رہ کر ریاضات شاقہ کیں، چنانچہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم فرماتے، ایک مثقال کی برابر ۶ ماشہ ۲/۱ ۵ گرام۔ کی روٹی پانی میں تر کر کے سات دن بعد افطار کرتے تھے۔

منقول ہے کہ جب رونق بخش مسند ارشاد خواجہ عثمان ہارونیؒ نے حج کے موقع پر طواف کیا تو آپ کو میزاب رحمت کے نیچے کھڑا کر کے بارگاہ خداوندی میں دست سوال کھولا۔ غیب سے آواز آئی کہ معین الدینؒ ہمارا پسندیدہ ہے۔ اور جب روضہ مطہرۂ نبویؐ کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور درود و سلام میں رطب اللسان ہوئے تو جواب میں ہوش کے کانوں سے سُنا: اے معین الدینؒ تو نے بلند درجہ پا لیا (تذکرۃ الاولیاء)

خواجہ عثمان ہارونیؒ فرماتے تھے: ہمارا معین الدین محبوب و معشوقِ حقیقی ہے، اور آپ کی عقیدت و ارادت پر فخر فرماتے تھے (سیر العارفین) جب آپ خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے تو آپ کو رخصت ملی، موضع شیخان میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ساتھ ڈھائی ماہ تک ہنگامۂ صحبت گرم رکھا۔ اور جیلان پانچ ماہ سات روز عمدۂ اولیاء کرام شاہ محی الدین عبدالقادرؒ کے ساتھ بزم موانست رکھی اور فیضان گوناگوں سے بہرہ ور ہوئے، اب تک وہاں آپ کا حجرہ زیارت گاہ پیر و جوان بنا ہوا ہے، بغداد میں شیخ ضیاء الدینؒ کے ساتھ وقت گزرا، جو سلسلۂ سہروردیہ کے محرک اول ہیں۔ ان دنوں شیخ اوحد الدین کرمانی بھی وہاں تھے، ان سے بھی خوب خوب صحبتیں گرم رہیں، اور ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانیؒ کے ہمراہ قران السعدین ہوا، سپاہان میں قطب الاقطاب شیخ محمود اسپہانیؒ، اور تبریز میں شیخ ابو سعیدؒ۔ مرشد شیخ جلال الدین تبریزیؒ۔ اور میہنہ میں شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے ملاقات ہوئی، اور استرآباد میں شیخ ناصر الدین استرآبادیؒ سے شرف نیاز حاصل کیا۔ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر و شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ان کی ہم نشینی پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور غزنی میں شیخ عبدالواحدؒ کو دیکھا

جو شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ کے شیخ ہیں۔ (سیر العارفین)

خواجہ قطب الملۃ والدینؒ سے منقول ہے: بیس سال تک آنحضرتؒ کی سعادتِ صحبت حاصل رہی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ فتوح و نیاز پر نظر گئی ہو۔ خادم ضرورت کے وقت، جو دو دن کے مصارف لیا کرتا تھا، مصلے کے نیچے سے نقد لے کر وابستگان: وظیفہ دار، مسافر اور زائرون کے کام پورا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین کی زبان گوہر بار پر آیا، جو سفر و حضر میں سلطان الہند کے ساتھ رہتے تھے، کہ آپ کے ساتھ رہ کر کبھی بھی میں نے آپ کو کسی پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا۔ مگر ایک دن جب ایک شخص نے شیخ علیؒ کو، جو آنحضرتؒ کے ارادت مند تھے، سختی سے پکڑ کر کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کروگے چھوڑوں گا نہیں۔ آنحضرتؒ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ جب اس نے آپ کی بات نہ مانی تو غضب ناک ہو کر چادر مبارک دوشِ ہمایوں (کاندھے) سے لے کر زمین پر ڈال دی۔ اس قدر دینار اس میں سے گرے کہ زمین سنہری ہو گئی، پھر فرمایا اپنے مطالبے کے مطابق لے لے۔ اس دینار پرست نے اپنے مطالبے سے زیادہ اٹھالیں فوراً اس کا ہاتھ خشک ہو گیا، معافی مانگی تو ہاتھ درست ہوا۔ جس وقت آنحضرتؒ حاکم سبزوار یادگار کے نظر فریب باغ میں فروکش ہوئے، اتفاقاً اسی دوران اس زیاں کار کا ارادہ ہوا کہ باغ میں ایک جشن منائے اور غلاموں کے ذریعہ جام و مینا کا دور چلے۔ ملازم بہترین قالین اور چاندنیاں، منزل کو دل کش اور نشیمن کو نشاط افزا بنانے کے لیے لے گئے۔ آپ کے ایک ہمراہی نے عرض کیا کہ اس کمترین کے دل میں یہ بات آئی کہ ظالم رافضی کے باغ سے باہر نکل چلیں، آپ کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی، اور فرمایا: جاؤ درخت کے نیچے بیٹھ جاؤ۔ فرش بچھانے والوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کو تشویش میں ڈالیں۔ جب یادگار نے آنحضرتؒ کو دیکھا تو بے اختیار مرگی زدہ کی طرح لرز گیا اور اس کا رنگ بنفشئی ہو گیا، دور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، جب اس پر آپ کی نگاہِ جلال پڑی، بیہوش ہو کر پیروں کے بل گر گیا اس کے دوست احباب حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اس پر حوض کا پانی ڈالو، فوراً ہوش میں آگیا۔ اور سر نیاز زمین ادب پر رکھا۔ آنحضرتؒ نے پوچھا: رفض سے برگشتہ ہوا کہ نہیں؟ کبریائی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہنے لگا۔ بالکل تائب ہو گیا۔ اور پھر بہرہ وری سے اعتراف اندوز

اور عقیدت مند ہوگیا۔ اور جو کچھ نقد وجنس رکھتا تھا، آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے فرمایا: جن کے حقوق مارے ہیں انہیں دو، اور انہیں خوش کرو تاکہ حق تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے اور پھر اس توبہ پر استقامت مرحمت فرمائے۔ اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اسباب تعلق سب بکھیر دیئے۔ بیوی بچوں سے جدائی اختیار کر کے آنحضرت کی یمن ہمت سے درجۂ ولایت پایا، اس کے دوستوں کو بھی توبہ واستغفار کی توفیق ہوگئی (سیر العارفین)

نقل ہے کہ آنحضرت سیاحت کے دوران تیر کمان سے شکار کر کے سدِ رمق کر لیتے تھے، ایک دفعہ بلخ کے نواح میں کلنگ کا شکار ہوا۔ اس کے کباب بنائے گئے اتفاقاً حکیم ضیار الدین حامدؒ بھی وہاں پہنچ گئے، جو اپنی کور باطنی سے صوفیاؒ ر کو گری نگاہ سے دیکھتے تھے اور تصوف کو نقصان وخسارہ تصور کرتے تھے، کباب بھنتے دیکھ کر اس کی بھی خواہش ہوئی کہ کچھ اسے بھی ملے۔ جب آنحضرتؒ نماز سے فارغ ہوئے تو عقیدت مند خادم نے کباب پیش خدمت کیے۔ آنحضرتؒ نے اس کی ایک ران توڑ کر حکیم موصوف کو عنایت فرمائی۔ صرف کباب کھانے سے فلسفہ کا زنگ اس کے آئینۂ دل سے دھل گیا اور آپ کے فیوض کی چمک سے بے خود ہوگیا۔ جب آنحضرتؒ نے اپنا کھایا ہوا لقمہ اس کے منہ میں ڈالا تو ہوش میں آگیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حکیم ضیار الدینؒ انوار معرفت سے روشن دل ہوا تو کتب حکمت، جن سے انہیں دلی لگاؤ تھا، تمام پانی میں ڈال دیں اور اسباب ومتاع دنیا سے خود کو مجرّد وخالی کر کے فقر کی گدڑی بغل میں لی، اور آنحضرتؒ کی طیلسان ارادت کاندھے پر ڈالی، اس کے شاگرد بھی شرف اندوز بیعت ہو کر فائز المرام ہوئے (سیر العارفین)

ایک دفعہ آتش پرستوں کی ایک جماعت سے آنحضرتؒ نے فرمایا: معبود حقیقی کو چھوڑ کر آگ کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو؟ جواب میں وہ کہنے لگے: تاکہ روز جزا اس کے عذاب سے مامون رہیں۔ آپ نے فرمایا: آگ از خود عذاب دینے پر قادر نہیں۔ اگر عبادت اس کی کرو جو آگ کو پیدا کرنے والا ہے اور اس پر تصرف رکھنے والا، تو عذاب سے بچ سکتے ہو۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا: اگر ہم دیکھ لیں کہ خدا پرستوں کو آگ سے نقصان نہیں پہنچتا تو بے تکلف ہم سچے دل سے اسلام قبول کر لیں گے۔ آنحضرت نے اپنے پاؤں سے جوتے نکال کر آگ

میں ڈال دیئے۔ آگ فوراً ٹھنڈی ہوگئی۔ اور غیب سے یہ آواز سنی گئی کہ آگ کی یہ مجال نہیں کہ معین الدینؒ کی جوتی جلائے۔ یہ ماجرا دیکھ اور سن کر وہ سب آتش پرست سعادتِ اسلام سے بہرہ ور ہوگئے، اور آپ کے عقیدت مند ہوکر آپ کی توجہ گرامی سے درجۂ ولایت پر فائز ہوئے۔ دوران سیاحت، جہاں بھی کافر و مشرک کوتاہ بیں مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے آپ وہاں پہنچتے۔ محض آپ کے دیکھنے سے وہ لرزاں و ترساں جبین نیاز عجز کی زمین پر رکھ کر عرض کرتے: ہمیں اسلام بتاؤ۔ آپ انہیں کلمۂ شہادت کی تلقین کرکے احکام و ارکانِ دین کی تعلیم فرماتے اس وقت سے کفرستان کی اندھیاری چھٹنی شروع ہوئی، اور نورِ اسلام پھیلنے سے دنیا میں اُجالا پھیلنے لگا۔ (تذکرۃ الاولیاء؟)

جب روضۂ اطہر نبویؐ کی زیارت کے لیے آپ کے دل میں فوارۂ شوق جوش میں آتا، اور ذوقِ طواف گریباں گیر ہونے لگتا تو اشتیاق کے پیروں سے راستہ طے کرکے اس کی زیارت سے سعادت اندوز ہوتے، ایک مرتبہ روضۂ قدسی سے آواز آئی، اور آپ نے اسے الہام کے کان سے سنا کہ۔ اے یاور دین ما (ہمارے دین کے مددگار) معین الدینؒ اجمیر جاکر رختِ اقامت ڈالو تاکہ دین قویم دیارِ ہند میں مضبوط ہو اور وہاں اسلام رونق پذیر ہو ابھی آپ دریافت اجمیر کی فکر میں تھے کہ غنودگی سی طاری ہوئی اور سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم مثال میں "ربع مسکون" سے دیدہ ور کرکے اجمیر کے محل وقوع سے آگہی بخشی۔ آپ ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت رائے پتھورا فرمانروائے ہند اجمیر میں براجمان تھا، اس کی ماں نے علم نجوم و کہانت کے ذریعہ آپ کا حلیہ مبارک متعین کرکے اس سے کہا: ایک خدا پرست اس شکل و صورت کا ان شہروں میں آنے والا ہے اس سے تیری ثروت نکبت سے، اور بلند مرتبی ذلت سے بدل جائے گی۔ اس بدبخت نے اپنے معتبر آدمی ملک کے اطراف میں بھیجے، اور انہیں تاکید کی کہ وہ جہاں اور جب مل جائے تو فوراً اسے یہاں لے آئیں، جس وقت آنحضرت قصبہ سمانہ میں رونق افروز ہوئے تو رائے پتھورا کے بھیجے ہوئے آدمی آپ کے چہرہ قدسی کی اس حلیہ مبارک سے مطابقت کے باعث، جو انہیں بتایا گیا تھا، آپ کے درپے آزار ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ فریب و دغا کرنی

چاہی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس بدبخت گروہ کی دغابازی سے آپ کو باخبر کردیا۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے، اور قدم ولایت و پائے کرامت سے طیّ ارض۔ زمین کو لپیٹا سمیٹنا کرکے اجمیر کو اپنے ورودِ مسعود سے خوش بخت کردیا۔ اور چشمہ انا ساگر کے کنارے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے، ایک آدمی نے آپ کو وہاں ٹھہرنے سے روکتے ہوئے کہا کہ یہ رائے پتھورا کے اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہے، آپ کی زبان تقدیر ترجمان پر بیساختہ آیا کہ وہ بیٹھے ہی رہیں گے، نیرنگیٔ قدرت کا تماشہ کہ اونٹوں سے کھڑے ہونے کی طاقت گم ہو گئی۔ انا ساگر کے اطراف میں بت کدوں کے پروہتوں نے پانی سے منع کیا، کہتے ہیں کہ ان بت کدوں میں روزانہ نَو مَن[1] روغنِ گل سے روشنی کی جاتی تھی۔ آنحضرتؒ نے انا ساگر اور نواحیٔ اجمیر کے تمام کنوؤں کا پانی بذریعہ کرامت اپنے لوٹے میں بھر لیا۔ وہاں کے چشمے، ندی نالے اور کنویں پانی سے خشک ہو گئے، حد یہ ہے کہ عورتوں کی چھاتیوں کا دودھ تک سوکھ گیا۔ اس بدبخت۔ رائے پتھورا کی ماں نے یہ واقعاتِ عجیب سن کر کہا: یقیناً یہ وہی آدمی ہے، جو علم نجوم کے ذریعہ معلوم ہوا تھا۔ یاد رکھنا بیٹے! ہرگز اس سے نہ الجھنا اور نہ ٹکرانا۔ اور بجز عزت و احترام کے اس کے ساتھ پیش نہ آنا۔ اس سیہ دل و کور باطن نے ماں کی نصیحت قبول نہ کرکے خام خیالی میں صورت واقعہ جیپال جوگی کے سامنے رکھی، جو سحر و افسوں گری میں ہاروت و ماروت کی برابری کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے کہا: پریشان نہ ہو، یہ تو نیرنگیٔ افسوں ہے، ابھی اس سے پردہ اٹھا کر اسے واشگاف کرتا ہوں۔ رائے پتھورا نے جے پال سے کہا کہ تیار ہو کر آئے اور وہ خود نہایت اطمینان کے ساتھ آنحضرتؒ کی جانب چل دیا۔ کہتے ہیں کہ چلتے چلتے سات مرتبہ۔ کور باطنی و تیرہ درونی سے باطل خیالات دل ناکام میں لالا کر اندھا ہو گیا اور توبہ کی تو بینائی واپس ملی۔ جے پال سات سو شاگرد اور سات سو اژدہا، جنہیں جادو کے ذریعہ قید کیا ہوا تھا اور پانچ سو چکر ملک الموت جو نیرنگیٔ سحر سے ہوا میں معلق رہتے تھے، اور سو ٹوپیاں۔ جو راہ چلتے چلتے دشمن کا سر تن سے جدا کر ڈالتی تھیں، لے کر آپ کے ہاں پہنچا۔ اور جادوگری سے

---

(۱) من فارسی میں سیر کے لیے آتا ہے اور غالباً اس سے سیر ہی مراد ہے (مترجم)

شعبدہ بازی کرنی چاہی، مگر قضا وقدر کی کارفرمائی کہ چکر۔ چگی جیسا گول لوہے سے بنا ہوا ہتھیار۔ جو اس نے آپ کو مغلوب کرنے بھیجا تھا، واپس لوٹا، اور ان گمراہوں کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے اور سانپ سوراخوں میں گھس گئے، اب بجز عجز وانکساری کوئی چارہ کار نہ رہا۔ جب اپنے ضعف وناتوانی کا اعتراف کر لیا۔ تو آنحضرتؒ نے فرمایا: ہمارے لوٹے کا پانی، اسے اٹھا کر، حوض میں ڈال دے، اس نے خوب طاقت آزمائی کی مگر حضرت کا لوٹا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ استوار رہا، اور اٹل۔ آپ نے فرمایا: یہ سحر وافسوں گری نہیں، جیسا تمہارے بادشاہ نے خیال کیا، پھر آپ کے حکم سے شادی دیو نے لوٹا اٹھا کر آپ کو دیا، آپ نے لوٹا لے کر اس کا پانی بکھیر دیا۔ فوراً اناساگر حوض بھر گیا، کنوؤں میں پانی جوش مارنے لگا، اونٹ اٹھ کر چراگاہ چلے گئے۔ شادی ایک جن تھا کہ رائے پتھورا اور اس کے آباؤ اجداد اس کی پوجا پاٹ کرتے تھے، اور اسے اپنی کامرانی وحکمرانی کا سبب وذریعہ سمجھتے تھے، جس دن آنحضرتؒ نے اجمیر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے بقعۂ نور بنایا شادی دیو لرزاں وترساں حاضر خدمتِ اقدس ہو کر دین اسلام سے بہرہ ور ہوا۔

جب جے پال نے آنحضرتؒ سے دوبارہ کرامت دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا: پہلے کچھ تماشا دکھایئے، اس نے جھٹ پٹ پوست آہو، ہرن کی کھال۔ لے کر ہوا میں پھینکی، پوست ابر کی مانند زمین وآسمان کے درمیان ٹھہر گئی، پھر خود حبسِ دم کر کے اچھلا اور پوستِ آہو پر بیٹھ کر اتنی بلندی پر پہنچ گیا کہ چڑیا کی طرح دکھائی دیتا تھا، اور پھر غائب ہو گیا، آپ کے اشارے سے آپ کی دونوں جوتیاں ہوا میں اڑ گئیں، اور جے پال سے زیادہ بلندی پر پہنچ گئیں اور اس کے سر پر بیٹھ کر اسے ہوا سے زمین پر اتار لائیں۔ تماشہ بین جوتیوں کے سر پر لگنے اور جے پال کے شور وشغب کی آواز سنتے تھے، جب وہ اس ذلت ورسوائی سے زمین پر آرہا تو جبینِ نیاز و پیشانئ انکسار زمین پر رکھ کر رہائی پائی۔

آنحضرت مراقبہ میں چلے گئے اور آپ کی روح قدسی نے ملکوت کی سیر کی۔ جب جے پال کی روح نے ریاضت کر کے پرواز کی تو آنحضرتؒ کی روح پرفتوح کے پیچھے لگ گئی مگر فرشتوں نے اس کی روح کو آسمان پر جانے کی اجازت نہ دی، اور آپ کی روح مبارک فلک الافلاک کی سیر کر کے لوٹی، دوسری بار پھر آپ نے عروج افلاک کیا، جے پال کی روح نے مجبور ولاچار

ہو کر رفاقت کی درخواست پیش کی۔ آپ نے فرمایا: جب تک خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کرے گا، اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔

از درِ اہلِ صفا روئے مگرداں اے دل　　　　ہر کہ ایں در بگرفت او بخدا نزدیک است

اہلِ صفا کے در سے اے دل منہ نہ موڑ، اس لیے کہ جو اس دروازے سے چمٹ گیا وہ خدا کا نزدیکی ہو گیا۔

یہ سن کر جے پال بولا: اگر میری زندگی آفریدگار لم یزل سے صور اسرافیلؑ پھونکے جانے تک آپ مانگ لیں تو سچے دل سے اسلام قبول کر لوں گا۔ جب بارگاہ خداوندی میں یہ درخواست پیش کی گئی تو فرمانِ خداوندی پہنچا کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی، اس خوش خبری سے باخبر ہو کر خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا۔ رائے پتھورا یہ ماجرا دیکھ کر مایوس ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اب بھی اسی خاکی بدن کے ساتھ اجمیر کے آس پاس پہاڑوں میں رہتا ہے، اور روزانہ مزارِ خواجہؒ کی زیارت کر کے فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔

نقل ہے کہ رائے پتھورا کے وابستگان میں سے ایک آدمی اپنے کو دین اسلام کا عاشق کہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ یہ آرزو لے کر کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جائے، خدمت گرامی میں پہنچا۔ اور اپنا مدعا ظاہر کیا جو قبول نہ ہو سکا۔ جب اس کی ارادت تسلیم نہ کی گئی تو واپس ہو کر رائے پتھورا سے اس کی شکایت کی۔ اس نے پیغام بھیجا کہ طالبِ دین سے دستِ بیعت کیوں کھینچا؟ آپ نے فرمایا تین وجوہ سے: اوّل اس کا دامن معصیت آلودہ ہے۔ دوم ہمارے پیرو کاروں میں سے نہیں بلکہ دین مخالف لوگوں سے وابستگی رکھتا ہے۔ سوم قوی باعث لوحِ محفوظ کا مشاہدہ ہے کہ نقد گرانمایہ ایمان سے خالی ہے۔ وہ سیہ کار حکومت کے پندار و شراب دنیا کی مستی سے شوریدہ سر ہو کر بولا کہ یہ آدمی پردۂ غیب کے بھیدوں کو آشکار کرتا ہے، وہ کوتاہ حوصلہ یہ نہ جان سکا کہ بارگاہ کبریا کے حضوری یافتگان کے لیے کوئی غیب غیب نہیں، پیشانی پر، آغاز ہی میں، انجام پڑھ لیتے ہیں۔ اور اس کم ہمت نے غفلت و بدمستی سے آپ کے دربدر کرنے کا حکم دیا، جب آپ نے اس کی یہ ہرزہ سرائی سنی تو ہنستے ہوئے فرمایا کہ اگر دو تین دن کے اندر اندر، اس کی نگوں طالعی۔ بدبختی۔ کے باعث اسے یہاں سے نہ لے گئے

تو پھر میں رختِ سفر باندھوں گا، تیسرے دن محمد شاہ سلطان نے آکر اسے قید کر لیا۔ اور جو شخص آپ سے بیعت ہونے آیا تھا وہ پانی میں کود کر غرق ہو گیا اور بحکم قاتِلُ النَّفسِ فِی النّار۔ خودکشی کرنے والا جہنمی ہے) دارالبوار میں پہنچ گیا (مونس الارواح) رائے پتھورا ایک مسلمان پر سختی و ستم کرتا تھا، آنحضرتؒ نے اسے ظلم سے روکا، باز نہیں آیا۔ فرمایا پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے دوں گا۔ انہیں دنوں معزالدین سام کا لشکر غزنی سے آیا اور ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ اور پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

نقل ہے کہ ایک سنگ دل بغل میں چھری چھپا کر خدمتِ اقدس میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا: جو بھی آتا ہے وہ یا صاف دل ہو کر آتا ہے یا مکدر ہو کر تو کس شکل میں آیا ہے؟ بے اختیار اس نے سچ بتلا دیا، استغفار پڑھ کر اور معافی مانگ کر شرف اندوزِ بیعت ہوا اور پینتالیس ۴۵ دفعہ حج و عمرہ و زیارت روضۂ مطہرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

نقل ہے کہ جب آنحضرتؒ یہ فرماتے تھے کہ جب تک حقیقی و معنوی۔ فرزند والادت گزیں اور عقیدت مند ساتھ نہ ہوں گے معین الدین جنت میں نہ جائے گا، ایک سعادت مند نے عرض کیا: حضور! یہ اشارہ ان عالی گوہروں کے لیے ہے جو صلب گرامی سے ظہور پذیر ہوں گے اور وہ عقیدت مند، جو براہ راست آپ سے بیعت کا شرف رکھتے ہیں اور آپ کے زیرِ تربیت رہ چکے ہیں وہ بھی اس زمرہ میں آجائیں گے، آپ نے فرمایا: قیامت تک صلبی اولاد اور مریدوں کے مرید تا آخر جو ظاہر ہوتے رہیں گے، سب کے لیے ہے۔

نقل ہے کہ جب آپ حرمین شریفین میں یادِ الٰہی و ہمہ دم ذکرِ خداوندی سے تر زبان و شیریں کام اور سیراب دل رہتے تھے، تو الہام ہوا۔ اے معین الدین میں تجھ سے راضی اور تیرے اہل کو میں نے بخش دیا۔ اگر کوئی اور خواہش ہو تو بتاؤ۔ آپ نے دستِ نیاز اٹھا کر دعا کی: خداوند اس نیاز مند کے سلسلے کے سبھی وابستگان کی بخشش فرما۔ ندائے غیب آئی کہ قیامت تک جو آدمی تیرے سلسلے میں منسلک ہو گا میں اسے بھی بخش دوں گا (تذکرہ)

نقل ہے کہ آنحضرتؒ ہر رات براہ باطن حرمین شریفین پہنچ کر طواف و زیارت کر کے اپنے عبادت خانہ میں نمازِ فجر ادا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ستانوے[۹۷] اور ایک روایت میں ایک سو ستر[۱۷۰] سال کی عمر میں بروز یکشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ میں مُقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ کے ساکنوں میں جا ملے۔ وصال کے بعد پیشانی پر صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ حَبِیْبُ اللہِ مَاتَ فِی حُبِّ اللہِ۔ اللہ کے دوست نے اللہ کی محبت میں وفات پائی۔ تاریخ رحلت "آفتاب ملک ہند" سے ظاہر ہے۔

۵۹۰ ۴۸۴
۶۳۳ھ

جب شہاب الدین غوری رح نے ہندوستان فتح کرکے واپسی کا ارادہ کیا تو سید حسین کو جنہیں عموماً خنگ سوار کہتے ہیں۔ اجمیر کا امین بنایا سید وجیہ الدین مشہدی۔ سید حسین خنگ سوار کے عم محترم۔ ہندوستان میں شرافت و نجابت کی حیثیت سے کسی کو اپنا ہمسر نہ پاکر اپنی دختر نیک اختر کی شادی نہیں کر رہے تھے۔ ایک رات عالم مثال میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ نے فرمایا: بیٹے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قدر تو ام ہے کہ اپنی بچی شیخ معین الدین سنجری کے نکاح میں دے دو۔ یہ واقعہ جب آنحضرت رح تک پہنچا تو فرمایا: عمر مستعار کا گو زیادہ حصہ گزر چکا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ارشاد میں مجھے منظور ہے، نکاح کے بعد سات سال اس عنصری کارگاہ میں گذارے اور روحانی دنیا کو سدھارے (سیر العارفین)

تاریخ بلاد خانی میں مذکور ہے کہ آپ کے حبالۂ عقد میں دو عفت نہاد خاتون تھیں۔ (۱) بی بی عصمت جن کا ابھی ابھی تذکرہ ہوا۔ (۲) امۃ اللہ۔ اس کی حکایت نکاح اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سرور رسل علیہ السلام والتحیۃ نے عالم مثال میں آنحضرت رح سے فرمایا: اے میرے معین الدین! نکاح کی سنت ابھی باقی ہے، ادا نہیں ہوئی۔ حسن اتفاق سے اسی رات آپ کے ارادت مند ملک خطاب حاکم قلعہ نبلی نے حرہیوں پر دھاوا بول کر ان کے راجہ کی دختر بلند اختر کو حاصل کر کے بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ان کا نام امۃ اللہ رکھ کر اپنی ہم خوابگی۔ شریک حیات بنانے کے شرف سے ممتاز فرمایا (اخبار الاخیار)

خواجہ سید محمود گیسو دراز رح۔ جانشین و خلیفۂ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اور صوفیا صفا مشرب کی ایک جماعت اس طرح تر زبان ہیں کہ شیخ ابو سعید و شیخ فخر الدین اور شیخ

حسام الدینؒ بی بی عصمتؒ کے بطن سے ہیں۔ اور شیخ شمس الدین طاہر ارادت کیش شاہ نور عالمؒ جن کی آخری آرام گاہ پنڈوہ بنگالہ میں ہے، اور درویشوں کا ایک فنافی اللہ گروہ یہ کہتا ہے کہ شیخ حسام الدینؒ و شیخ فخر الدینؒ و بی بی حافظ جمالؒ امتۃ اللہ کے بطن سے ہیں، اور شیخ ابو سعیدؒ بی بی عصمتؒ کے بطن سے حافظ جمالؒ شیخ ظہیر الدینؒ کے عقد میں ہیں، جو قصبہ ناگور کے حوض مندلاگیر پر آرام فرما ہیں، اس تقدس احتجاب سے ایسی اولاد جو تادیر زندہ رہی ہو کوئی نہیں سب بچپن میں وفات پا گئے۔

اب دلیل العارفین سے خواجہ خواجگانؒ کے کچھ ملفوظات پیش خدمت ہیں:

فرمایا۔ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے، جو اس میں اندر آتا ہے جل جاتا ہے۔ کیوں کہ کوئی آگ محبت کی آگ سے بلند و بالا اور بڑی نہیں۔

گناہ تمہیں اس قدر نقصان رساں نہیں جتنا مسلمان بھائی کی توہین و بے آبروئی

خدا شناس کی پہچان یہ ہے کہ مخلوق سے بھاگے اور خاموشی اپنا شعار بنالے۔

درویش وہ ہے کہ جو بھی بندۂ خدا اس کے ہاں آئے اس کی حاجت روائی کرے، اسے محروم نہ کرے۔

عارف کی علامت: موت کو دوست رکھنا، آرام چھوڑ دینا، اور ذکرِ مولیٰ میں تر زبان ہونا و لذت گیر ہونا۔

اہل محبت وہ لوگ ہیں جو بلا واسطہ دوست کی آواز سن لیتے ہیں۔

جمالی دہلوی کے قول کے مطابق عمدۂ اولیاء کرام خواجہ اوحد الدینؒ کرمانی نے بغداد میں آنحضرتؒ سے خرقۂ خلافت پایا (سیر العارفین)

آپ کے خلفاء عظام میں شیخ حمید الدین ناگوری ہیں، جو سلطان التارکین کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس کا سبب یہ بنا کہ ایک دن آنحضرتؒ نے فرمایا: آج قبولیت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہر آدمی اپنی مراد و آرزو پائے گا، ایک نے دنیا، دوسرے نے عقبیٰ چاہی، دونوں کامیاب ہوئے۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ نے فرمایا: بندہ کی وہی خواہش ہے جو

میرے مولیٰ کی، آنحضرتؐ کو یہ بات پسند آئی اور فرمایا: التارک عن الدنیا والفارغ عن العقبیٰ سلطان التارکین شیخ حمید الدینؒ۔ سلسلۂ نسب حضرت سعید ابن زیدؓ سے ملتا ہے، جو عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ وہ دس صحابۂ کرامؓ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دنیا ہی میں دے دی تھی۔ قناعت و بے نیازی میں قدم راسخ و ہمت بلند رکھتے تھے۔ ایک بیگھہ زمین تھی، جس کی خود کاشت کرتے، اور سرکاری مالیہ ادا کرتے، باقی سے بال بچوں کی پرورش کرتے، جب شیخ کے فقر و فاقہ کی سلطان کو خبر ہوئی تو ایک گاؤں مصارفِ خانقاہ کے لیے مقرر کیا، اور کچھ زرِ نقد بطورِ نیاز خدمت میں پیش کیا، تو حضرت کی اہلیہ نے، جو بلند ہمتی و عالی حوصلگی میں رابعۂ دہر تھیں فرمایا: ہرگز ہرگز متاعِ گرانمایہ۔ فقر و فاقہ۔ کو آخری عمر میں دنیا کے کھوٹے سکّے کے بدلے نہ بیچ دینا۔ آپ کی ہمت کا پیالہ سدِّ رمق کے لیے کافی ہے اور میرا کاتا ہوا سوت سترِ عورت کے لیے بس ہے۔ شیخ نے شاہی ہرکاروں سے فرمایا کہ جب گھر میں اہلیہ اس قدر بلند ہمتی دکھا رہی ہیں تو میں کیوں کم ہمتی کی عار اپنے سر لوں؟

نقل ہے کہ آپ ایک ہندو کے بارے میں فرماتے تھے کہ اولیارِ کبار میں سے ہوگا۔ اور چند دن بعد اسلام قبول کیا اور ولی ہوگیا۔

نقل ہے کہ ضیاء نخشبیؒ جو گوشۂ گمنامی میں گذر بسر کرتے تھے، تصنیف و تالیف مشغلہ تھا، نو سو کتب ان کی یادگار ہیں۔ منجملہ ان کے ایک سلک السلوک ہے، جو حقیقۃً رہنمائے حقیقت ہے، وہ شیخ فریدؒ کے مرید تھے جو آپ کے پوتے اور خلیفہ ہیں۔

شیخ بدرالدین موزینہ دوز غجندیؒ بھی خواجۂ خواجگانؒ کے مرید اور خلیفہ تھے، صاحبِ کشف و کرامات تھے، نجم سپہرِ ولایت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی مصاحبت و دمسازی میں زندگی پوری کردی، خواجہ قطبؒ کے پڑوس میں آرام فرما ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس کسی کا غلام، نوکر یا ملازم بھاگ جاتا تھا وہ شیخ بدرالدینؒ سے رجوع کرتا، آپ تھوڑی دیر سوچ کر فرماتے کہ فلاں دن فلاں جگہ آجائے گا۔ اور پھر اسی طرح ہوتا تھا۔ راقم تذکرہ عبدالعزیز بھی اس آفتابِ ہندوشہنشاہ اعظم کے غلاموں میں سے ہے۔ الٰہی اپنی عزت و جلال اور

اپنے حبیب پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کی عاقبت بخیر فرما۔

دست من برگیر واز چاہم بکش　　راہ گم کردم تو بر راہم بکش
یامعین الدین تو ئی بیکس نواز　　بیکسم از چاہ برماہم بکش
ماہ چہ بود از تو میدارم امید　　ذرہ ام تا عرش اللہم بکش

میرا ہاتھ پکڑ اور مجھے کنویں سے نکال۔ میں راہ بھٹک گیا ہوں مجھے سیدھی راہ پر کھینچ لے۔

اے خواجہ معین الدین تیرا ہی لقب "غریب نواز" ہے۔ میں بے کس ہوں مجھے کنویں سے نکال کر میرے چاند تک پہنچا دے اور چاند کیا میں تو تجھ سے ہی امید رکھتا ہوں۔ میں ذرہ ہوں مجھے عرش الٰہی تک لے چل۔

خواجہ قطب الملتہ والدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ،

آفتاب ولایت کے فروغ سے دنیا کو روشن رکھتے تھے اور انجم ہدایت کی چاندنی میں ضلالت و گمراہی کے جنگل میں گم کردہ راہوں کے لیے راہ نمائے کامل۔ سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے: خواجہ قطب الدینؒ بن سید احمدؒ بن سید کمال الدینؒ بن سید محمد احمدؒ بن اسحٰق حسنؒ بن معروفؒ بن احمد حسینیؒ بن رضی الدینؒ بن حسام الدینؒ بن رشید الدین بن محمد جوادؒ بن امام علی رضاؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ بن امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن حضرت حسینؓ بن حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

تذکروں میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت کن فیکون کے نہاں خانہ سے بارگاہ ظہور میں آئے تو پیشانی سجدہ سے نورانی بنا کر ذکر بسم اللہ سے تر زبان ہوئے اور آپ کے نور کی چمک سے گھر کا گھر چمک گیا، والدہ ماجدہ کو الہام (ایزدی) سے معلوم ہوا کہ یہ نور ہے ہمارے بھیدوں میں سے جو تیرے بچے کے دل میں ودیعت ہے۔ ایک روایت میں وہ بارعہ دہر فرماتی ہیں: جس زمانے میں وہ دریائے ولایت کا نایاب موتی صدف رحم

میں تھا تو ہر رات کے آخری حصہ میں ان کا ذکر اس بارعہ کے سامعہ افروز ہوتا تھا۔ جب انہیں مکتب میں عادت و آئین کے مطابق تعلیم بسم اللہ کے لیے قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ میں نے چودہ پارے تعلیم الٰہی سے رحم مادر میں پڑھ لیے مجھے پندرھویں پارے سے پڑھایئے۔ (تذکرہ)

سیر العارفین میں لکھا ہے: آنحضرت ابھی ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مادر عصمت سرشت کی زیر نگرانی پرورش ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں ایک پڑوسی کے ساتھ ایک معلم کے پاس بھیجا۔ قسمت کی یاوری و سعادت کی رہ نمائی راستہ میں خواجہ خضر علیہ السلام رہ نما بن کر ابو حفصؒ کے پاس لے گئے جو منبع برکات وجامع کمالات وہبی و کسبی تھے، اور فرمایا: بہارستان ولایت کا یہ شگوفہ اور گلستان معرفت کا یہ غنچہ ہے اس کے کھلانے میں اتنی کوشش کیجئے گا کہ اہل دنیا کے دماغ اس کی خوشبو سے معطر ہو جائیں تھوڑے دنوں میں صوری و معنوی علم و دانش سمیٹ کر ریاضت شاقہ پر کمر باندھی۔ اور اس سلسلہ کے رہبر کی تلاش شروع کر دی حسن اتفاق و نیرنگی تقدیر کہ اوش فرغانہ میں جو ماوراء النہر کے توابع میں ہے، اور آپ کا زادو بوم بھی۔ مجلس ہدایت کی رونق خواجہ معین الدین چشتیؒ نزول فرماتھے۔ اٹھارہ یا بیس کی سال کی عمر میں سلسلہ ارادت و عقیدت سے وابستہ ہوئے اور اجازت ارشاد ملی۔

بغدادؒ عباسی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ وہیں رجب ۵۲۲ھ میں آنحضرت خواجہ خواجگان حضرت شیخ معین الدین اجمیری کی بیعت سے سعادت اندوز ہوئے، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوحدالدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ محمد اصفہانیؒ اس نورانی محفل میں تھے جس میں یہ قران السعدینؒ ہوا تھا۔[1] تذکروں میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین

---

[1] سیر الاولیار یہ عجیب بات ہے کہ سیر العارفین میں شیخ جمالی نے خواجۂ خواجگان کا سال پیدائش ۵۳۶ھ لکھا۔ اور سیر الاولیار میں خواجہ قطبؒ کی آپ سے بیعت کا سال ۵۲۲ھ گویا خواجۂ خواجگانؒ نے دنیا میں جلوہ گر ہونے سے پندرہ سال پیشتر خواجہ قطبؒ کو بیعت کیا۔ خواجہ قطبؒ کی ولادت

نے سرورِ جہان و جہانیاںؒ کو عالم واقعہ میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: قطب الدین کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کرو۔ اور حق تعالیٰ کو بھی خواب میں دیکھا اور اس پر مامور ہوئے کہ قطب الدین ہماری بارگاہ کا برگزیدہ ہے اور محبوب، اسے اپنی خلافت سے کامران کرو۔ اس باعث آپ کو خلافت ملی اور خواجہؒ کے فیوضات اخذ کرنے شروع کیے، فیضیاب ہو کر مسند ہدایت وارشاد پر بیٹھے اور دستِ بیعت کشادہ کر کے ارادتمندوں کو درجۂ مکاشفہ تک پہنچایا اور مشاہدہ کرایا۔ آنحضرتؒ نے قرآن مجید حفظ کر کے بطور ورد۔ دن رات میں دو ختم قرآن کا سلسلہ باون ۵۲ رکعات میں رکھا۔

آپ ہر رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ جب والدہ کی خواہش پر متاہل ہوئے۔ شادی کی۔ تو تین رات درود شریف نہ پڑھ سکے۔ ایک رئیس نام کے آدمی نے سرور انبیاءؐ کو عالم مثال میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں: بختیار کاکی کو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ تین رات سے ان کا بھیجا جانے والا تحفہ مجھے نہیں مل رہا ہے۔ آنحضرتؒ نے یہ سن کر شادی کو اس کا سبب سمجھا، بیوی سے علیحدگی اختیار کی، اور بغداد کی راہ لی۔ وہاں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوحدالدین کرمانیؒ، اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے خوب صحبت گرم رہی۔

مرشد کی طلب و جستجو جب کچھ زیادہ ہوئی تو ہندوستان کا ارادہ کیا، شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے جو خواجۂ خواجگان کے دیدار پر انوار سے فیض یافتہ تھے، آپ کے ساتھ رہنے کا عزم کیا، کچھ عرصہ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ سے شرف اندوز ہونے کی خاطر ملتان ٹھہرے اور پھر وہاں سے چل کر دہلی پر اپنا چھتر سایہ ڈالا۔

ابتدائے حال میں آپ بلا بستر لگائے نیند کے غلبہ سے تھوڑا بہت آرام کر لیا کرتے تھے، مگر آخر میں ہمہ دم بیدار رہنے لگے تھے ؎

کار بیداراں را نباشد خوابگہ آراستن ۔۔۔ زانکہ چشمِ عاشقاں جائے ندارد خواب را

۵۸۲ھ تذکروں میں مذکور ہے واللہ اعلم۔

بستر بچھانا بیداروں کا کام نہیں عاشق کی آنکھ کو نیند کہاں ؟

آپ اکثر مراقبہ میں رہتے جب کبھی اس سے افاقہ ہوتا طالبوں کے حالات دریافت فرماتے اور بحرِ استغراق میں غرق ہو جاتے نیز فرماتے : بھائی مجھے مجبور و معذور رکھو

راقم تذکرہ ۔ عبدالعزیز ۔ نے اپنے چچا شیخ زکی الدین احمد چشتیؒ کی زبانی سنا کر رحلت کے بعد بھی آپ کی استغراقی کیفیت اسی طرح تھی چنانچہ وہ ایک حکایت بیان کرتے تھے کہ محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ایک شخص نے حسب بشارت خواجہ معین الدین چشتیؒ دہلی آکر خواجہ قطب کے مزار پر چالیس یوم کا چلہ کیا، اسے کچھ فتوح میسّر نہ ہوئی، پھر اجمیر گیا، وہاں کچھ دن قیام کیا، پھر حکم ہوا کہ وہیں پھر جاؤ، چنانچہ وہ دہلی آیا، اور اس طرح تین دفعہ اتفاق ہوا، چوتھی بار جاکر جو حاضری دی، اور چلہ کیا تو مراد کو پہنچے ۔ اس مسئلہ میں وہ بہت متردد تھے، حضرت کے خدام میں سے کسی ایک سے استفسار کیا، اس نے حال واقعی بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ استغراق میں رہتے ہیں اگر کچھ ہدیہ و نذرانہ لائے تو بچوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دو تاکہ تم فائز المرام و شادکام ہو ۔ وہ آدمی چند سکے رکھتا تھا، تھیلی کا منہ کھولا اور آپ کے مزار کے پاس ان کو بکھیر دیا ۔ اور خود مراقبہ میں چلے گئے ۔ جب بچوں اور بوڑھوں کی ہو حق کی آواز اور پیسے لوٹنے کا شور بلند ہوا تو حضرتؒ کو استغراق سے افاقہ ہوا اور طالب کے دامن کو گوہر آرزو سے مالا مال کیا اور پھر استغراق میں چلے گئے ۔

شیخ فرید الملتہ والدینؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ چند سعادت مندان ارادت کے ساتھ ذکر میں جاکر بے ہوش ہو گئے جب افاقہ ہوا تو یہ شعر زبان گوہر بار پر تھا ۔

ذکر خوش تو بہر دہنا می شنوم شرحِ غم تو ز خویشتن می شنوم

ترا عمدہ ذکر ذائقہ دہن کے لیے سنتا ہوں ۔ اور ترے غم کی شرح خود اپنے سے سنتا ہوں ۔

پھر چند بار ذکر کیا ۔ اور اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر بن مو سے ایک قطرہ ٹپک کر زمین پر نقش سبحان اللہ کی صورت بنتا تھا اور ذکر سبحان اللہ بلند آواز سے کہا ۔

آپ کے ملتان کے دورانِ قیام بیدیوں نے ملتان کا محاصرہ کر لیا، قباچہ حاکم ملتان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور دعاءِ فتح و نصرت کی درخواست پیش کی، آپ نے ایک تیر عنایت کر کے فرمایا کہ آفتاب غروب ہونے وقت قلعے کی برج سے دشمنوں پر پھینکو۔ جب وقت متعینہ پر قباچہ نے آپ کی تعمیل ارشاد کی تو جس لشکر کی گنتی مشکل تھی وہ رات کے اس پردہ میں اس طرح غائب ہوا کہ پھر وہاں ان کے آثار تک دکھائی نہ دیئے۔ ان دنوں شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ بھی ملتان میں تھے۔ (فوائد الفواد)

ایک سعادت مند مرید نے سلطان جی سے گذارش کی کہ خواجہ قطب الدینؒ کس وجہ سے "کاکی" مشہور ہوئے؟ فرمایا (۱) ایک دن حوض شمسی پر بیدار دل ساتھیوں کے ہمراہ محفل صفار کی زینت بنے ہوئے تھے کہ شرافت اندوزانِ بزم مقدس میں سے ایک بولا کہ اس ٹھنڈے موسم میں گرم "کاک" کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے حوض کے پانی میں سے گرم "کاک" نکال کر تقسیم کیا، اس دن سے کاکی مشہور ہوئے۔

(۲) خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ نے آپ کو پانچ سو درہم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی۔ جب آپ نے قرض سے ہاتھ کھینچا تو اس دن سے رزاقِ حقیقی کی عنایت و کرم کے باعث کاک کی اتنی مقدار، جو جملہ وابستگان کو کفایت کر سکے، مصلے کے نیچے پانے لگے، جو بنیا قرض سامان دیتا تھا اس نے ناراض ہو کر اپنی جورو آپ کے حرم محترم میں بھیجی، چونکہ عورتیں افشار راز میں بے اختیار ہوتی ہیں، یہ بھید آں محترمہ نے اس سے کہہ دیا اس دن سے کاک ملنا بند ہو گیا (سیر الاولیاء)

(۳) دہلی کے دورانِ قیام حرم و خدم و فرزند نو افراد تھے جو آپ سے متعلق تھے، سب فقر و فاقہ سے بسر کرتے، نذر و نیاز قبول نہ فرماتے، عبادت میں استغراق کی وجہ سے آمد و صرف کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ جب دو چار دن فاقے سے گزر جاتے تو آپ کی حرم محترم بغیر آپ کو سنائے شرف الدین بقال کے ہاں سے نصف تنکہ قرض لے کر نظم خورد و نوش کرتیں۔ ایک دن شرف الدین کی بیوی نے کم مائیگی سے کہہ دیا: اگر میں قرض

نہ دوں تو تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس کی اس بے ہودہ گفتگو سے وہ عفت مآب خاتون آزردہ خاطر ہوئیں اور عزم کر لیا کہ آئندہ اس سے قطعاً قرض نہ لیں گی جب یہ بات آپ کو معلوم ہوئی تو فرمایا: ضرورت کے مطابق حجرہ کی طاق میں کاک مل جایا کریں گے، روزانہ خضر علیہ السلام کی یاوری سے اس جگہ سے کاک لیتی تھیں اور تقسیم کرتی تھیں (سیر العارفین)

(۴) جس وقت قطیفہ۔ سموسہ۔ پچاس پیسے میں ملتا تھا، ایک سرکاری نوکر میدہ سے کاک بنا رہا تھا، اتفاقاً یا اس کی غنودگی سے کاک تنور میں گر کر جل گیا، داروغہ مطبخ کے ڈر سے سلطانی نوکر گھبرا گیا۔ داروغہ اس سے لپٹ کر کہہ رہا تھا: اس قدر میدۂ سرکاری کی قیمت ادا کر دو۔ کاک بنانے والا سرکاری نوکر، غربت کے باعث حیرت زدہ ہو کر منتظر تھا کہ کوئی بندۂ خدا آئے اور اس کی مدد کر دے۔ نیرنگیٔ دوراں کیا گل کھلاتی ہے؟ اس کا مقدر اور حسن اتفاق کہ آپ اس طرف سے گزرے، داروغہ سے فرمایا: اس نوکر کو چھوڑ دو، تمہارے جلے ہوئے کاک کو میں ٹھیک کرتا ہوں۔ یہ بات گو داروغۂ مطبخ نہ سمجھ سکا مگر آپ کے حکم کی تعمیل میں اسے رہا کر دیا۔ پھر آپ نے جلے ہوئے کاک کو تندور میں ڈالا اور کچھ دیر بعد سرخ و سفید کاک نکال کر سلطانی نوکر کے حوالے کیا۔ (سیر العارفین)

(۵) شمس الدین التمش نے جو آپ کی عقیدت و ارادت کے باعث فلاح دارین سے سرخرو تھا، ایک مرتبہ آپ سے غیبی کھانے کی آرزو کی، آپ نے اپنی آستین مبارک جھاڑی اس سے گرم گرم کاک نکل کر بکھر گئے، سلطان نے سر نیاز جھکا کر یہ تبرک تناول کیا۔

(۶) نقل ہے کہ جب بھی آپ وجد و حال میں ہوتے یا استغراق میں، اور افاقہ میں آتے تو قاضی حمید الدین ناگوری جو اولاً آپ کے استاد تھے پھر مرید ہو گئے۔ کہتے کہ سماع کے بعد خوش بخت حاضرین کو کھانا ملنا چاہیے، آپ آستین مبارک جھاڑتے اور پھر قاضی صاحب بزم مقدس کے ہر ایک شریک کو دو دو تقسیم فرما دیتے۔

(۷) جب عساکرِ اسلام ہندوستان پہنچے تو انہوں نے چند ہزار آدمی جیل میں بند کر دیئے بھوک کی وجہ سے قیدی اور داروغہ جیل بڑی پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ آپ ہر فرد کے لیے گرم سموسہ عنایت فرماتے (اخبار الاصفیاء)

ایک دن اختیار الدین بیگ حاجب کچھ زرِ نقد بطور نیاز آپ کی خدمت میں لایا، آپ نے انہیں نظر انداز کر کے اپنا مصلیٰ اٹھایا، جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا: دیکھو کیا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ گویا سرخ۔ سونے کے۔ سکوں کا دریا بہہ رہا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: آپ کے اس مال کی مجھے ضرورت نہیں ــــ ایک دنیا پرست نے محفل مقدس میں۔ باوجود اشی تنکے رکھنے کے ــ ناداری کی شکایت کی۔ آپ نے نورِ باطن سے محسوس کر کے فرمایا: وہ اشی تنکے تو خرچ نہیں کرتا اور شکایت کرتا ہے وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

(سیر الاولیار)

ابتدار حال میں جب آپ اوش فرغانہ سے سفر کر کے شہر بار میں آئے تو رات کے وقت مسجد میں حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کی نیت سے نماز و دعار میں مصروف ہوئے، تھوڑی دیر بعد باہر آکر دیکھا کہ ایک روشن چہرہ و خندہ جبیں لڑکے نے جو مردانِ غیب میں سے تھا۔ ظاہر ہو کر پوچھا: اس مسجد میں کیا کر رہے تھے؟ فرمایا: نماز و دعا میں مشغول تھا تاکہ خضر علیہ السلام کی زیارت ہو۔ وہ لڑکا بولا: یہ طلبِ دنیا کی خاطر ہے یا کسی دینی غرض سے۔ آپ نے ان دونوں سے انکار کیا۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور آپ سعادت اندوزِ زیارت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ آپ کی مجلس میں مردانِ غیب پہنچ کر صحبت اندوز ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک شیخ ابو سعید دمشقی تھے (سیر العارفین)

ناصری نام کا ایک شاعر ماورار النہر سے دہلی آیا اور آپ کی آستاں بوسی کا فخر حاصل کیا۔ ایک قصیدہ سلطان شمس الدین التمتش کی مدح میں لکھ کر آپ کے ملاحظہ میں لاکر دعارِ کامرانی کی درخواست پیش کی، آپ کی زبان پر بے ساختہ آیا: اس کا عمدہ صلہ پائے گا۔ جب ناصری نے سلطان کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تو اس وقت بھی بادشاہ امورِ سلطنت میں مصروف تھا۔ ناصری نے دل میں نذر مانی کہ اگر مجھے اچھا صلہ ملا تو آدھا بطور نیاز وہ آپ کی خدمت میں پیش کرے گا، ادھر نذر مانی اُدھر سلطان نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر قصیدہ کا مطلع دہرایا اور کہا: ناصری! پڑھو۔ ناصری نے قصیدہ پڑھ کر سنایا جو ترپن اشعار پر مشتمل

تھا۔ سلطان نے ہر بیت کے بدلے ایک ہزار تنکہ چاندی انعام دیا، مگر ناصری کی نیاز آپ کے یہاں باریاب نہ ہو سکی ــــ ایک دفعہ شیخ علیؒ کے گھر میں جس کا سر افتخار خواجہ معین الدین چشتیؒ کی صحبت و قرابت کے باعث آسمان کی بلندیوں کو چھوتا تھا، مجلس سماع منعقد تھی، نغمہ پرداز یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

خنجرِ تسلیم و رضا کے شہیدوں کو ہر لحظہ اور ہر زمان غیب سے دوسری روح ملتی رہتی ہے۔ آپ کو اسی پر وجد آ گیا، اور اسی حال میں آپ کو گھر لے آئے۔ چار دن رات اسی حال میں گذرے غایتِ وجد سے بدن کی کوئی ہڈی درست نہ رہی۔ قاضی ضیاء الدین ناگوریؒ اور شیخ بدر الدین غزنویؒ نے آپ کے احوال و کوائف سے رحلت و انتقال کے آثار محسوس کر کے عرض کیا: آپ کی مسندِ ارشاد پر کسے بٹھائیں۔ گو آپ کے فرزند ارجمند تھا، جو اس کا اہل ہو سکتا تھا، مگر چوں کہ نسبت صوری و مناسبت ظاہری مراتب عالیہ کے حصول میں کارآمد نہیں، رابطۂ معنوی و پیوند باطنی درکار ہوتا ہے، خلافت و سجادہ فرزند کو نہ دے کر فرمایا: کلاہ، خرقہ، عصا، اور مصلّا جو پیرانِ روشن ضمیر سے ہم تک پہنچے ہیں، شیخ فرید الدین مسعودؒ کو پہنچا دینا۔ شیخ فریدؒ اس وقت ہانسی میں تھے۔ پانچویں روز اسی حالتِ وجد میں چار ربیع الاول ۶۳۴ھ میں ملک تقدس کو تشریف لے گئے، آخری آرام گاہ قصبہ مہرولی میں ہے تاریخ رحلت "خواجہ ہدی" سے نکلتی ہے آپ کے وصال کے وقت غلبۂ غنودگی سے شیخ بدر الدین غزنویؒ

۶۰۷	۸	۱۹
۶۳۴ھ		

کی خفیفت میں چشم گرم ہوئی اور خواب کی سی کیفیت میں دیکھا کہ آنحضرتؐ سبز آسمان پر ہیں، فرما رہے ہیں: اے بدر الدین! اولیاءِ خدا کو موت نہیں آتی جب اس خواب سے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنحضرت کی روح مبارک جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی (سیر العارفین)

سلطان المشائخؒ سے منقول ہے کہ ایک دن میں آپ کے مزار مبارک کی زیارت سے بہرہ ور ہوا، میرے دل میں آیا کہ میرے آنے کی آنحضرتؒ کو خبر بھی ہے؟ اسی وقت مزار مبارک سے یہ بیت، گنجینۂ معانی، شیخ نظامی گنجوی کی میں نے سنی ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو۔ اگر تم تن سے حاضر ہو تو میں جان سے حاضر ہوں۔

سلطان المشائخ ہی سے منقول ہے کہ آپ کے پائین ایک گنہگار کو دفن کر دیا گیا، عذاب کے فرشتوں کی آمد سے آنحضرتؒ پریشان سے ہوئے، فوراً فرشتوں کو فرمانِ خداوندی ملا کہ اسے چھوڑ دو، یہ ہمارے دوست کے قریب سویا ہوا ہے، ایک آدمی نے جب اس مغفرت اندوز شخص کو عالم مثال میں فردوس بریں میں ٹہلتے دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر اس سے سوال کیا۔ یہ کیا؟ اس نے ماجرائے گذشتہ سنایا (سیر الاولیاء)

آنحضرت کے خلفائے نامدار میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ بھی ہیں۔ جو آپ کے استاد بھی ہیں اور مرید و خلیفہ بھی۔[1]

---

[1] سلطان معز الدین سام کے عہد سلطنت میں اپنے والد کے ہمراہ اپنے وطن بخارا سے دہلی آئے۔ یہاں علم و فضل سے بہرہ یاب ہو کر تین سال ناگور کی قضا کے فرائض انجام دیئے، جب ایک رات سرور آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ طلب فرما رہے ہیں، تو بیدار ہو کر تجرید کی راہ اختیار کی، بغداد پہنچے شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلقۂ بگوش الادت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے وہیں قطب صاحبؒ سے فیضیاب ہوئے۔۔۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے وہاں ایک سال دو ماہ سات یوم قیام کیا اور روضۂ اطہر کی مجاوری کی، تین سال مکۂ معظمہ میں رہے، پھر دہلی تشریف لائے۔ ۵ رمضان المبارک ۶۴۳ھ میں ایک بیماری میں عالم قدس کو سدھارے۔ آخری آرام گاہ آنحضرت کے مزار مبارک کے پائیں میں ایک چبوترے پر واقع ہے۔ لوامع الشمس، لوائح العشق اور مفصل وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے منقول ہے کہ دہلی میں پہلے پہل قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے محفل سماع منعقد کی، ہر چند علماء نے آواز بلند کی مگر آپ تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ شیخ عین الدین قصابؒ آپ کا عقیدت مند وارادت گزیں تھا۔ (فوائد الفواد) سلطان جیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عین الدینؒ کی زیارت کی ہے، لوگ ان کی ذات سے بہت فیضیاب ہوئے، جس وقت شیخ عین الدینؒ نے قاضی فخر الدینؒ سے فرمایا۔ جو آپ کی صحبت سعادت اندوز

آپ کے دوسرے نامور خلیفہ شیخ بدرالدین غزنوی ؒ ہیں، جن کی حالت یہ تھی کہ ضعف کے باعث ہلنے کی سکت نہ تھی مگر نغمہ جانفزا سن کر جوانوں کی طرح رقص کرتے تھے، کسی نے کہہ دیا کہ شیخ باوجود ضعف و ناتوانی کس طرح رقص فرماتے ہیں؟

فرمایا: شیخ کہاں؟ یہ تو عشق کی کارفرمائی ہے وہ رقص کرتا ہے۔

آپ کے تیسرے خلیفہ شیخ امام الدین ؒ ہیں۔ جو پہلے شیخ عمادالدین ؒ سے بیعت ہوئے پھر شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی ؒ کے مرید ہو گئے۔ آپ کے فیض یافتوں میں مولانا برہان الدین

سے بہرہ ور تھے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: قضار فرمایا: تو قاضی شہر بن جائے گا۔ اور وہ قاضی ہو گئے۔ دوسرے نے گذارش کی: میں مالدار ہونا چاہتا ہوں۔ وہ بھی اپنی مراد کو پہنچا مولانا وجیہ الدین نے آرزو کی کہ علم ربّانی حاصل ہو جائے۔ وہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے مولانا احمد ؒ نے التماسِ محبت حق تعالیٰ کی۔ ان کی آرزو بھی، خدا کے فضل سے، پوری ہو گئی۔ شیخ احمد نہروالہ ؒ، جو اولیاء کرام ؒ سے فیضیاب تھے، قاضی حمیدالدین ناگوری کے حلقۂ ارادت میں تھے، قاضی صاحب ان کی مریدی پر فخر کیا کرتے تھے۔ شیخ بہاءالدین زکریا ؒ ملتانی اپنی دشوار پسندی کے باوجود، جو ان کے لیے کافی تھی، شیخ احمد کے شغل کو ترجیح دیتے تھے۔ (سیر الاولیاء) شیخ نصیرالدین چراغ دہلی ؒ کے حوالہ سے منقول ہے کہ شیخ احمد ؒ بسبب اخفائے حال و کسبِ حلال بر سر عام کام کی جگہ پر وجد و استغراق میں مدہوش ہو جاتے تھے اس طرح کہ ہاتھ کام سے رُک جاتے تھے، اور کپڑا خود بہ خود بن جاتا۔ آپ کا شغل بنکری تھا۔ شیخ احمد ؒ کا وطن پٹن گجرات ہے اور مزار بدایوں میں ہے۔

شیخ حسن رسن تاب ؒ خلیفہ قاضی حمیدالدین ناگوری ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ نظام ابوالموید ؒ سخت بیمار ہوئے، شیخ حسن سے فرمایا: کچھ توجہ فرمایئے تاکہ صحتیاب ہو جاؤں۔ شیخ نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا، جن میں سے ایک کا نام شرف دوسرے کا خیالی تھا اور دونوں مسیحا نفسی میں مشہور تھے۔ شیخ نظام الدین ابوالموید ؒ نے مجھے ایک خدمت سونپی ہے تم میری مدد کرو اور میرے ساتھ رہو، شیخ کے سر سے سینہ تک میں جانوں باقی تم۔ یہ کہہ کر تینوں یادِ حق میں مشغول ہو گئے اور شیخ نظام الدین ابوالموید ؒ صحتیاب ہو گئے (اخبارالاصفیاء)

حلوائیؒ بھی ہیں، جو راز داری و قربت خواجہؒ میں بے نظیر تھے، اس بارے میں کوئی شخص ان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ مولانا فخر الدین حلوائی بھیؒ آپ کے حلقہ بگوشِ ارادت و سرفراز خلافت تھے، آنحضرتؒ مولانا کی شان میں بڑی آگہی بخش و دلفروز باتیں فرمایا کرتے تھے فرحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین

قطب الاقطاب کے خلیفہ و جانشین خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے کچھ احوال شروع میں لکھے جا چکے ہیں، مگر تیمناً کچھ معلوم کوائف یہاں درج ہیں

شیخ فرید الملۃ والدین گنج شکر رحمہ اللہ

آپ کی والدہ محترمہ اپنے وقت کی برگزیدہ ہستی تھیں۔ ایک رات وہ عبادت میں مصروف تھیں کہ چور گھر میں آگیا آتے ہی اس کی بینائی گم ہوگئی، آپ کے پیر پکڑے اور عہد کیا کہ اگر اس کی بینائی لوٹ آئے تو وہ نہ صرف یہ کہ چوری نہ کرے گا بلکہ پورے خاندان سمیت مسلمان ہو جائے گا، آں مخدومہ نے اس کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔ صبح وہ اپنے تمام پریوار سمیت مسلمان ہوگیا۔ اور آں مخدومہؒ کی ہدایت کے مطابق عبادتِ الٰہی کر کے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہوگیا (فوائد الفواد)

آپ نے اپنے حقیقی بھائی شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو کوٹھیوال والدہ ماجدہ کو لینے بھیجا تاکہ انھیں قصبہ اجودھن لے آئیں۔ واپسی میں ایک دن شیخ نجیب الدینؒ والدہ ماجدہ کو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر پانی کی تلاش میں گئے جب۔ واپس آئے تو نہ والدہ محترمہ وہاں ملیں اور نہ اس کا کوئی پتہ نشان۔ شیخ نجیب الدینؒ نے یہ ماجرا آپ کے گوش گذار کیا۔ آپ نے فرمایا: اس روحانی سرشت کی روح پاک کو آرام کی خاطر کچھ خیرات و صدقات اور ایصال ثواب کرنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں کچھ عرصہ بعد شیخ نجیب الدین متوکلؒ کا اتفاقاً اس جانب جانا ہوا۔ وہاں ایک افتادہ چھلّے نے آپ کو چونکایا آپ نے دیکھا وہاں کچھ ہڈیاں تھیں، انہیں یقین ہوگیا کہ ہڈیاں ان کی والدہ کی ہیں، انھیں ایک تھیلے میں بھر کر آپ کے پاس لائے۔

جب تھیلا کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ نہ تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کرشمہ پرانے دور کے نوادرات میں ہے (فوائد الفواد)

خواجہ فریدؒ کے دنیا میں جلوہ گر ہونے کے ایام میں آپ کی والدہ ماجدہ نے چاہا کہ پڑوسی کے باغ سے کوئی خوش ذائقہ میوہ کھالے۔ ایام حمل میں عموماً حاملہ عورتوں کی کچھ عجب طرح کی چاہتیں ہوتی ہیں۔ آپ نے شکم مادر میں اس قدر اضطراب و بے چینی دکھلائی کہ وہ رابعہ ثانیہ درد سے بے تاب ہو گئیں اور اپنے ارادہ سے باز آئیں۔ جب آپ جامع کمالات قدسیہ و صاحب کشف کرامات ہو گئے تو آپ کی والدہ ایک دن کہنے لگیں کہ بابا فرید جب تم پیٹ میں تھے تو مشکوک و مشتبہ غذا سے بھی میں نے پرہیز کیا، اس باعث تمہیں یہ بلند مرتبہ میسر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ سب کچھ آپ کی نیم سحرگاہی دعاؤں اور پاکیزہ آرزوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے اَلْمُؤْمِنُ حُلْوٌ مومن میٹھا ہوتا ہے۔ آپ بچپن سے شیرینی کے شوقین تھے۔ چنانچہ آپ کی والدہ آپ کی تعلیم نماز کے دوران مصلے کے نیچے شکر رکھ دیتیں کہ نماز کے بعد آپ کھالیں، ایک دن بھول سے شکر رکھنا یاد نہ رہا، آپ نے حسب معمول نماز کے بعد مصلے کے نیچے سے شکر نکال کر نوش فرمالی۔ والدہ ماجدہ خدا کی یہ دین دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لائیں۔

ایک روز ملتان کی جامع مسجد میں کتاب "نافع" کا مطالعہ کر رہے تھے، خوش بختی سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ کیا کتاب ہے؟ آپ نے جواب دیا: نافع" خواجہ نے فرمایا: تیرا نفع اسی میں رکھا ہے، آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: میرا نفع تو آپ کی نگاہ کرم میں ہے، اور خواجہ کے پاؤں پر سر رکھ کر یہ رباعی پڑھی۔

مقبول تو جز مقبل جاوید نشد ۔۔۔ وز لطف تو ہیچ بندہ نومید نشد

لطفت بکدام ذرہ پیوست دمے ۔۔۔ کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

تیرا منظور نظر تو پسندیدۂ جاوید ہی ہوتا ہے۔ اور تیری مہربانی سے کوئی آدمی محروم نہیں ہوتا۔

تیری نظر عنایت جب بھی کسی ذرہ پر ذرا سی پڑ جائے تو وہ ذرہ ہزار خورشید سے بہتر ہو جاتا ہے۔

جب آپ کو خدا جوئی و دانش اندوزی کی فکر دامن گیر ہوئی تو ملتان تشریف لے گئے، اور خلوت میں سخت مجاہدات کیے اور دانش اندوزی کی۔ قسمت کی بات کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ وہاں تشریف فرما ہوئے، اور باہمی دلچسپ گفتگو ہوئی، پھر آپ نے تمام مشاغل ترک کیے اور حضرت خواجہؒ کے ہمراہ دہلی آئے اور آپ کی محبت و عقیدت میں سرشار ہو گئے، اس محفل میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ، مولانا علاء الدین کرمانیؒ، سید نور الدین مبارک غزنویؒ، شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ، مولانا شمس الدین ترکؒ اور خواجہ محمودؒ جراب ساز وغیرہ اولیائے وقت خواجہ قطبؒ کی صحبت کیمیا اثر سے سعادت اندوز ہوئے (سیر الاولیاء)

ایک روایت آپ کے بیعت ہونے کی اس طرح ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں جامع مسجد ملتان میں "نافع" کا مطالعہ فرما رہے تھے، اور قرآن مجید از بر کر کے روزانہ ایک ختم کا التزام تھا، حسنِ اتفاق سے خواجہ قطبؒ نے ملتان کو موردِ الطاف بنایا اور آپ نے خواجہؒ کی صحبت و ملازمت اختیار کی اور پھر خواجہؒ کی اجازت سے قندھار و سیستان پہنچے اور پانچ سال علم و دانش کے حصول میں صرف کیے اور ساتھ ساتھ علم وہبی سے بھی سرفراز ہوئے اور پھر دہلی آکر نہایت ذوق و شوق سے خواجہ قطبؒ سے وابستہ ہو کر ان کی بیعت سے مالا مال ہوئے (سیر العارفین)

مولانا بدر الدین اسحٰقؒ کے ایک مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اولاً ارادت و نیاز مندی سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاں پہنچے اور پھر انہیں کی رہنمائی سے دہلی آکر خواجہ قطبؒ کو دریافت کیا۔ جب خواجہ قطبؒ آپ کو مل گئے تو خواجہؒ نے آپ کو نفع بخش نصیحتیں فرما کر خدمتِ وضو آپ کے سپرد فرمائی۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ سلطان الہند خواجۂ خواجگان اجمیریؒ جب بھی دہلی تشریف لاتے تو دونوں حضرات (خواجہ اجمیریؒ و خواجہ قطبؒ) آپ کو فیوضات سے مالا مال فرماتے۔ اس طرح آپ کو پایۂ کمال تک پہنچایا۔

عبادت و ریاضت کے ذوق میں بیس سال فکر و تامل کے دریا میں غرق رہے

بھوک و پیاس کے باعث بدن میں اس قدر خشکی آگئی تھی کہ زانو زمین پر نہیں ٹیک سکتے تھے، کثرتِ قیام وثبات قدمی سے پاؤں سے خون جاری ہو جاتا (راحت القلوب)

عالم تحیّر کے دوران ایک دن ہزار مرتبہ سجدہ میں گئے جب تک آنکھوں سے جوئے خون جاری نہ ہو جاتی ہوش میں نہیں آتے تھے (افضل الفواد) انگور آپ بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے، ایک دن عالمِ تفکّر میں تھے کہ ایک آدمی انگور لایا۔ نفس نے تقاضا کیا، کہ اس کی سرشت یہی ہے، آپ کی زبان پر قسمیہ کلمات جاری ہوگئے کہ کبھی اس۔ نفس۔ کی یہ آرزو پوری نہ کروں گا، مولانا بدرالدین اسحٰقؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد زندگی بھر انگور نہیں کھائے۔ (راحت الفواد)

حق تعالیٰ نے جب آپ کو مرتبہ بُلند سے نواز دیا تو آپ کے مرشد خواجہ قطبؒ نے مسلسل روزہ رکھنے کا اشارہ فرمایا۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو چیز میسّر ہو اسی سے روزہ افطار کرنا، تیسرے دن جب کمزوری زیادہ محسوس ہوئی اور ماموربہ کا ظہور نہ ہوا۔ یعنی کچھ میسّر نہ ہوا۔ مجبوراً زمین سے مٹی اُٹھا کر منہ میں رکھی، وہ شکر ہوگئی، شیطانی وسوسہ سمجھ کر اسے پھینک دیا، دوسری بار طبیعت پھر بے اختیار اسی کام پر آمادہ ہوئی پھر مٹی شکر ہوگئی، تیسری مرتبہ بھی جب شکر کا ذائقہ باقی رہا تو وسوسہ دل سے نکالا اور یہ خیال کر کے کہ غیب سے روزی کا یہی ظہور ہے، شوق سے مٹی کھائی۔ جب خواجہؒ کی بارگاہ میں حاضری دی تو خواجہؒ نے فرمایا: غیبی افطار یہی تھا۔ اللہ یہ چیز تمہارے لیئے خوشگوار بنائے اور شکر کی طرح تم سدا میٹھے رہو (سیر الاولیاء)

ایک سوداگر نے شکر کا لدان کیا۔ اتفاقاً آپ نے اس سے پوچھ لیا۔ کیا مال ہے؟ اس شوربخت نے ترش روئی سے جواب دیا کہ نمک ہے، آپ کی زبان پر آیا، ایسا ہی ہوگا۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچا تو شکر کو نمک کی شکل میں دیکھ کر گھبرایا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، شرمندہ ہو کر سرِ نیاز، روتے ہوئے، آپ کے قدموں میں رکھا، آپ نے فرمایا: اچھا جو تھا وہ ہی ہوگا۔

گنج شکر فرید چناں پیر بحروبر کو از شکر نمک کند واز نمک شکر

(خواجہ فریدالدین گنجشکر چشتی دہلوی کے ایسے پیرو مرشد ہیں کہ ان کی دعا سے شکر نمک میں اور نمک شکر میں بدل جاتا ہے (سیر الاولیاء)

جب آپ کا شعلۂ طلب و جستجو فروزاں اور پرواز شوق بلند تھی، اس وقت آپ نے بڑے سخت مجاہدے کیے، کڑی ریاضتیں کیں، ایک دن بارش سے زمین چکنی ہو رہی تھی، اور لگاتار روزوں سے آپ کے جسم میں ضعف تھا، پیر پھسلا اور زمین پر گر پڑے، مٹی کی جو ڈلی اتفاقاً آپ کے منہ میں پڑی وہ شکر کی طرح میٹھی تھی۔ جب آپ خدمت مرشد میں پہنچے تو مرشد نے فرمایا: اگر مٹی تیرے منہ میں شکر جیسی ہو گئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ پیدا کرنے والے نے تجھے گنج شکر (شکر کا خزانہ) بنا کر پیدا کیا ہے (سیر العارفین)

خواجہ فریدؒ عالم تجرید (تنہائی) و تفرید (یکتائی) میں قدم راسخ و ہمت بلند رکھتے تھے، چند سال جنگل اور پہاڑوں میں بسر کیے، درخت کے پتوں کے علاوہ کچھ تناول نہ فرماتے۔ ایک دفعہ پیاس کے غلبہ سے ایک کنویں پر دوڑ کر گئے ڈول رسی نہ ہونے کی وجہ سے ناامید ہو گئے، اسی دوران ہرنیوں کی ڈار آئی، خدا کی قدرت کہ کنویں کا پانی جوش مارنے لگا، ہرنوں نے اچھی طرح سیراب ہو کر پانی پیا۔ جب آپ کنویں پر پہنچے تو پانی نیچے جا چکا تھا، آپ کا عجیب حال ہوا، آسمان کی طرف منہ کر کے خدا سے فریاد کی: خداوندا! میں ان ہرنوں سے بھی بدتر کہ پانی سے وہ شادکام اور میں محروم، آواز آئی: اے فرید! تیری نظر ڈول رسی پر تھی اور ہرنوں کی نظر مجھ پر۔ اس غضب ناک الہام سے ڈر کر اسی کنویں میں ایک چلہ ایسا کیا کہ الٹے لٹک گئے، چالیس روز کے بعد بھوک اور کمزوری کے غلبہ سے ایک کنکری منہ میں رکھی شکر ہو گئی، آپ نے سوچا اسے پھینک کر دوسرا چلہ کروں، سروش غیبی سے آواز آئی۔ اے فریدؒ تمہیں خطاب گنجشکر دیا۔ اور جو آدمی تیرے ان پانچ ناموں کو چالیس یوم میں ایک لاکھ مرتبہ دہرائے اس کی حاجت برآری کروں گا۔ خواجہ فریدؒ، مولانا فریدؒ، درویش فریدؒ، حاجی فریدؒ، شیخ فرید گنج شکر فریدؒ (سیر الاولیاء)

طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ لکڑی کا سہارا لے کر چند قدم چلے، پھر عصا پھینکا اور آثر ندامت و شرمندگی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہوا، فرمایا: متنبہ کیا گیا کہ غیر پر بھروسہ کیوں کیا؟

ایک خوب رو تاجر ناریل اور لونگ لاد کرے جا رہا تھا، آپ ماندل صوبہ برار میں ریاضت کر کے آرہے تھے، اجناسِ تجارت کے متعلق آپ نے سوال کیا۔ بھائی کیا مال لے جا رہے ہو؟ وہ سوداگر بولا: پتھر ہیں۔ آپ کی زبانِ حقیقت ترجمان پر بے ساختہ آیا کہ ایسا ہی ہو۔ منزلِ مقصود پر جب سامان کھولا تو پتھر ہی پتھر تھے۔ وہ وہیں پھینکے اور موتج کا لدان کیا۔ حسن اتفاق کہ پھر اس کی آپ سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ آپ نے پوچھا اس میں کیا بھرا ہے۔ اس نے کہا: قرمزی ابریشم (سرخ ریشم) ہے آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہو۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ سچ مچ سرخ ریشم بن گیا یہ واقعات سچ مچ نوادرات[1] ۔ انوکھے اور نرالے ہیں۔

شیخ فریدؒ نے بارہ سال اس طرح ریاضت کی کہ درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ کھایا اور بارہ سال لکڑی کی روٹی پیٹ پر باندھ کر یادِ الٰہی میں بسر کیے چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الفقر فخری کہہ کر فقر کا مرتبہ بہت بلند کر دیا اسی لیے شیخ فریدؒ نے فقر و فاقہ پسند کیا۔ سدِ رمق ـــــ بھوک مٹانے۔ کریل درخت کے پھل کو استعمال کیا کرتے جسے پنجاب میں ڈیلہ اور یہاں ٹینٹی کہتے ہیں۔

شیخ جمالؒ، جن کے حسن ولایت سے ہانسی خوب صورت ہے، کریل کا پھل لاتے تھے اور

---

(۱) خلافِ عادت و خرقِ عادت ایسے کام کو کہتے ہیں جسے عموماً لوگ نہ کر سکیں۔ انبیاء کرام علیہ السلام سے اگر یہ صادر ہوں تو انہیں معجزہ کہا جاتا ہے اور اولیاء سے اس کا صدور ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ انسان جب دماغی محنت سے لوہے جیسی ثقیل چیز کو آسمانوں کی فضاؤں میں اڑا سکتا ہے تو کیا دل پر کی جانی والی محنت کا یہ ثمرہ نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ متن جیسے احوال و اقوال پیش آئیں۔ اس حیثیت سے اگر غور کیا جائے تو کوئی استبعاد نہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے اگر خدا کے حکم سے وہ جلانا بند کر دے تو تعجب خیزی کیا ہو سکتی ہے اس میں۔ بزرگوں کے واقعات شریعت نہیں بنتے بلکہ تہذیب و شائستگی اور اخلاق و شرافت کی تحصیل کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے اور یہی ان کا مقصد فلیتذکر (مترجم)

مولانا بدرالدین اسحٰقؒ لکڑیاں جمع کرتے اور شیخ نظام الدینؒ انہیں دیگ میں جوش دے کر اور پکاکر آپ کے سامنے پیش کرتے تھے اور آپ کے بچوں اور مریدوں میں تقسیم کرتے تھے اور کبھی یہ بھی میسر نہ ہوتا اور تین تین دن کا فاقہ ہو جاتا مگر آپ کی صحبت کیمیا اثر سے زندگی باہمت طریقہ پر بسر ہوتی۔

شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ اس کریل کے پھل کو جوش دے کر کبھی کبھی بغیر نمک تناول فرماتے ایک دن شیخ نظام الدین اولیاؒ نے بنئے سے ایک پیسہ کا نمک ادھار لے کر اس پھل پر چھڑک کے آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے چکھتے ہی فرمایا: کھانا کچھ ثقیل سا ہے، شاید اس میں کوئی مشتبہ شے ہے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے نہایت انکساری سے عرض کیا کہ متعلقہ خدام نے بڑی احتیاط سے یہ تیار کیا ہے۔ فدوی پر وجہ اشتباہ ظاہر نہیں، مگر آپ نے نور باطن سے مشاہدہ کر کے فرمایا کہ نمک کہاں سے ملا؟ حضرت محبوب الٰہیؒ نے عرض کیا: حضور ادھار لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: فقیر کے لئے مناسب نہیں کہ سرکش دشمن نفس کے مزہ کی خاطر قرض لے۔ اگر خدا نخواستہ ادائیگی قرض کی کوئی صورت نہ ہو سکی تو کس قدر خسارہ ہے، اور توکل و قرض کا جوڑ نہیں۔ یہ ہمارے سامنے سے اٹھالے جاؤ۔ خادموں نے اشارہ پاتے ہی کھانا اٹھالیا اور دوسرے لوگوں کو دے دیا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے آپ کے فرمان کو دھیان سے سن کر سمجھ لیا کہ حضرت اس طرح مجھے قرض لینے پر متنبہ فرمارہے ہیں۔ سو میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ضرورت کے وقت بھی قرض نہ لیں گے۔ شیخ فریدؒ نے محبوب الٰہیؒ کے ارادہ کو محسوس فرما کر کہا: انشاء اللہ تمہیں قرض کی ضرورت نہ پڑے گی اور الحمدللہ ایسا ہی ہوا کہ قرض کی نوبت نہ آئی (فوائد الفواد)

آپ کا شبانہ روز کا بستر ایک مختصر سی کملی تھا، جس میں پاؤں پھیلا کر سو نہ سکتے تھے۔ ایک دن آپ کے گھر کی خادمہ نے عرض کیا کہ آپ کا فلاں بچہ بھوک سے بیتاب ہو کر انتقال کر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے چارہ فریدؒ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہے اگر اس کی تقدیر یہی تھی (سیر الاولیاء)

ایک دن شیخ نظام الدین اولیاؒ نے دیکھا کہ ایک خوب صورت بڑھیا سنہری لباس پہنے شیخ

فریدؒ کے آستانے پر جاروب کشی کر رہی ہے، آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں۔ آپ نے اس کے ایک طمانچہ مار کر اسے باہر کر دیا۔ یہ بات جب خواجہ فریدؒ نے سنی تو افسوس کیا اور فرمایا: اسے ہاتھ سے کیوں چھوا؟ ویسے ہی دھمکا کر بھگا دیتے۔

ایک مرتبہ محبوب الٰہیؒ نے بے شمار سنہری رنگ کے سانپ آگے پیچھے آپ کی منزل سے نکلتے دیکھے آزمانے کے لیے ان میں سے ایک پر چادر ڈال دی۔ سونا بن گیا۔ شیخ فریدؒ کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا: یہ تو نے کیا کیا۔ عرض کیا آزمانے کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں تھا۔ ارشاد ہوا: یہ دنیا ہے روزانہ ہم پر پیش کی جاتی ہے مگر ہم نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے (گلشن اولیاء)

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے شیخ فریدؒ کی جب یہ کیفیت سنی تو فرمایا: فریدؒ شہباز ہے وہ اس مردار کی طرف کیوں کر مائل ہو سکتے ہیں۔ خواجہ معین الملۃ والدینؒ نے فرمایا: ایسے بلند پرواز شہباز کو دام میں پھانسا ہے کہ سدرۃ المنتہی کے علاوہ وہ اپنا ٹھکانہ نہ بنا سکے فریدؒ ایک نورانی شمع ہے جو خاندان درویشاں اور خدا پرستوں کے دودمان عالی کی انوار و برکات سے روشن ہے۔ اس خطاب کے مورد خواجہ قطب الدینؒ ہیں (اخبار الاصفیاء)

جب آپ کے سایۂ اقدس سے سرزمین بخارا انوار قدسی کی منزل بن گئی، شیخ سیف الدینؒ کے مکان میں قیام فرمایا۔ جو سرخیل اولیاء زمانہ تھے، شیخ نے آپ کی تابندہ پیشانی سے آثار عرفان و آگہی دیکھ کر فرمایا: چراغ ولایت روشن کر کے آپ یگانۂ روزگار ہونگے۔ دنیا بھر کے سعادت مند آپ سے فیض پائیں گے، اور آپ کی نسل میں علم و عمل کے بے مثال نمونے ظاہر ہوں گے۔

لوح محفوظ است پیشانیٔ یار   راز کونینش نماید آشکار

یار کی پیشانی لوح محفوظ کی طرح ہے جس سے کونین کے راز آشکارا ہیں۔

ایک دن شیخ فرید الدین تبریزیؒ نے آپ کی خدمت میں انار لاکر پیش کیا، آپ کا روزہ تھا، انار توڑ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا، اور آپ نے انار کے ایک دانے سے، جو بچ گیا تھا، روزہ افطار کر لیا، اس دن آپ کے چہرہ پر عجیب رونق ظاہر ہوئی، آپ کو افسوس ہوا کہ اگر سب انار کھا لیتا تو زیادہ فیض یاب ہوتا۔ اسی حسرت و افسوس کے ساتھ دہلی میں آپ کو

خواجہ قطبؒ کی آمد معلوم ہوئی، ملاقات کے وقت خواجہ قطبؒ نے فرمایا: یہ تم کس خرخشے میں پھنس گئے، پورے انار میں ایک دانہ ہی فیض بخش ہوتا ہے وہ بحمداللہ تمہیں مل گیا یہ سن کر آپ کو اطمینان ہوا۔ (راحت القلوب)

جس وقت آپ نے بارگاہ خدا کے برگزیدہ حضرت شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے ملاقات فرمائی تو شیخ نے آپ کو بلند مقام و منزلت کی بشارت دے کر بغل میں دبا لیا۔ اس وقت کچھ اور لوگوں نے بھی شیخ سے شرفِ صحبت حاصل کیا، جو خدا جوئی کی مہم میں مصروف تھے اتفاقاً کرامت کا۔ جو اولیاء کرام کے ہاں نمک جیسی ہے، تذکرہ ہوا ۔

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں ۔۔۔ تا سیہ روئی شود ہر کہ دروغش باشد

اچھا ہے اگر تجربہ کی کسوٹی پر حقیقت کھل جائے تاکہ وہ آدمی سیہ رو ہو جس میں کھوٹ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا اس شہر کا حاکم ہم سے حسن عقیدت رکھتا ہے، کبھی کبھی پریشان ہوکر پریشان کر دیتا ہے، آج جب وہ کھیل کے میدان میں جائے گا تو اس کے زندہ واپس آنے میں تعجب ہوگا۔ گھڑی دو گھڑی بعد خبر آئی کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ پھر حاضرین آپ کی طرف متوجہ ہوکر طالب فیض ہوئے۔ آپ نے فرمایا: آنکھیں بند کیجئے۔ صرف آنکھ بند کرتے سے ہر ایک نے خود کو آپ کے ساتھ نورانی منزل میں دیکھا۔ ایک لمحہ بعد پھر اس جگہ محسوس کیا جہاں پہلے تھے، شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور ان دوسرے بزرگوں نے جو وہاں تھے محظوظ ہوکر کہا: ولایت اصل میں اسی سے عبارت ہے، اس کے بعد وہ درویش، کرامت سے، چادروں میں منہ ڈال کر غائب ہوگئے۔ خرقے خالی رہ گئے تھوڑی دیر بعد ظاہر ہوئے۔ (راحت القلوب)

جب آپ ملتان میں رونق افروز ہوئے، تو شیخ بہاءالدین ذکریا کے ساتھ، کہ آپ کے اور ان کے درمیان تعلقات کی نوعیت بالکل ایسی تھی جیسی کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے درمیان تھی، آپ کی کافی مجلسیں ہوئیں، ایک مرتبہ شیخ بہاءالدین نے سوال کیا کہ درجۂ ولایت و کرامت کو کہاں تک پہنچا دیا؟ آپ نے فرمایا: اس مقام پر کہ اگر اس کرسی کو حکم کروں، جس پر آپ تشریف فرما ہیں کہ ہوا ہو جا تو ہوا پر سوار ہو جائے، محض آپ کے یہ کہنے ہی سے کرسی ہوا میں معلق ہو گئی، شیخ بہاءالدین باصرہ افروز ہوکر شادکام ہوئے۔ (راحت القلوب)

اکثر ابدال و اوتاد اور قطب آکر آپ کی تلاش و جستجو فرماتے تھے (فوائد الفواد)

ایک مرتبہ آپ شیخ جمال الدین ؒ کے گھر میں تشریف فرما تھے، جو ایک بلند مرتبہ عارف باللہ تھے، کہ کچھ تند خو قلندر آ گئے اور آزمائش کے طور پر دہی کی فرمائش کی۔ شیخ جمال الدین ؒ نے فکر مند ہو کر آپ کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: قلندروں سے کہیئے کہ گھر میں جو چشمہ جاری ہے اس میں سے دہی کھائیں۔ انہیں گو اس پر یقین نہیں آیا کہ پانی اپنی وضع بدل لے مگر امتحاناً چشمہ پر گئے وہاں انہیں وہی شے دستیاب ہوئی جس کی آپ نے بشارت دی تھی۔ بڑے شوق سے انہوں نے دہی کھائی۔ چند خرقہ پوش ایک مرتبہ مختلف کھانوں کی خواہش دلوں میں رکھ کر حاضر خدمت ہوئے، آپ نے ہر ایک کے سامنے، اس کی آرزو کے مطابق کھانا لگوا دیا یہ دیکھ کر یہ لوگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ ایک دن کچھ لوگوں نے آپ سے تصرف باطنی کے بارے میں پوچھا، آپ نے سوکھی لکڑیوں کے ڈھیر پر ہاتھ رکھا خالص سونا ہو گیا (راحت القلوب) ایک مرتبہ آپ کی محفل میں درود شریف کے فضائل و فوائد کا تذکرہ تھا، چند خرقہ پوش بزرگوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: زیارتِ کعبہ کے شوق میں چلے تھے مگر صرفہ نہیں آپ نے ٹھیکریوں پر درود شریف چند مرتبہ پڑھ کر ان کے حوالے کیں جو سرخ سونے کی صورت ہو گئیں۔ اسی طرح چند لوگوں کو سوکھی کھجوریں مرحمت فرمائیں جو ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی سونے کی ہو گئیں۔ (راحت القلوب)

آپ خلوت پسندی کے باعث لوگوں سے بھاگتے اور شہر شہر گھومتے پٹن میں پہنچ گئے جس کا دور پیشین میں، اجودھن نام تھا، وہاں کے لوگ چونکہ بد اعتقاد تھے، اس لئے آپ ایک درخت کے نیچے رختِ اقامت ڈال کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آفتاب کی روشنی اور مشک کی خوشبو کو چھپایا نہیں جا سکتا، تھوڑے عرصہ میں مشہور ہو گئے کہ فیضان کا سورج عنایت و کرم کے افق سے نکل کر اس علاقے میں روشنی پھیلا رہا ہے۔ چھوٹے بڑے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر طرح کے لوگ نیاز مندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نقوشِ آرزو کو اچھی طرح سنوارتے تھے (سیر الاولیاء)

قصبہ اجودھن کا قاضی آپ سے دشمنی رکھتا تھا ملتان کے علماء کے پاس استفتاء بھیجا کہ ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے جو دعوی درویشی کے ساتھ ساتھ نغمہ و سماع کو جائز قرار دیتا ہے، علماء کرام نے نام دریافت کیا جب بتا دیا گیا کہ فرید الدین ہے، تو سب نے یکزبان ہو کر کہا کہ اس دانائے رموزِ ایزدی و واقفِ اسرارِ الٰہی کے متعلق ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ (فوائد الفواد)

قاضی اجودھن کو ملتان سے غائب و خاسر لوٹنا مگر متنبہ نہ ہو سکا، اور ایک قلندر کو فریفتہ زر ہونا کرکے آپ کے قتل پر آمادہ کیا۔ قلندر جب چھری بغل میں چھپا کر آپ کی منزل میں آیا تو آپ حسب معمول، نماز کے بعد سر نیاز انکسار کی مٹی پر رکھ کر گھڑی دو گھڑی استغراق میں رہتے، سردی کے موسم میں عقیدت مند، سردی سے بچاؤ کی خاطر، پوستین آپ کے بدن پر ڈال دیتے۔ آپ سجدہ میں تھے کہ قلندر پہنچا۔ آپ نے کسی کو بلایا۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے کہا: میں ہوں، آپ نے فرمایا کہ ایک قلندر کھڑا ہوا ہے، شیخ نظامؒ نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا: کان میں سفید حلقہ (بالی) ہے۔ اور واقعی تھا۔ پھر فرمایا بغل میں چھری بھی ہے۔ شیخ نظامؒ کہتے ہیں کہ ہر دفعہ آپ کے اشارہ کے مطابق جب بھی میں نے اسے دیکھا اس کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ بھاگ جائے تاکہ بھید ظاہر نہ ہو۔ یہ سن کر وہ ایسا بھاگا کہ پھر اس کا کوئی نشان نہ ملا، پھر بھی قاضی اجودھن خصومت سے باز نہ آیا۔ آپ کے متعلقین و مریدین کو تکلیف پہنچاتا۔ آپ صبر و تحمل کی تلقین فرماتے (سیر العارفین)

پٹن کے کوتوال کے قاضی اجودھن کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے، قاضی کی حمایت و رعایت میں وہ بھی شیخ کے اعزہ کو پریشان کرتا۔ جب حالات زیادہ پیچیدہ ہوئے تو شیخ شہاب الدینؒ کے چھوٹے لڑکے نے عرض کیا: آپ کی بزرگی و خدا پرستی سے ہمیں تو یہی نفع ہوا ہے کہ رات دن کوتوال کی حرکتوں سے شکستہ خاطر و افسردہ دل رہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کو جلال آگیا۔ اپنا عصا جو عصائے موسوی جیسا تھا، ہاتھ میں لے کر زمین پر مارا، فوراً کوتوال درد شکم میں مبتلا ہوا، آپ کی بارگاہ بلند تک آتے آتے اس کی روح پرواز کر گئی۔ (سیر العارفین)

شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص عبد اللہ نامی، جو محمد ابوالفضل کے نام سے مشہور تھا، قاضی اجودھن کی نیابت میں خطبۂ جمعہ پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ نماز جمعہ میں غلطی کی، آپ نے اسے آگاہ کر کے نماز لوٹانے کو کہا۔ قاضی اپنی کج فہمی کے باعث یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور آپ کی پردہ دری پر آمادہ ہو کر کہنے لگا۔ ادھر ادھر کے چند آوارہ لوگ آکر حکومت چلانا چاہتے ہیں۔ آپ کی رگ فاروقی جوش میں آئی اور زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے: مناسب یہی ہے کہ اگر جھگڑے کی طاقت نہیں تو مکافات عمل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ فوراً

قاضی کا چہرہ فالج سے ٹیڑھا ہوگیا۔ نادم و شرمندہ ہو کر آپ کے آستانے پر حاضری دی۔ اور آپ کی ڈیوڑھی کی مٹی کا سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگایا اور معذرت خواہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے۔ عبداللہ۔ اللہ کے بندے۔ اٹھارہ سال سے تمہاری ناشائستہ وکردنی و ناکردنی حرکات مسلسل دیکھ رہا ہوں۔ اب میرے اور تمہارے درمیان حاکم قرآن مجید ہوگا اور اس کا جو بھی فیصلہ ہوگا منظور ہوگا۔ جب قرآن کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر یہ آیت کریمہ نکلی۔

یَا نُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (ھود ۱۱ / ۴۶)

اے نوحؑ یہ تیرے اہل سے نہیں بلکہ اس کے عمل غیر صالح۔ برے۔ ہیں۔

قاضی جو نیاز لایا تھا واپس کردی، قاضی مایوس ہوا اور اس کی زندگی کا پیالہ ٹوٹ گیا (سیر الادبیار)

بیر ناتھ جوگی نے کج رائی و بیہ و دلی کی وجہ سے پاؤں اندازہ سے باہر نکال کر آپ کی ہمسری کا دعویٰ کیا، جب اس نے آپ کے جمالِ جہاں افروز کو دیکھا تو پریشان ہو کر تکبر کی ٹوپی سر سے اتار کر خاکساری اختیاری کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بیہ کار اندیشہ باطل۔ غلط فکر۔ سے پشیمان نہ ہوتا تو زمانہ دراز تک خاک مذلت سے اٹھنے کی تاب نہ رکھتا۔ آپ کے اشارہ سے سر اٹھا کر عجز و انکساری سے دستہ بستہ باادب آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ جب آپ نے حقیقت حال معلوم کی تو آہستگی سے کہا: مجھے جناب کی عظمت و ہیبت نے کچھ اس قدر مرعوب کر دیا ہے کہ بات کرنے کی بھی طاقت نہیں۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا: یہ بتاؤ تم نے اپنا مرتبہ کس قدر بلند کر لیا ہے۔ اس نے عرض کیا: اس راہ کے چلنے والوں کے نزدیک بلند مرتبہ ہوا پر اڑنا ہے۔ آپ نے فرمایا: فوراً اڑ کر دکھاؤ۔ وہ ہوا میں اڑ گیا۔ آپ نے پاؤں سے اپنی جوتی نکال کر اس کی طرف ڈالی۔ تقدیر کی خوبی کہ جوتیاں اس کے سر سے اونچی ہو کر اس کے سر پر برسنے لگیں۔ جس طرف بھی وہ جاتا تھا ادھر ہی جوتیاں دوڑتی تھیں۔ عجز و لاچاری سے نیچے اتر کر اسلام قبول کیا، اور آپ کی توجہ سے عارف باللہ ہوگیا۔

ایک دفعہ ایک کج دماغ نے، جو بھکاریوں جیسے لباس میں تھا۔ نشے کی سی کیفیت میں کہا: اگر یہ بازو تم ہمیں دے دو تو میری وجہ سے تمہیں برکت میسر ہوگی۔ آپ نے غصہ میں فرمایا: تجھے اور تیری برکت کو دریا میں ڈال دوں۔ جب وہ آپ کی مجلس سے نکلا تو پٹن کے

نزدیک جو نہر ہے اس میں ڈوب کر مر گیا۔

پانچ آدمی درویشوں کے لباس میں آپ کی خدمت گرامی میں پہنچے، اور تکبّر و بے ادبی سے کہنے لگے: دنیا کی سیر و سیاحت میں مقام درویشی میسّر نہ ہو سکا جس سے نگاہ معرفت ملے۔ مگر صرف ان لوگوں کو حاصل ہوا جنہوں نے شیخی بگھار بگھار کر اپنے کو مشہور کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تھوڑی دیر بیٹھیے تاکہ حقیقت واشگاف کروں مگر وہ بوالہوس چلتے بنے۔ آپ نے فرمایا: اگر مقصد جانا ہی ہے تو بیابان کے راستے مت جاؤ۔ مگر موت چوں کہ ان کے انتظار میں تھی، آپ جیسے مشفق و خدا رسیدہ بزرگ کی بات پر دھیان نہ دے کر بیابان کی راہ لی۔ گو ان گمراہوں کی راہ پیمائی آپ کے روشن ضمیر پر عیاں تھی مگر ظاہر بینوں کی تسلّی کے لئے ایک شخص سے فرمایا: ذرا دیکھنا۔ کس راستے جا رہے ہیں؟ جب ان کا بیابان میں سے جانا آپ کے گوش گذار کیا گیا تو فرمایا: اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعون۔ اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اسی دوران ایک آدمی نے کہا کہ ابھی ابھی چار آدمیوں کا شعلۂ حیات باد سموم سے بجھ گیا اور ایک کنویں پر گیا، پانی پی کر اس نے اپنا پیمانۂ عمر لبریز کر لیا (نفحات الانس)

شیخ جمال الدین ہانسویؒ شیخ نظام الدین اولیاؒ سے فرماتے تھے کہ سیر و سیاحت میں ایک دفعہ آپ کا شرفِ صحبت میسّر ہوا، اتفاقاً نہر دجلہ پار کرنی تھی اور کشتی کا کوئی نظم نہ تھا آپ نے فرمایا آنکھ بند کرو۔ محض امتثالِ امر سے خود اور حضرت کو دریا پار دیکھا (افضل الفوائد)

جس وقت آپ زیارتِ بیت المقدس اور اس کی جاروب کشی سے سرفراز ہوئے، اس وقت ایک خرقہ پوش بھی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیت المقدس کی دید سے شرف اندوز ہوا، اس نے امتحان و تحقیق کی نگاہ آپ پر ڈالی، آپ نے دفع الوقتی کے تحت سر نیچے کر لیا۔ جھکا لیا، جب اس نے اچھی طرح آپ کی شناخت کر لی، تو بے اختیار ہو کر آپ کے پیروں میں گر کر عرض گذار ہوا: جب آپ بیت المقدس میں جھاڑو لگا رہے تھے اس کمترین کے سوال پر نام نامی شیخ فریدؒ زبان لائے۔ آپ نے فرمایا: وعدہ یہ تھا کہ گذارش کے لیے لب وا نہوں گے، منہ نہ کھولیں گے۔ خرقہ پوش عرق شرمندگی میں غرق ہو کر معذرت

خواہ ہوا۔ آپ نے فرمایا : اے درویش ! خدا کے برگزیدہ بندے جہاں بھی ہوں گے ، صورت ہستی کا جو بھی نقش بنایا جائے ، فرش سے عرش تک اور مشرق سے مغرب تک وہ نفوس قدسیہ وہیں ہوں گے۔ پھر فرمایا : آنکھیں بند کرو اس نے آنکھیں بند کرلیں اور پھر آپ کے حکم کے مطابق کھولی ، جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس کا مشاہدہ کرکے ، بختیاوری سے ، سعادتِ ارادت و عقیدت سے بہرہ ور ہوئے۔ (راحت القلوب)

ایک شخص نے شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ سے فیض یاب ہوکر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ بہاءالدینؒ نے اپنی خانقاہ سے نکل کر فرمایا : آواز لگاؤ اور منادی کراؤ کہ آج جو شخص بھی میرا منہ دیکھے وہ مغفرتِ خداوندی و بخشش کا مستحق ہوجائے اس لیے کہ ہمیں اس کا الہام ہوا ہے۔ شیخ فریدؒ نے فرمایا : اے درویش ! اگر میرے بھائی بہاءالدینؒ نے یہ خوش خبری سنائی ہے تو میں بھی بشارت دیتا ہوں کہ کوئی بھی مسلمان میرے یا میرے فرزندوں ارادتمندوں یا ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے ، بیعت کرے جو ہماری خانقاہ میں مقیم ہیں ، یا مصافحہ کرے ، جہنم کی آگ اسے نہ جلائے گی اس لیے کہ خواجہ قطبؒ نے فرمایا : اے فرید ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بڑا بلند مرتبہ عطا فرمایا ، جو آدمی بھی تجھ سے یا تیرے فرزندوں ، ارادت مندوں اور پیروں سے مصافحہ کرکے بہرہ ور ہوا یا بیعت ہوا ، جہنم کے عذاب سے رہائی پائے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ روزانہ سروش غیب ہمیں واضح اور بلاشک پیام پہنچاتا ہے کہ اے فریدالدین تم سعادت مند و نیک بخت ہو۔ ایک دن آپ کو خیال ہوا کہ شیخ بہاءالدین زکریاؒ کو نامہ خلوص و محبت لکھیں۔ کاغذ قلم ہاتھ میں لے کر شیخ کے خطاب مستطاب کی فکر ہوئی کہ لوح محفوظ میں شیخ کا جو خطاب ہے وہ تحریر میں لائیں۔ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی لوح محفوظ میں مرقوم نقوش سے دیدہ ور ہوکر شیخ بہاءالدین زکریاؒ لکھا (سیرالاولیار)

ایک حبشی نے آپ کی خدمت میں لڑکے کی فرمائش کی ، خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ لڑکا دے دے ، آپ نے بجائے ایک اسے سات فرزندوں کی بشارت دی۔ ایک دانش مند بھی آپ کی محفل میں تھا ، تنگ ظرفی سے بپھر کر بولا : یہ تو دعویٰ خدائی ہے نہ کہ بزرگی و درویشی ، اس وقت آپ چپ رہے۔

ایک مدت بعد نیرنگی تقدیر سے وہ حبشی اپنے سات لڑکوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ معترض دانش مند بھی آپ کی نورانی محفل میں تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر استغفار کیا، معذرت کی اور آپ کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا، آپ نے فرمایا: چالیس سال احکام الٰہی کی بجا آوری کی۔ چالیس سال سے جو کچھ اس بندے کے دل میں گذرتا ہے یا زبان سے ظاہر ہوتا ہے، تقدیر کی کرشمہ سازی سے وہی ہو جاتا ہے (سراج الہدایہ)

ایک دفعہ آپ کے ارادت مند محمد شہ غوری کا بھائی سخت بیمار ہوا۔ اطبا لاچار ہو گئے کوئی علاج سود مند نہ ہوا، محمد شہ پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کی پریشانی دیکھ کر آپ نے فرمایا: محمد شہ اس وقت تو جس کرب و اندوہ سے شکستہ خاطر ہے، میری پوری زندگی میں کوئی لمحہ کوئی لحظہ ایسا نہیں گزرا کہ محبت خداوندی میں جگر خونبار نہ ہوا ہو۔ اب تو جا اور دیکھ تیرا بھائی ٹھیک ہو گیا جب وہ گھر آئے تو دیکھا کہ بھائی کھانا کھا رہا ہے گویا کبھی بیمار ہی نہیں ہوا تھا (ثمرات القدس)

الغ خاں اس ارادہ سے کہ ہندوستان کا بادشاہ ہو جائے، آپ کی قدم بوسی کے لیے آپ کے آستانے پر افتخار جاودانی سمیٹنے پہنچا، آپ نے ہنس کر اس کی طرف رُخ کیا اور شاہنامہ فردوسی کی یہ دو بیتیں پڑھیں۔

فریدون فرخ فرشتہ نہ بود   ز عود و ز عنبر سرشتہ نبود
زداد و دہش یافت ایں مہتری   تو داد و دہش کن ازو برتری

فریدوں بادشاہ کوئی فرشتہ نہ تھا نہ اس کے خمیر میں عود و عنبر گوندھے گئے تھے داد و دہش۔ خیر و خیرات سے یہ سرداری و بادشاہی پائی۔ تو بھی خیرات کر اس سے بڑھ جائے گا۔

کہتے ہیں کہ چند دنوں میں ناصر الدین سلطان کا علم حیات سرنگوں اور جام زندگی واژگوں ہوا اور الغ خاں اس کی جگہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا اور غیاث الدین لقب اختیار کیا، عرصہ تک حکومت اس کی اولاد میں رہی

ایک سخن سنج۔ ادیب و شاعر۔ جو شمس الدین دبیر کے نام سے مشہور تھا آپ کے

فیوضاتِ صحبت سمیٹ کر شیخ حمید الدین ناگوری کی تصنیف لوائح کے مطالعہ سے شاد کام و بامراد ہوا۔ ایک دن ایک عمدہ اور دلکش قصیدہ آپ کی منقبت میں لکھا اور آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض گذار ہوا کہ ہمارے پیرو کار و وابستگان بہت زیادہ ہیں آپ کی توجہ و دعا کی برکت سے اُمید ہے عسرت و تنگدستی سے رہائی پا کر عیش و آرام سے ہمکنار ہوں۔ فرمایا: شکرانہ لاؤ ــ اور جس آدمی سے آپ شکرانہ منگاتے ہیں۔ اس کا مقصد اس کی منشار کے مطابق انجام پاتا ہے۔ پچاس جتیل۔ ایک سکہ۔ لایا اور فقیروں میں تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے اس کی کشائش رزق و فتح یابی کے لئے دعا کی۔ چند دنوں میں، خدا کے فضل اور آپ کی دعا کی برکت سے سلطان شمس الدین کا وزیر بن گیا[1] (فوائد الفواد)

جب شرف الدین۔ نواسۂ قاضی حمید الدین ناگوری (فوائد الفواد) کو خدا طلبی کا خیال آیا تو آپ کی خدمت میں حاضری کی خواہش ہوئی۔ اس کی لونڈی نے کہا: یہ رومال بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کر دیجئے۔ جب شرف الدین آپ کی بیعت سے سرفراز ہوئے تو لونڈی کا رومال پیش کیا تو آپ کی زبان تقدیر ترجمان پر آیا: خدا تعالیٰ اسے آزاد کر دے۔ شرف الدین کو فکر دامن گیر ہوئی کہ لونڈی قیمتی ہے، اور آپ کا فرمان ضرور پورا ہو گا۔ ضروری ہے کہ کوئی خریدار تلاش کیا جائے اور اس کے ہاتھ فروخت کیا جائے شاید وہ آزاد کر دے پھر اسے خیال آیا کہ اگر کسی اور نے اسے آزاد کیا تو ثواب آخرت اس کو ملے گا۔ اس خیال سے خود ہی اسے آزاد کر دیا۔

(فوائد الفواد ص ۲۵۰)

ایک بوڑھی عورت رنگ اڑا ہوا، غم سے نڈھال آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئی کہ بیس سال ہوئے میرا لختِ جگر مجھ سے بچھڑ گیا، نہیں معلوم زندہ ہے یا مر گیا۔ آپ نے تھوڑا مراقبہ کر کے فرمایا: خوش ہو جاؤ اپنے بچہ کی دید سے انشاء اللہ شاد کام ہو گی وہ جب گھر آئی تو لڑکے کو گھر میں دیکھا، اور بغل میں لے کر سوال کیا کہاں تھا تو؟ اس نے بتایا دریا کے

---

[1] شیخ فرید کے وصال ۶۶۴ھ تک شمس الدین التمش کے بعد ہندوستان میں دوسرا شمس الدین نام کا سلطان پیدا نہ ہوا۔ واللہ اعلم۔ مترجم

کنارے، یہاں سے ڈیڑھ ہزار میل دور، کھڑا تمہاری یاد میں رو رہا تھا کہ ایک خرقہ پوش، روشن چہرہ، سفید بال والے نے آکر فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کی اور اس کا ہاتھ پکڑا آنکھ کھولی تو اپنے گھر میں کھڑا پایا آپ کی ماں نے سمجھ لیا کہ وہ بزرگ آپ ہی تھے۔ حاضر خدمت ہو کر شکرانہ پیش کیا۔ (راحت القلوب)

ایک روغن گر پٹن کے دیہات میں رہتا تھا۔ گردش تقدیر کہ دیو پال پور کے حاکم نے اس گاؤں پر حملہ کر دیا اور اسے لوٹ لیا، روغن گر کی بیوی حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھی، وہ فسادیوں کے ہتھے چڑھ گئی، روغن گر صدق دل سے اس پر عاشق تھا، ہر چند اسے تلاش کیا مگر کوئی نشان اس کا نہ ملا۔ آپ کی خدمت میں آکر ساری سرگذشت آپ کو سنائی۔ آپ نے فرمایا تین دن پٹن میں رہو اور دیکھو تقدیر ایزدی کیا شکل اختیار کرتی ہے تیسرے دن چوکیدار عامل کو زنجیروں میں باندھ کر حاکم کے پاس لے جا رہے تھے، پٹن کے قریب پہنچ کر، اس کی آرزو کے مطابق، آپ کی خدمت میں لائے۔ نہایت عاجزی کے ساتھ آپ سے مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا: اگر قید سے چھٹکارا مل جائے تو شکرانہ میں کیا لاؤ گے؟ عرض کیا: تمام نقد و جنس، جو میرے قبضہ میں ہے، اپنے لئے باعث فخر سمجھ کر بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ آپ نے فرمایا: حاکم سے جو انعام ملے گا اس کے متعلق کچھ معاہدہ کرو مثلاً لونڈی روغن گر کے حوالے کر دو گے، اس نے قبول کیا۔ جب حاکم کے سامنے اسے پیش کیا گیا تو آپ کی برکت سے اسی وقت خلعت و اسپ دے کر گھر کو رخصت کیا، اس کے بعد ایک لونڈی بھیجی کہ یہ بھی تجھے بخشی۔ جب اس عامل کے گھر کے قریب پہنچے۔ اور روغن گر اس انتظار میں تھا ہی کہ نیرنگیٔ زمانہ سے کیا پیش آتا ہے۔ دونوں۔ لونڈی و روغن گر۔ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پہچانا، عامل اس سانحہ سے متحیر ہوا، فوراً لونڈی روغن گر کو سونپ دی، دونوں فراق کے ستم رسیدہ آپ کی بارہ گاہ میں ارادت کے ساتھ پہنچے .....

کہتے ہیں کہ نواحی پٹن کے فرمانروا کے تئیں ایک گراں قیمت باز تھا، اس نے وہ تو شہ بیگی کو سپرد کر کے کہا: میرے بعد اسے شکار کے لیے نہ چھوڑنا، ایک دن دوستوں کی خاطر، ان کے اصرار سے باز کو شکار کے پیچھے لگا دیا۔ باز شکار چھوڑ کر بلندی پر اڑ کر غائب ہو گیا، ہر چند وہ

اور اس کے دوست چاروں طرف دوڑے بھاگے مگر باز کا کوئی سراغ نہ لگا۔ توش بیگی لباس جان چاک کر کے آہ و نالہ و فریاد و فغاں کرتا ہوا آپ کے در دولت پر حاضر ہوا، سارا ماجرا دہرا کر گذارش کی کہ ہمارا آقا ظلم و ستم میں حجاج سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس کالبد خاکی کو جان سے خالی کر کے رشتہ زندگی منقطع کر دے گا، اگر فقر کی گدڑی پہن کر جنگل کی راہ لوں تو ہمارے بچوں کو سمند ستم کی ٹاپوں سے روند ڈالے گا، آپ نے ارشاد فرمایا: تھوڑی دیر بیٹھو اسی وقت گمشدہ باز قلعہ کے کنگورہ پر آبیٹھا، آپ نے اسے بتلا دیا وہ دیکھو باز بیٹھا ہے، فوراً باز کو پکڑا اور بطور نیاز گھوڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ہنس کر فرمایا: فی الحال تم جلدی سوار ہو کر گھر پہنچو اور اس گھوڑے کی نصف قیمت مجھے دے دینا، قسمت اچھی تھی اور سیدھے بھاگ۔ توش بیگی کی سرگذشت جب حاکم نے سنی تو آنحضرتؒ سے ارادت و عقیدت کی چادر کاندھے پر ڈالی اور توش بیگی بھی ساتھ لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت بیعت اور خدمت دوام سے بہرہ ور ہوئے (سیر العارفین)

ایک نوجوان عقیدت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے۔ پٹن کو چلا، راہ میں ایک مغنیہ کو دل دے بیٹھا جو حسن صورت میں مشہور روزگار اور گانے میں ماہر تھی، دونوں ایک گاڑی میں سوار ہوئے اور عشوہ و ناز کا دور چل پڑا۔ حسن و جمال و عشق اکٹھا ہو کر کیا کچھ کر ڈالتے ہیں؟ وہ ہی خطرہ یہاں درپیش تھا۔ بتقاضائے بشریت و شباب جب نوجوان نے اس مغنیہ پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور جوان کے ایک چپت رسید کر کے فرمانے لگے: بزرگوں کے ہاں عقیدت سے جا رہے ہو اور اعتقاد و عمل کو خراب کر رہے ہو۔ جوان کو ہوش آیا اور گاڑی سے اتر گیا۔ جب آپ کے آستانہ پہنچ کر شرف اندوز صحبت ہوا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: خدا کی حفاظت نگہبان بن گئی کہ تو اس مغنیہ کے دام سے بچ گیا۔ (فوائد الفواد)

ایک دفعہ آپ لوٹے میں پانی لے کر وضو فرما رہے تھے، اچانک لوٹا زمین پر پھینک کر مارا اور توڑ دیا۔ حاضرین اسے دیکھ کر حیرت میں تھے کہ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آیا اور کہنے لگا راستے میں شیر نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ آنحضرت نے لوٹا پھینک کر جو مارا تو اس کے سر پر پڑا، اس کے صدمہ سے شیر روباہی روش اختیار کر کے زمین چاٹتا ہوا چلا گیا۔ (سراج الہدایت)

مولانا محمدؒ نے جو آپ کی عقیدت مندی پر فخر کرتا تھا، ملتان سے آکر آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ کے حکم سے مولانا کے لیے کھانا لایا گیا تو ان کے ذہن میں دستر خوان کی آرزو ہوئی، آپ نے اپنی مبارک انگلی سے، جو سراپا صفحۂ راستی تھی، ایک گول دائرہ کھینچ کر فرمایا: مولانا محمد! اگر سفرہ موجود نہیں تو اسی کو سفرہ (دستر خوان) کے حکم میں سمجھیے۔ یعنی اسی سے دستر خوان کا کام لیجیے (فوائد الفواد)

آپ کے موئے مبارک۔ سر اور ڈاڑھی کے کچھ بال۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ نے حاصل کر کے انہیں حرزِ جان و نقشِ دل بنا کر رکھا۔ جب ان کا قیام دہلی میں ہوا تو ہر بیمار آدمی کو، جو ان کے پاس دعاءِ صحت کے لیے حاضر ہوتا، اس وعدہ پر کہ اسے واپس کر دیں گے، وہ بال عنایت فرماتے، ان کی برکت سے بیمار بہت جلد صحت یاب ہو جاتا، اور بال ان کے پاس آجاتے، اتفاقاً شیخ تاج الدین مینائیؒ کا۔ جو شیخ فریدؒ سے رشتۂ موالست رکھتا تھا۔ لڑکا بیمار ہوا، بال انہیں دے دیئے۔ چوں کہ اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا، وہ انتقال کر گیا اور اس کی پریشانی میں وہ بال گم ہو گئے، بہت تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے، کچھ دن بعد ایک ضرورت مند آیا اور بالوں کی آرزو کی، خدا کی قدرت کہ بال جہاں رکھے رہتے وہیں مل گئے۔ بیمار کو دیئے وہ صحت یاب ہو گیا۔ (فوائد الفواد)

ایک دن آپ غلبۂ شوق سے ایک رباعی کو بار بار پڑھ رہے تھے اور سر سجدہ میں لے جاتے تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ اس حالتِ عجیبہ سے روشن چشم ہو کر آپ کے حجرہ میں داخل ہوئے، اور نہایت نیاز مندی سے جبینِ عقیدت آپ کے عتبۂ عالیہ پر رکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: نظام الدین! جو تیرا دل چاہے وہ چاہ لے۔ شیخ نظام الدین فرماتے ہیں: اس وقت کی میری ہر خواہش پوری ہو گئی (سیر الاولیاء)

آنحضرتؒ کے عقیدت کیش خواجہ احمد کہتے ہیں کہ اپنی خوش بختی اور آپ کی عنایت سے آپ کی خانقاہ میں وضو و غسل کے پانی کا نظم و نسق میرے ذمہ تھا۔ ایک دن اتفاقاً درد کمر کی وجہ سے یہ انتظام میں نہ کر پایا۔ آپ نے میری یہ کیفیت نورِ باطن سے بھانپ کر اپنے سامنے بلایا، اور اپنا دست مبارک میری کمر پر پھیرا، آپ کی برکت سے میرے ہاتھ پیروں میں جوانوں کی سی

قوت آگئی۔ اور درد بالکل جاتا رہا۔ یہی نہیں بلکہ اب تک۔ کہ اب میری عمر نّو سال ہے، اپنے سپرد خدمت کے باوجود درد کمر سے محفوظ ہوں (سیر الاولیا) انہیں خواجہ احمدؒ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ نے مجھے اپنے پہنے ہوئے کپڑے دھونے کے لیے عنایت فرمائے، اس کمترین نے اپنی سعادت سمجھ کر کپڑا دھونے میں۔ امکانی حد تک۔ کوئی کمی نہیں کی جب وہ کپڑے آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو فرمایا: اسے پھر دھو کر لاؤ۔ میں نے غور کیا تو یاد آیا کہ میں بغیر وضو تھا۔ وضو کر کے دوبارہ کپڑے صاف کیے اور سکھا کر آپ کی خدمت میں لایا۔ تیسری دفعہ پھر دھونے کا حکم ہوا۔ اب کی دفعہ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ کیوں ایسا ہے؟ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ جس درخت پر کپڑے سکھائے تھے اس کی شاخوں پر پرندوں کی بیٹ کپڑوں کو خراب کر دیتی تھی، آپ نے اسے نور باطن سے محسوس فرمایا اور مجھے دکھائی نہ دیا پھر کپڑے صاف کیے اور پاک جگہ سکھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے، تب آپ نے انہیں زیب تن کیا (سیر الاولیا مارار دو ص ۹۴)

ایک دفعہ بادشاہ وقت نے ایک خوانچہ سونے سے بھر کر آپ کی نذر کیا، آپ نے مولانا اسحٰقؒ سے فرمایا: متعلقین کے لیے صرف آج کا خرچہ نکال کر باقی فقرار و مساکین پر تقسیم کر دو۔ اتفاقاً بھول میں ایک تنکہ باقی رہ گیا، شام میں مولانا کو اس کی خبر ہوئی۔ سوچا کل خانقاہ کے مصارف میں کام آجائے گا، اسی رات جب تکبیر تحریمہ میں آپ کو حضور دل میسر نہ ہوا تو نماز کے بعد فرمایا: شاید اس نیاز سے کچھ باقی بچ گیا۔ مولانا نے عرض کیا کہ ایک تنکہ کل کے لیے رکھ چھوڑا آپ نے وہ تنکہ لیکر زور سے پھینکا۔ زاں بعد افسوس کیا کہ کیوں اس گندی چیز کو ہاتھ سے چھوا کوئی اور پھینک دیتا۔ (گلشن اولیار)

آپ کے ایک ارادت کیش (محمد نیشاپوریؒ) راوی ہیں کہ گجرات کی راہ میں سیاہ کار و بدبخت لٹیرے خون آشام تلواریں نیاموں سے نکال کر ہم پر حملہ آور ہوئے۔ اس تنہائی میں ہر طرف چشم معاونت خوابیدہ تھی۔ عنایت خداوندی کی حفاظت میں آپ کا نام نامی و اسم گرامی زبان پر جاری ہوا، اور میں نے اس کی برکت سے حفاظت چاہی اسی وقت وہ فسادی تلوار ہاتھوں سے پھینک کر فریاد و فغاں کرتے ہوئے بھاگ گئے۔ معلوم نہیں آنحضرتؒ نے

ان کے ساتھ کیا کیا؟ (فوائد الفواد)

سلطان ناصر الدین محمودؒ۔ ۶۴۴ھ ۶۶۴۔ ۱۲۴۶م ۱۲۶۶۔ جب آپ کی عقیدت و ارادت سے سرفراز ہوئے تو الغ خاں کے ذریعہ۔ جو بعد میں غیاث الدین بلبن کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱۲۶۶م ۱۲۸۶) دیالپور کے چار گاؤں اور کچھ سونا لے کر بھیجا کہ آپ کی نذر کرے۔ آپ کے خدام کی معرفت یہ فرمان و سونا پیش خدمت کر کے عرض کیا: گاؤں فرزندوں کے لیے، اور نقدی فقراء اور درویشوں کے واسطے بادشاہ نے بھیجی ہے، اگر قبول فرمائیں تو لازوال سعادت و بادشاہ کے لیے دولت سرمدی کا سبب بنے۔ فرمایا: نقدِ زر گاؤں کے محتاجوں میں تقسیم کر دو، اور گاؤں کے پروانے اسے دو جو اس کا شوقین ہو، میں نہیں لیتا۔ (سیر الاولیاء)

آپ کی فرودگاہ اجودھن کے کوتوال پر حاکم وقت بگڑا ہوا تھا اور اسے تکلیف پہنچاتا تھا کوتوال آپ کی بارگاہ کا ارادت کیش تھا، اس نے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی: حضرت! حاکم سے فرما دیجئے کہ مجھ غریب پر ستم رانی چھوڑ دے اور مجھے اپنے ظلم کا نشانہ نہ بنائے، اس کی گذارش پر آپ نے اپنے ایک عقیدت مند کو ظالم حاکم کے پاس بھیجا۔ جب حاکم کے ہاں اس کی رسائی نہ ہو سکی اور آپ کے سمع اقدس میں یہ بات پہنچی، تو اجودھن کے کوتوال سے فرمایا: شاید تم نے کسی پر ظلم روا رکھا تھا اور کسی سفارشی کی سفارش قبول نہ کی تھی، اسی باعث تمہارا یہ حال ہے اس نے ادب سے کھڑے ہو کر عرض کیا: حضور اس کے بعد کسی کو نہ ستاؤں گا اور عذر پیش کرنے والے کی فردِ جرم پر قلم عفو و بخشش پھیروں گا انہیں دنوں حاکمِ وقت نے آپ کی بارگاہِ عالیہ کی حاضری سے سعادت اندوز ہو کر توبہ کی توفیق پائی — اور اجودھن کے کوتوال کی غلطی معاف کی اور اسے خلعت و سواری سے سرفراز کیا۔

(سیر الاولیاء)

ایک دن آپ راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص بھوک سے پریشان ہو کر فریاد و فغاں کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا چیز کھانے کو طبیعت چاہتی ہے؟ اس نے کہا: چاول۔ آپ نے اپنی آستین مبارک اس پر پھیلائی، اس نے دیکھا کہ عمدہ دستر خوان بچھا ہوا ہے، اس نے اس میں سے کھایا۔ ایک عرصہ بعد دوبارہ وہ شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ اس

وقت آپ وضو فرما رہے تھے، وضو کا تھوڑا پانی آپ نے اس کے سر پر ڈالا اور فرمایا: تیس سال سے اس آدمی نے ریاضت و مجاہدے کی بھٹی میں خود کو پگھلایا، مگر نفس کو قابو میں نہ کر سکا مگر الحمدللہ اس وقت نفس کی گرفت سے رہائی مل گئی۔ (سیرالاولیاء)

شیخ یوسف ہانسوی جب اچہ و ملتان کی سیاحت کر کے باریابِ خدمت ہو کر شرفِ اندوزِ سعادت ہوا، تو آپ نے فرمایا: اس سفر میں کیسے کیسے لوگوں سے ملاقات ہوئی؟ اس نے عرض کیا فلاں آدمی فلاں جگہ زہد و تقوی سے آراستہ، اور فلاں آدمی فلاں جگہ عبادت و ریاضت میں مشغول، آپ ان لوگوں کے احوال معلوم کرنے کی غرض سے بزم سے اٹھ کر نظروں سے اوجھل ہو گئے، تھوڑی دیر میں واپس تشریف لائے، حاضرین کو حیرت ہوئی، شیخ یوسفؒ کے اطمینان کی خاطر آپ نے فرمایا: جس جماعت کی تو تعریف کر رہا تھا انہوں نے تو خود فروشی کی دکان کھول کر دنیا والوں کی نگاہوں میں دھول جھونک رکھی ہے۔ (سیرالاولیاء)

جس وقت شیخ نظام الملۃ والدینؒ نے شرف اندوزِ بیعت وارادت ہو کر دنیا کے بکھیڑوں سے آنکھیں پھیر لیں تو ایک دانشور نے۔ جو آپ کا ہم سبق و ہم صحبت تھا۔ آپ کا یہ حال زار دیکھ کر کہا: اگر آپ دہلی میں علمی کتابوں سے شغف رکھتے، تو منصب قضا یا منصب افتاء حاصل کر لیتے آپ نے اس کا منشاء نورِ باطن سے معلوم کر کے فرمایا: حصولِ علم دین کی راہ معلوم کرنے کے لیے ہے نہ کہ ان کاموں کے لیے (سیرالاولیاء)

ایک خود پرست قلندر نے آپ کی خدمتِ اقدس میں پہنچ کر ہرزہ سرائی کی: آپ نے خود کو ایک بت بنا کر مخلوق کو اس کی پوجا پاٹ میں لگا رکھا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے خود سے کچھ نہیں کیا اور نہ کوئی کر سکتا ہے، یہ تو خالقِ کائنات کا کام ہے (سیرالاولیاء ص۱۴۷)

جب آپ کی طبیعتِ ہمایوں جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ناساز ہوئی، اور اطباء کا علاج نفع بخش و سود مند نہ ہو سکا، وجہ صاف ظاہر تھی کہ مرض کی تشخیص نہ ہو پائی۔ ایک دن شیخ نظام الدین اولیاؒ اور فرزند گرامی شیخ بدرالدین سلیمانؒ سے فرمایا: تم لوگ آج کچھ کرو تاکہ پردۂ غیب سے کچھ ظاہر ہو ——— چنانچہ ان حضرات نے کوئی عمل

کیا ہوگا کہ۔ شیخ بدرالدین سلیمان نے عالم مثال میں دیکھا کہ ایک شیخ گنگنا رہا ہے کہ شہاب ساحر کے لڑکے نے آنحضرت پر سحر کیا ہے۔ اور مندرجہ ذیل عبارت پڑھنے کو کہا:

اَیُّهَا الْمَقْبُوْرُ الْمُبْتَلٰی اِعْلَمْ بِاَنَّ اِبْنَكَ قَدْ سَحَرَ وَاٰذٰی فَقُلْ لَهٗ، لِیَکُفَّ بَاسَهٗ عَنَّا وَاِلَّا یَلْحَقُهٗ مَابِنَا۔

اے قبر میں آئے ہوئے پریشان جان لے کہ تیرے بیٹے نے۔ حضرت پر۔ جادو کیا ہے اور تکلیف پہنچائی ہے تم اسے سمجھا دو کہ ہم سے سحر کو روک لے ورنہ ہم سے ھٹ کردہ ہماری اسی کو لگ جائے گی۔

اور یہ بھی کہ یہ عبارت شہاب کی قبر پر لکھ کر پڑھو، شیخ بدرالدین کی بات سن کر آپ نے شیخ نظام الدین سے فرمایا: پڑھو۔ شیخ نظام الدین حکم بجالائے، ان کے پڑھنے کی برکت سے قبر پھٹنی شروع ہوئی، اس میں آٹے کی ایک تصویر بنی ہوئی اور اس میں سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ آپ کے سامنے اسے پیش کیا گیا، سوئیوں کے کھینچنے (اور نکال لینے) سے طبیعت فوراً سنبھلنی شروع ہوگئی، حاکم اجودھن کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس سیاہ فام اور تیمر دل کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا: سزا تو اس کی قتل ہے۔ مگر جو آپ کا فرمان ہو آنحضرت تو رحمت ایزدی کی وسعت و پہنائی کے مظہر کامل تھے، اسے معاف کیا اور اس کی گوشمالی سے بھی انکار فرمایا۔ (سیرالاولیاء)

ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو شیخ نظام الدین اولیاء، خواجہ جمال اور شیخ علی پیارے سے فرمایا: قبرستان میں شب بیداری کر کے رب کائنات سے صحت و شفا مانگی جائے۔ حسب الارشاد ان حضرات نے شب بیداری کر کے جب شرف موہبت حاصل کیا اور آپ کی خدمت میں آکر سعادت اندوز صحبت ہوئے تو فرمایا: ابھی صحت کا خراج ادا نہیں کیا۔ یعنی صدقہ وغیرہ نہیں کیا گیا۔ علی پیارے نے عرض کیا: ہم جیسے عاجز و درماندوں کی دعا، واصلان حق کے لیے کیوں کر اور کیسے اجابت کے قریں ہو؟ کیسے قبول ہو۔ علی پیارے کے دور ہونے کی وجہ سے ان کی یہ بات آنحضرت نہ سن سکے خواجہ نظام الدین اولیاء نے علی پیارے کی بات آپ کے گوش گذار کی۔ آپ نے فرمایا: بابا نظام الدین نیاز قبول کرنے والے

سے میں نے مانگ کرلی ہے۔ مجھے الہام ہوا کہ جو آپ چاہیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا۔ خواجہ نظام الدین کو یقین ہوگیا کہ آنحضرتؒ کی دعا مقبول ہوگئی۔ اور پھر دعا کی اسی رات آنحضرت صحتیاب ہوگئے (تذکرہ)

جس دن آنحضرتؒ عالم علوی کی جانب روانہ ہوں گے اس دن صبح صادق سے ہی۔ کہ نور کے تڑکے کا سماں اور اندھیری پھٹنے کا وقت ہوتا ہے۔ پانچ قرآن کریم ختم کئے اور ذکر میں اس قدر مشغول و منہمک ہوئے کہ ہر بنِ مُو سے قطرۂ خون زمین پر ٹپکا اور لفظ اللہ جیسی شکل بن گئی

عشق تا پائے بیفشرد در اندیشہ ما جملہ معشوق تراود ز رگ و ریشہ ما

عشق نے جب سے ہمارے فکر و خیال میں قدم رکھا ہے ہمارے رگ و ریشہ سے محبوب ہی کی تراوش ہوتی رہتی ہے۔

اس کے بعد خلوت خانۂ تنہائی میں داخل ہوکر ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے، اسی دوران آپ کی محفل قدسی کے باریاب حضرات کو غیب سے آواز آئی کہ: دوست دوست سے مل جائے گا، پھر وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ کو دوسرے عالم میں مشغوف پایا، اسی رات میں نماز کے لیے چار بار اُٹھے اور سجدہ میں سر رکھ کر یا حیّ یا قیّوم سے تر زبان ہوئے اور پھر حیّ و قیّوم کے ساتھ مل گئے، اس وقت زمین پر بسنے والوں کو سروش غیبی سنائی دیا۔ جو امانت کرۂ زمین پر تھی وہ خدا کو سونپ دی گئی (فوائد الفوائد)

جب آنحضرت۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[1] سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ۔ میں جا پہنچے تو نیلگوں آسمان سے سنا گیا کہ۔ فریدالدینؒ اپنے دوست سے جا ملے۔ (راحت المحبین)

پانچ محرم الحرام کی رات میں آپ کی بیماری۔ ریاحی درد۔ جو پہلے سے آپ کو لاحق تھی۔ اس میں زیادتی ہوئی، نماز باجماعت ادا کرکے گھنٹہ بھر بعد خود بہ خود باہر تشریف لائے اور مولانا بدرالدین اسحٰقؒ سے دریافت کیا۔ نماز عشاء پڑھ لی؟ عرض کیا، جی ہاں، ہر بار زبان فیض ترجمان پر آتا کہ۔ پھر دوبارہ میسر ہو کہ نہ ہو۔ اور تین بار نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر فرمایا: خواجہ قطب الدینؒ سے جو خرقہ مجھے ملا ہے وہ دہلی شیخ نظام الدینؒ کو پہنچادو۔ پھر وضو کرکے دوگانہ نماز

(۱) القمر۔ ۵۴۔ ۵۵

میں مشغول ہو گئے سجدہ میں سر رکھ کر یا حی یا قیوم میں تر زبان ہو کر راہی دار البقار ہوئے (فوائد الفواد ص۱۵)

سیر الاولیار میں لکھا ہے کہ آنحضرت پچانوے سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۵/ محرم الحرام ۶۶۴ھ راہی عالم بقا ہو کر فردوس نشین ہوئے۔ اور فوائد الفواد جلد دوم میں عمر مبارک ترانوے سال مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہر نقد و جنس، جو بھی بطور نذر آپ کی خدمت میں فوراً فقرار و مساکین پر تقسیم فرما دیتے، چنانچہ تکفین و تدفین کے وقت خدام نے مجبوراً آپ کی قبر میں کچی اینٹیں لگائیں، سید محمدؒ آپ کے عقیدت مند، نے اپنے گھر سے چادر لا کر آپ کی نعش مبارک پر ڈالی (سیر الاولیار)

آپ کی زیارت سے شرف اندوز ایک عارف باللہ دہلی آیا اور شیخ نظام الدینؒ کو معلوم کر کے کہا: عالم مثال میں آنحضرتؒ سے سرگذشت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: جس وقت میری روح کو عرش اعظم کے نیچے لے گئے تو میں نے سجدہ کیا اور دیکھا کہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ خواجہ قطب الدین اوشی اور دوسرے اولیار کرام رحمہم اللہ صف بستہ ہیں۔ حکم ہوا کہ مغفرت کا جوڑا پہنایا جائے، اور سر پر تاج رکھ کر عالم ملکوت کا جلوہ دکھایا جائے کیوں کہ میں نے شیخ فریدؒ کو بخش دیا، اس لیے کہ انہوں نے ہماری عبادت میں کبھی کوئی کمی یا کوتاہی نہیں کی (فوائد الفواد)

آنحضرت کی رحلت کے بعد شیخ نظام الدین اولیاؒ کا فوارہ شوق جوش میں آیا کہ حرمین کی زیارت سے شاد کام ہوں اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ آنحضرتؒ کے مزار کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہو جاؤں چنانچہ اس نورانی سرزمین کے ارادے سے جب رخت سفر باندھا اور راستے میں مزارِ شیخ کی زیارت کی خاطر پٹن میں حاضری دے کر سعادت اندوز ہوئے اور دامنِ مقصود فوز و فلاح کے موتیوں سے بھر لیا۔ پھر آپ کو دوبارہ حرمین جانے کا جب شوق ہوا اور وہاں کے لیے رختِ سفر باندھ لیا پھر اسی طرح پٹن کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور پھر اسی جذب و شوق کے عالم میں پٹن پہنچ کر اپنی مراد پائی (فوائد الفواد) یوں خواجہ گویا حج ادا نہ کر سکے۔

"شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے کچھ ملفوظات"

جو آنکھ غیر حق کو دیکھے اس کا نابینا ہونا بہتر۔

جو زبان غیر حق کہنے کے لیے کھلے اس کا گونگا ہونا اچھا۔

جو کان کلمہ حق نہ سنے اس کا بہرہ ہونا مناسب۔

جو شخص جویائے حق نہ ہو اس کا مرنا اولیٰ

نامرادی کا دن معراجِ مراد کی رات ہوتی ہے۔

اپنا حقیقی چہرہ ظاہر کر ورنہ پھر نہیں اور لوگ اپنے ڈھب پر ڈال دیں گے۔

اپنے اچھے کام لوگوں کی سرد مہری سے چھوڑنا اچھا نہیں۔

فقیر جب کپڑا زیب تن کرتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ گویا کفن پہن رہا ہوں۔ اور سجدہ کر کے آپ فرماتے تھے: اے اللہ اگر مجھے دوزخ میں پھینک دیا تو تیری یاد اور شوقِ مناجات میں اس قدر فریاد و فغاں کروں گا کہ دوزخی میری فریاد کا شور سن کر دوزخ کے عذاب کو بھول جائیں گے

سماع کے حلال و حرام ہونے میں۔ کہ علمار کرام کا اس میں اختلاف ہے۔ لوگوں نے جب آپ سے سوال کیا تو فرمایا:

سبحان اللہ! ایک آدمی نے سنا اور جل کر خاکستر ہو گیا، اور دوسرے اختلافِ حلت و حرمت میں الجھے ہوئے ہیں۔

شیخ بہار الدین زکریاؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے، ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت کرتے تھے، ایک دن کسی وجہ سے آپسی تعلقات میں کچھ غبار سا آگیا۔ شیخ بہار الدینؒ نے لکھا کہ — ہمارے اور آپ کے درمیان عشق بازی ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا۔ "ہمارے پاس صرف عشق ہے بازی نہیں۔

مندرجہ ذیل خط آپ کی تصنیف لطیف "شفائے عشق" سے ماخوذ ہے۔

"فلاں کی ضرورت اوّل میں نے بارگاہِ خداوندی میں پیش کی اور پھر تیرے یہاں۔ اگر تو اسے پورا کر دے تو توفیق دینے والا تو خدائے کریم اور تو مشکور۔ اور اگر پورا نہ کرے تو اصل مانع اللہ تعالیٰ ہیں اور تو مجبور محض ہے[1]

---

[1] رفعت القضیتہ الی اللہ ثم الیک فان اعطیتہ شیئاً فالمعطی ھو اللہ دانت

آپکے بلند مرتبہ ارادت کیش اور بڑے خلفاءؒ بہت ہیں جنہوں نے چار دانگ عالم کو روحانی پرچموں سے بھر دیا۔ منجملہ ان کے۔

خواجہ نظام الملۃ والدین ہیںؒ جن کا سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت حسن امیر المومنین تک پہنچتا ہے، آپ کے دادا خواجہ علی بخاری اور نانا خواجہ عربؒ غزنی سے چل کر بدایوں میں آکر اقامت پذیر ہو گئے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ ۶۲۲ھ میں خلوت خانۂ بطن سے جلوہ آرائے عالم آب وگِل ہوئے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولیدؓ سے ملتا ہے (نفحات الانس)

آپ کے والد ماجد کا آپ کے بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، آپ کی تربیت و پرداخت کی تمامتر ذمہ داری آپ کی پاک طینت والدہ کے کاندھوں پر رہی، اس عفت نہاد خاتون نے بکمال دانش مندی یہ فریضہ انجام دیا، فطری سعادت وجبلی فیروز مندی تھی کہ لڑکپن ہی میں دہلی جاکر علوم کسبیہ حاصل کیے ۶۳۲ھ میں بخت ارجمند کی بلندی سے حسب ذیل آیت کریمہ سامعہ افروز ہوئی، جسے موذن پند و نصیحت کے طور پر پڑھ رہا تھا۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ[1] کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے کہ گڑگڑا دیں ان کے دل اللہ کی یاد سے؟ سنتے ہی حال متغیر ہو گیا، ہر طرف سے آپ پر انوار کی چمک پڑنے لگی۔ اور صبح ہوتے ہی بلا زاد و راحلہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے شرف زیارت وصحبت سے بہرہ یاب ہونے کے لیے خلوص و عقیدت سے پٹن کی راہ لی۔ ابھی آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو کر فیضیاب ہوئے خلعت خلافت و نیاز مندی سے شرف اندوز ہوئے ۶۵۵ھ میں دلی والوں کی راہ نمائی کی خاطر رخصت ملی۔ دلی میں بیٹھ کر، جو ہندوستان کا دارالخلافہ تھا اور اب بھی راجدھانی ہے۔ پورے ملک کی رہ نمائی فرمائی۔ لاکھوں آدمیوں

المشکوٰۃ۔ و ان لم تعطہم شیئاً فالمانع ھو اللہ وانت المعذور

[1] الحدید ۵۸/۱۶

کو ارشاد و تصوف آشنا کیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کام کیا کہ اپنے اسلاف کرامؒ کے تذکرہ کو زندہ جاوید بنا دیا۔ بوقت چاشت بروز بدھ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ وصال ہوا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ الابرار۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جمل میں تاریخ سب سے پہلے آپ کی کہی گئی۔ شہنشاہ دین
۶۴ ۳۵۶ ۳۰۵
۷۲۵

ایک شخص پروانہ رقم گم کر کے آپ کی خدمت میں آیا اور مدد طلب کی سلطان جیؒ نے اسے ایک درہم دے کر فرمایا: حلوہ برائے نذر شیخ فریدالدین گنج شکرؒ لے کر درویشوں میں تقسیم کردو۔ قسمت کی یاوری کہ حلوہ فروش نے اسی پروانہ رقم میں حلوہ لپیٹ کر دیا اس کے ملنے سے اس کی زندگی اچھی طرح گذری۔

ایک دن سلطان المشائخؒ نے وضو کے بعد چاہا کہ داڑھی میں کنگھی کریں، کوئی خادم حاضر نہ تھا، کنگھی، جو طاق میں تھی، اچھل کر آپ کے ہاتھ میں آگئی۔ بعض تذکرہ نویس یہ کرامت شیخ شیخ نظام الدین گنجوی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (نفحات الانس)

ایک آدمی سلطان المشائخؒ کی ارادت و بیعت سے بہرہ اندوزی کے لیے آتا تھا، قصبہ بوندی سے گزرتے وقت شیخ جمالؒ کی زیارت کے لیے، جو ولایت و بزرگی میں مشہور تھے، چلا گیا۔ واپسی میں شیخ جمال نے اس سے کہا کہ سلطان المشائخؒ کی خدمت میں سلام کے بعد کہنا کہ شیخ جمال نے جو کعبہ مکرمہ میں ہر رات آپ سے ملاقات کرتا ہے۔ سلام بھیجا ہے۔ جب شیخ جمالؒ کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا اور ان کی یہ بات بھی۔ کعبہ والی۔ تو طبیعت میں انقباض ہوا، فرمایا: اگرچہ وہ عزیزوں میں سے ہے مگر تیغ زبان کو خاموشی کے نیام میں نہیں رکھتا۔ (اخبار الاصفیاء)

شیخ عبدالواحد نصیرالدین چراغ دہلی سلطان المشائخؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔ آپ خلیفہ بھی تھے اور جانشین بھی، شیخ یحییٰ بن عبداللطیف اودھی کے صاحبزادے، پچیس[۲۵] سال کی عمر میں علوم کسبیہ مولانا عبدالکریم شیروانیؒ اور مولانا افتخار الدینؒ سے حاصل کیے، اللہ کے سوائے دل سے ہر نقش کو مٹا کر سخت ریاضتیں کیں، جنگلوں میں رہتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے، درخت

کے پتوں سے افطار کرتے تینتالیس سال کی عمر میں اودھ سے دہلی آکر سلطان المشائخؒ کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔ چند سال باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوکر خرقۂ خلافت حاصل کیا، جو چشتی مشائخ سے سلطان جیؒ تک پہنچا تھا۔ شب جمعہ پندرہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ ان کی شمع جمال جہاں افروز گل ہوگئی۔ آخری آرام گاہ دہلی میں ہے۔ دفن کے وقت ان کی وصیت کے مطابق، خرقۂ پیر بغل میں، عصا برابر میں، کاسہ سر کے نیچے کھڑاؤں گود میں اور تسبیح شہادت کی انگلی میں لپیٹ دی گئی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸ - ۱۳۵۱) نے ابتدائی عہد سلطنت میں آپ کے ہاں حاضر ہوکر دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے انہیں چالیس کھجوریں عنایت کیں جن کی برکت سے چالیس سال تک اورنگ آرائے سلطنت ہند رہا (سیر العارفین ص ۱۵۷)

میر سید محمد گیسو دراز قدس سرہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے ارادت گزیں اور خلیفہ و جانشین ہیں، ایک دن میر سید محمد اس چارپائی کی رسی کو جس پر شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو غسل دیا گیا تھا۔ اپنی گردن میں ڈال کر فرماتے تھے: میرا خرقۂ خلافت تو یہ ہے، اس کے بعد برگزیدہ جہانیاں ہوئے، دہلی میں طالبان حق کی رہبری و تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ ۸۰۱ھ میں گلبرگہ (دکن) تشریف لے گئے۔ اور خدا طلب حق جو افراد کی رہبری و ہمت افزائی کی خاطر وہیں اقامت گزیں ہوگئے۔

۱۶ ذی قعدہ ۸۰۵ھ میں عالم بالا کو سدھارے۔ تذکرہ صوفیائے میوات میں بحوالہ تذکرۃ القبور ص ۱۶ تاریخ وفات ۸۲۵ھ ہے واللہ اعلم (۱)

---

(۱) **سید یداللہ** خلیفہ و نبیرۂ سید محمد گیسو دراز قدس سرہما ایک دن میر سید محمدؒ ٹوپی اُتار کر وضو فرما رہے تھے، سید یداللہؒ نے جو بچپن ہی میں مظہر کمالات تھے۔ اس ٹوپی کو لے کر سر پر رکھ لیا۔ میر سید محمدؒ اس واقعہ سے سید یداللہ کی کامرانی و فلاح کا تفاؤل نکالتے تھے۔ اور ہر طالب

حق سے، جو آپ کا ارادت مند ہو کر حاضرِ خدمت ہوتا، فرماتے کہ: دستِ بیعت تو یداللہ کے ہاتھ میں دو یعنی ان سے بیعت ہو۔ اس کے بعد ہدایت و رہنمائی مجھ سے حاصل کرو۔

کہتے ہیں کہ سید یداللہؒ جوانی میں ایک پیکرِ حسن پر فریفتہ ہو گئے، شرم و حیا کی وجہ سے اس راز کو چھپایا۔ آخر جذبۂ عشق سے مجبور ہو کر اس پردہ نشین عفت نہاد کو اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا۔ جب حسبِ دستورِ اہلِ ہند، رونمائی کا وقت آیا۔ اس پر نظر پڑتے ہی ایک لمبی آہ کھینچی، اور محبوب کی رونمائی میں، بجائے کچھ اور پیش کرنے کے جان نچھاور کر دی، دلہن نے بھی، جب یہ حالت دیکھی، تو سید یداللہؒ کے پاؤں پر سر رکھ کر جان شیریں جان آفریں کے سپرد کی۔ رحمہما اللہ۔

شیخ پیارہؒ بارگاہ الٰہی کے برگزیدہ سید یداللہؒ کے عقیدت مند تھے، فیض میر سید محمد گیسو درازؒ سے پایا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

کہتے ہیں کہ شیخؒ، ابتدائے حال میں ایک ہندو عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر زنار گلے میں ڈال بتکدہ میں پہنچ گئے، جہاں اس ہندو عورت کی پرستش گاہ تھی، اور جمالِ جہاں افروز سے چراغ دیدہ روشن کیا۔ میر سید محمدؒ نے ایک دن فرمایا: کیا یہ مناسب ہے کہ آپ جیسا باہمت آدمی ایمان جیسی، بے مثال، متاعِ گرانمایہ کو عشق مجازی و صوری کے بدلے میں دے دے۔ اب تو لوٹ آ، میں تجھے عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچا دوں گا، خواجہ گنج شکر قدس سرہ کے حجرہ میں، جو خواجہ قطبؒ کے مزار کے پاس ہے، پے در پے چلہ کرائے اور کمال کو پہنچایا

شاہ جلال گجراتیؒ شیخ پیارےؒ کے مرید و عقیدت مند اور خلیفہ تھے، شیخ پیارے نے ایک دفعہ فرمایا: جس جگہ زیادہ آدمی تمہارے معتقد ہوں گے وہیں جام شہادت سے سرفراز ہو گے۔ بیرو سیاحت کرتے ہوئے چندرہ (بنگال) میں پہنچ گئے حکومت کے تعلق دار اور آسودہ حال چند ہزار آدمیوں نے آپ کی عقیدت و ارادت کی چادر کاندھے پر ڈالی، شاہ جلالؒ کو اپنے پیر و مرشد کا مقولہ

یاد آیا، آپ نے شیخ محمدؒ سے، جو آپ کے خلیفہ تھے، فرمایا: میرا سفر واپسی قریب ہے، تو اس جگہ سے چلا جا اور جس جگہ میری وفات کی خبر سنو، وہیں رختِ اقامت ڈال دینا۔ کیوں کہ تم وہیں کی ولایت کے مسند نشین ہوگے۔

جب شیخ محمدؒ مالوہ پہنچے، تو آپ نے سنا کہ اس شہر کے حاکم کو شاہ جلالؒ کے گرد لوگوں کے ہجوم سے اپنی فرمانروائی میں خلل اندازی کا شبہ ہوا اور شاہ جلالؒ اور ان کے عقیدت مندوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ تین دن تک خون بہایا، اور کئی ہزار آدمی شہید ہوگئے جب تلوار شاہ جلالؒ تک پہنچی تو آپ کی زبان پر یار حسن آیا، اور اسی کلمہ کو دہراتے ہوئے جان جان آفریں کو سونپی جب آپ کے سر کو تن سے جدا کیا تو اللہ اللہ کی صدا آتی تھی اور فرماتے تھے کہ خدا کا کرم و احسان کہ اس شرافت سے مجھے بہرہ ور فرمایا جس کے متمنی انبیا، علیہم السلام ہوئے ہیں، شیخ محمدؒ نے فرمانِ مرشد کی تعمیل میں مالوہ کو میدان عمل بنایا اور ہدایت و رہ نمائی کی چادر پر بیٹھ گئے۔

شاہ میانجیوؒ عظیم القدر عارف باللہ اور بلند پایہ درویش تھے بیک واسطہ میر سید محمدؒ کے مرید تھے۔ غرہ رجب سے عاشورہ محرم تک حجرہ میں معتکف ہو جاتے تھے، اس عرصے میں کھانے پینے کا کوئی شغل نہ ہوتا، بس عبادت و ریاضت ہوتی تھی اور اس قدر ریاضت کے باوجود کمزوری کا کوئی اثر آپ کے جسم عنصری پر قطعاً نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس وقت جب کہ اعتکاف سے باہر آئے تھے قاضی شہر موجود تھا۔ جب شاہ صاحب کی نظر اس پر پڑی تو وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔

شیخ نجم الدین مندویؒ جو آسمان ولایت کے روشن ستارے تھے، سات سال کی عمر میں اپنے باپ سے اجازت لے کر، جو سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے۔ شاہ میانجیوؒ کی ارادت و صحبت سے لطف اندوز سعادت ہوئے، اور ان کے منظور نظر ہو کر عرصہ تک دہلی میں مزار خواجہ قطبؒ کے پاس ریاضتیں کیں، پھر خواجہ قطبؒ کے اشارے سے اجمیر میں

سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ابن سید احمد بخاریؒ ابن سید جلال بخاریؒ (شیخ چراغ دہلی کے بڑے خلفاء میں ہیں)۔ بخارا سے ملتان آئے، شیخ بہاء الدین زکریاؒ سے ارادت تھی، خرقۂ خلافت سے گراچہ۔ ملتان۔ کی امامت آپ کے سپرد ہوئی، مخدوم جہانیاںؒ کی ولادت شب برات ۷۰۷ھ میں ہے۔ جب آنمخدومؒ اکثر مشائخؒ کے انفاس قدسیہ سے شادکام ہو کر مکہ معظمہ میں امام عبداللہ یافعیؒ سے فیضیاب ہوئے، تو امام یافعیؒ نے فرمایا کہ گو شمع حیات اولیاؒ کہ۔ دہلی ان کے نورانی وجود مسعود سے روشن تھی، بجھ گئی ہے۔ مگر اس وقت بھی شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ وہ نورانی چراغ روشن کیے ہوئے ہیں، مخدوم نے ارادہ کیا کہ دوبارہ ہندوستان کو اپنے پرتو اجلال سے درخشندہ بنائے۔ چنانچہ دہلی آکر اولاً شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو معلوم کیا۔ جب مخدوم شیخ چراغ دہلیؒ کے روبرو ہوئے تو دیکھتے ہی فرمایا: میرے ساتھ حسن ظن امام یافعیؒ کے کہنے سے ہوا۔ مخدوم کی زبان پر بیساختہ آیا۔ اس پر رحمت سایہ گستر رہے، جس نے مجھے اس سعادتِ عظمیٰ و دولت کبریٰ تک پہنچایا۔ اور پھر شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے سلسلۂ چشتیہ میں خرقہ خلافت عنایت ہوا۔

بقیہ حاشیہ

خواجہ خواجگانؒ کے مزار مبارک کی خدمت سے بہرہ مند ہوئے، اور پھر وہیں خواجہؒ کے دامن میں اپنی آخری آرام گاہ منتخب کی، اور وصال کے بعد وہیں مدفون ہوئے

شیخ حمزہ چشتیؒ جو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی اولاد میں ہیں، چند واسطوں سے میر سید محمد گیسو درازؒ کے مرید ہیں۔ ابتدائی زندگی میں نہایت شوقین قسم کے تھے۔ پھر اس سے آزاد ہو کر سید محمد عظمت اللہؒ درازؒ کی خدمت میں۔ نوگانوہ ضلع الور راجستھان۔ حاضری دی۔ سید عظمت اللہ درازؒ نے بڑی شگفتگی سے فرمایا: میں بہت دیر سے تیرا انتظار کر رہا تھا۔ وہاں سے خلافت پائی۔ پھر دہرسو۔ نارنول۔ میں مسندِ ارشاد کو رونق بخشی۔ ۵ ربیع الاول ۹۵۶ھ میں راہی دارالبقاء ہوئے۔ اخبار الاخیار میں ۵ رکی بجائے ۲۵ ربیع الاول ہے۔

سید جمال ابن شیخ حمزہؒ بھی اپنے وقت میں سپہر ولایت کے درخشندہ ستارے بن کر عازم دار آخرت ہوئے

مخدوم اپنے والد سے بھی بیعت ہوئے تھے، اور خرقہ خلافت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے بھی حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ جب آخری مرتبہ حرم نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں جبیں سائی کی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پر عرض کیا: داداجی السلام علیکم۔ السلام علیک یاجدی مزار مقدس سے آواز آئی: وعلیک السلام یا ولدی۔ لخت جگر تم پر بھی سلام ہو۔ خدا کی رحمت ہو۔ چار شنبہ دس ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں دوگانہ نماز ادا کر کے خدائے یگانہ کی بارگاہ میں پہنچے۔(۱)

شیخ صدرالدین راجو قتال۔ برادر حقیقی و خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔

لہ **شاہ قطب العالم گجراتی** ابن شاہ محمود نبیرہ و خلیفہ مخدوم جہانیاں رحمہم اللہ۔ ان کی کنیت ابو محمد اور اسم گرامی برہان الدین ہے۔ شیخ احمد کھٹو سے خرقہ خلافت پایا، جو بابا اسحٰق مغربی کے ارادت مند اور صحبت اندوز مخدوم جہانیاں تھے۔ اپنے والد کی اجازت سے سلطان محمود ابن مظفر شاہ کے عہد میں گجرات کو اپنا مستقر بنایا۔ اور عوام کو راہ حق دکھانے کی خدمت انجام دہی شروع کی۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شاہ قطب العالم حوض میں غسل فرما رہے تھے، آپ کے پیر میں کوئی چھوٹی چیز چبھی۔ فرمایا: پتھر ہے یا لوہا، یا لکڑی، بقدرت صانع بدائع آفریں تینوں باتیں اس چیز میں ظاہر ہوگئیں آپ کے مزار میں عجیب نورانی فضا رہتی ہے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۸۵۶ھ میں نماشہ گاہ علوی کو روانہ ہوئے، قصبہ بٹوہ احمد آباد گجرات میں مدفون ہیں۔

شاہ عالم خلف و خلیفہ شاہ قطب العالم نیز شیخ احمد کھٹو سے خرقہ خلافت ملا، آپ کی عموماً پوشاک سرخ تھی ایک دن کچھ دانشوروں کے کہنے سے آپ نے سفید لباس زیب تن کیا۔ پہنتے ہی سرخ ہوگیا، فرمایا: جب میرے کپڑے کارخانۂ قدرت سے رنگین ہوتے ہیں۔ بلاوجہ کیوں نشانۂ ملامت بنوں۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۶ر جمادی الثانی ۸۸۰ھ میں اس جسم عنصری کو چھوڑا۔ مزار رسول آباد نواح احمد آباد گجرات میں ہے

ایک اور آپ کے خلیفہ، شیخ اخی جمشید قنوجیؒ ہیں۔ شیخ یوسف پرہؒ، جو قصبہ ایرج میں مدفون ہیں، اور نظام بخشؒ، شیخ قوام الدینؒ کے، جو لکھنؤ میں آسودہ ہیں، تربیت یافتہ بھی مخدوم جہانیاںؒ کے خلفاء میں ہیں۔

شیخ سارنگ سلطان فیروز شاہ تغلقؒ کے امراء کبار میں تھے۔ سارنگ پور۔ مالوہ۔ آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ سعادت کی زور آزمائی اور توفیق کی یاوری سے گنجینۂ ارادت کا سر رشتۂ تعلق شیخ قوام الدینؒ سے قائم ہو گیا۔

شیخ میناؒ شیخ سارنگ کے عقیدت مند ہیں، جنھوں نے پانچ سال کی عمر میں ہی سلوک کے اسرار و تصوف کے حقائق اس طرح بیان کرنے شروع کر دیئے کہ دنیائے معانی کے دیدہ ور گرداب حیرت میں ڈوب گئے۔ کہتے ہیں کہ ہندو کا جنازہ۔ ارتھی۔ جو آپ کی قبر مبارک کے برابر سے گذرے، آگ نہیں پکڑتا۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کی ارتھیاں۔ جنازے۔ اس راہ سے گذارے جاتے ہیں۔

شیخ سعد اللہؒ خیر آبادی شیخ میناؒ کے ارادت کیش اور خلیفہ ہیں، اور ان کے مرید و خلیفہ شیخ صفی اللہؒ سنائے پوری؛ شیخ صفی اللہؒ کے مرید و خلیفہ شیخ مبارک سندیلہؒ۔ اور ان کے مرید و خلیفہ شیخ اللہ دیاؒ خیر آبادی ہیں۔

سید محمد ابن جعفر المکی الحسینی شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلفاء کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں شرفاء کے خاندان سے ہیں سید محمدؒ حرمین سے ہندوستان آئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بحر معانی کے شناور، حقیقت آشنا اور اقطاب و رجال الغیب کے اسامی گرامی سے آگاہ تھے۔ اکثر یہ گنگناتے رہتے کہ ہر ایک کو میں نے تلاش کر لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہی سے سنا کہ شیخ محی الدین

عبدالقادر جیلانی اور شیخ نظام الدین اولیا بدایونی مرتبۂ عاشقی سے مقام محبوب و معشوق الٰہی کو پہنچے ہوئے تھے بذریعہ کرامت ایک رات میں شہر خطلان سے چل کر شیخ اوحدالدین سمنانی کے آستانۂ عالیہ پر پہنچے، جو قطب وقت تھے۔ آپ کی عمر گرامی سو سال کی تھی۔ بحر المعانی، دقائق المعانی، پنج نکات اور بحر الانساب۔ جس میں اہل بیت کی نسبت کا بیان ہے۔ اور ایک سالہ در بیان روح آپ کی یادگار ہیں۔

حکیم شیخ شرف الدین آپ بھی شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلفاء میں ہیں۔ علوم وہبی و کسبی کے جامع تھے۔ جب ان کے سامنے کوئی مشکل آتی اس کا حل سرور آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرکے فرماتے تھے۔

کہتے ہیں کہ گو آپ کے والد کی عمر کافی ہو چکی تھی مگر اولاد نرینہ نہ تھی اس لیے آرزوئے فرزند تھی، ایک دن ستارہ خوش بختی کے تعاون سے اپنے مرشد خواجہ نظام الدین اولیا سے درخواست دعا کی۔ چنانچہ سلطان جی نے دعا فرمائی، اور آپ کی دعا کے طفیل شیخ صدر الدین پیدا ہوئے۔ جب بچہ کو سلطان جی کی خدمت میں پیش کیا تو، بچہ کو بغل میں لیا اور اپنے کرتے میں سے کپڑا پھاڑ کر اور اپنے ہاتھ سے سی کر اس بچہ کو پہنایا۔ جب تک شیخ صدر الدین سلطان جی کی گود میں رہے اس طرح جمال جہاں آرا کا نظارہ کر رہے تھے کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ گئے اور انہیں پوری طرح باشعور تسلیم کر لیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ صدر الدین کو سونے کا خزانہ ملا مگر بلند ہمتی سے اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔[1]

---

(۱) شیخ صدر الدین کے خلفاء میں حکیم شیخ فتح اللہ اودھی ہیں جنھوں نے مدتوں دہلی میں درس و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ نیرنگی تقدیر کہ اودھ میں پہنچ گئے وہیں پوری عمر گزار دی۔ کہتے ہیں کہ جوانی میں خوب ریاضت و مجاہدے کیے مگر غنچۂ امید نہ کھلا۔ مرشد نے فرمایا: جب تک تم درسی کتب سے باز نہ آؤ گے مقصود حاصل نہ ہو گا۔ مرشد کا حکم مان لیا۔ مگر کچھ ایسی کتابیں جن میں آپ کو زیادہ دلچسپی تھی انہیں اپنے پاس رکھا۔ جب اس سے بھی کامیاب نہ ہوئے مجبوراً آخر پر گئے

شیخ قاسمؒ تاج بخش ابن شیخ صابرؒ ابن شیخ کمالؒ بھی شیخ چراغ دہلیؒ کے باکمال خلفاء میں ہیں۔ تاج بخش آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ایک روز ایک آدمی نے دولت کی آرزو کی، آپ نے درخت کے پتوں پر لکڑی گھما کر اس کے سر پر رکھ دی اور ارشاد ہوا: یہ شاہی تاج ہے، تھوڑے دنوں بعد وہ شخص بادشاہ ہو گیا۔ کاش اس کا نام بھی لکھ دیتے تو زیادہ دلچسپی کا باعث ہوتا۔

---

*اور تمام کتابوں کو نہر میں ڈال دیا، اسی وقت دل دانش معنوی کا نگارخانہ بن گیا۔ شیخ قاسمؒ شیخ فتح اللہ اودھیؒ کے مرید اور بڑے خلفاء میں ہیں۔ اور شیخ محمد جونپوریؒ بھی شیخ فتح اللہؒ کے بڑے خلفاء میں ہیں۔ آپ عیسیٰ دہلوی کے فرزند ارجمند ہیں ۸۵۳ھ میں بعمر سات سال دہلی چھوڑ کر جونپور میں رہنے لگے۔ بچپن ہی میں عقیدت و ارادت کا ہاتھ شیخ فتح اللہ اودھیؒ کے ہاتھ میں دے کر فیضیاب و مرشد کے منظور ہو گئے اور پھر مرشد ہی کے اشارہ سے علوم دینیہ حاصل کئے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگرد ہوئے تصفیہ باطن میں اس قدر ریاضت و مجاہدے کئے گئے کہ گلے کے مہرے اس طرح دکھائی دینے لگے جیسے تسبیح کے دانے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ محمدؒ نے ایک عورت کی طرف دیکھ کر آسمان کو مونث سماعی سنا تو پھر آسمان کو سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

کہتے ہیں کہ سلطان وقت نے قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ اور مولانا رفعت حسرتیؒ سے۔ جو علم و فضل میں قاضی صاحب کے ٹکر کے تھے۔ کہا کہ آپ باہم مناظرہ کریں تاکہ دونوں کا پایۂ علم معلوم و منکشف ہو جائے۔ مولانا رفعت حسرتی کو علم و فضل میں کمال حاصل تھا اور اچھے ہونہار صاحب علم و فضل شاگرد بھی ساتھ تھے۔ قاضی صاحب گو کمالات گوناگوں کے حامل تھے مگر اکیلے تھے کوئی شاگرد نہ تھا، اس لیے تنہائی سے کچھ گھبراہٹ سی ہوئی اور شیخ محمدؒ۔ اپنے شاگرد مگر عارف باللہ۔ کے ہاں آئے اور فرمایا: اگر غلوت و تنہائی کی وجہ سے آپ میری ظاہری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم باطنی مدد سے میرا ساتھ دیجئے۔ اور کامیابی کی دعا بھی کیجئے گا۔

شیخ محمد نے فرمایا: آج رات صندوق میں کتابوں سے دو کتاب لے کر مطالعہ کر د، جو کتاب بھی ہاتھ میں آجائے بغیر کسی تحقیق و تفتیش۔ انشاء اللہ وہی کافی ہوں گی اور خدا کے فضل سے کامیاب

شیخ قاسم نے پہلے علم کسبی ۔ ایسا علم ، جو محنت سے حاصل ہو ۔ اور علم لدنی ۔ وہ علم جو خدا کی طرف سے بلا محنت کسی خوش بخت کو عطا ہو ۔ حاصل و جمع کر کے قنوج کے آس پاس

---

۴۴ بھی ہو جاؤ گے ۔ قاضی صاحب نے ایسا ہی کیا ، اتفاقاً پہلی کتاب جو ہاتھ میں آئی ، وہ کافیہ (عربی گرامر) کی شرح ارشاد تھی ۔ چونکہ وہ آپ ہی کی تالیف تھی اس لیے کچھ تامل ہوا مگر شیخ کے کہنے کے مطابق اسے لیا ، اسے کھولا ، ایک بہت باریک اور سخت مسئلہ سامنے آیا لمحہ بھر دیکھنے کے بعد وہ کھل گیا ۔ یعنی حل ہو گیا ۔ پھر بزودی ہاتھ میں آئی ، وہ بھی چوں کہ آپ کے درس میں تھی اس لیے کچھ تردد ہوا ، مگر شیخ کے کہنے پر عمل کیا ۔ مطالعہ کیا ، اس میں کچھ اُلجھے مسائل ایسے کھل کر سامنے آئے جیسے صبح صادق ۔ اب روزانہ ہنگامۂ دانش وراں گرم ہوتا رہا یعنی علمی مناظرہ ہوتا رہا آخر کار قاضی شہاب الدینؒ فائز المرام و فیروز بخت ہوئے شیخ محمدؒ جون پور میں مدفون ہوئے تاریخ رحلت "سلطان طریقت" سے نکلتی ہے ۔

۷۱۹ ۱۵۰

۸۶۹ھ

شیخ محمد کے ارادت مند و خلیفہ شیخ بہار الدینؒ ہیں ۔ کہتے ہیں کہ جب ابتدائے سلوک میں شیخ محمد ابن عیسیٰؒ کا پیمانۂ عمر لبریز ہونے پر آمادہ ہوا تو شیخ محمدؒ نے شیخ بہار الدین سے فرمایا : میرے بعد ایک سید کا ظہور ہوگا تمہاری ولایت و خلافت اس کی تربیت پر موقوف ہے ، مرشد کے کہنے کے مطابق شیخ بہار الدین ٹھٹھہ میں تھے کہ راجہ حامد شاہؒ ۔ خلیفۂ شیخ حسام الدین مانک پوری ۔ جون پور میں تشریف لائے ۔ شہر کے معززین ان کے حلقۂ بگوش ارادت ہو گئے ۔ شیخ بہار الدینؒ نے ضابطہ سے بیعت ہو کر سلوک و معرفت کے مراحل طے کیے اور خلافت سے سرفراز ہوئے ــــــ شیخ بہار الدینؒ کے خلیفہ ان کے خلف الرشید اچھے ہونہار سپوت ۔ شیخ ادھنؒ ہوئے ، جنھوں نے عمر طبعی ریاضت و مجاہدوں میں پوری کر دی ، بھرپور دانش ور اور عالم فاضل تھے ۔ مگر درس نہ دیا ۔ اور سوائے وجد و سماع کوئی مشغلہ روا نہ رکھا ۔ بیک وقت کئی کئی کرامتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں ۔ شیخ بہار الدینؒ کے ایک اور خلیفہ ہوئے ہیں ۔ میر سید علی قوامؒ ، جنھیں شروع سے ہی آپ سے تعلق تھا ، ایک دن کسی وجہ سے آپ کی بارگاہ میں باریاب نہ ہو سکے ۔ اس پر یہ چونکے اور تنبیہ ہوئی ، جی میں کہا : آج تو تمہیں مجازی سرکار میں باریابی نہ ہو سکی جن کا تو ہمیشہ سے ارادت مند ہے ، کل خدا کی بارگاہ میں ، جس کی تو نے کوئی عبادت و

سخت ریاضتیں کیں، اس کے بعد کالپی میں مسند ارشاد و تعلیم پر بیٹھ کر لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور اکثر متعلقین کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ دل ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ اسی حال میں رحلت فرمائی مزار کالپی میں ہے۔

قاضی عبد المقتدرؒ ابن قاضی رکن الدین بھی خواجہ چراغ دہلیؒ کے خلفاء میں ہیں۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ جیسے نابغۂ روزگار ان کے دار العلوم سے پڑھ کر علماء افاضل کے سرگروہ ہوئے، آپ کی کرامات مناقب صدیقین میں اور آپ کے عقیدت مندوں کا تذکرہ سلسلۂ چشتیہ کے ضمیر میں مرقوم ہے۔ ۱۶ر محرم الحرام ۷۹۱ھ میں دنیا سے رخت سفر باندھ کر عازم آخرت

---

۴۴ بندگی نہیں کی کیسے بارباب۔ حاضر۔ ہو سکو گے؟ یہ خیال کر کے فوراً نقد و جنس، جو کچھ پاس تھا، درویشوں کی نذر کیا، اور ننگے پیر شاہ قاضاؒ کے ہاں پہنچے۔ شاہ صاحب نے انہیں بغل میں دبایا۔ اور پھر فرمایا۔ میں بہت دیر سے تمہارا منتظر تھا۔ اسماء الٰہی میں سے ایک اسم کی تلقین کی۔ معلوم نہیں کون سا اسم تھا۔ اگر معلوم ہو جاتا تو نہایت سود مند ہوتا۔ (مترجم)، سید علی قوام کو باطن میں حرارت سی محسوس ہوئی، شاہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر صبر و سکون کے ساتھ اس آگ کو جھیل لوگے تو مجھ سے اونچا ہو جاؤ گے۔ تمہارا مرتبہ مجھ سے بلند ہوگا۔ مگر میر سید آگ کی جلن سے بیتاب ہو کر ادھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے اور یہ کہتے تھے: ہے کوئی جو شاہ قاضاؒ کی روشن کی ہوئی آگ کو بجھا دے؟ قسمت کی خوبی کہ سید احمدؒ شیخ بہاء الدینؒ کے ہاں جا پہنچے۔ آپ نے ایک لقمہ عنایت کر کے فرمایا: اس سے آگ بجھے گی۔ اور پھر سید احمد پر تمام مراتب صوفیہ واشگاف ہو گئے، کہتے ہیں کہ میر سید علی کو اکثر سلسلوں میں نسبت حاصل تھی، نقل ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، عالم مثال میں، آپ سے فرمایا: اے علی! اپنے دروازہ پر نقارہ نہیں بجاتے ہو اور نہ لوگوں سے میل جول رکھتے ہو۔ عرض کیا: حضور! وہاں تو آنحضرت کا نقارہ ہے علی بے چارہ درمیان میں کون ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حقیقتاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: اے علی! میری امت کے لیے دعا کر کیوں کہ تمہاری دعا مقبول ہونے کے زیادہ قریب ہے سید علیؒ کی آخری آرام گاہ جون پور اور جائے پیدائش سوانہ قاضی خان ظفر آبادی ہے۔ مخدوم سالارؒ جو دیہات میں آرام فرما ہیں۔ شیخ بہاء الدینؒ کے مشہور خلفاء میں ہیں۔

ہوئے۔ مزار مہرولی میں خواجہ قطبؒ کے پڑوس میں ہے۔

مولانا احمد تھانیسریؒ جو علم دینی وکسبی میں سرمایۂ وافر۔ بہت زیادہ۔ رکھتے تھے، ان کی زبان حقیقت ترجمان پر جو کچھ بھی آتا وہ جلوہ پذیر ہو کر رہتا تھا۔ آپ بھی شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلفاء نامدار میں ہیں وصال ۸۲۰ھ میں ہوا۔" (تذکرہ علمائے ہند اردو ترجمہ ۱۰۱)

خواجہ معین الدین خوردؒ ابن شیخ حسام الدین سوختہ ابن شیخ فرید الدین ابن شیخ الاسلام خواجہ اجمیریؒ، عالی حوصلہ ہونے کی وجہ سے باطن میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ خواجہ خواجگانؒ کے اشارے سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

خواجہ خالون گوالیاریؒ کی نسبت ارادت وخلافت اور فروغِ خاندانِ ولایت کا سلسلۂ بھی خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ تک پہنچ جاتا ہے [۱]

خواجہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے اول جنہوں نے بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا وہ مولانا

---

[۱] خواجہ خالونؒ ابتدا میں جاگیرداروں کی سی زندگی بسر کرتے تھے، ذاتی اور فطری سعادت و خوش بختی سے، گوشہ تنہائی اختیار کر کے، جس سے نفسِ امارہ کو تنگی ہوتی ہے، ریاضت کرنے لگے نصیبہ کی ارجمندی کہ خرقۂ خلافت میسر ہوا (؟) تھوڑے دنوں میں آپ کی بارگاہ عام وخاص کی عقیدت گاہ بن گئی نقل ہے کہ خواجہ خالونؒ نے عالم واقعہ میں فرمایا کہ میری نعش کا ٹوٹا ہوا تختہ نکال کر سیدھا کر لینا۔ جب آپ کی تربت پر پہنچے تو سوائے شکستہ نعش اور کچھ نہ پایا۔ شیخ نظام نارنولیؒ جس کا کوس ولایت وکرامت چار دانگ عالم میں بجتا رہا ہے وہ خواجہ خالونؒ سے سعادت اندوزِ خلافت ہوئے، شیخ اسمٰعیل نارنولیؒ اور شیخ منور اکبرآبادیؒ بھی شیخ خالونؒ کے خلفاء میں ہیں (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ تذکرہ صوفیائے میوات۔

وجیہ الدین یوسفؒ تھے۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ مولانا وجیہ الدینؒ کی کرامات شمار سے باہر ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک روز سلطان المشائخ کی زیارت سے بہرہ ور ہونے جارہے تھے، دل میں خیال آیا کہ پیرومرشد کی خدمت میں پیدل چلنا طریقت کے آداب سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی وقت اڑنے کی طاقت بخش دی، لمبی مسافت تھوڑی دیر میں طے کرلی۔ آخر میں مرشد کی اجازت وحکم سے جندیسیر میں مقیم ہوکر اس شہر کے باشندوں کو، اپنے اخلاق حسنہ اور عادت پسندیدہ سے، اپنا عقیدت کیش بنا لیا، آپ کی سعی مشکور ومحمود سے بہت سے افراد صاحب خوارق عادات وبوارق کرامات ہوگئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ اسی شہر میں ہے۔ مزار سے بھی لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔

امیر خسروؒ آٹھ سال کی چھوٹی عمر ہی میں سلطان جیؒ کے حلقۂ ارادت وعقیدت میں منسلک ہوکر منظور نگاہ وفیض یاب ہوئے اور اس قدر قرب حاصل ہوا کہ کوئی بھی دوسرا اس مقام ومرتبہ کو نہ پہنچ سکا، کہتے ہیں کہ ریاضت ومجاہدہ کو مطمح نظر بنا کر چالیس سال تک صوم دوام ہمیشہ اور مسلسل روزہ رکھا۔

بطریق طیِ ارض۔ اہل اللہ کے لیے زمین سمٹ جاتی ہے، لمبی مسافت مختصر ہوجاتی ہے، اسی کو طیِ ارض کہتے ہیں۔ اپنے مرشد کے ہمراہ حج کیا۔ اور پانچ دفعہ افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم مثال میں زیارت سے مشرف ہوئے، اور مرشد کے اشارہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت سے مستفیض ہوئے[1]

---

[1] حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے بظاہر حج نہیں کیا، اس کی کچھ تاویل شیخ فرید گنج شکر کی وفات کے بعد سلطان جی کی بعض کیفیات سے ہوتی ہے مگر یہ تاویل پابند شریعت افراد کے لیے کس قدر تسلی بخش ہے؟ اور یہ حج بھی، جس میں امیر خسرو ہمراہ تھے عالم مثال ہی کا ہوگا اور شرعی امور کی ادائیگی عالم مثال میں نہیں ہوسکتی۔ سلطان جی کے حج نہ کرنے کی صاف وجہ ہے کہ آپ کے پاس اتنا پیسہ جمع نہ ہوسکا جو سفر حرمین کا ذریعہ بن جائے، روزانہ کی فتوحات روزانہ ہی ختم ہوجاتی

سلطان جیؒ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ہر ایک کسی چیز پر فخر کرے گا اور میرا فخر ترک اللہ یعنی امیر خسروؒ کے سینہ کا سوز ہوگا۔ نقل ہے کہ جس دن سلطان جی کا وصال ہوا اس وقت امیر خسرو لکھنوتی میں تھے، عالم مثال ـــ اس دنیا کے علاوہ ایک دوسری دنیا جس میں یہاں کی تمام چیزوں کی مثال لطیف انداز میں پائی جاتی ہے ـــ میں دیکھا کہ آفتاب کو مٹی کے نیچے دفن کردیا، خود ہی اس کی تاویل کی کہ میرے مرشد آفتاب ہیں وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ بے آرام و بے قرار تو تھے ہی جب خبر وصال سنی تو بے اختیار صبر و شکیبائی کا گریبان چاک کرکے مرشد کے مرقد نورانی پر پہنچے اور گریہ وزاری شروع کی، حاضرین نے انہیں سمجھایا کہ اس قدر رونا دھونا سمجھداروں کا شیوہ نہیں۔ فرمایا: میں اپنے کو روتا ہوں کہ خسرو کو بھی شیخ نظام الدین اولیاؒ کے بعد بقا میسّر نہیں، چنانچہ وصال مرشد کے چھ ماہ بعد شب جمعہ ۱۸ / شوال ۷۲۵ھ میں ان کی روح قدسی نے طوبیٰ میں آشیانہ بنایا۔ تاریخ رحلت: طوطی شکر مقال مزار مرشد کے پیروں میں ہے۔

۱۷۱ + ۵۲۰ + ۳۴ = ۷۲۵

میر حسن ابن علی سنجریؒ

گو ابتدا میں شعر گوئی کے رسیا تھے مگر محبوب الٰہیؒ کی عقیدت کی برکت سے دل ہر چیز سے اچاٹ ہوکر عبادت و ریاضت میں لگ گیا اور مرشد کے ملفوظات وارشادات کی جمع و تدوین کی خدمت عالی انجام دی یعنی فوائد الفواد کو مرتب کیا۔

کہتے ہیں خسروئے سخن امیر خسرو فرمایا کرتے تھے: کاش میری تمام تصانیف میر حسن کے نام سے ہوتی، اور فوائد الفواد کی جمع و ترتیب و تصنیف کی سعادت مجھے میسّر ہوتی۔ سنہ ۷۹۵ھ میں دولت آباد ـ دیوگیر چلے گئے، وہیں آپ کی روح نے پرواز کی۔ تاریخ وفات مخدوم اولیاء سے نکلتی ہے۔

۶۹۰ + ۴۸ = ۷۳۸

---

[۱] قصیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ بڑوں کی بات بڑے ہی جانیں سہ

میانِ عاشق و معشوق رمزیست | کراماً کاتبین راہم خبر نیست (مترجم)

مولانا فخر الدین رازیؒ علوم کسبیہ مولانا فخر الدین ہانسویؒ سے حاصل کئے اور علم لدنی محبوب الٰہیؒ کی عقیدت و محبت کی برکت سے جمع کیا، اور عرصۂ دراز تک محبوب الٰہیؒ کی خدمت سے سعادت اندوز ہوئے، مرشد کے وصال کے بعد پریشان ہوئے، ہمت کی سواری پر سوار ہو کر حرمین کی حاضری کا ارادہ کیا اور طواف کعبہ و حج و زیارت روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واپس جب ہوئے تو آپ کی عمر کی کشتی فنا کے طوفان خیز سمندر میں غرق ہو گئی۔

حضرت محبوب الٰہی کے ایک مرید تھے مولانا فخر الدین حافظ مروزیؒ، خلوت گزیں و تنہائی پسند قرآن کریم کی کتابت میں عمر پوری کر دی، کہتے ہیں کہ رجال الغیب کے ساتھ ہم نشینی تھی۔ ایک دفعہ مولانا حافظ فخر الدینؒ نے حضرت مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک مرتبہ پانی نہ تھا، پیاس نے تنگ کیا، غیب سے پانی سے بھرا ہوا گلاس ظاہر ہوا، میں نے اسے توڑ دیا اور جی میں کہا: میں کرامت و خوارق کی نہر کا پانی نہیں پیتا۔ نیز ایک مرتبہ میں نے کنگھی کرنی چاہی، دیوار پھٹی اور کنگھی اس میں سے نکل کر میرے سامنے آگئی، میں نے اس سے بھی ہاتھ کھینچا۔ حضرت مرشد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: تمہیں کام میں لانا چاہیئے تھا، اس طرح بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی رہیں۔

شیخ قطب الدین منورؒ ابن شیخ برہان الدینؒ ابن شیخ جمال الدینؒ ہانسوی۔ محبوب الٰہیؒ کے بھی خلیفہ تھے اور اپنے آباؤ اجداد کی مسند ارشاد پیران کے جانشین بھی۔ برابر گوشہ تنہائی میں رہتے، کسی کے ساتھ کوئی میل جول نہ رکھتے، کڑی ریاضتوں سے وقت کو معمور و آباد رکھتے۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاءؒ تصحیح مثال کی خاطر ہانسی تشریف لے گئے تو شیخ جمال الدینؒ نے فرمایا: ہمارے بچوں میں سے ایک بچہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہارے دامن سے وابستہ ہوگا، تربیت وغیرہ میں کمی نہ کرنا، شیخ قطب الدینؒ کی آخری آرام گاہ ہانسی ضلع حصار میں ہے۔[1]

---

(۱) شیخ قطب الدین منورؒ کے خلیفہ وارادت کیش سید تاج الدین شیر سوار ہیں۔ جب مرشد

شیخ برہان الدین غزنوی رح بھی سلطان المشائخ رح کے خلفاء میں ہیں۔ حضرت مرشد کی رحلت کے بعد چند سال دہلی میں لوگوں کو فیض پہنچایا پھر دولت آباد دکن پہنچے اور وہاں کے باشندوں کو، اپنے اخلاص و اخلاق کی بدولت اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہیں آپ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ مزارِ مبارک زیارت گاہِ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ برہان الدین رح نے مرشد کی خانقاہ غیاث پور کی طرف کبھی پیٹھ نہیں کی۔

سلطان المشائخ کا مزار جہاں پر ہے اس بستی کا نام غیاث پور ہے۔ نقل ہے کہ سلطان جیو رح نے فرمایا کہ۔ جو شخص غیاث پور میں دفن ہوگا میں اس کی سفارش و شفاعت کروں گا۔ محمد شاہ بادشاہ ہند نے۔ جس کی ساری عمر عزیز فسق و فجور اور عیش و عشرت میں گذری تھی، چاہا اور آرزو کی کہ سلطان جی کے پڑوس غیاث پور میں اس کی قبر بن جائے۔ کہ سلطان جیو رح کی برکت سے اس کی خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ مزار کے خادموں سے اجازت چاہی انہوں نے انکار کر دیا۔ بادشاہ تو تھا ہی اور عیش و عشرت کا پروردہ، انہیں غصّہ آیا اور سب خدام کو دھوپ میں بٹھا دیا۔ جب دھوپ کی گرمی برداشت نہ ہوئی تو دفن کی اجازت دے دی۔ اور لکھ کر دی تاکہ نجات پائیں۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے چھوٹ جائیں محمد شاہ نے سلطان جی رح کے مزار پر انوار اور شیخ امیر خسرو رح کے مزار کے درمیان اپنی قبر بنوالی۔ بادشاہ کے دفن ہونے کے بعد ایک خادم نے خواب میں دیکھا کہ سلطان جی رح مزار کے صحن میں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے رب بیکس بندہ کے حال پر رحم فرما، اس سے امید ہے کہ محمد شاہ۔ بادشاہ

ہو کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہوتا تو کالے ناگ کا ہنٹر بناتے اور شیر پر سوار ہو کر ہانسی پہنچتے۔ ایک مرتبہ شیخ قطب الدین منور رح دیوار پر بیٹھے تھے کہ سید کو شیر پر سوار دیکھا۔ فرمایا: تاج الدین! یہ حیوان ہے اور ارادہ سے حرکت کرتا ہے، اگر خدا کے بندے دیوار کو حکم فرمائیں تو وہ چل پڑے، وہ دیوار، جس پر آپ بیٹھے تھے فوراً متحرک ہو کر چلدی۔ "آپ نے فرمایا۔ اے دیوار میں نے یہ بات بطور مثال کہی تھی، تو اپنی جگہ برقرار رہ" تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۲ سید تاج الدین رح کی آخری آرام گاہ نارنول ہے۔

ہندے کی بخشش ہو جائے گی ۔ یہ روایت مولف نے اپنے والد گرامی سے سنی ۔

شیخ شہاب الدینؒ ارادت کیش و خلیفۂ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ قرآن مجید لحن داؤدی میں پڑھتے ۔ تجوید اور قرات کے زیر و بم کے ساتھ ، حضرت مرشد کے وصال کے بعد کچھ عرصہ دولت آباد میں ہدایت و ارشاد کے دریائے فیض جاری کئے ، بعد میں دہلی پہنچ کر پیمانہ عمر لبریز ہو گیا ، دہلی میں ہی آخری آرام گاہ ہے ۔(۱)

شیخ اخی سراجؒ بھی شیخ نظام الدینؒ کے خلفاء میں اہم مقام رکھتے ہیں ، وہ جب آپ سے بیعت کے لیے تیار ہوئے تو آپ نے فرمایا : علم سیکھو ، بے علم خدا تک نہیں پہنچ سکتا ، سلطان جیؒ کی تعمیل ارشاد میں مولانا فخر الدین رازی اور مولانا رکن الدین اندرپتی سے جو شیخ المشائخ سلطان جیؒ کے منتسبین میں ہیں ، تھوڑے عرصہ میں علم سیکھ کر درجۂ ولایت حاصل کیا ۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدین نے فرمایا : اخی سراجؒ ہندوستان کے آئینے ہیں ، شیخ علاء الحق والدین بن شیخ اسد عمر لاہوریؒ ، جو شروع میں بادۂ علم کی سرمستی میں مشائخ و صوفیہ کو بنظر استخفاف (اگری نگاہ) سے دیکھتے تھے ۔ ایک دن آزمانے کے لیے شیخ اخی سراج کے پاس گئے . محض شیخ اخی سراجؒ کو دیکھ کر سر افتخار انکساری کی دھرتی پر رکھ کر شیخ اخی

---

(۱) **مسعود بکؒ** میخانۂ وحدت کے بادہ کش اور خم خانۂ حقیقت کے دریا نوش اور رسیا تھے ، تصوف و علم تصوف میں اچھی دستگاہ تھی ، چشتی سلسلہ میں حقائق و معارف کو ان کی طرح کسی نے بلند آہنگی کے ساتھ نہیں دہرایا ، شیخ شہاب الدینؒ کے فرزند ارجمند اور شیخ رکن الدینؒ کے ارادت کیش و عقیدت مند کہتے ہیں کہ مسعود کا چہرہ ہمیشہ زرد رہتا اور آنکھیں اشکبار ، ان کے آنسو اس قدر گرم ہوتے کہ اگر کسی کے بدن پر گر پڑتے تو آبلے ہو جاتے ۔ میرأۃ العارفین جو چودہ کشفوں پر مرتب ہے ، ان کی یادگار ہے ، آخری آرام گاہ اپنے مرشد کے پہلو میں ہے جو مزار خواجہ قطبؒ کے قریب ہے ۔

سراجؒ کے ساتھ گھومتے، چنانچہ ان کے سر کے بال اڑ گئے تھے۔[1]

[1] یہ سب کچھ سلطان جی کی برکت تھی، جس وقت اخی سراجؒ کو رخصت وطن عطا فرمائی تو شیخ اخی سراجؒ نے عرض کیا کہ اُس جگہ شیخ علاء الحق ہیں وہاں مجھے اپنی اقامت دشوار معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: اپنے دل میں غم وافسوس کو راہ مت دو، وہ بھی تمہارے خادموں میں ہوگا۔ شیخ علاء الحقؒ کی آخری آرام گاہ پنڈوہ۔ بنگال۔ میں ہے۔ شیخ شرف الدین جہانگیر سمنانی، جو کچھوچھہ میں آرام فرما ہیں، ان کے حالات، خوارق عادات "لطائف اشرفی میں مذکور ہیں وہ شیخ علاء الحقؒ کے ارادت مند و خلیفہ تھے

شیخ نور قطب العالم

سپہر ولایت کے قطب، دلوں کے بھیدی، چھپی باتوں سے خبردار طالبان حق کو حق پرستی میں سرفراز فرماتے تھے۔ آپ شیخ علاء الحقؒ کے پسر و خلیفہ ارجمند ہیں۔ کہتے ہیں کہ شروع میں شیخ اخی سراج شیخ علاء الحقؒ کی تعظیم کیا کرتے تھے، دوسرے عقیدت منداس سے خوش تھے۔ جب انہوں نے ان کی تعظیم ترک کر دی تو بے توجہی کی شکایت ہوئی۔ حقیقت امر سے جب سوال کیا گیا تو فرمایا کہ، میں نور قطب عالم کی تعظیم کرتا تھا جب کہ وہ صلب پدر میں تھا اب کہ وہ مادر محترم کے رحم میں آ گئے ہیں، یہ ترک تعظیم کا سبب ہے۔ انیس الغرباء، مونس الفقراء، اور مکتوبات شیخ نور قطب عالمؒ کی یادگار ہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ پنڈوہ۔ بنگال میں ہے، جو خواص وعوام کی زیارت گاہ ہے۔ شیخ حسام الدین مانکپوری ابن مولانا خواجہ جلال قادری، جو جامع علوم وہبی وکسبی تھے، شیخ نور قطب عالمؒ کی بیعت و خلافت سے بہرہ ور تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ حسام الدینؒ کو جب خلافت ملی تو سات سال تک کچھ نہ کھایا اور سخت ریاضت ومجاہدے کیے۔ گاہے گاہے۔ کبھی کبھی یہ کیفیت ہوتی کہ جمال الٰہی میں اس قدر کھو جاتے کہ لفظ اللہ بصد حسرت کہہ پاتے، اور جب لفظ اللہ زبان پر لاتے تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ رفیق العارفین میں شیخ حسام الدین کا ایک مقولہ نقل کیا ہے کہ۔ جس وقت میں بیعت کی نیت سے روانہ ہوا ہر منزل پر میرے مرشد عالم مثال میں فرماتے: غم نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں، کشتی میں ایک گدڑی پوش ہمارے ساتھ بیٹھا، جس وقت میں کشتی سے باہر آیا؟

مولانا حسام الدین ملتانی بھیؒ سلطان جی کے خلفا میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کے مرشد نے فرمایا: شہر دہلی مولانا حسام الدین کی حمایت و نگرانی میں ہے۔ آخری آرام گاہ گجرات میں ہے۔ وہاں کے باشندے ان کے نورانی مرقد کی زیارت سے شاد کام و بامراد ہوتے رہتے ہیں۔

"وہ گدڑی پوش پانی میں گئے اور سر نہ نکالا، جب مرشد کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ گدڑی پوش میرے پیر و مرشد تھے۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر علم ظاہر کی کتاب مجھے یاد تھی۔ جب مرشد کی نورانی صورت دیکھی تو صفحہ دل سے سب پڑھا ہوا مٹ گیا مگر علم باطن کے اتنے دریچے مجھ پر کھول دیئے گئے کہ ہدایہ کا درس، جو فقہ کی کتاب ہے، بطور تصوف دے سکتا ہوں۔ ۵ ار رمضان المبارک ۸۵۳ھ) دار البقا کو تشریف لے گئے۔ مزار مانکپور میں ہے۔ مکتوبات ان کی یادگار ہیں جو حقائق و معارف سے پُر ہیں۔ ان کے خلیفہ رشید شاہ سید بن سید ظہیر الدین چشتیؒ ہیں جو شروع میں دولت مند تھے ایک دن قسمت کی یاوری سے شیخ حسام الدین کی خدمت میں ایسے وقت پہنچے کہ محفل سماع زوروں پر تھی۔ شیخ شاہ کو بغل میں لے کر رقص کرنے لگے۔ شاہ اس سے بیہوش ہو گئے۔ تین رات دن برابر بے ہوش رہے۔ جب ہوش میں آئے تو جو کچھ جنس و نقد تھا سب درویشوں میں تقسیم کر دیا اور پھر آپ کی خدمت میں آکر سعادت اندوز ہوئے اور خلافت سے سرفراز۔ جائے پیدائش و مقام وفات شاہ سیدؒ فتح پور ہسوہ ہے۔ شیخ نصیر الدینؒ شاہ سیدؒ کے صاحبزادے صاحب نسبت بزرگ اور عارف باللہ ہو کر آخرت کو سدھارے ۔۔۔ راجی حامد شاہؒ جو سید شہاب الدینؒ کی اولاد میں ہیں۔ جو سید شمس الدینؒ کے بھائی ہیں، دونوں سادات گردیزے ہیں، سید شمس الدینؒ کی اولاد دہلی و میوات میں آباد ہوئی، اور سید شہاب الدین کڑہ مانکپور میں بس گئے۔ وہاں کے راجہ کی لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی اس لیے آپ کی اولاد کے لیے راجی کا لفظ استعمال کیا جانے لگا۔ یہ راجہ حامد شاہ، شیخ حسام الدین کے خلیفہ ارجمند ہیں۔ گو علم ظاہری آپ کو حاصل نہ تھا مگر لدنی سے حظ وافر۔ بڑا حصہ۔ رکھتے تھے۔ جب شیخ حسام نے راجی حامد شاہؒ کو پایۂ کمال پر پہنچا کر جون پور کے لیے رخصت کیا تو راجی نے عرض کیا: وہ شہر علمار دا کابر سے بھرا ہوا ہے مجھے وہاں کس طرح کام کا موقع میسر ہوگا؟ فرمایا: فکر نہ کرو! وہاں جو بھی ہے تمہارا حلقہ بگوش عقیدت ہوگا۔ چنانچہ جونپور میں آتے ہی تمام علمار اکابر نے عقیدت کی چادر کاندھے

مولانا شمس الدین یحییٰ سلطان جی کے ارادت مند و خلیفہ ۔ ابتدا میں مولانا ظہیر الدین بھکریؒ سے علم دین حاصل کیا، پھر بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، عبادت و ریاضت میں خوب محنتیں حاصل کیں اور خرقۂ خلافت لیا، سیر الاولیاء میں ہے کہ مولانا شمس الدین پر دلوں کے بھید و اشگاف تھے ۔مزار مرشد کے پڑوس میں ہے ۔

پر ڈال کر آپ کی خدمت سے فیض یاب ہونا شروع کر دیا۔ مگر شیخ حسن طاہرؒ نے کہا۔ جو جامع علوم معقول و منقول اور نمایاں اہل علم میں سے تھے : میں اس وقت عقیدت مند ہوں گا جب میرے ان ایرادات کا جواب دیں گے جو میں نے ہدایہ ، اور بزدوی ، پر کئے ہیں ۔ بغرض امتحان راجی حامد شاہؒ کے ہاں حاضر ہونے کے ارادہ سے چل دیئے ، شاہ راجی کی عادت تھی کہ ان کے ملفوظات و تعلیمات عموماً دلنشین حکایات کے پیرائے میں ہوتی تھیں ، انہیں جب بھی کچھ کہنا ہوتا ، حکایت کے انداز میں کہتے ، شیخ حسنؒ ان کے اس انداز بیان پر فریفتہ ہو گئے ، عقیدت مند ہوئے اور بیعت کی اور پھر ان کی خلافت سے سرفراز ہو کر ممتاز ہوئے ۔ سلوک و معرفت کے طالبوں کی تعلیم و تربیت کا کام انہیں سونپا ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن یہ رباعی گنگنا رہے تھے ؎

اے ساقی ازاں مے کہ دل و دین منست   پُر کن قدحے کہ جان شیرین من است
گر ہست شراب خوردن آئین کساں   معشوق بجام خوردن آئین مست

اے ساقی اس شراب سے جو کہ میرا دین و ایمان ہے پیالہ بھر کے دے جو میری جان شیریں ہے ۔ اگر شراب پینا لوگوں کا دستور ہے تو معشوق کو پیالہ میں کر کے پینا میرا آئین ہے ۔

شیخ حسنؒ کو عجب سانحہ ہوا ، تین دن رات رقص و وجد میں رہے اسی عرصہ میں غلبۂ شوق لقائے الٰہی سے ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ جان جان آفریں کے سپرد کی ۔ آخری آرام گاہ دہلی ۔ حوض رانی بیگم پور کے درمیان ۔ جو مالویہ نگر کے نام سے موسوم ہے ، واقع ہے مفتاح الفیض ، ملہمات اور دوسرے رسائل آپ کی یادگار ہیں ، شیخ محمد خیالی شیخ عبد العزیز ابن قاضی خاں یوسف ناصحی ظفر آبادیؒ بھی ان کے ارادت کیش و خلیفہ تھے ۔ کہتے ہیں کہ شیخ حسن طاہرؒ اپنی زندگی میں طالبان حق کو قاضی خاںؒ

مولانا فخر الدین مروزی علوم ظاہری و لدنی میں یکتا اور عبادت و ریاضت میں فرد تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے اشارہ سے سلطان جیؒ کا دامن ارادت تھاما اور پایۂ خلافت کو پہنچے۔ مزار حوض شمسی۔ مہرولی دہلی کے قریب میں ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے خلفاء میں شیخ جمال الدین ہانسویؒ بھی ہیں۔ سلسلۂ نسب آپ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، پہلے خطابت و فتویٰ نویسی مشغلہ تھا، بلند ہمتی کے ساتھ اس سے یکسو ہو کر ارادت و عقیدت سے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ

٭٭ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ جب شیخ حسن کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو اپنے لخت جگر شیخ عبدالعزیز شکر بارؒ کو بھی ان کے حوالہ کیا، شیخ عبدالعزیزؒ نے ظاہری و باطنی کمالات جمع کر کے طریقہ ارشاد و آئین مشائخ رحمہم اللہ کو خوب رواج دیا۔ ۶ جمادی الثانی ۹۷۵ھ میں حالت وجد میں تھے کہ آیۂ کریمہ فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون (یسین) سے رطب اللسان ہوئے، اور اسی حالت میں دار فانی سے رحلت فرمائی۔ شیخ عبدالعزیزؒ کے فرزند و خلیفہ شیخ قطب العالم، اور آپ کے خلیفۂ اعظم شیخ چاٹلدہ (اسہنہ) شیخ نجم الحقؒ اور شیخ عبدالغنی بدایونی تھے۔ شیخ الہ دادؒ شارح بھی راجی حامد شاہؒ کے خلیفہ و ارادت مند تھے اور بلند مرتبہ تھے شیخ الہ دادؒ نے علم و دانش قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ سے حاصل کی، جو سرگروہ علمائے عصر تھے چنانچہ ابو حنیفۂ وقت سے مشہور ہوئے۔ کہتے ہیں کہ شیخ الہ داد شروع میں صوفیوں اور صاحب وجد اصحاب سے بدگمانی رکھتے تھے اور ان پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔ جب راجی حامد شاہؒ سے عقیدت ہوئی تو بے اختیار وجد و سماع میں مشغول ہوئے اور کھو گئے شیخ معروفؒ جونپوری علوم کسبی و وہبی کے جامع اور ریاضت و مجاہدے میں بے مثال شیخ الہ دادؒ شارح کے عقیدت مند تھے۔ شیخ نظام الدینؒ امیٹھی جو کبار اولیا میں ہیں، شیخ معروف جونپوری کے شاگرد رشید اور خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مستفیض، انوکھی عادات اور روشن کرامات والے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اول وقت نماز ادا فرماتے تھے۔ ایک دن ایک افغان نے بے خبری سے خیال کیا کہ شیخ بے وقت نماز پڑھتے ہیں، آپ نے محسوس کر کے فرمایا:

جن حضرات کو نامۂ خلافت دیتے تھے، وہ شیخ جمال ہانسویؒ کی پذیرائی سے باریاب ہوتے تھے، کہتے ہیں کہ جب سلطان جی اپنا خلافت نامہ شیخ جمال ہانسویؒ کے ہاں لے گئے، تو شیخ نے خلاف عادت سلطان جی کی تعظیم نہ کی، شیخ نظام الدین نے اس کیفیت سے متاثر ہوکر سر نیاز زمین پر رکھا اور آپ کے پیر چومے شیخ جمالؒ نے نور باطن سے معلوم کرکے فرمایا: شیخ نظام! اب سے پہلے میں اور تو الگ الگ تھے ایک دوسرے کی تعظیم ضروری تھی ــ اب کہ دوئی برطرف بس ہم اور آپ ایک ہیں۔ اور کوئی آدمی اپنی تعظیم نہیں کیا کرتا۔ اور خلافت منظور فرماکر اس پر یہ بیعت لکھی سہ

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپرد او بگوہر شناس

ہزاروں دعا اور ہزاروں شکر و احسان کہ اس نے گوہر گوہر کے قدردان کو دیا۔

؎ دیکھ کر کعبہ کے پڑوسی نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ کے صرف اتنا کہنے سے درمیانی پردے اٹھ گئے اور بیت اللہ دیکھ کر اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ ذی الحجہ ۹۸۱ھ میں وفات پائی مزار امیٹھی میں ہے۔ شیخ فتح اللہ راج گڑھیؒ جن کے حالات عجیب و غریب تھے اور کھلی کرامت رکھتے تھے، طالبین حق کو کامیاب بناکر رخصت فرماتے۔ آپ حضرت شیخ نظام الدین امیٹھی کے خلفاء میں تھے اور خاص تھے۔ راجی سید نورالدین راجی حامد شہ کے فرزند ارجمند و خلیفۂ سعادت مند تھے۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو شیخ حسام الدینؒ نے راجی حامد شہ سے فرمایا کہ چمن معرفت کا یہ غنچہ نورس قطب وقت ہوگا۔ ان کی تربیت میں سعی بلیغ کرنا۔ راجی حامد شہؒ نے نو عمری میں ہی علوم کسبی اور آداب سلوک سے بہرہ ور کرکے اپنا جانشین بنادیا۔ راجی نورالدین نے طالبان حق کی تکمیل و تہذیب میں عمر گرامی بسر کی۔ وفات ۹۲۱ھ مزار مانکپور میں ہے۔ چند خلفاء ہیں منجملہ کے ایک شیخ الہ داد مشہور بہ دین ابن احمد رضی شریف مانکپوری، جامع معقول و منقول ہیں۔ جس پر نظر ڈالتے اسے دنیا کی آلائشوں سے صاف کرکے مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیتے ۹۴۲ھ میں رحلت فرمائی سدھرا میں مدفون ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اخبار الاصفیار میں لکھا ہے کہ جب شیخ جمال اس کالبد خاکی کو تیاگ کر خاکِ ہانسی میں آسودہ ہو گئے تو کچھ عرصہ بعد وہاں کے لوگوں نے آپ کی قبر پر گنبد بنانا چاہا۔ جب بنیادیں کھودی گئیں تو آپ کے چہرہ کے جانب عزب ایک کھڑکی ظاہر ہوئی جس میں سے جنت کے انوار ظاہر ہو رہے تھے۔ شیخ نظام الدینؒ اولیار فرماتے ہیں کہ جس وقت میں شیخ جمال الدینؒ کے ساتھ سیر و سیاحت میں تھا اور آپ کی صحبت سے مستفیض تو میراں نام قصبہ اگروہہ کے حاکم نے ہمارا استقبال کیا اور اپنے مکان پر لے گیا۔ وہاں بارش نہیں ہوئی تھی۔ بڑی منت و سماجت سے دعا ر بارش کی درخواست پیش کی، اس کی گذارش باریاب ہوئی، بارش ہوگئی اور ویران زمین سر سبز و شاداب۔ مولانا برہان الدین صوفیؒ شیخ جمال کے چھوٹے صاحبزادے۔ شیخ کے وصال کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں آ گئے اور اجازتِ ارشاد پائی۔ اور شیخ جمال کا جو خلافت نامہ و خرقہ ملا تھا اس سے ممتاز ہوئے۔ یہ چیزیں ان سے شیخ قطب منورؒ کو پہنچیں اور شیخ قطب منورؒ سے شیخ نورالدین کو حاصل ہوئیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ کے ایک خلیفہ مولانا شیخ بدرالدین اسحٰقؒ تھے۔ شیخ منہاج الدین بخاریؒ کے خلف الرشید پہلے دہلی میں علوم ظاہری حاصل کیے۔ جب کچھ علمی اشکالات یہاں کے دانشوروں سے حل نہ ہو سکے تو ان مسائل کو سمجھنے کے لیے بخارا کا ارادہ حل کیا اور چلدیئے، راستہ میں پٹن تھا، وہاں پہنچے، نصیبہ کی یاوری سے حضرت شیخ فریدؒ کی بارگاہِ عالی کی پابوسی حاصل ہوگئی، بابا صاحب نے مولانا کو مخاطب فرما کر بہت بلند مسئلے اور اشکالات۔ جو مولانا کے لیے لاینحل تھے۔ حل کر دیئے۔ جب مقصود یہیں حاصل ہو گیا تو بخارا کا سفر ملتوی کر دیا، اور شیخ فرید کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر فیضیابی شروع کی پہلے خانقاہ کے کھانا بنانے کے لیے لکڑیوں کی گٹھری سر پر لاد کر لاتے تھے اور اسے اپنے لئے عین سعادت سمجھتے تھے۔ آخر میں خرقۂ خلافت اور شرف دامادی سے سرفراز ہوئے۔ آخری آرام گاہ اجودھن میں پرانی جامع مسجد کے پاس ہے۔ اسرار الاولیار ملفوظات شیخ فرید اور ایک کتاب تصوف آپ کی یادگار ہیں۔ (سیر الاولیار)

سلطان جی سے منقول ہے کہ ایک دن مولانا بدرالدین اسحٰقؒ لکھنے میں مشغول تھے

ایک آدمی نے آواز دی کہ نماز کا وقت ختم ہوا جا رہا ہے۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا: دیکھو ذرا۔ میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ سورج چھپنے کے قریب ہے۔ آپ کی زبان پر فوراً آیا کہ: صفحہ کے پورا ہونے اور عصر کی نماز پڑھنے تک سورج نہ ڈوبے گا۔ اور خدا کا کرنا کہ ہوا بھی یہی کہ صفحہ پورا ہوا اور نماز عصر ادا ہوئی (سیر الاولیاء)

مولانا بدرالدین اسحٰق لکڑیاں لانے اجودھن کے جنگلوں میں جاتے تھے۔ حضرت شیخ فریدؒ کے فرزند گرامی آپ کے ساتھ ہوتے اتفاقاً ان کی زبانوں پر آیا کہ سید احمدؒ کے ارادتمندوں میں ایسے لوگ ہیں، جو شیر پر سواری کرتے ہیں اور سانپ کا ہنٹر بنا لیتے ہیں اپنے باپ کے عقیدتمندوں میں ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ وقت کی بات کہ اسی وقت جنگل سے ایک خونخوار شیر نکل کر باہر آیا مولانا نے آستین چڑھا کر شیر کو قابو میں کیا اور اسے یوں خطاب کیا: اے کتے تیری مجال ہے کہ میرے پیرزادوں کے مقابلے میں آئے۔ اتنا سنتے ہی شیر واپس بھاگ گیا۔ (سیر الاولیاء)

شیخ نجیب الدین متوکلؒ شیخ فریدؒ کے چھوٹے بھائی اور خلیفہ، علوم ظاہری و باطنی کے جامع ساٹھ شہر میں رہے، رزق معین ہوتا ہے، کثرت عیال و تنگیٔ حال کے باوجود کسی کی کوئی مدد معاش قبول نہ کی اور آئینۂ دل کو رنج و غم کے غبار سے صاف رکھ کر عبادت و ریاضت میں منہمک رہتے۔ انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ گھر کا خرچ کہاں سے مل رہا ہے ایک مرتبہ عید کے دن چند گدڑی پوش آپ کی خانقاہ میں آ گئے، شیخ کو اپنی تہیدستی سے شرمندگی ہوئی اور معذرت کی، اتفاقاً آپ کو خیال آیا کہ آج تو بچے بھی بھوکے ہیں، اور میہماں محروم واپس ہو رہے ہیں۔ اسی دوران خضر علیہ السلام نے کھانے کا ایک دسترخوان لا کر فرمایا کہ۔ آپ کے توکل و اعتماد علی اللہ کا اعلیٰ علیین میں ڈنکا بج رہا ہے، شیخ نے خضر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: خدا جانتا ہے کہ میری یہ خواہش اپنے لیے نہیں تھی بلکہ گرامی قدر مہمانوں کے لیے تھی۔ فوائد الفواد میں ہے کہ ہر بار جب بھی آپ شیخ فریدؒ سے رخصت ہوتے تو شیخ فرماتے: خوب آئے تو انیس یا نوے دفعہ ایسا ہوا۔ آخری مرتبہ جب

رخصت ہوئے تو جواب نہ دیا، مکرر عرض کیا گیا، پھر بھی جواب نہ مل سکا مجبوراً زمین پر سر رکھا، اور چلدیئے، دہلی میں پہنچ کر ۹ رمضان ۶۶۰ھ میں روحانیوں سے جاملے۔ مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے روضہ کے قریب ہے۔

ایک مرتبہ سلطان جیؒ نے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست پیش کی تاکہ عہدہ قضاء مل جائے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس خیال سے کہ شاید آپ نے بات سنی نہیں دوبارہ دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: قاضی مت بنو، کچھ اور بنو۔

خواجہ علاء الدین صابر کلیریؒ آپ کی بہن کے صاحبزادے، ارادت و عقیدت اور اجازت و خلافت سب شیخ فریدؒ سے وابستہ تھیں[1]۔

شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ جو بڑے اولیاء کرام میں ہیں، خواجہ صابر علی کلیریؒ کے عقیدت کیش وارادت مند ہیں، اور شیخ جلال الدین پانی پتیؒ نے شیخ شمس الدین پانی پتیؒ سے اجازت وخلافت پائی، کہتے ہیں کہ ان کا نام محمد تھا، جب ان کی جلالت شان کے لشکروں نے انہیں گھیر لیا تو مرشد نے جلال الدینؒ کہہ کر خطاب فرمایا۔ اور پھر جلال الدینؒ ہی سے مشہور ہوئے کہتے ہیں کہ شیخ جلال الدینؒ نے ابتداء میں شیخ شرف الدینؒ کی توجہات کی برکت سے اسباب تعلق چھوڑ کر گوشۂ خلوت وتنہائی اختیار کیا۔ اور پھر یوں ہی پھرتے پھراتے شیخ شمس الدین کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ جب درجۂ کمال کو پہنچ گئے تو مرشد نے کرنال میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے بہت چاہا کہ مرشد سے جدائی نہ ہو مگر بارگاہ مرشد میں اس کی پذیرائی نہ ہو سکی پھر مرشد کی منشا کے مطابق کرنال میں قیام کر لیا مگر طی ارض کر کے پنج وقتہ نماز اپنے مرشد کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ طی ارض: اہل اللہ کے لیے زمین کا سمٹ جانا اس طرح کہ تھوڑی مدت میں طویل مسافت طے ہو جائے۔ جب مرشد اللہ کو پیارے ہو گئے تو پانی پت میں آئے اور مرشد کے روضہ میں رہنا شروع کر دیا۔ ۷۶۵ھ میں وصال ہوا۔ فرحمہ اللہ رحمتہ الابرار

شیخ فریدؒ کے خلفاء میں ایک بزرگ ہیں شیخ عارفؒ۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ شیخ عارفؒ نے نوجوانی ہی میں عقیدت وارادت کی چادر اوڑھ لی تھی۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ انہوں نے جب دہلی کا ارادہ کیا۔ تو دہلی میں جن کے یہاں مقیم ہوئے وہ شیخ فریدؒ کے ارادتمند تھے انہوں نے شیخ فریدؒ کی خدمت میں دو سو چاندی کے سکے نذر کیے، اور شیخ عارف کے حوالہ کر دیئے، اور شیخ عارفؒ کی دیانت وامانت کے پیش نظر کوئی رقعہ بھی نہیں لکھا۔ جب شیخ عارف پٹن پہنچے تو اس خیال سے کہ اس رقم کے ساتھ کوئی رقعہ تو ہے نہیں۔ جو اس کی تعداد معلوم ہو اور خیانت ظاہر ہو سو ٹنکے سکے اپنی جیب میں ڈالے اور سو خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔ آنحضرت نے نور باطن سے محسوس کر کے فرمایا؛ مولانا تقسیم تو اچھی طرح برابر سرابر کی ہے، شیخ عارف یہ سن کر بے حد نادم ہوئے اور شرمندہ بھی کہ خیانت کا راز کھل گیا۔

---

۴۴ شیخ جلال الدینؒ کے خلیفہ شیخ احمد عبدالحق قتالؒ ہیں جن کی سات سال کی عمر سے تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی، پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے اور بارہ سال کی عمر میں خدا طلبی میں سخت مجاہدے شروع کر دیئے۔ بزرگان ہند شیخ نور عالمؒ، شیخ فتح اللہ اودھیؒ اور شیخ جمالؒ کے ہاں سے فیوض وبرکات حاصل کیے۔ شیخ احمد عبدالحقؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ گازرون میں خواجہ ابواسحق گازرونیؒ نے ایسا چراغ روشن کیا ہے کہ قیامت تک زمانے کے حوادث اسے گل نہیں کر سکتے، ہم بھی ایک دیگ تیار کریں تاکہ زمانے کے لوگ اس سے سیر ہوں اور وہ لبالب بھری رہے، کبھی خالی نہ ہو پائے۔ چنانچہ ایک دیگ پکا کر شہر کی شاہراہ پر رکھ دی۔ تمام اہل شہر نے اس دیگ میں سے کھایا، اور وہ لبالب بھری رہی۔ تیسرے دن مجھے خیال آیا کہ رزق دینے والا خدا ہے، وہ جانے اور اس کے بندے، ہم درمیان میں کون ہوتے ہیں۔ اور دیگ کو زمین پر دے مارا۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، شیخ اس کی لاش پر آئے اور عصا سے اس کو چھو کر فرمایا، اٹھ۔ وہ اٹھا اور ساتھ ہو لیا آرام گاہ آخری شیخ احمد عبدالحق کی ردولی میں ہے۔ شیخ احمد عبدالحقؒ کے خلیفہ وجانشین ان کے خلف الرشید عارف باللہ عارف عبدالحقؒ ہیں۔ اور ان سے اجازت وخلافت ان کے صاحبزادے محمد عبدالحقؒ نے پائی ــــ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اگرچہ بظاہر شیخ محمد بن

اور دو سو تنکے اور پیش کیے، حضرت نے سو تنکے انہیں واپس کر دیے، اس واقعہ کے بعد ہر نقد و جنس جو بھی ان کے پاس تھی سب درویشوں کی نذر کر دی اور بیعت کی درخواست پیش کی۔ بیعت ہوئے اور خلافت و ولایت سے بہرہ ور اور ملک سیستان کی ولایت ان کے سپرد ہوئی۔ سیر الاولیاء میں اس سے کچھ مختلف اور زیادہ مفصل ہے ص۱۹۱ اردو ترجمہ۔ فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے ایک مرید تھے خواجہ حمیدؒ

شیخ عارفؒ کے عقیدت مند تھے، مگر حقیقتاً ان کے مربی شیخ احمد عبدالحق ہیں۔ کہتے ہیں کہ عالم مثال میں شیخ احمد عبدالحقؒ نے اپنے پوتے شیخ محمد عبدالحقؒ سے فرمایا کہ اپنی لڑکی کو شیخ عبدالقدوسؒ سے بیاہ دو، چوں کہ شیخ عبدالقدوسؒ بچپن سے شور کرنے کے عادی تھے، شیخ محمد عبدالحقؒ نے اس کی پروا نہ کی۔ دوبارہ خواب میں فرمایا: تمہیں اس کی تمیز و شعور سے کیا کام؟ اگر دیوانہ ہے تو ہمارا اور ہوشیار ہے تو ہمارا۔ مجبوراً شیخ محمد عبدالحقؒ نے دادا کی بات مان لی کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقدوسؒ کی شادی کی رات میں کچھ نغمہ و سرود کا نظم تھا۔ شیخ عبدالقدوس پر عجیب نشہ سوار ہوا۔ اور دلہن کو وہیں چھوڑ، ننگے پیر جنگل کی راہ لی، بارہ سال اسی شوق و مستی میں گھومتے رہے۔ نماز رجال الغیب کے ساتھ پڑھ لیتے تھے۔ آخر میں شیخ احمد عبدالحقؒ کے اشارے پر ردولی کی راہ لی اور شیخ محمد عبدالحقؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور خلافت پائی کافی عرصہ پیر کی خدمت کی، پھر گنگوہ آئے اور مسند ارشاد پر بیٹھے۔ ۹۴۴ھ میں وفات پائی، گنگوہ ضلع سہارنپور میں مزار ہے۔ تاریخ وفات کا مظہر "شیخ اجل" ہے کہتے ہیں کہ شیخ جلال الدین فاروقی تھانیسریؒ شیخ عبدالقدوسؒ کے خلیفۂ اعظمؒ ہیں۔ شیخ جلال نے سات برس میں قرآن مجید حفظ کیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون حاصل کر کے مسند تدریس پر رونق افروز ہو گئے۔ جب شیخ جلالؒ کا شہرہ عام و خاص میں ہوا تو شیخ عبدالقدوسؒ کو پریشانی ہوئی کہ کہیں آشیانہ قدس کے اس شہباز کو کوئی دوسرا نہ اپنالے، انہیں اپنی کمند عقیدت میں اٹکا کر ارادتمند بنا لیا شیخ عبدالقدوسؒ اکثر فرماتے تھے: اگر مرشد کے لیے مرید کی خدمت روا ہوتی تو میں شیخ جلال کی خدمت کرتا۔ نقل ہے کہ شیخ جلالؒ کے لڑکے کا انتقال ہوا تو پدری ←

جوانی ہی میں اہل اللہ کی ارادت وعقیدت سے سرشار تھے۔ ایک دن اپنے آقا ومالک کی خدمت میں کھڑے تھے کہ ان کی نگاہ ایک نورانی طلعت وہیئت شخص پر پڑی، جو فرمارہے تھے: اے حمید تو علم وفضل کے زیور سے آراستہ اور تیرا آقا جہل وبیخبری کی برائیوں میں پھنسا ہوا، تجھے اس سے کیا نسبت؟ یہ کہہ کر وہ مرد نورانی غائب ہوگیا۔ دوبارہ ظاہر ہوا اور وہی پہلی والی بات کہہ کر پھر غائب ہوگیا، تیسری مرتبہ پھر ظاہر ہوا اور وہی بات دہرائی، شیخ حمیدؒ چونکے اور بہرہ ور ہوگئے۔ دل کو جو پابند قید وبند تھا، آزاد کیا۔ تنہائی اور اکیلا رہنا پسند کیا۔ پھر شیخ فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں آکر سعادت اندوزِ ارادت وبیعت ہوئے۔ آنحضرتؒ نے فرمایا: مرید کے جوہر مرشد کے گوہر کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے جگنو سہیل کے مقابلے ہیں۔ کرم شب تاب۔ رات میں چمکنے والا کیڑا۔ جگنو سہیل جہاں تاب کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اندرپت جاکر مسند ارشاد وسلوک سنبھالو مگر انہوں نے مرشد سے اجازت لے کر حرمین کا ارادہ کیا اور طواف کعبہ وزیارت روضہ اطہر سے فیض یاب ہوئے۔ حرمین سے لوٹتے ہوئے راستے میں ہی عالم بقا کی راہ لی۔ رحمۃ اللہ

مولانا داؤد جیسے علوم نقلیہ وعقلیہ اور علم لدنی سے بہرہ ور بھی حضرت شیخ فریدؒ

---

۴۴ شفقت سے آپ آزردہ ہوئے۔ اس کی نعش کے پاس آئے اور منہ سے کپڑا اٹھا کر فرمایا: خوش رہو بیٹے۔ مشیت نے از سرنو زندگی پائی۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ امر شریعت میں ممنوع نہ ہوتا تو اس کی زندگی خدا کی قدرت سے باہر نہ تھی، یعنی زندہ ہو جاتا۔ کہتے ہیں جب آپ کی بیماری نے تشویشناک صورت اختیار کی تو لوگ گھبرائے۔ آپ نے فرمایا: غم نہ کرو ابھی سات برس تمہارے ساتھ مجھے رہنا ہے۔ خدا کی شان کہ اسی قدر زندگی پائی۔ ننانوے سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ تھانیسر میں مزار پرانوار ہے۔

تاریخ وصال "شیخ الاولیاء" ہے
۹۸۹ھ

گنج شکر کے ارادت کیش و معتقد خاص تھے ، ابتدائے شعور سے آخری دم تک گوشۂ تنہائی میں اپنے اوقات کو ذکر خداوندی و یاد الہٰی سے معمور رکھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ فریدؒ نے اودھ آتے جاتے دو تین مرتبہ بابلی گاؤں ۔ قریب ردولی میں مولانا داؤد کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے قیام فرمایا۔ اور دوم تبہ کے قیام میں چلّہ پورا کردیا۔ مولانا داؤد بابلیؒ کول کے کنارے آرام فرما ہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ مولانا داؤدؒ ایک سفر میں میرے ساتھی بن گئے۔ چوں کہ نماز کے عاشق تھے ، اس لیے ، مجھ سے آگے نکل کر نماز پڑھ لیتے اور پھر میرے ساتھ ہو جاتے ، اور صبح کی نماز کے بعد جنگل بیابان میں ریاضت کرتے اور اس قدر منہمک و مشغول ہوتے کہ جنگلی جانور انھیں بجس سمجھ کر ان کے آس پاس جمع ہو جاتے ـــ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ، جس کا لڑکا بیمار تھا ، مولانا داؤدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گھر لے جانے کی درخواست دی ، فوراً منظور کر کے اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اس کے بیمار لڑکے کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا : اُٹھ ، وہ اُٹھ بیٹھا گویا بیمار ہی نہ تھا۔

مولانا تقی الدین مولانا داؤد کے بھتیجے بھی شیخ فریدؒ گنج شکرؒ کے خلیفہ تھے ۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک ابدال نے عالم روحانی میں سیر کرتے ہوئے چاہا کہ مولانا تقی الدین اس کی جگہ ہوں۔ مولانا تقیؒ نے بلند ہمتی سے اس پیش کش کو قبول نہ کیا۔ ابدال نے حیرت سے دوچار ہو کر کہا : کیسا جوانمرد ہے کہ ابدال کی بلند مقامی کو نظر میں نہیں لاتا۔ آخری آرام گاہ اودھ میں چوموہ کے کنارے پر ہے

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بھی شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے فیض یافتوں میں ہیں۔ ہوش سنبھالتے ہی چند سال دریا اور جنگلوں میں تجرد ۔ اکیلے رہنے کی زندگی اختیار کی ، شیخ نظام الدینؒ کی آرزوئے دریافت لے کر دہلی آئے ، ان کے بڑے بھائی شیخ جلال الدینؒ ان کے ساتھ تھے ۔ سلطان جی چوں کہ خدا کو پیارے ہو گئے تھے انہیں

کے فرمان کے مطابق شیخ نجیب الدین فردوسیؒ سے استفادہ کیا، بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے ۶۹۱ھ میں جنت کو سدھارے، بہار میں آسودۂ خاک ہیں۔

حضرت خواجہ فرید گنجشکر رحمۃ اللہ کی ازواج و اولاد

بی بی ہزیرہ خاتون صبیہ۔ دختر۔ سلطان غیاث الدین بلبنؒ، جو افراسیاب کی اولاد میں تھا۔ اور ابتدار میں انغ خاں کے نام سے مشہور تھا۔ آنحضرتؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اس عفت مآب خاتون سے آپ کے چند فرزند ہوئے:۔ اول، عاشقوں کی انیست اور شاگردوں کے استاذ حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ، جنہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی جانشینی میں مستعد ہو کر سجادۂ ولایت و خلافت کو زینت دی، طالبان رشد و ہدایت کی رہبری فرمائی اور سلوک و معرفت کے مدارج طے کرائے۔ سلسلۃ الاسلام میں مذکور ہے کہ والد بزرگوارؒ کی وفات کے بعد پانچ سال تک ہنگامۂ ارشاد و ہدایت گرم رکھ کر چار شعبان ۶۷۵ھ میں فردوس بریں کی راہ لی، باپ کے پہلو میں مزار کے اندر آخری آرام گاہ ہے۔

"تنبیہ" (سیر الاولیار میں حضرت شیخ فریدؒ کی ولادت ۵۶۹ھ اور وفات ۶۶۴ھ ذکر ہے) اور سیر العارفین میں (۵۷۵ - ۶۷۰) ہے۔ پھر بھی آپ کی عمر کی تعین میں اختلاف ہے۔ سیر الاولیار میں پچانوے ۹۵ سال ہے۔ جو حساب سے صحیح ہے فوائد الفواد میں ترانوے ۹۳ ہے۔ عجیب معاملہ ہے سن ولادت و وفات معین ہو کر بھی اختلاف؟ آپ کی عمر شریف بلا شک و شبہ پچانوے سال ہے۔

سلسلۃ الاسلام میں مرقوم ہے کہ شیخ بدرالدین سلیمانؒ بڑے صاجزادے خلیفہ و جانشین حضرت شیخ فریدؒ نے پانچ سال تک طالبانِ رشد و ہدایت کو سیراب کیا اور ۶۶۹ھ میں عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ تاریخ وفات شیخ بدرالدین ۶۶۹ھ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شیخ فریدؒ کی وفات ۶۷۰ھ سے ۶۷۵ھ پانچ سال تک سلوک و معرفت

کے موتی بکھیرے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ ایک دن بازار میں جا رہے تھے، ایک مہ جبین پر نگاہ پڑی اور بیہوش ہو گئے۔ والد ماجد کے ارادت مند اسی بیہوشی کی حالت میں حضرت کے سامنے لے آئے آپ نے ہاتھ میں پانی لے کر شیخ بدرالدین سلیمان کے چہرہ اور سر پر چھڑکا جس سے ہوش میں آ گئے۔ پھر آنحضرتؒ نے فرمایا: بابا سلیمان! خدائے یگانہ کے عاشق بنو تاکہ شاہدِ مقصود کا وصال میسر ہو۔ ادھر اُدھر سے کیا غرض۔ ادھر یہ کیفیت تھی۔ اور اُس طرف جب مہ جبین کے باپ کو معلوم ہوا کہ مرشد زادہ اس کی دختر کے عشق میں بیہوش ہو گیا ہے۔ تو وہ نیاز مندانہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ اس غلام کی لڑکی کو مرشد زادہ کے نکاح میں قبول فرمائیں تو غلام کے لیے افتخار و سرخروئی کا باعث ہو۔ آنحضرت نے سنت کے مطابق دونوں کا نکاح پڑھا دیا۔

شیخ بدرالدینؒ کے ہاں دو بیویاں تھیں (۱) بی بی ملکوؒ بنت ملک العلمار قاضی ابو مسلمؒ (۲) بی بی ہاجرہؒ۔ مندرجہ بالا واقعہ کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کس خاتون کا ہے۔

بی بی ملکو کے بطن سے شیخ علاء الدینؒ، شیخ محمودؒ، شیخ تاجؒ، شیخ محمد شہیدؒ، بی بی شفیعہؒ، بی بی عفتؒ، بی بی رضیہؒ اور بی بی رقیہؒ پیدا ہوئیں۔

بی بی ہاجرہؒ کے ہاں شیخ مودود چشتیؒ۔ جو شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ کے آبار کرام میں ہیں۔ شیخ احمدؒ، اور بی بی زینبؒ پیدا ہوئیں (جواہر فریدی)

زبدۃ الاولیار کی اولاد کا تذکرہ جواہر فریدی میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔ اور اس مختصر رسالے میں اس کی نقل کی گنجائش نہیں اور چونکہ اس رسالے کی تصنیف سے شیخ سلیمؒ اور اسلاف و اخلاف کا تذکرہ مقصود ہے۔ لیکن برکتاً حضرت شیخ فریدؒ کی بعض اولاد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس درخت کی ہر شاخ کا مختصر تعارف ہو جائے جس سے صاحب سوانح شیخ سلیم چشتیؒ کا تعلق ہے۔

شیخ فریدؒ کے دوسرے صاحبزادے شیخ شہاب الدینؒ۔ علوم کے خزانے۔ نتھے

جنہوں نے بحکم شرعی منکر سماع ہو کر والد بزرگوار سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اور دہلی میں مقیم ہو کر اپنے کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مرید بتلایا کرتے کہ آپ کے مزار پرانوار سے بیعت کر لی ہے۔ بابا فریدؒ کی رحلت کا وقت جب قریب آلگا تو محبت پدری نے جوش مارا اور حضرت نظام الدینؒ، سلطان المشائخ کو بھیجا کہ انہیں لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ جب وہ آئے تو حضرت سماع میں تھے اور اسی حالت میں صاجزادے پر نظر پڑی۔ ایک ہی نظر میں مالا مال فیوض و برکات کر دیا۔ اور شیخ شہابؒ نے اپنے والد بزرگوار، مرشد عالم خواجہ فریدؒ سے اپنی گستاخیوں کی معافی مانگی۔ محبت و شفقت کے انداز نرالے ہیں۔

جب بابا فرید گنج شکرؒ کا وصال ہو گیا تو آپ کو ایک جگہ بطور امانت رکھا۔ جب مزار بن کر تیار ہو گیا تو امانت کی جگہ سے نکال کر مرقد میں آپ کو سلا دیا۔ شیخ شہاب الدینؒ نے باپ کی میراث سے مکمل علیحدگی اختیار کر کے بھائیوں سے صرف وہ جگہ مانگی، جہاں بابا فرید کو امانت رکھا گیا تھا کہ یہ جگہ ہمیں دے دو۔ اور ہمیں اسی جگہ دفن کرنا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی کرامات کا سلسلہ ابھی تک بھی جاری ہے۔ اگر کوئی آدمی آپ کی قبر پر پانی ڈال کر اسے پی لے تو حصول علم اور دانش آموزی کے لیے بہت کارآمد ہے، راقم (مؤلف) نے اس کا تجربہ کیا ہے۔

تیسرے فرزند شیخ نظام الدین شہیدؒ، جن سے شیخ یعقوبؒ، شیخ عبداللہ، بی بی مستورہ، بی بی فاطمہؒ، اور بی بی شریفہ ہوئیں اور شاذوؒ کے بطن سے۔ جو ہزیرہ خاتون کی باندی تھی۔ شیخ نصراللہؒ ہوئے، جواہر فریدی میں انہیں متبنی بتلایا ہے۔ حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ کثیر الاولاد تھے۔

اول فرزند: شیخ علاء الدین موج دریاؒ، جو سولہ سال کی عمر میں ولایت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے والد کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ وضو کر رہے تھے کہ شیخ علاء الدینؒ، جو اس وقت بچہ تھے۔ آئے اور شیخ کے مصلی پر بیٹھ کر شیخ کی دستار مبارک کو سر پر لپیٹ لیا۔ خادم

نے منع کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا: منع مت کرو۔ جو کچھ یہ کرتا ہے۔ صحیح کرتا ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ شیخ علاء الدینؒ اپنے جد بزرگوار سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شیخ بدرالدینؒ کی وفات کے بعد شیخ علاء الدینؒ اور شیخ مودود چشتیؒ کے درمیان بسلسلۂ جانشینی جھگڑا ہوا۔ اور نوبت بادشاہ دہلی کے ہاں استغاثے تک پہنچ گئی سلطان المشائخ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے ایک طشت پانی سے بھر کر بادشاہ سے فرمایا: ان میں سے ہر ایک اپنی دستار اس میں ڈالے، جس کی دستار رنگین ہو جائے گی وہ جانشین ہو گا۔ شیخ علاء الدینؒ کی پگڑی گلابی ہو گئی اور وہ جانشین ہو گئے اور پھر باہم صلح وصفائی بھی ہو گئی۔ شیخ علاء الدین موج دریاؒ کے جانشین ان کے بیٹے شیخ معزالدینؒ ہوئے۔ ان کے بعد ان کے پسر شیخ فضیلؒ ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ منورؒ، ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ نورؒ، ان کے بعد ان کے بھائی شیخ یونسؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ احمدؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ عطاء اللہ، پھر ان کے بیٹے شیخ ابراہیمؒ بالا راجہ، پھر ان کے بیٹے شیخ تاج الدینؒ پھر ان کے صاحبزادے شیخ فیض اللہؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ ابراہیمؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ محمدؒ، پھر ان کے لڑکے شیخ محمد اشرفؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ محمد شعیبؒ پھر ان کے لڑکے شیخ یوسفؒ، پھر ان کے لڑکے شیخ عبدالسبحانؒ پھر ان کے بیٹے شیخ غلام رسولؒ، پھر ان کے بیٹے شیخ محمد یارؒ۔ چوں کہ شیخ محمد یارؒ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی ان کے جانشین شیخ شرف الدینؒ ابن شیخ قطب الدینؒ ابن شیخ محمد ابن شیخ غلام رسولؒ۔ مذکور بالا ہوئے۔ ان کے برادر حقیقی شیخ اللہ جیوؒ ان کے جانشین ہوئے۔

فقیر مؤلف ۱۲۸۶ھ میں حضرت بابا فریدؒ گنجشکرؒ کے جذب باطنی سے آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا تو حضرت شیخ اللہ جیوؒ سے نیاز حاصل ہوا، ان کے حالات اچھے ہیں، سمجھ بوجھ سے بھرے ہوئے ہیں، مگر چھپاتے ہیں۔

راقم نے نہایت بے سروسامانی میں یہ سفر اختیار کیا۔ اور ارباب دولت و ثروت کی ملاقات ترک کر دی اس کے دو سبب ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ ہمارے چچیرے بھائیوں کے عزیز تھے۔ دوم باپ کی وصیت کہ جب تک سجادہ نشین کی صحبت اختیار نہ کرے گا

مطلب پورا نہ ہوگا۔ جب تین دن تک بہشتی دروازہ کے سامنے، جو جنوبی سمت واقع ہے رات بھر بیں بیٹھا رہا اور پڑھتا رہا اور مقصود حاصل نہ ہو سکا۔ اور حضرت شیخ اللہ جیوؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ اور ایک کاغذی پنکھا آپ ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں، ایک سات سالہ بچہ کرسی کے برابر کھڑا ہے۔ میں نے جب سلام عرض کیا تو باوجود عدم واقفیت بڑی توجہ اور عنایت فرمائی۔ پنکھے کی رسی بچے کے سپرد کر کے بزرگانہ شفقت سے نوازا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر اکبر آباد کے حالات پوچھنے لگے، حتیٰ کہ مولوی امیر علی شاہ تک بات پہنچی، میں نے عرض کیا زندہ ہیں اور بعافیت، فرمایا: جب تم واپس جاؤ تو انہیں میری طرف سے کہنا کہ جس کتاب کا آپ وعدہ کر کے گئے تھے اسے بھیجدیں۔ میں نے بے باکی سے کہا کہ عملیات کی کوئی کتاب ان سے طلب کرنا آپ کی شان سے بعید ہے۔ اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں، وہ ہرگز کتاب نہیں بھیجے گا۔ جب صورت حال یہ ہے تو کیوں اصرار کیا جائے۔ میری یہ بے تکی بات آپ کو بہت پسند آئی۔ فرمایا: بس اب اس کا ذکر نہ کرنا۔ مغرب کی نماز کے وقت رخصت ہو کر باہر آیا اور حضرت مودود چشتیؒ کے مزار اقدس کا ارادہ کیا، جو میرے آبا رکرام میں ہیں مزار کی زیارت سے سعادت اندوز ہو کر واپس حضرت شیخ فریدالدین گنجشکرؒ کے یہاں حاضری دی، اور نماز مغرب ادا کی، نماز عشار کے بعد جنوبی دروازہ پر بیٹھ گیا۔ یہاں میری ساری آرزوئیں پوری ہو گئیں، یعنی مجھے خواب میں کامیابی کی بشارت ملی۔ نیز حکم ہوا کہ بھوپال جاؤ۔ علی الصباح شیخ اللہ جیوؒ کے ہاں سوچا کہ رخصتی کا مصافحہ کروں مگر موقع نہ مل سکا۔ پھر عصر بعد حاضر ہوا۔ مجلس سماع برپا تھی۔ کمال مہربانی سے مجھے اپنے بائیں پہلو میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چوں کہ سندھی زبان میں سماع تھا بہت کم سمجھ میں آرہا تھا۔ آپ نے دریافت کیا! سمجھ میں آتا ہے۔ عرض کیا: کم آتا ہے اس لیے کہ میں سندھی زبان نہیں جانتا۔ آپ نے مطرب کو اشارہ کیا کہ فارسی غزل گائیں۔ جلسۂ سماع کے بعد میں نے رخصت چاہی۔ فرمایا: حضرت شیخ فریدؒ سے جو تم نے لیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں نہ دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو فقیر بن کر آیا تھا، شیخ فریدؒ چوں کہ

میرے اسلاف میں ہیں، نظر کرم فرمائی اور آنجناب کہ ہمارے چچا ہیں، آپ سے مزید التفات کی امید رکھتا ہوں، یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے، اور کئی مرتبہ یہ کلمہ دہرایا کہ ابھی بھی تم سیر نہ ہوئے کہ چچا سے بھی طالب ہوئے۔ آپ کے پاس اس وقت چار انار تھے، وہ مجھے مرحمت فرمائے، آپ سے رخصت ہو کر حجرہ صابری میں، جہاں میں مقیم تھا آیا، عبدالکریم سے، جو اس زمانے میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ پرانی جان پہچان کی بدولت کہ دہلی میں ہمارے چچا ہیں اور یہاں بھی ہمارا رابطہ ہے۔ خوب ملاقاتیں رہیں انہوں نے ایک بات بہت کام کی کہی: اگر حضرت سے آپ درخواست کریں کہ ملتان تک سواری میں آپ کو پہنچا دیں۔ میں نے کہا خدا پر بھروسہ کر کے گھر سے نکلا ہوں اس کی کیا ضرورت ہے۔

رات میں جب آرام کرنے کا خیال آیا تو مجھے بخار ہو گیا، روانگی کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا چاشت کے وقت کہ بخار کی گرمی کے باعث میں بیہوش تھا، ایسا دکھائی دیا کہ حضرت ہمارے ہاں حاضر ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کیوں نہ گئے، میں نے عرض کیا کہ بخار ہو گیا تھا۔ فرمایا: دیکھ بارش ہو رہی ہے، حجرہ سے باہر جا کر بارش میں نہاؤ تاکہ شفا حاصل ہو دیکھنا، دوسری صبح تک یہاں نہ ٹھہرنا میں جلدی جلدی اٹھا، دروازہ کھول کر دیکھا بارش ہو رہی ہے، اپنے اوسان درست کر کے کمرہ سے باہر نکلا، اور اطمینان سے بارش میں نہانا شروع کر دیا، بارش کا ہر قطرہ، جو مجھ پر گر رہا تھا، مستقل دوا کی تاثیر لیے ہوئے تھا، عبدالکریم نے ہر چند شور کیا کہ ایسا مت کیجئے گا، مگر میں نے ان کی ایک نہ سنی

اس صبح میں نے منزل چھوڑ کر سفر شروع کر دیا، پہلی جگہ، جہاں میرا گذر ہوا، وہاں کسی صحابیؓ رسولؐ کا مزار پرانوار تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسم گرامی عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، اور جس دور میں اسلامی فوج ہندوستان پہنچی اس وقت کے شہید ہیں اور یہ واقعہ ۱۵ھ یا ۲۳ھ کا ہے[1]۔ یہ مزار مقدس ناپید تھا۔ شیخ فریدالدین گنجشکرؒ

---

[1] تذکرہ صوفیائے میوات

نے بذریعہ کشف اسے ظاہر کیا اور اس کے پاس چاروں طرف احاطہ کر دیا۔ رات میں احاطہ کے اندر مزار کے قریب بیٹھا، آدھی رات بعد نیند نے دبا لیا۔ خواب دیکھا: پیر مرد، نورانی چہرہ، عربی لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا: خطرناک راستہ کیوں اختیار کیا۔ خواب سے بیدار ہو کر میں نے سوچا شاید مجھے کسی دوسرے راستہ کی جانب اشارہ فرمائیں۔ ہر چند میں نے سونا چاہا مگر نیند نہ آسکی۔ پھر میں نے چاہا کہ آج رات یہیں قیام کروں۔ اور رات میں صاحب مزار سے التماس ہمت کروں مگر غیرت نے اجازت نہ دی کہ گاؤں کے لوگ خیال کریں گے، فقیر ہے، روٹی کے لیے ٹھہر گیا ہے۔ صبح ہوتے ہی چل دیا۔ جب ایک میل دور پہنچا تو دیکھا کہ کھجوروں کا ایک جھنڈ ہے اور اس طرح ہے کہ باقاعدہ حجرہ کی شکل بن گئی، وہاں آیا اور بیٹھ گیا، پھر معلوم نہیں ایک دن سویا یا دو دن، نماز ظہر کے بعد مجھے نیند آئی، وہی مقدس بزرگ ظاہر ہوئے، اور کمال انبساط و شگفتہ روئی کے ساتھ فرمایا: اب اس راہ پر چلو حق تعالیٰ نگہبان اور محافظ ہے وہاں سے روانہ ہو کر میں نے چلنا شروع کیا۔ جب ملتان پہنچا اور کشتی میں سوار ہو گیا تو ایک دن ملاحوں سے کچھ رنجش ہو گئی۔ اس وجہ سے میں پریشان ہوا، اسی حال میں غنودگی طاری ہو گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: مطمئن رہو کل انشاءاللہ منزل مقصود جاؤ گے۔ جب ملاحوں سے میں نے اس کا تذکرہ کیا تو حیرت سے مجھے دیکھا اور کہنے لگے کہ اگر پانچ دن میں بھی پہنچ جاؤ تو غنیمت سمجھنا، مجھے چوں کہ بزرگوں کی باتوں پر اعتماد تھا اس لیے وہی ہوا جو مجھے خواب میں بتایا گیا تھا۔

اسی طرح ایک دن، بھاولپور کی پہلی منزل میں دیکھا کہ ایک بزرگ بشکل والد محترم۔ عالم مثال میں فرما رہے ہیں کہ اٹھ اور جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے بھاگ یہاں سے بھاولپور تک کوئی مقام نہ تھا کہ وہاں ٹھہرا جا سکے اور بھاولپور پانچ فرسخ تھا تقریباً پندرہ میل۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ تیرا۔ دل کا۔ کام ہے تن بدن کا نہیں۔ اور میں نے وہاں سے اٹھ کر اپنی راہ لی۔ اور اس فرمان کے مطابق چلتا رہا۔ بھاولپور نماز مغرب پڑھی، رات اطمینان سے گذری۔ صبح خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے اس منزل میں بہت

لوٹ مچائی۔ اور وہاں مقیم تقریباً سبھی مسافروں کو لوٹ لیا۔ جب میں بھکر پہنچا تو بازار میں ایک دوکان میں اس کے مالک کی اجازت سے اترا۔ چاشت کے قریب نیند آگئی۔ خواب دیکھا کہ والد ماجد فرماتے ہیں: اُٹھ اور اس پانی کی طرف جاؤ۔ میں اگن بوٹ کے ذریعہ پانی سے پار ہوا اور بیرا باد سندھ پہنچا۔ اور امام علی کے مکان میں قیام کیا جس نے نادانی سے مجتہد ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ وہاں تفسیر عباسی بقدر دو نیم آخر قرآن مجید سے میں نے نقل کیے جس کی اُجرت یا انعام مجھے تین روپیہ ملا۔ وہاں میں نے کشتی میں سوار ہو کر منزل مقصود کی راہ لی۔ ابھی کوٹلی نہ پہنچا تھا کہ ایک خطرناک واقعہ پیش آیا، کشتی رات میں لنگر انداز ہوتی تھی، ایک دن صبح کے وقت قضاء حاجت کے لیے کشتی سے اتر آیا۔ میں نے چاہا کہ پانی سے الگ ہو کر جنگل میں پانی لے کر بیٹھوں۔ جب پانی سے نکل آیا تو میں نے خشکی کے خیال سے چند قدم تیز اُٹھائے۔ اور میرا پاؤں مٹی میں دھنس گیا، جس قدر میں نے نکلنے کی کوشش کی پاؤں اور زیادہ دلدل میں گھس گیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ میں کیچڑ، دلدل، میں کافی پھنس چکا ہوں، میں نے فریاد کی شور مچایا۔ قریب ہی ایک ملاحی وضو کر رہے تھے اسے میرے حال پر کچھ ترس نہ آیا، اور ایک سپاہی تھا، جو وہیں نماز پڑھ رہا تھا، اس نے سلام پھیر کر مجھے کیچڑ سے نکالا۔ یہ شعر مجھے یاد آیا۔

بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم چوں بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم ریائی

شراب خانے میں مجھے صاف دل آدمی ملے۔ اور جب کنیسہ دگرجا گھر گیا تو سراسر ریاء و نمود تھی جب کوٹلی پہنچا تو ریلوے میں سوار ہو کر کراچی پہنچا۔ خرچ کی وجہ سے مجھے فکر و تردد تھا۔ کہ بابا فرید گنجشکر رح کو دیکھا، جو دو مردوں کو اشارہ کر رہے ہیں، ایک سے فرمایا کہ اسے بمبئی تک پہنچا دو اور دوسرے سے فرمایا کہ بھوپال تک پہنچاؤ۔ ان دو آدمیوں کی معیت میں بھوپال پہنچا دو تین روز قیام کیا۔ شہر سے باہر قصابوں کی مسجد میں خواجو شاہ رح درویش کی صحبت و ملازمت اختیار کی اور انہیں کی برکت سے ملا ہے جو کچھ میرے پاس ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر رح کی کرم و عنایت اور بے نہایت الطاف کے کیا کہنے؟ سبحان اللہ۔ شیخ علاءالدین زندہ پیر رح، جو دہلی میں آرام فرما ہیں، نسبت باطنی

وعلمی۔ شیخ علاءالدین موج دریاؒ تک اس طرح ہے۔ شیخ علاءالدین زندہ پیرؒ ابن شیخ نورالدین نور جہاںؒ ابن شیخ تاج الدین عالمؒ ابن شیخ عبداللہؒ ابن شیخ معوذؒ ابن شیخ فضیلؒ ابن شیخ معزالدینؒ ابن شیخ علاءالدین موج دریا رحمہم اللہ۔

کہتے ہیں کہ شیخ علاءالدین موج دریا بچپن ہی سے عبادت وریاضت میں دلچسپی لینے لگے تھے، خوب ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ خدا کے کرم سے صاحب کرامات بزرگ وعارف باللہ بن گئے۔

شیخ علاءالدینؒ نے چڑیوں کو دوست بنالیا تھا، جہاں آپ فروکش ہوتے وہیں چڑیوں کے جھنڈ جمع ہوجاتے جب نماز کا وقت ہوتا تو فرماتے: جاؤ۔ سب چلی جاتیں۔ نماز کے بعد جب فرصت ہوتی پھر چڑیاں اکٹھی ہوجاتیں (سلسلۃ الاسلام)

ایک دن شیخ علاءالدینؒ غیاث پور سلطان جیؒ کی زیارت کے لیے گئے، حضرت سلطان جیؒ نے عالم مثال میں آپ کی استعداد پختہ بنائی

اس وقت شیخ بدرالدینؒ۔ برادر حقیقی شیخ علاءالدین زندہ پیرؒ کی اولاد میں شیخ عنایت اللہؒ ہیں، جو سرائے شیخ علاءالدینؒ میں فروکش ہیں، بھائی چارگی کے باعث حضرت والد ماجد کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوئے۔ شیخ عنایت اللہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

شیخ عنایت اللہؒ ابن شیخ عیوض علیؒ، ابن صدرالدینؒ، ابن نجم الدینؒ ابن عبدالمجیدؒ ابن غیاث الدینؒ، ابن لطف علیؒ، ابن محمد فرخؒ ابن ابراہیمؒ، ابن احمدؒ ابن زکریاؒ، ابن فضیلؒ، ابن شیخ بدرالدینؒ ابن شیخ نورالدین نور جہاںؒ۔

شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے دوسرے فرزند شیخ محمودؒ ہیں، ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ رفیع الدینؒ عرف شیخ خواجہؒ، ان کے بیٹے شیخ زین چشتیؒ جو علم صوری ومعنوی میں بھی بہرۂ وافر رکھتے تھے اور سرمایۂ ولایت وکرامت بھی، انہوں نے بھدالی، سندھ، میں اقامت اختیار کی، وہیں آپ کا مزار مبارک زیارت گہ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ زینؒ نے حرمین شریفین کی زیارت کی اور حج وعمرہ کی برکات سے سرفراز ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمار گرامی سے ہندوستان واپس ہو کر قصبہ بہدالی کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اولاً پٹن میں حاضر ہوئے، وہاں سے حسب ارشاد شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہ بہدالی آئے۔

کہتے ہیں کہ لکھن نام کا ایک آدمی اس علاقے کا حاکم تھا، یہاں آپ کی تشریف آوری سے پریشان ہو کر آپ کے خلاف غلط افواہیں پھیلانے لگا، اور سرہند کی حکومت کے ایک ممتاز افغان سے ملا اور اس سے اپنی پریشانی ظاہر کی، اس نے ایک جماعت بھیجی تاکہ وہ آپ سے الجھیں اور آپ کو پریشان کریں کہ پھر آپ خود وہاں سے چلے جائیں قادر مطلق کا فیصلہ اور قدرت کی نیرنگی کہ وہ جماعت بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے پشیمان و پریشان ہو کر اپنے شہر واپس ہو گئی، دوبارہ اس بدکیش و بدنہاد نے فریاد وفغاں کی، افغان سردار اس کی پریشانی سے تنگ ہو کر آں مخدوم کی تفتیش احوال میں لگ گئے، کسی نے ان سے کہہ دیا کہ ان کا سلسلۂ نسب شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے ملتا ہے۔
چوں کہ وہ خواجہ فریدؒ کا عقیدت مند تھا، یہ سنتے ہی آں مخدوم کی تلاش میں نکلا اور قصبہ بہدالی کا ارادہ کر لیا جہاں آپ رہتے تھے۔ یہ جب وہاں پہنچے اس وقت شیخ ایک ہرن کی کھال پر تشریف فرما تھے، ان کے پہنچنے پر شیخ نے فرمایا: اے چمڑے! کشادہ ہو جا، فی الفور وہ کھال اتنی وسیع ہو گئی کہ افغان سردار اور اس کی ہمراہی میں آئی ہوئی فوج تمام کی تمام اس پر بیٹھ گئی۔ حاکم پر اس کا اثر ہوا اور وہ آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا، اور لکھن پال اپنی شوریدہ سری و تیرہ بختی کے سبب راہ سے بھٹک گیا۔
اور آپ نے ایک دنیا کو ارشاد و ہدایت کے ذریعہ فیض پہنچایا۔ آپ کے صاحبزادے شیخ سعد اللہؒ آپ کے وصال کے بعد طالبان حق کے ہادی و مرشد ہوئے۔

کہتے ہیں کہ عماد الملک، جو شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی اولاد میں تھے، سنبھلؒ کی صوبہ داری میں ایک باعزت مقام کے مالک تھے، انہوں نے شیخ سعد اللہؒ کو اپنے پاس بلایا اور اپنی دختر نیک اختر سے اس کی شادی کر دی، اس کے بعد شیخ سعد اللہؒ

و شیخ فریدؒ۔ ان کے بھائی چلتے پھرتے بدایوں پہنچے، وہاں کی آب و ہوا خوشگوار معلوم ہوئی وہیں رخت اقامت ڈالا۔ اسی دوران شیخ بدرالدین سلیمان چشتیؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب دل بزرگ نے بذریعہ کشف معلوم کیا کہ حضرت شیخ فرید گنجشکرؒ فرماتے ہیں کہ شیخ سعداللہؒ ہماری اولاد ہے، اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور انہیں جگہ دو، ان کے بیٹے کو سنبھالو۔ چنانچہ یہ سب کچھ کیا اور ان کے لڑکے اخوند میاں عرف خان میاں اپنے باپ کے جانشین ہوئے، پھر ان کے بلند اقبال صاحبزادے شیخ حافظ حسینؒ صاحب خرقہ خلافت ہوئے۔ جب شیخ سلطانؒ۔ نبیرہ شیخ فریدؒ نے شیخ حافظ حسینؒ سے مسئلہ خلافت و جانشینی میں جھگڑا کیا، تو دونوں حضرت شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ قدس سرہ کی خدمت میں اپنا مسئلہ لے کر پہنچے، شیخ سلیمؒ نے حافظ حسینؒ کو جانشینی کا حکم فرمایا اور ان کے صاحبزادے شیخ اعظمؒ سے اپنی لڑکی مسماۃ خدیجہ کا نکاح کر دیا۔ عنقریب ان کا تذکرہ آرہا ہے۔ اس پاک دامن عورت سے شیخ قطب الدینؒ پیدا ہوئے جو عہد جہانگیری میں صوبہ بنگال کے حاکم ہوئے اور شیر افگن کے ہاتھوں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[1]۔ ان کے بعد ان کا بیٹا شیخ ابراہیم عہد جہانگیری میں خطاب کشور خانی سے سرفراز ہوا ان کی زندہ جاوید یادگار کتاب سلسلۃ الاسلام ہے سوانح شیخ سلیم چشتیؒ، شیخ غلام نجفؒ اور ان کے بھائی شیخ نجم الدین حیدر، شیخ قطب الدینؒ کو شیخ خوبو کہتے تھے، اور ان کے دو فرزند بتلائے گئے ہیں۔ اول شیخ ابراہیمؒ جو کشور خانی سے مشہور ہوئے، دوسرے شیخ فریدؒ، اور خود کو شیخ فرید گنجشکر کی اولاد بتاتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شاہجہاںؒ کے دور میں شیخ فریدؒ اور ان کے لڑکے شیخ عبدالہادیؒ بلند مرتبوں پر فائز تھے۔ اور اپنا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

غلام نجفؒ، نجم الدین حیدرؒ، وجیہ الدینؒ، فیاض الدینؒ اور حمید الدینؒ اولاد شیخ مسیح الدینؒ، ابن شیخ شمس الدینؒ ابن شیخ بدرالدینؒ، ابن شیخ مرادؒ ابن شیخ عبدالہادی

---

[1] ان کا نام خدیو تھا اور ترقی کرتے کرتے قطب الدین کو کلتاش کے خطاب سے سرفراز ہوئے

ابن شیخ فریدؒ ابن شیخ خدیوؒ المخاطب بقطب الدینؒ کو کلتاش (روایت غلام نجف)
.. شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے تیسرے فرزند۔ شیخ مودود چشتیؒ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے بعد ان کے جانشین ان کے بیٹے شیخ موسیٰ چشتیؒ خلافت سے سرفراز ہو کر ہادیٔ خلقِ خدا ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ آدمؒ سجادہ نشین ہوئے، ان کے بعد ان کے فرزند شیخ معروفؒ جانشین ہوئے، ان کے بعد ان کے خلف الرشید شیخ سلیمانؒ نے سرمایۂ اسلاف سنبھالا، ان کے بعد ان کے گرامی فرزند شیخ بدرالدینؒ عرف۔ شیخ منٹھی نے امورِ رشد و ہدایت انجام دیئے، ان کے بعد ان کے فرزند۔ شیخ بہاءالدینؒ شرف خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے اسلافؒ و اجدادؒ کے لیے وجہ افتخار بنے۔[۱]

---

[۱] شیخ بہاءالدینؒ کے حقیقی بھائی شیخ شہاب الدینؒ کی اولاد الور راجستھان میں مقیم تھی۔ شیخ کمال الدینؒ ابن شیخ شہاب الدینؒ کی خانقاہ وہاں فیض رسانی میں مصروف تھی۔ شیخ کمال الدینؒ کا مزار بھی دیار الور میں تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ قیامت آفریں میں یہ خانقاہ اور مزار اور الور شہر کے تمام ہی مقابر و مزارات اور مساجد و خانقاہیں اجاڑ کران پر نئے دور کی تعمیریں ہوگئیں (مترجم) ان کا تذکرہ شیخ سلیم چشتیؒ کے خلفاء کے ضمن میں آئے گا۔ شیخ علی احمدؒ کی جانشینی کے زمانہ میں ایک جو ہمارے بزرگوار شیخ کاظم علی نیازیؒ کے سوتیلے بھائی تھے؛ کریم بخش ابن غلام سلیمؒ گھر کی مرغیوں کی حفاظت تین روپیہ ماہوار لے کر کرتے تھے، اور خود کو شیخ کمال الدین الوریؒ کے خاندان کا ایک فرد بتلاتے تھے، ویسے الور کی درگاہ سے انہیں ملتا کچھ نہ تھا، ممکن ہے کہ اس نسبت میں حقیقت و صداقت نہ ہو۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ ۱۹۰۵ء میں عبدالکریم خاں، جنہیں جعلسازی و بیہودہ گوئی کے باعث دیوانہ و پاگل ہی کہا جا سکتا ہے، تو یہی کریم بخش تھا، جنھیں ان کا ہمزاد کہنا چاہیئے، جس نے عبدالکریم خاں کے تعلقات بڑھائے اور ایک کتاب تالیف کی، مؤلف کا فرضی نام اور تصنیف بہت پرانا ظاہر کیا، تاکہ اس کو معتبر سمجھا جائے۔ اور اپنا نسب نامہ اس طرح لکھا: غلام سلیم ابن شیخ معظمؒ، ابن شیخ اعظمؒ، ابن شیخ اسحٰق، ابن شیخ ابراہیمؒ، ابن شیخ شریف محمد ابن شیخ مودود ابن شیخ کمال الدین الوریؒ ابن شیخ شہاب الدین

آپ کے بعد آپ کے فرزند رشید، مخلوق باری کو راہ دکھانے والے، رسول اللہ صلعم کے نائب شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ نے زمانے کی مشام جان کو اپنی برکات وفیوض کے خوشبوئے دلآویز سے عطر آگیں بنایا۔ اپنی بوئے استوار سے دنیا کو مہکا دیا۔

ہجری تقویم۔ کیلنڈر۔ کا سال ۸۸۳ھ ہے۔ دارالخلافہ شہر دہلی، موضع سرائے شیخ علاءالدین زندہ پیر۔ شیخ سرائے میں حفاظت و پاکدامنی کے پردوں میں پردہ نشینی اور بحر توحید کی شناور بی بی اختہ[1] کے بطن پاک سے اس خاکدان ارضی کے مسافر کی حیثیت سے ۲۳ رشعبان المعظم کو جلوہ فرما ہوئے، شرافت کا قدم زمین پر رکھ کر، رُخ زیبا کو عبادتِ حق میں مشغول کیا، جبین نیاز کو عجز وانکساری کی سرزمین پر رکھ کر جاں بخش و جاں آفرین حضرت واہب العطایا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے اور سعادت ابدی و سدابہار فیروزمندی کے اسباب فراہم کر لیئے، آپ کی پیدائش ویسے ہی عام بچوں کی طرح تھی؛ بظاہر کوئی خاص امتیاز معلوم نہ ہو رہا تھا۔ مگر ظاہر بیں کیا جانیں کہ زمین والوں پر اللہ تعالیٰ نے کس قدر کرم فرمایا۔ آپ کی پیدائش کے وقت سے ہی کرامات کا ظہور ہونے لگا، رحمت خداوندی مختلف پہلوؤں سے متوجہ ہوئی، چنانچہ جو پاک باطن اور خوش قسمت حضرات آپ کے پاس تھے انہوں نے عجیب وغریب مشاہدات

---

[1] بی بی اختہ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: حضرت اختہ بنت شیخ کریم اللہؒ ابن شیخ خاصہؒ ابن شیخ عبداللطیفؒ ابن شیخ سیف الدین ابن شیخ نورالدینؒ محمد ابن شیخ علیؒ ابن شیخ عمادؒ ابن شیخ عبداللہؒ ابن شیخ قاضی ابومسلمؒ ابن شیخ قاضی ابوالفضلؒ ابن شیخ ابویوسفؒ ابن شیخ سلیمانؒ ابن شیخ سلطان اندرانیؒ ابن خواجہ شیخ سلطان ابواحمدؒ ابن خواجہ شیخ ابراہیمؒ ابن خواجہ برہان الدینؒ ابن خواجہ ابواسحٰقؒ ابن خواجہ جمال الدین جمال شاہؒ ابن شیخ جلال الدین جلال شاہؒ ابن شیخ عالی شاہؒ ابن شیخ حسام شاہؒ ابن شیخ فیروز شاہؒ، ابن شیخ امام الدینؒ رکن شاہؒ ابن امام شیخ محمد شاہؒ ابن امام عبداللہ اکبرؒ ابن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل جنۃ الفردوس مثواہ۔

کیئے مثلاً یہ کہ آپ نے بلا کسی کی مدد جبین نیاز زمین پر رکھ دی، اور اس وقت آپ کے بدن میں ایک چاول کا دانہ چپک گیا جس کی تکلیف آپ عمر بھر محسوس فرماتے رہے، چنانچہ ایک دفعہ فرمایا: اس دانہ کی چبھن میں محسوس کرتا تھا، اگر میں چاہتا تو اسے علیحدہ کر دیتا مگر مخلوق کے شور و شغب کے باعث میں اس سے باز رہا۔

کہتے ہیں کہ زندہ دلانِ معرفت و بیدار کنندگانِ خواب غفلت کا وہ سالارِ قافلہ ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ ایک شخص نے ان کے والد ماجد کے پاس بطور امانت کچھ نقد رقم رکھی، ایک معتقد عورت نے، جو امانت نا آشنا تھی، اس رقم کو لینے کا ارادہ کیا، اور یہ بھید کی بات اپنے غیر ذمہ دار شوہر سے بھی کہہ دی، اس جفا کیش نے اس پر آمادگی ظاہر کی، اس وقت اس نونہال گلزار سعادت و کاشف اسرار ظاہری و باطنی نے اپنی فطری بصیرت سے اس نیاز مند عورت کے ارادہ کو بھانپ لیا، اور اپنے بس میں جو کام تھا شروع کر دیا، رونا، دھونا، اور آرام نہ کرنے دینا۔ ماں کی شفقت بھری لوریاں اور محبت بھرا پیار کچھ سود مند نہ ہوا، مگر جب پاک نہاد آپ کو گود میں لے کر وہاں پہنچ جاتی جہاں وہ رقم مدفون تھی تو چہرہ پر شگفتگی کھلنے لگتی۔ جب اس طرح کی نوادرات اس فیض یافتہ ربانی سے ظہور میں آئیں تو مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ یہ گریہ وزاری بلا وجہ نہ تھی خدا کی قدرت کے کرشمے کہ اس عرصے میں اس نیاز مند عورت نے اپنی خیانت کے وسوسے کو ظاہر کر دیا، اب رونے دھونے کی علت بھی معلوم ہو گئی۔ واقعی۔ خلاف مصلحت ہے کہ راز آشکارا ہو ورنہ رندوں کی محفل میں کمی کس چیز کی؟

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

۸۹۲ھ میں گو اس نونہال نخلستانِ مجد و جلال کی عمر مبارک نو سال تھی، مگر شعور و آگہی سے روز افزوں بہرہ ور تھے کہ آپ کے گرامی قدر والد ماجدؒ و والدہ صاحبہؒ تھوڑی ہی مدت میں عالم آخرت کو سدھارے۔ رحمہا اللہ۔ آپ دونوں کی قبریں شیخ علاؤالدین زندہ پیر کے گنبد میں ہیں۔ جو لوگ فتح پور میں ان کے مزار بتاتے ہیں، وہ

محض ایک افواہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔
شیخ موسیٰؒ۔ آپ کے بڑے بھائی۔ دہلی سے رخصت ہوکر سیکری میں اقامت گزیں ہوئے کہ آپ کی نگرانی و نگہداشت کے فرائض انجام دے۔ دوشنبہ کو ولادت، صغر سنی میں والدین کی وفات اور بڑے بھائی کی پرورش۔ یہ سب کیا تھا؟ تاکہ سنت نبویؐ کی مکمل پیروی ہو برادر بزرگ شیخ موسیٰؒ نے شرافت و نجابت کے اس نو شگفتہ گل کی بلند مرتبگی کو بھانپ لیا اور صاف محسوس کیا کہ اس کی پیشانی سے معرفت کا ستارہ چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اور اس سر پیرآرائے ولایت معنی کی نورانی جبین پر انوار خداشناسی جھلمل جھلمل کر رہے ہیں۔ اس نے اس نعمت کی نگہداشت کو حصول سعادت کا اہل ذریعہ سمجھا۔
بڑے بھائی۔ شیخ موسیٰؒ نے نہایت اہتمام سے ان کی پرداخت و نگہداشت شروع کی مگر وہ آغوش رحمت کا پروردہ اور تائید الٰہی سے مؤیداین وان کی پروا کئے بغیر خداپرستی و خداجوئی میں مشغول و منہمک، جو روز ازل سے ہی اس نور افزائے دانش و بینش کی کمر ہمت سے وابستہ تھیں۔
بچپن میں بھی جو عموماً کھیل کود کا وقت ہوتا ہے وہ سخت ترین جسمانی مجاہدے کرنا اور عبادت روحانی میں بے اندازہ محنت اپنے اوپر لازم اور ضروری کرلی۔ چنانچہ سنسان و وحشت انگیز پہاڑوں میں، جہاں شیر، چیتا، بھیڑیا جیسے درندے، سانپ اور بچھو جیسے موذی جانوروں کے ٹھکانے تھے، خلوت گزینی شروع کردی۔ رات کی اندھیری کو بیداری کے نور سے روشن کرتے۔ سعادت مندان ازلی نے اس صاحب معرفت و کرامت کی پیدائش کے وقت بڑے بڑے بلند کلمات کہے، مگر اس کلمہ سے بہتر اور دانشمندی کی میزان پر پورا کوئی دوسرا کلمہ نہ ہوسکا۔

نجم معرفت

۵۰/۳ ۔ ۴۰ / ۴۰ / ۷۰ / ۲۰۰ / ۸۰ / ۴۰۰

۵۳ ـ ۸۰ ـ ۲۷۰ ـ ۴۸۰

۸۸۳ھ

یہ ظاہر میں بھی حقیقت پر مبنی ہے اور تاریخ ولادت کا مظہر بھی ہے۔

بیکری کے قریب ایک پہاڑ تھا، اس کے غار میں آپ مجاہدہ فرماتے اور عبادت خداوندی میں مصروف رہتے بمضمونِ عالی

در مقامیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جہاں جہاں آپ کے نقشِ کفِ پا ہوں گے وہ مدتوں اہل نظر کی سجدہ گاہ عقیدت وارادت ہوگی چنانچہ ۹۲۵ھ میں لوگوں نے وہاں مسجد تعمیر کردی جس کی بنا کا تذکرہ بعد میں ہوگا۔

جب اس گوہر مجد و شرافت و کوکب ارتقاء کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو واردات الٰہی وجذبات لامتناہی سے جو آپ کے خاطر مقدس میں نورانی قدس کی چھاپ کے بطور ودیعت تھے، سیر و سیاحت اور جہاں نوردی کا شوق پیدا ہوا اس سلسلے میں بھی اولاً ارادۂ طوافِ کعبہ وزیارتِ روضہ مطہرہ کے خیال سے کمر ہمت چست کی، مگر بڑے بھائی حضرت موسیٰ رح کو آپ سے جو انسیت تھی وہ کبھی محض قدر دانی و ہمدم شناسی۔ گاہے باپ کا پیار اور کبھی ماں کی شفقت اور کبھی محبت و دلسوزی و مردانہ حمیت کے جلووں میں ظاہر ہوتی۔ اصل یہ بات تھی کہ اس دربے بہا کو اپنے سے الگ کرنا پسند نہ کرتے تھے یہ سب ذہن میں رکھ کر کہا۔ برادر عزیز کی ہر خواہش کی تکمیل میرا وظیفہ حیات ہے اس لئے اپنے سے جدا کرنا مجھے برداشت نہیں۔ ہاں چوں کہ ایک فرزند کی خواہش مجھے ضرور ہے اگر آپ کی دعا سے اور آپ کے انفاس قدسیہ کی برکت سے میں اپنی اس آرزو میں بامراد ہوجاؤں، اور آپ کے طفیل میری زندگی خوشگوار رہے، تو جدائی ممکن ہے مگر کھلے دل سے اجازتِ جدائی ذرا دشوار ہے۔ اس چھپے معاملات کے پردہ کشانے بڑے بھائی کو دو پسندیدہ و برگزیدہ فرزندوں کی بشارت دی۔ جب تھوڑے عرصہ میں۔ سال دو سال میں۔ وہ سب کچھ ظہور میں آگیا جو پوشیدہ تھا مگر اس برگزیدۂ خداوندی نے اس کی خبر دی تھی تو شیخ موسیٰ رح تو نہال ہوگئے ـــ اور شیخ موسیٰ رح کے دو فرزند۔ شیخ ابراہیم رح و شیخ فضیل رح آگے پیچھے پیدا ہوئے[1]

---

[1] شیخ ابراہیم کی اولاد تا حال ۱۳۹۱ھ فتح پور میں موجود و آباد ہے۔ شیخ فیاض الدین رح اور شیخ اللہ بخش عرف شیخ بخشو رح الحمد للہ موجود ہیں، سلسلہ نسب اس طرح ہے:۔ شیخ فیاض الدین رح ابن شیخ رحیم اللہ رح ابن شیخ معروف رح ابن شیخ فیض الدین رح ابن شیخ غلام محی الدین رح ابن شیخ محمد قاسم رح ابن شیخ انبیاء، ابن شیخ محی الدین رح ابن شیخ خلیل رح ابن شیخ ابراہیم رح ابن شیخ موسیٰ رحمہم اللہ۔ شیخ فضل رح کا تذکرہ حضرت شیخ الاسلام کی لڑکیوں کے تذکرہ کے ضمن میں آئے گا۔ انشاء اللہ

..شیخ موسیٰؒ کے حصول مقصد کے بعد حضرت ..شیخ الاسلامؒ ..شیخ سلیم چشتیؒ سیکری سے بقصد حجاز مقدس روانہ ہوئے جب سرہند پہنچے تو وہاں کچھ قیام کیا۔ ..شیخ مجدالدینؒ سے، جن کی دانشوری کا شہرہ اور خدا پرستی کا عام چرچا تھا علوم صوری کے اکتساب میں مشغول ہو گئے، اور دانش معنوی کے لیے قدوۃ العارفین ..شیخ زینؒ کی مسجد میں قیام کیا جن کی قبر قصبہ بہدالی میں ہے۔ تھوڑے عرصہ میں جہاں علم ظاہری سے سیراب ہوئے، علم لدنّی و باطنی سے بھی باطن افروز ہو گئے۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے سفر کیا۔ اور دونوں مقامات مقدسہ کی زیارت سے شاد کام ہوئے، چار سال تک وہیں سعادت ابدی حاصل کرتے رہے اور چار حج کیے۔

موسم حج میں مکہ معظمہ پہنچ کر مناسک حج ادا فرماتے اور معراج کے دنوں میں مدینہ منورہ حاضری دیتے، اور متبرک مقامات کے شرف و فضل سے ناصیہ افروز و بہرہ مند ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کتب خانہ خاصہ کے حجرہ میں قیام کرتے۔

نقل ہے کہ جب منزل کمال کے طلب گاروں کے اس پیشرو نے حرمین شریفین میں سعادت بدوش خواب کی چادر میں، جسے خلوت خانۂ غیب اور فیوضات یقینیہ کا مورد۔ اترنے کی جگہ کہا جا سکتا ہے، واقعہ کو واشگاف دیکھا اور مشاہدہ کر لیا تو ملک شام کا ارادہ سفر کیا، جو صحیح حدیث کی رو سے اولیا و اقطاب کا مسکن اور اوتاد و ابدال کی فرودگاہ ہے اور وہاں پہنچ کر حضرت بندگی عرفان پناہ خواجہ ابراہیم شامیؒ کی صحبت گوہر بار سے استفادہ کیا۔

..شیخ اللہ بخش عرف ..شیخ بخشوؒ الحمدللہ موجود ہیں سلسلہ نسب اس طرح ہیں۔ ..شیخ فیاض الدینؒ ابن ..شیخ رحیم اللہؒ ابن ..شیخ معروفؒ ابن ..شیخ فیض اللہؒ ابن ..شیخ غلام محی الدینؒ ابن ..شیخ محمد قائمؒ ابن ..شیخ انبیارؒ ابن ..شیخ محی الدینؒ ابن ..شیخ خلیلؒ ابن ..شیخ ابراہیمؒ ابن ..شیخ موسیٰؒ رحمہم اللہ ..شیخ فضیلؒ کا تذکرہ حضرت ..شیخ الاسلام کی لڑکیوں کے تذکرے کے ضمن میں آئے گا۔ انشاءاللہ۔

خواجہ ابراہیمؒ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے خلف الصدق اور ان کے سجادہ نشین ہیں، ظاہری حشمت و تجمل۔ رکھ رکھاؤ اور امتیاز کے ساتھ ساتھ باطنی سطوت و بلند مرتبگی بھی رکھتے تھے اور سلسلۂ نسب و ارادت۔ شیخ ابراہیمؒ کا خواجۂ خواجگاں و افتخار جہانیاں حضرت فضیل بن عیاضؒ تک اور خواجہ فضیلؒ سے فخر موجودات و سرور کائنات حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حسب ذیل ہے:

حضرت شیخ ابراہیمؒ فرزند و خلیفہ قدوۃ الاصفیا، البررۃ حضرت شیخ محمد ہیں، جو زینت دہ سجادۂ ولایت بن کر طالبان حق کی رہبری فرماتے ہیں۔ اور یہ بیٹے اور خلیفہ تھے پسندیدۂ خدا جویانِ بلند حضرت شیخ احمدؒ کے جو مسند رشد و ہدایت کو رونق و رعنائی دے کر طلب گاران مقصود حقیقی کو مقام مطلوب تک پہنچاتے ہیں، اور آپ خلیفہ و فرزند تھے زبدۂ عارفاں حضرت شیخ ابواسحٰقؒ کے، جو اسلاف کے صحیح جانشین ہو کر سالکان مسلک ایزدی کے لیے بدرقہ ثابت ہوئے، اور پسر و خلیفہ تھے اسوۂ اقطاب حضرت شیخ محمدؒ کے اور آپ خلف الصدق و خلیفہ ارشد تھے۔ فیض بخشِ جہانیاں، مظہر فضائل فیاض حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کے رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت و عنایت کی بارش فرمائیے۔

یہاں تک سلسلہ ارادت و فرزندی ساتھ ساتھ تھا۔ اب اس سے آگے اس طرح ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاضؒ خلیفۂ شیخ عبدالواحدؒ تھے اور وہ خواجہ حسن بصریؒ کے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے فیض یافتہ سرور انبیا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وسلم۔

اس سلسلے کو ایک نیک بخت نے منظوم کیا، جو درج ذیل ہے۔

بعد حمد خدائے بے ہمتا	وز پس نعت خواجہ دو سرا
میکنم شرح شجرۃ الاسلام	سلسلہ وار جملہ نام بنام

لہ خدائے وحدہ لاشریک کی حمد اور خواجہ دوعالم کی نعت کے بعد شجرۂ شیخ الاسلام کی نام بنام

اول جملہ احمد مرسلؐ — نیست بیروں زامر او جزو کل
واں امام ہمام ملت ودیں — مقتدائے صفوت اہل یقیں
شاہ مرداں علی ابی طالبؓ — اسد اللہ سرور غالب
واں دگر برگزیدۂ خالق — چہرہ اش صبح عشق را فالق
مشتہر در مجاہد احسن ! — زبدۃ العارفین خواجہ حسنؒ
واں منزّہ ز عنصرِ کثرت — دُرِ یکتائے قلزم وحدت
افتخارِ زمیں و فخر زماں — عبد واحدؒ یگانۂ دوراں
واں دگر افتخار اہل یقیں — آسمانِ شرف بروئے زمیں
مستند بر فضائل فیاض — خواجۂ خواجگاں فضیل بن عیاضؒ
واں دگر پیشوائے زمرۂ خاص — پیش گیر طریقہ اخلاص
سالکاں را برہبری زدہ گام — ہادیٔ راہ حق محمد نام
واں دگر علم شرع را عامل — در طریقت سالک کامل

شرح کرتا ہوں له سب سے پہلے احمد مرسلؐ جس کے امر سے جزو کل باہر نہیں له آپ دین وملت کے امام اور تمام انبیاء ورسلؑ کے مقتدا تھے شاہ مرداں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ' اللہ کے شیر اور غالب سردار تھے اور پھر وہ خالق کے پسندیدہ جس کے چہرہ مبارک سے صبح عشق ظاہر ہوئی تھی ریاضت ومجاہدے میں مشہور زبدۃ العارفین خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تھے اور پھر کثرت کے عنصر سے پاک ، دریائے وحدت کے یکتا موتی ، زمیں کی زینت اور اہل زماں کے فخر، یگانۂ دوراں شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ تھے اور پھر اہل یقین کے لیے باعثِ فخر، زمیں پر آسمان جیسی بلندی والے تھے فیاضی حقیقی کے فضائل وکمالات کے مظہر خواجہ خواجگاں حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ تھے اور پھر وہ جو خاص الخاص گروہ کے پیشوا، اخلاص کے راستہ پر کاربند تھے سالکان حقیقت کی رہبری کے لئے گام فرسائی کی، راہ حقیقت کے رہنما شیخ محمد تھے اور وہ علم شرعی پر کاربند، طریقت میں پورے اور جن کے اعمال صالحہ

کسب اوگشت برکمال اطلاق　　شیخ اسحٰقؒ مرشد آفاق
واں دگر شیخ کامل واکمل　　وارث احمدی بعلم وعمل
ازدو عالم گزید عشق احد　　عاشق پاکباز شیخ احمدؒ
واں بخلق محمدیؐ مشہور　　لطف احمدؐ ازو نمود ظہور
شیخ باصد کمال نورانی　　خود محمدؒ محمد ثانی
واں خلیل اللہ زمانۂ خویش　　فیض بخش تونگر ودرویش
ذاکر ذکر حق بہ طور کلیم　　عارف پاک شیخ ابراہیمؒ
واں دگر ہادی طریق ہدیٰ　　رہنمائے جہانیاں بہ خدا
خلق را بے نظیر مرشد و پیر　　شیخ الاسلام پیر پاک ضمیر

حضرت شیخ سلیم چشتی کا اسم گرامی پہلے شیخ اسلام تھا۔ جب حضرت شیخ ابراہیم کے ہاں پہنچے، ابھی آپ انتظار طلب میں تھے کہ حضرت شیخ ابراہیم نے شیخ سلیم کہہ کر یاد فرمایا، اس وجہ سے یہ نام آپ نے اختیار فرمایا۔ اسی سلسلہ کی ایک ــــــ اور، مگر اس سے مختلف روایت ہے کہ شیخ اسلام جب شام پہنچے تو وہاں ایک خانقاہ میں تھوڑا آرام کیا اور پھر اس انتظار میں ہوئے کہ جب تک

کمال اطلاق پر مبنی تھے یعنی دور دراز گوشوں کے مرشد شیخ اسحٰقؒ تھے اور وہ مکمل، علم و عمل میں وارث احمدؐ انہیں دو عالم میں صرف عشق خداوندی پسند آیا وہ عاشق پاکباز شیخ احمدؒ تھے اور وہ جو اخلاق محمدیؐ میں مشہور۔ الطاف و عنایات محمدیؐ کے مظہر سیکڑوں نورانی کمالات کے حامل شیخ محمدؒ تھے اور وہ جو اپنے دور کے خلیلؑ تھے، امیر و غریب سب کو فیض پہنچانے والے، ذکر حق میں کلیم (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی طرح مشغول، عارف باللہ شیخ ابراہیم شامیؒ تھے اور وہ راہ ہدایت کے رہنما، دنیا والوں کو خدا تک پہنچانے والے، مخلوق کے بے نظیر پیر و مرشد، پاک ضمیر، شیخ الاسلام ہند۔ شیخ سلیم چشتی قدس اللہ اسرارہم۔

وہ صدر نشین بارگاہِ کرامت، اپنے جذب باطنی سے خود یاد نہ فرمائیں، اور حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت مرحمت نہ ہو مجلس میں جانا اور بیٹھنا مناسب نہیں۔

ازادب دوراست رفتن بے طلب در بزم شاہ
ورنہ پائے شوق را مانع در و دیوار نیست

(سلوک وطریقت اور دنیا کے) بادشاہوں کی مجلس میں بغیر بلائے جانا بے ادبی ہے، ورنہ شوق کے پاؤں کے لیے در و دیوار کوئی آڑ نہیں۔

خواجہ ابراہیمؒ نے آپ کا یہ عزم وارادہ بھانپ کر اپنے ایک عقیدت مند سے فرمایا: شیخ سلیم کو بلالاؤ۔ جب اس نے آواز لگائی تو کئی آوازیں اس کے جواب میں آئیں۔ خادم نے خواجہ کی خدمت میں عرض کیا: کئی سلیم سعادتِ صحبت سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں آپ کا ارشاد کس کے لیے ہے؟ فرمایا: شیخ سلیم ہندی، ان ان نشانیوں کے ساتھ فلاں گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے ؎

شیخ سلیم عجمی شمع دیں چشم و چراغ ہمہ اہل یقیں

(شیخ سلیم عجمی- غیر عربی- دین کی شمع فروزاں اور تمام اہل یقیں کے چشم و چراغ ہیں)

جب آئینہ نے یقین کی صورت نمائی دریافت کرلی۔ عقیدت مند نے اچھی طرح جانچ لیا کہ شیخ شامی کے مقصود و مطلوب یہی ہیں۔ تو خواجہ کی خدمت میں لے گیا۔ خواجہ نقد ولایت کے صراف (جوہری) تھے، شیخ سلیمؒ کو دیکھا تو کامل پایا۔ پھر سلسلۂ عیاضیہ میں بیعت فرمایا، اور خلافت سے ممتاز اور پروانۂ خلافت واجازت بھی مرحمت فرمایا۔

الحمد للہ القادر القوی العلی الولی۔ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد النبی الامی، وعلی آلہ واصحابہ الذین سلکوا مسلک الرضی السنی، وعلی اولیاء امتہ الذین بینوا طریق الرشد والصراط السوی، اما بعد۔ فاذا صلح الاخ الصالح شیخ الاسلام سالک الصراط المستقیم الشیخ سلیم

بن بہاء الدین الجشتی الہندی فی مقام التوبۃ والورع مع البیعۃ والارادۃ وتزکیۃ النفس بالریاضیات والمجاھدات فاخذ خرقۃ الخلافۃ من داعی الخلق الی الطریق القویم الشیخ ابراھیم الشامیؒ، وھو من ابیہ و شیخہ شیخ محمد، وھو من ابیہ و شیخہ شیخ احمد، وھو من ابیہ و شیخہ شیخ اسحٰق وھو من ابیہ و شیخہ و خواجہ شیخ محمد، وھو من ابیہ و شیخہ المرتاض امام العرفاء والمحدثین الشیخ خواجہ فضیل بن عیاضؒ، وھو من شیخہ سند العارفین، دلیل الواصلین، حجۃ المحدثین، الشیخ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ، وھو من شیخہ خیر التابعین، امام الطریقۃ الصوفیۃ خواجہ حسن بصریؒ وھو من امام المتقین، امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجھہ وھو من خواجہ و سیدہ حضرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جاننا چاہیئے کہ نسبتِ سلوک وارشاد اس مدد یافتہ ربانی کی روحانی حیثیت سے زبدۃ الاولیاء شاہ محی الدین، عبدالقادر جیلانیؒ سے وابستہ اور صوفیاء عظام کے اسوہ ونمونہ شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے ساتھ ہے۔ اور طبقہ اولیاء میں تربیت باطنی و روحانی آسودگی ہی معتبر ہے، یہ مفہوم اولیاء متقدمین کے دور میں ظاہر ہو چکا ہے، چنانچہ نفحات الانس میں ہے کہ خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ نے ادب وطریقت کی تعلیم بظاہر امیر سید کلالؒ سے حاصل کی مگر حقیقت میں شیخ عبدالخالق عجدوانیؒ سے لی۔ اسی طرح شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی علوم باطنی میں نسبت حضرت بایزید بسطامیؒ کے ساتھ مشہور ہے۔ حالانکہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے ابھی اس خاکدان ارضی میں قدم بھی نہ رکھا تھا کہ شاہ بایزید بسطامیؒ عالم قدس کو سدھار گئے۔

یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ شیخ الاسلام بنفس ربانی سلسلوں سے اجازت یافتہ اور خرقہ خلافت حاصل کیے ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا اسمٰعیل شیروانی سے۔

سلسلہ سہروردیہ میں شیخ محمود رودباریؒ نیز سید ابو سعید ملی رازیؒ سے۔

سلسلۂ قادریہ میں۔ سید حسام الدین قادریؒ سے۔
اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں برادر گرامی شیخ موسیٰؒ اور پدر والا قدر شیخ بہار الدین چشتیؒ سے بہرہ یاب فیوضات معانی و سعادت اندوز دولت روحانی ہوئے ہیں۔
راقم الحروف۔ مؤلف۔ چوں کہ دیگر سلاسل کے اکابر کے احوال سے پوری آگاہی نہیں رکھتا، اس لیے اسی خانوادۂ بزرگ کے بڑوں کا ذکر بطور یادگار اس مختصر میں شامل کرتا ہے۔ اور اولاً شیخ الاسلام سے اپنی نسبت کا اظہار کرتا ہے۔
سلسلۂ چشتیہ میں حضرت والد بزرگ وار مولانا الشیخ عبدالحیؒ نے اپنے دست خاص سے جو اجازت نامہ راقم کو عنایت کیا وہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سبحان من نوّر قلوب العارفین بوحدانیتہ، وزین فؤاد الصادقین بفردانیتہ، الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا أن ھدانا اللہ، الحمد للہ الذی اصلح شان العباد بصحبۃ اھل الوداد، وزین قلوبھم بالقاء المحبۃ بین الفؤاد، ورفعھم بالتوبۃ عن العصیان، ورزقھم بالمغفرۃ والاحسان، والصلوۃ والسلام علی افضل المخلوقات محمد صاحب المعجزۃ والامر بالمعروف والناھی عن السیئات وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم اھل الحسنات۔ فلما کان عادۃ المشائخ الصوفیۃ ان یلقوا التوبۃ للعباد ویعظون عن السیئات الارشاد لیذھب عنھم الرجس والعذاب فتاب یھدی عن السیئات، ورجع عن المعصیۃ الی تاب ابنی الصالح شیخ عبدالعزیز توبۃ صحیحۃ، ورجع رجعۃ ملیحۃ الی غفار المؤمنین والمؤمنات وبایع بیعۃ صریحۃ بید الفقیر المفتقر عبدالحی چشتی المجازلہ بذلك من ابیہ شیخ کاظم علی چشتی وھو من ابیہ شیخ محمد باقر چشتی، وھو من ابیہ شیخ احمد چشتی، وھو من اخیہ شیخ عبدالصمد چشتی وھو من ابیہ شیخ ولی محمد چشتی، وھو من اخیہ شیخ غلام محی الدین چشتی، وھو من ابیہ شیخ اسلام محمد چشتی، وھو من اخیہ

شیخ مکرم وهو من ابیه شیخ معظم، وهو من اخیه شیخ فضل الله وهو من ابیه شیخ علاء الدین، وهو من اخیه شیخ بایزید چشتی، وهو ابیه شیخ بدر العارفین خواجه بدر الدین چشتی، وهو من ابیه غوث الثقلین قطب العالم، شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی، وهو من اخیه شیخ موسی چشتی، وهو من ابیه حضرت الشیخ بهاء الدین چشتی، وهو من ابیه شیخ بدر الدین مٹھی، وهو من ابیه وشیخه حضرة محبوب الرحمن شیخ سلیمان چشتی، وهو من ابیه برهان العاشقین حضرة شیخ معروف چشتی، وهو من ابیه خواجه غوث العالم شیخ آدم چشتی، وهو من ابیه شیخ موسی وهو من ابیه محبوب الودود حضرة شیخ مودود چشتی، وهو من ابیه بدر العارفین، زبدة العاشقین حضرة شیخ بدر الدین سلیمان چشتی، وهو من ابیه شمس العارفین، قطب الواصلین حضرة خواجه فرید الدین مسعود گنج شکر قدس الله اسرارهم وهو من خواجه قطب عالمیان، قطب الکاملین حضرة خواجه قطب الدین اوشی بختیار کاکی قدس الله سرهم وهو من خواجه زبدة العارفین، قدوة السالکین حضرة خواجه معین الدین چشتی قدس الله سرهم وهو من خواجه عثمان هارونی، وهو من خواجه شریف زندنی رحمة الله علیه وهو من خواجه هادی المقصود سید قطب الدین حضرة خواجه مودود چشتی رحمة الله علیه، وهو من حضرة سید ناصر الدین خواجه یوسف چشتی رحمة الله علیه، وهو من حضرت سیدنا ناصر الدین خواجه ابو محمد چشتی رحمة الله علیه وهو من خواجه مقبول الله الصمد سید قدوة الدین حضرة شیخ ابو محمد چشتی رحمة الله علیه، وهو من خواجه ابو اسحٰق چشتی قدس الله سرهم، ومن حضرة رئیس مصر الوداد خواجه کریم الدین ممشاد علو دینوری، وهو من خواجه حضرت امین الدین هبیرة البصری رحمة الله علیه، وهو من خواجه سدید الدین ابو حذیفة المرعشی

رحمۃ اللہ علیہ، وھو من حضرۃ سلطان خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ وھو من حضرۃ خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، وھو من قدوۃ السالکین حضرۃ خواجہ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، وھو من زبدۃ العارفین حضرۃ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ، وھو من امام ھمام اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ وکرم اللہ وجہہ، وھو من اخیہ وسیدہ سرورِ کائنات مفخرِ موجودات افضل المخلوقات، محبوب رب العٰلمین خیر البشر، شفیع یوم الحشر والنشر، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وازواجہ وسلم اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین کثیرًا کثیرًا۔ اللھم وفقنا وسائر الطالبین لمرضاتک۔ آمین۔

خدایا تو توفیق دے مجھے اور تمام طالبان صادق کو اپنی رضا جوئی و خوشنودی کی، اور عزیز عبد العزیز کی آخرت بہتر فرما بحرمتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آلؓ و اصحابؓ۔

میرے والد ماجد نے یہ شجرہ عالیہ اپنے دستخط خاص سے مزین فرما کر مجھے عنایت فرمایا۔ اور راقم کی بیعت بھی کچھ اس طرح کی تھی کہ سلوک و طریقت کے کامل و مکمل افراد بھی اس طرح کی بیعت کے خواہش مند و طلبگار ہوں۔

ہوا یہ کہ جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد جس میں انگریزوں نے اپنے محسنوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا تھا۔ بھرتپور کے کسی سید کی شکایت پر والد محترم مختلف طریقوں سے متہم اور پھر ملزم ٹھہرے۔ تحقیقات کے بعد گو حضرت والد محترم بری ہو گئے تھے مگر کچھ درمیانی آدمیوں کے باعث حکم اخیر کچھ معلق سا رہا، حتیٰ کہ ملکہ وکٹوریہ کا یہ اعلان جاری ہوا۔

"جو آدمی یورپین لوگوں کے مال واسباب لوٹنے اور انہیں قتل کرنے کے الزام سے بری ہوگا وہ شاہی عتاب و سزا سے محفوظ و مامون ہوگا۔"

چنانچہ والد صاحب آزاد ہو کر اکبر آباد میں گوشہ نشین ہو گئے، دنیا اور اسباب دنیا سے طبیعت دور ہوتی گئی جن حاکموں اور افسروں سے پہلے خوشگوار تعلقات تھے ان کی ملاقات کے لیے جانا بالکل موقوف، درویشان باصفا کے ساتھ دینی روابط تھے ہی

وہ ہی اور بڑھاپے، اور راقم والدہ ماجدہ کی وجہ سے ہے کہ وہ فتح پور میں مقیم تھیں، انہیں کے ساتھ زیادہ تر وہاں مقیم رہا۔

جب والد صاحب سے بیعت کی درخواست کی اور خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو حکم ہوا کہ وہ۔ ہیں راقم۔ روشنی کے مینار حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار پر حاضر ہو کر شیخ کے قلب کے محاذاۃ۔ سیدھ۔ میں بیٹھے، توبہ واستغفار کرے، جو اسلام کو تازہ کرنے کا اچھا اور مناسب ذریعہ ہے، تصور میں حضرت سے بیعت کرے، پس ان کی ارادت مندی درست اور میرے مرید۔ حسب الارشاد درگاہ شریف کی طرف دوڑا۔ عام دستور تھا کہ نماز عشاء کے بعد دروازے پر تالے پڑ جاتے تھے، اور مشرقی جانب کھڑکی ہر وقت مقفل رہتی تھی، عنایت و کرم الٰہی اور حضرت شیخ کا جذب باطنی کہ مشرقی جانب کا دریچہ کھلا ملا، میرا ہاتھ جب بلا ارادہ دریچہ پر پہنچا تو کھل گیا، غنیمت سمجھ کر مزار کے اندر آیا اور جو حکم ملا تھا وہ بجا لایا۔ اور پھر حضرت پدر عالی قدر و فخر خاندان چشتیہ نے خود اپنے قلم مبارک سے یہ لکھ کر کرم کیا اور چشتی شجرہ عالیہ بھی عنایت فرمایا۔

اس وقت گورنمنٹ کا حکم آیا کہ شیخ عبدالحی چشتی کی جگہ کسی دوسرے کو جامع مسجد کی تولیت سپرد کی جائے اور مسلمان دوسری کمیٹی نامزد کریں، متولی کا تقرر اس نئی کمیٹی کے ممبران کی رائے سے ہوگا۔ ممبروں نے یہ تجویز پاس کر لی۔ ایک رات خواب میں ایسا محسوس ہوا کہ میں حوض کے کنارے پر کھڑا ہوں اور جناب حضرت شیخ کاظم علی چشتی سجادہ نشین مجرسنگی کی جانب رُخ کیے تشریف فرما تھے، اور ایک نورانی جماعت ان کے برابر کھڑی تھی کہ ہم کو غسل کا حکم ہوا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر سامان کی گٹھری میرے سامنے لائی گئی، میں نے پہلے بنیان پہنا تو والد صاحب نے، مغرب رو دروازہ سے، جو جامع مسجد کے جنوب میں واقع ہے، نزدیک آکر فرمایا: پہلے عمامہ سر پر باندھنا چاہیئے۔ دادا بزرگوار نے فرمایا: اس بارے میں آپ کی مداخلت ضروری نہیں، ہم جیسے چاہیں گے تربیت دیں گے۔ اتنا دیکھ کر میں بیدار ہوا۔ میں نے حضرت والد سے

اس خواب کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: حضرت تجھے اپنا جانشین بنائیں گے اور اس وقت میں دنیا میں نہیں رہوں گا۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا تھا۔ مگر باوجود استحقاق چند سود خواروں نے میرا حق جانشینی معرض التوا میں ڈال دیا۔ اور تفضل حسین، بذریعہ مال و دولت۔ جو رشوت کے طور پر دیا۔ جامع مسجد کے متولی ہو گئے میں چوں کہ خالی ہاتھ، اور اپنے خواب کی بشارت پر اعتماد تھا اس لیے میں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ اور کچھ عرصہ انگریزی ملازمت کے سلسلے میں آگرہ قیام کیا۔

پھر ایک رات مجھے خواب میں یوں دکھائی دیا کہ حضرت شیخ گویا مسجد قدیم کے حجرہ کے دروازہ دہلیز پر کھڑے ہیں مجھے اپنی جانب کھینچا اور بغل میں دبایا اور زبان مبارک میرے منہ میں رکھ دی، جس قدر بھی ہو سکا میں نے آپ کا لعاب نوش کیا پھر فرمایا: اپنی رائے پر عمل کرنا، چچا تایا کا اعتبار ہرگز نہ کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ اور پھر واقعہ اسی طرح پیش آیا اس عرصہ میں میرے والد محترم عالم آخرت کو سدھارے، اور ایک دم مجھ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ پھر پہلے میں شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی زیارت کے ارادے سے چلا جس کے مختصر کوائف پہلے لکھ چکا ہوں[1] جب واپس آیا تو چچا تایا کو بدلا ہوا پایا۔ مجبوراً میں نے دل سے ماں اور بھائی کی محبت نکال دی، اور براہ خشکی کابل پہنچا

اس سفر میں ہرات، مشہد اور عراق عرب و عجم کی سیر کی بزرگان دین کی زیارت اور ادائیگی مناسک حج سے شاد کام ہوا۔ تقریباً تین سال سیاحت کرتا رہا، والدہ محترمہ کی طلب پر ہندوستان کا ارادہ کیا، ورنہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اس سرکشوں کے ملک میں آؤں۔ والدہ ماجدہ کی ناراضگی کے باعث دل گرفتہ مجبوراً دیار ہند کی راہ لی۔ اور سفر کی کیفیات واحوال جو اس سفر میں ظاہر ہوئے اور پیش آئے وہ اس سفر سے لوٹ کر علیحدہ سے ایک جگہ لکھ دی ہیں۔ جو مختصر سا سفرنامہ ہے۔ انشاءاللہ اس کے بعد اس کا ترجمہ ہوگا۔

---

[1] بسلسلۂ تذکرہ شیخ بدرالدین سلیمان۔

اب اصل مقصد عرض کروں — علاوہ خاندان چشتیہ دوسرے خانوادوں میں زبانی اجازت مرحمت ہوئی اس لیے راقم کا خیال ہے کہ ہر خانوادہ کے عنوان مثالی کو جو شیخ سلیم چشتیؒ تک پہنچتا ہے تبرکاً یہاں لکھ دوں۔ اس لحاظ سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ سلیم چشتیؒ تک ہر خانوادہ کے پیرانِ طریقت کے اسمارِ گرامی لکھے جائیں۔ شیخ سلیم چشتیؒ سے مجھ فقیر تک سارے سلسلے مکمل ہو جائیں گے۔

شجرۂ قادریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی ترقی اولیاءہ من حضیض الجہل الی ذروۃ المعرفۃ علی الکمال، القادر الذی اقدر احباءہ ھذہ الخطب الجسیم والامر العظیم بالانتقال، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ للارشاد الی مرضات اللہ ذی العزۃ والجلال، وعلی آلہ واصحابہ الباذلین جہدھم فی امتثالِ اقوالہ وافعالہ بالغدوّ والآصال۔ اما بعد فلمّا استمرت عادۃ الصحابۃ والتابعین، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ورحمہم اللہ، والسلف علی المتابعۃ فی الامور الدینیۃ باشرفھم و اعلاھم بالتکمیل والاکمال، تاب ابنی الصالح شیخ عبدالعزیز توبۃ صحیحۃ، ورجع رجعۃ ملیحۃ وبایع بیعۃ صریحۃ علی ید الفقیر الملتجی الی عفو اللہ عبدالحی چشتیؒ، المجازلہ بذالک من ابیہ وشیخہ خواجہ شیخ کاظم علی چشتی رحمہم اللہ۔

یہاں سے شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ تک سلسلہ، قادریہ وچشتیہ دونوں ایک ہیں، جو سلسلہ چشتیہ میں پہلے گزر چکا ہے۔ فالشیخ سلیم چشتی المجازلہ من خواجہ شیخ حسام الدین قادری قدس سرہ وھو من ابیہ امام العارفین خواجہ شیخ محمود خیالی قدس سرہ، وھو من ابیہ خواجہ امام الموحدین شیخ یوسف قادری

بغدادی قدس اللہ سرہ وھو من ابیہ امام العابدین شیخ اسمٰعیل الیساغوجی قدس اللہ سرہٗ وھو من ابیہ امام المکملین شیخ ابراھیم قدس سرّہ وھو من أبیہ امام العاشقین شیخ حسین بغدادی قدس اللہ سرّہٗ، وھو من أبیہ خواجہ شیخ علی قدس اللہ سرّہ وھو من أبیہ امام المتورعین شیخ محمود قدس اللہ سرہ، وھو من أبیہ امام المخلصین شیخ عبد اللہ قدس اللہ سرّہٗ، وھو من أبیہ امام العارفین شیخ محمد قدس سرہٗ، وھو من أبیہ امام الکاملین شیخ عبد العزیز قدس اللہ سرہ، وھو من أبیہ امام المشتاقین شیخ سلیمان قدس اللہ سرّہٗ وھو من أبیہ امام الشاھدین خواجہ شیخ آدم قدس اللہ سرّہٗ، وھو من أبیہ امام السالکین شیخ منصور قدس اللہ سرہ، وھو من أبیہ غوث الثقلین محی الملّۃ والدین شیخ السمٰوات والارضین شیخ ابومحمد عبد القادر جیلانی قدس اللہ اسرارھم، وھو من امام المتقین شیخ ابی سعید المبارک بن علی مخزومی قدس اللہ سرّھم، وھو من أبیہ امام الزاھدین شیخ علی بن محمد بن یوسف القرشی قدس اللہ سرہٗ، وھو من امام المتعبدین خواجہ شیخ ابی الفرح طرطوسی قدس اللہ سرہ، وھو من شیخہ امام العارفین خواجہ شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی قدس سرّہ، وھو من شیخہ امام الزاھدین خواجہ شیخ ابی بکر شبلی قدس اللہ سرّہٗ، وھو من شیخ المحققین خواجہ شیخ ابو القاسم جُنید بغدادی قدس اللہ سرہ، ومن شیخ المتورعین شیخ سرّی سقطی قدس اللہ سرہ، وھو من شیخہ شیخ العارفین خواجہ معروف کرخی قدس اللہ سرہ، وھو من امام السالکین شیخ العارفین خواجہ داؤد الطائی قدس اللہ سرّہ، وھو من امام الصادقین خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ سرہ، وھو من شیخہ شیخ المکملین خواجہ حسن بصری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وھومن امام المتقین، امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب خواجہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجھہ، وھومن سیدہ خاتم المرسلین محبوب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

شجرۂ قادریہ ایک اور طرح بھی ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی نوّر قلوب العارفین بآثار الانوار۔ وزیّن ارواح المشتاقین بنور تجلی والاذکار، واکرم صدور المحبین بالمعارف والاسرار، وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد سید المختار وآلہ واصحابہ الکبار اجمعین۔ امابعد! اَصلح الاخ الصّالح شیخ سلیم چشتی[1] فی مقام التوبۃ والورع فاُخذ خرقۃ المشائخ، کما قال اللہ تعالیٰ: وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ۔ من داعی کافۃ اہل الاسلام شیخ حسام الدین قادری واُجازلہ بسوق المقراض ولوازمہ ولباس الخرقۃ النباسین الطالبین[2] ابوہ شیخ محمود خیالی قدس اللہ سرھم کذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ذکر فی الشجرۃ القادریۃ الاُولیٰ۔

شجرۂ قادریہ جو فقیر راقم الحروف کو عرفان پناہ حضرت مصطفی ابن سید سلیمان رحؒ نے

---

[1] اصل نسخہ میں یہاں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ تصوف کے ماحول سے میل نہیں کھاتے جہاں نفس سرکش کی اصلاح و تعمیر مقصود ہے، مثلاً خلافت جسے دی جارہی ہے، اس کے لیے شیخ المشائخ والا دیا، اور خلافت دینے والا اپنے لیے امام الواصلین شیخ المشائخ جیسے القاب۔ یہ یا کاتب کا تصرف ہے، یا عقیدت کا غلو اور اجازت وخلافت اور تصوف کے ماحول سے ناواقفیت کا نتیجہ۔

[2] اسی طرح اصل نسخہ میں لکھا ہے، کوشش کے باوجود ان کی حقیقت واصلیت واشگاف نہ ہوسکی، عبارت کو جوں کا توں لکھ دیا گیا ہے ممکن ہے کسی دانشور کے ذریعہ حقیقت سے پردہ اُٹھ جائے۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ٥

عنایت فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ فاتح زتفال القلوب بذکرہ وکاشف استار الغیوب ببرہ، ورافع اعلام الزیارۃ للقاءہ بشکرہ، أحمدہ علی ان جعلنا من اھل توحیدہ واشکرہ طالباً لفضلہ ومزیدہ وأصلی واسلم علی سیدنا محمد افضل انبیاءہ وعبدہ وعلی الہ واصحابہ الطاھرین لطویل الفضل ومدیدہ، اما بعد فیقول العبد الفقیر الحقیر بالعجز والتقصیر الراجی عفو ربہ الولی السید مصطفیٰ ابن السید سلیمان ابن السید علی ابن السید سلیمان ابن السید مصطفیٰ ابن السید زین الدین ابن السید محمد درویش ابن السید حسام الدین ابن السید نور الدین ابن السید ولی الدین ابن السید زین الدین ابن السید شرف الدین ابن السید شمس الدین ابن السید محمد الھتاک ابن السید عبد العزیز ابن سید السادات قطب الوجود الربانی والغوث الصمدانی والقندیل النورانی، صاحب الاشارات و المعانی حضرت الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلانی قدس سرہ، ابن السید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست ابن السید عبد اللہ الجیلی ابن السید یحییٰ زاھد ابن السید محمد ابن السید داؤد ابن السید موسیٰ ابن السید عبد اللہ ابن السید موسیٰ الجون ابن السید عبد اللہ ابن السید حسن المثنیٰ ابن السید الامام حسن ابن الامام امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن ھاشم ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوئی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن النضر ابن کنانہ ابن خزیمۃ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان ابن اُدَد ابن الھمیسع ابن سلامان ابن ثابت ابن حمل ابن قیدار ابن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ابن حضرۃ ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام ابن تارخ ابن ناصر ابن شاروع ابن ارغوۃ ابن فالغ ابن شالع ابن قینان ابن ارفخشذ ابن سام ابن نوح علیہ السلام ابن یرو ابن ادریس ابن مھمائل ابن قینان ابن انوش ابن شیث ابن آدم ابو البشر علیہ الصلوٰۃ وعلی نبینا افضلھا

والسلام، وآدام من التراب والتراب من الارض، والارض من الزبد والزبد من الموج والموج من الماء والماء من الدرّة والدرّة من القدرة والقدرة من الارادة والارادة من علم الله تعالیٰ - اما بعد فان الرجل الصالح المقبل علی مولاہ المعرض عمن سواہ الراغب فی الآخرة الدرویش عبد العزیز ابن الشیخ عبد الحی چشتی قدم بغداد فزار حضرة جدّی قطب الدوائر ودرّة الذخائر، ملحق الاصاغر بالاکابر القطب الربانی والقندیل النورانی صاحب الاشارات والمعانی السید الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس سرّہ ثم بعد الزیارة جاء الینا والتمس منا تلقین کلمة التوحید فلقّنتہ کما تلقنتہا بالسند من شیخی وجدّی الشیخ علی القادری عن شیخہ السید الشیخ عبد القادر القادری عن شیخہ السید الشیخ ابی بکر القادری عن شیخہ السید اسمعیل القادری عن شیخہ السید الشیخ عبد الوہاب عن شیخہ السید الشیخ نور الدّین عن شیخہ السید الشیخ محمد درویش عن شیخہ السید الشیخ حسام الدّین عن شیخہ السید الشیخ ابوبکر عن شیخہ السید الشیخ یحیی عن شیخہ السید الشیخ نور الدین عن شیخہ السید الشیخ ولی الدین عن شیخہ السید الشیخ زین الدین عن شیخہ السید الشیخ شرف الدین عن شیخہ السید الشیخ شمس الدین عن شیخہ السید الشیخ محمد الهتاک عن شیخہ السید الشیخ عبد العزیز عن شیخہ قطب العارفین، مرشد السالکین السید الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس سرہ عن شیخہ ابی سعید المبارک المخزومی عن شیخہ ابی الحسن الهنکاری عن شیخہ ابو الفرج الطرطوسی عن شیخہ عبد الواحد التمیمی عن شیخہ ابی بکر الشبلی عن شیخہ ابی القاسم جنید البغدادی عن شیخہ سرّی سقطی عن شیخہ معروف الکرخی عن قبلة الباطن ابی الحسن علی ابن موسی الرضا قال: حدثنی ابی موسیٰ الکاظم عن ابیہ حضرة جعفر الصادق

عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ سید شباب اہل الجنۃ وقرۃ العین الامام حسین عن ابیہ الامام امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثنی حبیبی و قرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی جبرئیل علیہ السلام قال سمعت رب العزۃ جل جلالہ یقول: لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن عذابی ــــ وبالسند المتقدم الی الشیخ المعروف الکرخی عن شیخہ داؤد الطائی عن شیخہ حبیب العجمی عن شیخہ حسن البصری عن شیخہ الامام امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرئیل علیہ السلام عن رب العزۃ جل جلالہ ۔ لعدان لقماہ کلمۃ التوحید ۔ اجزناہ بتلاوتہا عقب کل فریضۃ مائۃ و خمس وستین مرۃ، وفی سائر الاوقات حسب ما تیسر لہ، فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (الفتح ۴۸/۱۰) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ الہ واصحابہ وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین [1]

---

[1] یہ تو عام طریقہ ہے شجروں کے لکھنے کا مگر کچھ اور طرح بھی لکھا جاتا ہے چنانچہ ایک کتاب میں لکھا ہے :۔ شجرہ اس ترتیب سے لکھا جائے : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ فانک شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء الحمد للہ الذی .... الاجل الصالح الکامل العارف باللہ علیم الملۃ والدین .... فقیر حقیرا الی اللہ الغنی ... فلان بن فلان بندگی حضرت فلان بندگی فلان اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیتے ہیں ۔ اور بعض جگہ اس طرح لکھا دیکھا :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

«نقل عنوان شجرۂ سہروردیہ» بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفۃ الایمان، وشرح صدور الاتقیاء بکشف اسرار الایقان والسلام والصلوٰۃ علی سید الانبیاء باھرا لمعجزات واظہر البرھان وآلہ واصحابہ الذین سبقوا فی مضمار الارشاد باوضح البیان

وجاھدوا فی سبیلہٖ لعلکم تفلحون۔ خرقۃ المشائخ الکرام سیدی مولائی امام الاجل الصالح الکامل العارف باللہ علیم الملۃ والدین ..... فقیر حقیر الی اللہ الغنی فلان بندگی حضرت فلان۔ اسی طریق پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک، اور بعض جگہ از بعض بزرگان بندگی حضرت لکھتے ہیں۔ اور کچھ بحرمتہ فلان فلان لکھتے ہیں۔ اور بعض شجروں میں۔ السلام علیک فلان، السلام علیک فلان اپنے پیر و مرشد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک اسی طرح لکھتے ہیں، چوں کہ ان شجروں کے ذیل میں نماز استخارہ بھی بزرگان دین سے منقول ہے، نماز استخارہ نیک کام اور عمدہ عمل ہے اور سلوک و طریقت میں نہایت کارآمد، اس لیے اس کا طریقہ بھی یہاں درج کر دینا مناسب ہے۔ نماز استخارہ جو امام حسن رضؓ سے منقول ہے چار رکعت کی نیت باندھے اور اس طرح ادا کرے: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یاایھا الکافرون پوری سورت سات بار اور ایک دفعہ یَا ھَادِی اور چالیس مرتبہ اِھْدِنِی۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ ایک بار یا علیم اور سو دفعہ عَلِّمْنِی۔ تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ فلق سات بار۔ یا خبیر ایک دفعہ اور سو مرتبہ اَخْبِرْنِی، چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ ناس سات دفعہ، یا مبین ایک بار اور سو مرتبہ بَیِّنْ لِی۔ اس کے بعد سات دفعہ سورہ فاتحہ، سو دفعہ درود شریف، سات بار آیۃ الکرسی اور سات مرتبہ سورہ اخلاص۔ پھر اس کا ثواب تمام انبیاءؑ و اولیاءؒ اور مومنوں کی روح کو پہنچائے جمعہ کی رات سے شروع کرے پہلے دن روزہ بھی رکھے اور سات راتوں تک یہ عمل کرے جو کچھ ہونا ہے معلوم ہو جائے گا نیز اس عمل سے فارغ ہو کر سونے تک درود شریف پڑھے۔ بارہا کا تجربہ کیا ہوا عمل ہے۔ نماز حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نماز تین سلاموں کے ساتھ بارہ رکعت پر مشتمل ہے، ترکیب یہ ہے کہ اول چار رکعت پڑھے

اما بعد! فلما جرت عادة الصحابة والسلف بالتابعة على رؤس الأشهاد لتعليم الخلائق۔ تاب الاخ الصالح شیخ سلیم چشتی توبة صریحة بید الفقیر المفتقر الی الطاف اللہ ـــ امام المتقین ـــ شیخ محمود رودباری قدس سرہٗ وهو من شیخه شیخ محمد قدس سرہٗ ومن شیخه شیخ اسحٰق جیلانی قدس من اللہ سرہٗ وهو من شیخه شیخ علی همدانی قدس اللہ سرہٗ۔ وهو من شیخه شیخ محمود قدس اللہ سرہٗ وهو من شیخه شیخ علاء الدولة سمنانی قدس اللہ سرہ وهو من شیخه شیخ نور الدین کبیر قدس اللہ سرہ وهو من شیخه شیخ احمد قدس سرہ وهو من شیخه شیخ رضی الدین قدس اللہ سرہٗ وهو من شیخه شیخ نجم الدین کبری فردوسی قدس اللہ

اور جتنا اور جو کچھ بھی قرآن مجید سے یاد ہے وہ پڑھے۔ سلام کے بعد ستر بار کہے: لا الٰه الا اللہ الحق المبین ہ لیس کمثله شیئٌ وّهو السمیع البصیر۔ پھر چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ نصر اذا جاء ایک ایک بار پڑھے سلام کے بعد ستر مرتبہ کہے: انك قویٌ مُبینٌ واهْدِ نِیْ دَلیل بحق اِیاکَ نعبدُ وَایاکَ نستعین۔ پھر چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ اور سلام کے بعد ستر بار سورہ الم نشرح پوری پڑھے اور ہاتھ سینہ پر رکھے پھر جو بھی حاجت وضرورت ہو خدا سے مانگے انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔ اور یہ نماز تین روز تک متواتر ادا کرے، اول غسل کرنا چاہیئے اور غسل کے وقت سے پوری نماز پڑھنے تک کسی سے گفتگو نہ کرے اور اس نماز کی ادائیگی کا وقت چاشت کا وقت ہے

"خواجگان چشتؒ کا ضابطہ سبع مثانی" سورہ فاتحہ کا ورد:- بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین دس بار، الرَّحمٰنِ الرَّحیم دس بار یا رؤف یا عطوف دس بار۔ مالك یوم الدین دس بار یا عالم السرائر یا مقلب القلوب دس بار۔ یہاں پہونچ کر اپنی ضرورت کا دل میں خیال کرے پھر ایاك نَعْبُدُ وَایَّاكَ نَسْتَعِیْنُ دس بار

سرہ وھو من شیخہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ وجیہ الدین ابو حفص قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ محمد ابن عبد اللہ قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ اسود دینوری قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ سری سقطی قدس اللہ سرہ. وھو من شیخہ شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ داؤد طائی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ حبیب عجمی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ وھو من شیخہ امیر المؤمنین الامام علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ وھو من سیدہ

یا سریع یا قریب دس بار یہاں پہونچ کر پھر اپنے مقصود و مطلوب کا دل میں تصور کرے پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دس بار، پھر یا رَبَّاہُ یا قادر یا مقتدر دس بار، پھر صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ دس بار۔ یا حَکِیْمُ یا عَلِیْمُ دس بار یہاں پھر اپنی حاجت دہرائے۔ پھر غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ دس بار پھر آمین دس بار یا عزیز دس بار پھر یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَ یَا رَحِیْمَ الْآخِرَۃِ، یَا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَ نَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ یَا رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْھَمِّ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ان سات عورتوں کے نام جو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے اردگرد شروع سے ہیں، اور یہ نام پردہ غیب سے ظہور میں آئے کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک رات خواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور ان سات عورتوں کے نام دریافت کیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلی فاطمہ، دوسری عائشہ، تیسری رقیہ، چوتھی رحیمہ پانچویں ریحانہ، چھٹی مسلمہ اور ساتویں کو آسیہ کہتے ہیں۔ جو آدمی ان سات ناموں کے طفیل دعا مانگے تو وہ قبول ہوگی۔ اسی طرح بزرگوں سے منقول ہے۔

سید الانبیاء سرور کائنات مفخر موجودات حضرۃ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

"نقل مثال خاندان سہروردیہ" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی نور قلوب الاولیاء بانوار المعرفۃ، وشرح صدور الاتقیاء بکشف اسرار الولایۃ۔ والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید الطریقۃ والحقیقۃ، باھر المعجزات واظہر بیان البینات و آلہ واصحابہ الذین سبقوا فی مضمار الارشاد باوضح البیان امابعد! فقد جرت عادۃ الصحابۃ والسلف من المتابعۃ علی رؤس الاشہاد والبیعۃ و تعلیم الخلائق۔ والمطلوب من ھذہ المقدمات انی رأیت فی الاخ الصالح العارف مسالک العرفان شیخ سلیم چشتی بعد ما صحبنی سائر ما توصل الی المقصود فاستحق ارشاد الطالبین فاجزتہ اجازۃ الارشاد و البستہ لباس الخلافۃ مع الجام والعصاء والکلیم وامثال الولایۃ وکل لوازمہا کما اخبر والبس ھذا الضعیف خادم الاولیاء سید ابوسعید محلی الرازی قدس اللہ سرہٗ۔ وھومن شیخ المشائخ والاصفیاء امام المتقین شیخ زین الدین حافی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ عبدالرحمٰن قریشی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ جمال الدین محمود قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ عبد الصمد قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ علی الشیرازی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی وھو من شیخہ شیخ وجیہ الدین ابوحفص قدس اللہ سرہ وھو من شیخہ شیخ محمد ابن عبداللہ المعروف بعمویہ قدس اللہ سرہٗ وھو من شیخہ شیخ اسود دینوری قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ سری سقطی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ داؤد طائی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ

حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ وھو من اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ وھو من سیدہ حضرۃ خاتم الانبیاء شفیع الوری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور دوسری جگہ یہ شجرہ اس طرح مرقوم ہے کہ شیخ محمود رود باری قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ سلطان محمد گاذرونی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ سید ابی اسحٰق قدس سرہ وھو من الشیخ حسین مشہدی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ سید محمد سبزواری قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ سید علی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ حسین بن سید کاشی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ امام الھادی بن سید محمد شطری قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ علی الثانی بن سید علی ھمدانی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ سید محمود مزدقانی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ خواجہ محمد بغدادی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ خواجہ حماد یا سراندلسی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ امام محمد غزالی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ ابوبکر النساج قدس اللہ سرہ ۔ وھو من الشیخ ابو القاسم کرد گانی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ خواجہ عثمان مغربی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ علی الکاتب قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ علی رود باری قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ وھو من الشیخ خواجہ داؤد طائی قدس سرہ وھو من الشیخ خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ سرہ وھو من الشیخ خواجہ حسن بصری قدس اللہ اسرارھم وھو من خواجہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ وھو من سیدہ حضرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

کچھ حضرات حضرت حبیب عجمی کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مرید بتاتے ہیں

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ کا مرید گردانتے ہیں اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ کو ملاتے ہیں۔ اور سہروردیہ کے بعض سلسلوں میں مرید کے واسطے شفاعت وسفارش بھی لکھ کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ (بظاہر سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم)

نقل مثال خاندان نقشبندیہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی زین صدور الطالبین باخلاق الھدایۃ ونور قلوب العارفین بنور المعرفۃ والولایۃ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا وسید الانبیاء محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد! فقد مَضَتْ عادۃ الصحابۃ والسلف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین علی المتابعۃ من زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاب ابنی الصالح عبد العزیز توبۃ صحیحۃ ورجع رجعۃ ملیحۃ علی ید الفقیر المفتقر الملتجی الی لطف اللہ الجلی والخفی عبد الحی چشتی المجازلہ بذالک من ابیہ حضرت خواجہ شیخ کاظم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من اُبیہ شیخ محمد باقر چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من ابیہ شیخ احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من ابن عمویہ محمد معظم چشتی وھو من اخیہ شیخ عبد الصمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من اُبیہ شیخ ولی محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من اخیہ شیخ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ وھو من اُبیہ شیخ اسلام محمد رحمۃ اللہ علیہ وھو من اخیہ شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہ وھو من ابیہ شیخ معظم رحمۃ اللہ علیہ وھو من اخیہ حضرۃ شیخ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ وھو من ابیہ شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ وھو من اخیہ شیخ بایزید چشتی رحمۃ اللہ علیہ وھو من عمویہ حضرۃ شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ وھو من ابیہ غوث الثقلین قطب الاقطاب شیخ الاسلام حضرۃ شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرھم وھو من شیخہ حضرۃ مولانا اسمٰعیل شروانی قدس اللہ سرھم وھو من شیخہ خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی قدس اللہ

اسرارہم وھو من خواجہ حضرۃ یعقوب چرخی قدس اللہ سرہم وھومن خواجہ حضرۃ علاء الدین عطار قدس اللہ سرہم وھومن خواجہ بہاء الدین نقش بندی قدس سرہم وھومن خواجہ سید کلاں قدس اللہ سرہم وھومن خواجہ حضرۃ محمد بابا شماسی قدس اللہ سرہم وھومن خواجہ حضرۃ علی رامیتنی قدس اللہ سرہٗ وھومن خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس اللہ سرہم وھومن شیخہ خواجہ عارف دیوکری رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ علی فارندی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ ابوالقاسم کرہ گانی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ خواجہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ وھومن شیخہ امام حسین رحمۃ اللہ علیہ وھومن ابیہ حضرۃ امام ناطق وخلیفہ برحق امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجھہ وھومن سیدہ خاتم الانبیاءؑ شافع روز جزا احمد مجتبیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔ اللھم وفقہ وسائر الطالبین لمرضاتک۔ آمین آمین۔ خداوند توفیق دے مجھے اور تمام طلبگاران حق کو اپنی رضا و خوشنودی اور عزیز عبدالعزیز کا انجام بخیر فرما۔ فقط۔

نقشبندیہ کے بعض سلاسل میں جو مشہور ہے کہ خواجہ ابوالقاسمؒ امام جعفرؒ کے مرید اور امامؒ جعفر محمد ابن ابی بکرؓ صدیق کے اور محمد ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت سلمان فارسیؓ کے مرید اور حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مرید وارادت مند اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید وجانثار۔ یہ تاریخی حیثیت سے صحیح نہیں ہے کیوں کہ محمد بن ابی بکر صدیقؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی میں شہید کردیئے گئے تھے اور بوری میں بند کرکے لوگوں نے انہیں جلادیا تھا، پھر امام جعفر صادقؒ ان کے مرید کیسے ہوسکتے ہیں؟

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ میں جب سرزمین طوس کے شہر مشہد مقدس میں تھا تو میں نے ایک شیعہ مجتہد سے پوچھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سید ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے کہ سید سمجھتے ہیں اور پھر بھی انہیں سب وشتم کرتے ہیں، گالی دیتے ہیں اور انہیں برا کہتے ہیں تو اس نے کہا: کہ امام علی رضاؒ نے۔ معاذاللہ ان پر لعنت بھیجی ہے۔ میں نے کہا: ذرا وضاحت کیجئے اور تفصیل سے بتائیے۔ اس نے بیان کیا: حضرت امامؒ نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا تھا کہ ہمارے بھائیوں میں ایک شخص فلاں روز بغداد میں آئے گا۔ اور ہارون رشیدؒ[1] کسی آدمی کو معقول رقم دے کر شیخ عبدالقادر کے پاس بھیج کر درخواست کریں گے کہ اگر آپ اپنی نسبت شیخ کے ساتھ کرتے ہیں تو رقم اس کے بدلے میں آپ کی نذر۔ اور ہماری طرف سے آپ کے اکرام و خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔ اور سبب اس کا یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ امام کو کاذب (جھوٹا) قرار دیں۔ جب شیخ عبدالقادر ہارون رشید کی مجلس میں پہنچے تو امام کے سامنے ہی کہا: میں شیخ ہوں۔ یعنی سید نہیں ہوں۔ امام نے انہیں اپنے نسب سے نکلنے اور دوسرے نسب میں داخل ہونے کی بنا پر لعنت کی۔ چونکہ نسبی تغیر پر حدیث میں لعنت آئی۔ اسی باعث تمام شیعہ امام کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں میں نے کہا: عجیب مسئلہ ہے کہ بقول شیعہ حضرت امام مہدی کی پوشیدگی ۲۶۰ھ میں واقع ہوئی اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۴۷۱ھ میں عالم شہود میں جلوہ گر ہوئے۔ اس طرح ہارون رشید کی مجلس میں ان کی حاضری

---

[1] اور ہارون رشید ۱۴۵ھ میں پیدا ہوئے، ۱۷۰ھ میں اپنے بڑے بھائی ابو محمد موسی الہادی کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھے، اسلامی دنیا اور عباسی خلافت کو اس کے دور میں اوج و بلندی حاصل ہوئی، بغداد علم و فن اور تجارت و صنعت کا مرکز بن گیا، اس کے دربار میں شعراء اور رجال علم و ادب کا ایک پورا مجمع تھا۔ ہارون ادب و تاریخ حدیث و فقہ اور تفسیر کا عالم تھا۔ اہل علم سے محبت کرتا تھا۔ ۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ کشف المحجوب ص۹۰،۹۱

اور واقعہ میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ تو وہ مجتہد بولا: ممکن ہے کہ یہ قول امام علی رضاؒ سے عالم رویا۔ خواب میں نقل کیا گیا ہو۔ میں نے کہا: آپ لوگوں کی تحقیق اس طرح کی ہوتی ہے، بھلا خواب کا کون اعتبار کرتا ہے۔ وہ بولا۔ ہم شیخ کو برا نہیں کہتے۔ میں نے کہا: لوگوں کو اس کی تلقین و تعلیم تو کرتے ہو اس میں اور خود برا کہنے میں کیا فرق ہے۔ وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

یہ شجرے حضرت والد ماجد نے خود مرحمت فرمائے۔ شیخ الاسلام حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے باقی شجرے ایک چور نے شیخ زکی الدین احمد چشتیؒ کے ہاں سے اڑا لیے۔ اے اللہ اس کے ہاتھ شل فرما۔ بنا بریں باقی شجروں کے بیان سے مجبوری ہے۔

نقل ہے کہ جب حضرت شیخ الاسلام نے حضرت خواجہ ابراہیم شامی قدس سرہ کی خدمت بابرکت سے رخصتی کی اجازت پائی تو محبت وطن کے پیش نظر، طویل سیاحت اور غیر معمولی استفادہ کے بعد ۹۴۲ھ میں عازم وطن ہوئے، اور کوہ سیکری پر جواب فتح پور کے نام سے مشہور ہے۔ تشریف فرما ہوئے، اور اسے رشک جبل طور بنا دیا۔ اور اس کے ایک غار میں ٹھہر کر خداوند بزرگ و برتر کی عبادت میں مشغول ہو گئے، سیکری کے سنگ تراشوں میں سے ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی ملاقات سے بہرہ ور ہو کر نہایت عقیدت و احترام سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ غریب خانہ پر قیام فرمائیں۔ تاکہ سانپ بچھو اور شیر و تیندوے جیسے موذی اور درندوں سے محفوظ رہیں۔ آپ نے اس کے التماس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا مگر قبول نہ کیا اور صرف یہ فرمایا: فقیر کو کوئی موذی تکلیف نہیں پہنچا سکتا، اور نہ فقیر کو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کا ڈر ہے اور نہ کسی کو مجھے نقصان پہنچانے کی ہمت۔

ہست حکمش رواں بزیست و بمرگ نہ بے رضائے خدا نجنبد برگ

بلا حکم خدا پتہ بھی نہیں ہلتا، زندگی اور موت دونوں میں اس کا حکم عالی رواں ہے۔ یہ کہہ کر آپ عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے اور سنگتراش ہاتھ ملتا ہوا سیکری واپس چلا گیا۔ اور تمام رات اسی فکر میں جاگ کر گزار دی کہ معلوم نہیں حضرت کا کیا حال ہے، اس ہُو کے عالم میں کیسے کٹی؟

علی الصباح جب حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا کہ دو شیر حضرت۔ شیخ کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں، گویا حقیقی فرمانروا یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت کے لئے متعین ہیں، پھر اس نیکوں کے نیک نے۔ جس کی چشم باطن بیدار رہتی ہیں۔ آرام گاہ سے اٹھ کر شیروں کو حکم فرمایا: تمہاری چھٹی، اس لیے کہ اب ہماری ہم جنس۔ آدمیوں۔ کے آنے کا وقت ہوگیا، شیر فوراً غائب ہوگئے۔ سنگتراشں کی آنکھیں روشن ہوگئیں، اور آپ سے دعا کی درخواست کی۔ اس عرصہ میں اس کا شجر تمنا بار آور ہوگیا، اور اس کے نہالِ آرزو کی شاخ، جس کی امید حصول میں عرصہ بیت گیا تھا، ہری ہوگئی یعنی فرزند ارجمند کی آمد سے اس کا دل باغ باغ اور گھر بقعۂ نور بن گیا۔ پھر تو وہ سنگتراش پوری طرح آپ کا مرید وفاکیش بن گیا۔ اور عقیدت وارادت کی چادر خلوص کے کاندھے پر ڈال کر ایک مسجد، حجرہ اور حوض حضرت شیخ الاسلام کے لیے تعمیر کیا، سالِ تعمیر ۹۴۵ھ ہے۔ یہ مسجد راقم (مؤلف) کے مکان کے قریب جامع مسجد کے غرب میں واقع ہے۔

اس پہاڑ پر پہلا مکان جو تعمیر ہوا وہ۔ یہی خانۂ خدا۔ مسجد۔ ہے۔ اور یہی سنگتراش پہلی بار اس پہاڑ پر آباد ہوا، انہیں دنوں حضرت۔ شیخ الاسلامؒ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ اور محل سرائے وخانقاہ۔ جو مسجد کے شمال وجنوب میں واقع ہیں۔ تعمیر کرائیں۔ اور آپ نے اسی پہاڑ پر اقامت گزیں ہو کر اس علاقہ کو نورانی بنانا شروع کردیا۔

۹۶۲ھ میں دیارِ ہند سے پھر آپ کا دل اچاٹ ہوگیا، کچھ اس لیے کہ شیر شاہ سوری سے آپ آزردہ خاطر تھے۔ اسی عرصے میں افغانوں نے آپ کو قید کرلیا، اور شیخ مبارک محدث الوریٰؒ کی وساطت سے رہائی پائی، اور پھر ہیموں بقال کی فتنہ انگیزی، ان سب سے تنگ آکر بہ نیت ہجرت حجاز مقدس کا رُخ کیا، اور حاجی رکن الدین کو فتح پور میں اپنا نائب بنایا، اور حج۔ بیت الحرام وزیارت روضۂ مقدسہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے شاد کام وسرفراز ہوئے۔ اور حجاز میں مختلف دیار واطراف کے مقیم اور مقامی بزرگان دین سے فیضیابی شروع فرمائی، اور بہت سے اہل عرب کو اپنی بیعت سلوک وتصوف سے بہرہ ور کیا اور خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا، چنانچہ سید محمد ولی، شیخ محمود شاہی،

شیخ المشائخ حضرت رجب علی متولی روضۂ منورہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اور
دوسرے عرب کے معزز حضرات سعادتِ بیعت سے بہرہ ور ہو کر خلافت واجازت سے
بھی سرفراز ہوئے۔

نوسال دیارِ مقدس میں قیام کر کے حسب ارشاد وایما حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اہل ہند کی رہ نمائی کی خاطر دوبارہ عازم ہند ہوئے اور روم وشام کی سیاحت کرتے ہوئے
۹۷۱ھ دارالنور فتح پور میں رونق افروز ہوئے، جو آپ کے وہاں قیام کرنے سے دلوں کے لیے
فرحت بخش وروح افزار بن چکا ہے۔ تاریخی نکتہ سنجوں نے آپ کی ہند میں آنے کی تاریخیں
لکھیں ایک ان میں سے یہ ہے۔ ماہ اوج شرف بہند رسید

۴۶ ۱۰ ۵۸۰ ۹۱ ۲۷۴

۹۷۱ھ

اس سفر میں جب احمد آباد گجرات میں تشریف فرما ہوئے تو حاکم احمد آباد کی والدہ انتہائی
عقیدت سے خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست پیش کی کہ اس کے بیٹے کی حکومت حقیقی
طور پر وجود میں آجائے، اور نمک حرام باغی جو اس کے درپئے آزار ہیں مطیع وفرمانبردار
بن جائیں اس کا التماس مقصد و مطلوب۔ آپ کی دعا کی برکت سے پورا ہو گیا۔ خوشی میں اس
نے پانچ لاکھ تنکہ بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے یہ ساری رقم جامع
مسجد کی تعمیر میں خرچ کر ڈالی، اور حمام و باورچی خانہ بھی تیار ہو گیا۔

انہیں دنوں شہنشاہ ہند محمد اکبر جلال الدین آپ کی ریاضت ومجاہدہ اور ذوق
عبادت و بندگی کے تذکرے حکیم عین الملک بخاری اور شیخ محمد بخاری وغیرہ سے سن کر حاضرِ
خدمت اقدس ہوا اور سلسلہ عیاضیہ میں آپ سے بیعت کی، اور قلعہ چتوڑ گڑھ کی تسخیر کے
لیے دعا کی درخواست پیش کی۔ جب وہ فتح وکامرانی سے سرفراز ہوا تو پانچ لاکھ روپے
بطور نذر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کئے، یہ رقم بھی اسی مد میں صرف ہوئی۔ مسجد
وایوان اور حجرہ کی تعمیر پر چھ لاکھ گیارہ ہزار دو سو پچاس تنکہ صرف ہوا۔ تنکۂ نقرئی سے مراد
اس زمانے کا روپیہ ہے، جب راج ایک بہلولی تنکہ اور مزدور ایک بہلولی پاتا تھا۔ بہلولی
دھیلے کو کہتے ہیں اور عرصہ سات سال میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ قلعۂ چتوڑ گڑھ جب بادشاہ کی منشا کے مطابق فتح ہوا تو دریا دل بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے بلند دروازہ کی تعمیر کے لیئے پیش کیئے۔ حضرتؒ کے ایک عقیدتمند نے جنوبی بلند دروازہ کی تاریخ اس طرح رقم کی ہے۔

رشک طاق سپہر بلند

۵۲۰ ۱۱۰ ۲۶۷ ۸۶

۹۸۳ھ

ایسے ہی کسی سعادت مند نے جامع مسجد کی تکمیل کا سال جمل کے حساب سے اس طرح نکالا ہے۔

در زمانِ شہ جہاں اکبر	کہ ازو ملک رانظام آمد[1]
شیخ الاسلام مسجدے آراست	کز صفا کعبہ احترام آمد[2]
سال اتمام ایں بنائے عجیب	ثانی المسجد الحرام آمد[3]

۵۶۱ ۱۳۸ ۲۸۰

۹۷۹

بعض جگہ لکھا ہے کہ اس عمارت کے مصارف پانچ ہزار اشرفی اور پانچ ہزار روپیہ اشرفی کا وزن بارہ ماشہ اور روپیہ کا ساڑھے بارہ ماشہ اس طرح اگر اسے اور پھیلایا جائے تو ایک کروڑ پنتالیس لاکھ بہلولی ہوتے ہیں۔

مجھ راقم مؤلف کو شوق ہوا کہ۔ رشک طاق سپہر بلند۔ کو نظم کا جامہ پہناؤں

---

[1] شہنشاہ ہند جلال الدین اکبر کے دور میں، جس نے ملک کے نظام کو استوار کیا
[2] شیخ الاسلام نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی نزہت وصفائی کے پیش نظر کعبہ نے اس کا احترام کیا۔ [3] اس عجیب عمارت کی تاریخ بنا۔ ثانی المسجد الحرام۔ مسجد حرام کی ثانی ہے۔

چناں آمدم نزد دانش پسند ۔۔۔ کہ تاریخ تعمیر بابِ بلند
کنم نظم کز غیب ہاتف بگفت ۔۔۔ بود۔ رشک طاق سپہر بلند

حسب ارشاد خدام بارگاہ شیخ سلیمؒ تین لاکھ، اور شہنشاہ جہانگیر کے بقول پانچ لاکھ نقرئی تنکہ (روپیہ محمد جلال الدین اکبر بادشاہ نے بنیتِ ثواب اور برسم نیاز شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت میں پیش کیے کہ یہ بھی تعمیر میں لگادیجئے گا۔ مزار مبارک کا مُجر، پیش طاق، اور گنبد اس کے علاوہ ہے کہ انہیں نواب قطب الدین خاں۔ شیخ سلیمؒ کے نواسے نے اپنے زرِ خاص سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی تاریخ تکمیل۔ جنت ثانی ہے۔ راقم نے اسے منظوم کیا ہے ؎

$$\frac{561 \quad 453}{1014}$$

روضۂ حضرت جناب سلیم ۔۔۔ کز عمارات قطب الدین خانی است
فرحت افزائے قلب محزون است ۔۔۔ مورد نور قدس سبحانی است
فکر کردم بسال اتمامش ۔۔۔ ہاتفم گفت: جنت ثانی۔ است

اور پانی کا چشمہ جو جھالرہ کے نام مشہور ہے، اور ایوانوں پر چھوٹے چھوٹے گنبد یہ الٰہی بھیدوں کے واقف کار حضرت شیخ فضل اللہ مشہور بہ۔ نواب اکرام خاں اعلی اللہ برہانہ کے آثار باقیہ میں سے ہیں۔

نورالدین جہانگیرؒ بادشاہ ہند نے اقبال نامہ جہانگیری میں اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ بعینہٖ یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

۱؎ ایک دانشور کے ہاں جاکر میں نے عرض کیا کہ بلند دروازہ کی تاریخ تعمیر نظم کرنا چاہتا ہوں ۲؎ کہ ہاتف غیب سے آواز آئی کہ رشک طاق سپہر بلند۔ یعنی بلند آسمان کی طاق کا رشک ہے ۳؎ حضرت شیخ سلیمؒ کا روضہ۔ جو قطب الدین خانی عمارات میں سے ہے۔
۴؎ وہ دل مغموم و رنجور کے لیے فرحت افزا، ہے اور ربانی انوار کے اترنے کی جگہ ہے۔
۵؎ میں نے اس کے تکمیل کے سن کی فکر تو ہاتف نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت ثانی، دوسری جنت ہے۔

"بلا مبالغہ یہ عمارت بلند و بالا ہے، مضبوط و متوازن اور حسین و جمیل ہے، دنیا بھر کے سیاح اس جیسی مسجد کا، کسی بھی شہر میں پتہ نہیں بتلا سکتے، یہ مسجد دو دروازوں پر مشتمل ہے:۔ بلند اور بڑا دروازہ، جو جنوبی سمت واقع ہے، نہایت بلند اور انتہائی خوبصورت اس کی پیشانی۔ بارہ درع عرض، اٹھارہ درع طول اور باون درع بلندی وارتفاع اس کی اونچائی پر بتیس سیڑھی چڑھ کر پہنچا جا سکتا ہے۔ دوسرا دروازہ اس سے چھوٹا ہے اور مشرقی جانب واقع۔ مسجد۔ مشرق سے مغرب دیواروں سمیت دوسو بارہ درع منجملہ ان کے مقصورہ ساڑھے پچیس درع اور ۱۵ × ۱۵ درمیان میں گنبد، سات درع عرض چودہ درع طول اور پچیس درع گنبد کے پیش طاق کی بلندی ہے۔ اس بڑے گنبد کے دونوں پہلوؤں میں دو چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں دس دس درع اور ایوان کو ستون دار بنایا ہے اور مسجد شمال سے جنوب ایک سو بہتر درع ہے، اور اس کے چاروں طرف نوے برآمدے اور چوراسی حجرے ہیں، حجروں کا عرض و طول چار-پانچ درع ہے اور مسجد کا صحن سوائے مقصورہ و ایوان اور دروازوں کے ایک سو پینتالیس درع۔ ایوانوں، دروازوں اور مسجد کے اوپر کے حصہ میں چھوٹے چھوٹے گنبد بنائے گئے ہیں۔ عرس و ایام متبرکہ، رمضان المبارک وغیرہ میں ان پر موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے گنبدوں پر رنگین کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے، پھر اس سے فانوس کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہیں۔ باغ و بہار جیسا سماں بندھ جاتا ہے۔ اور صحن مسجد کے نچلے حصہ میں حوض بنایا گیا ہے۔ جو بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے، خصوصًا وہ برساتی پانی، جو روضۂ مقدسہ سے گر کر آتا ہے جب فتح پور میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے تو اہل سلسلہ اور خانقاہ میں مقیم درویشوں کے لیے یہ پانی کفایت کرتا ہے

دروازہ کلاں۔ بلند دروازہ کے جانب شمال مائل بمغرب شیخ سلیم چشتیؒ کا روضۂ مبارکہ واقعہ ہے۔ گنبد کا درمیانی حصہ سات درع کا ہے اور گنبد کا دور سنگ مرمر کا ہے۔ اور اس کے اردگرد سنگ مرمر کی ہی نہایت نازک نفیس اور خوب صورت جالی ہے روضۂ شیخ سلیم چشتیؒ کے مشرقی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور گنبد ہے، جس میں حضرت

کے اعزہ مثل اسلام خاں اور قطب الدین خاں وغیرہ آرام فرما ہیں۔

نقل ہے کہ جب اکبر بادشاہ کے ہاں ستائیس سال تک کوئی اولاد زندہ نہ رہی تو آپ کی بارگاہ میں التجا پیش کی اور دعا کے لیئے اصرار انتہا کو پہنچا دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کے لیے دعا رکی، انشاءاللہ خداوند کریم آپ کو تین فرزند عطا کرے گا اور آپ کی نہال امید و شاخ آرزو ضرور بار آور ہوگی۔ جب آپ کی دعا سے انہیں دنوں مریم زمانی جودھا بائی بنت بہارا مل کچھواہہ پر جو اکبر کے حرم میں سر آمد محجلہ نشیناں سرادق عصمت تھی، آثار حمل ظاہر ہوئے، تو بادشاہ نے کمال عقیدت و نیاز مندی سے حکم دیا کہ مطلع انوار سرادقِ عظمت و جلال کو دار النور فتح پور حضرت شیخ چشتیؒ کے ہاں پہنچا دیا جائے وہاں وہ زیادہ آرام سے رہیں گی بادشاہ کی نیت اچھی تھی اس لیے ۹۷۷ھ بروز چہار شنبہ کو تمنائے شہنشاہی بصورت سلطان سلیم ظہور پذیر ہوئی۔ بادشاہ نے اس نونہال حدیقۂ دولت واقبال کو شیخ سلیمؒ کی گود میں ڈال کر فرمایا۔ یہ آپ کا بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا: خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ میں نے اس کا نام سلطان سلیم رکھ دیا۔ اکبر بادشاہ اسی وجہ سے کبھی تو انہیں شیخو بابا کہہ کر پکارتے تھے اور کبھی سلطان سلیم کے نام سے اور بادشاہ نے فتح پور کو اپنے لیے مبارک خیال کر کے اپنا دار الخلافہ آگرہ سے فتح پور منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ سلطنت کے کارپردازوں کو حکم دیا کہ ہمارے لئے دلکشا عمارات، مسرت آگیں مکانات اور بہجت آفریں باغات تیار کریں شاہی حکم تھا اس لیے تعمیل میں کیا دیر ہو سکتی تھی؟

چنانچہ تھوڑی مدت۔ تقریباً ۱۵ سال۔ میں قصر ہائے دلکشا اور ایوانہائے فرحت افزا بن کر تیار اور بکمال کشادگی و رعنائی آراستہ و پیراستہ ہو گئے، پختہ بازار، کارواں سرائے تفریح گاہیں، دلفریب باغات و جاں نواز چمن — اور حرم شاہی کے محلات و عمارات مختلف نقش و نگار سے مزین، اور دیوان خانۂ خاص و عام نہایت شان و شوکت اور زیب و زینت سے تیار اور دیگر عمارتیں وجود میں آگئیں۔

امراء نے بھی اپنے اپنے نشیمن بنا لیے۔ اولاد شیخ الاسلامؒ: نواب اسلام خاں، نواب اکرام خاں، شیخ بایزید خاں، نواب قطب الدین خاں اور نواب ابراہیم خاں

وغیرہ اور آپ کے متوسلوں نے بھی خوب صورت مکان سرائے اور باغات تیار کرا لیے۔ بادشاہ کی دلچسپی سے دارالنور فتح پور تاریخ کے اوراق پر نمایاں ہو کر ابھرنے لگا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

آج کل اس میں کچھ ایسی خرابیاں در آئیں کہ واقعہ نگار کا قلم سوائے ندامت و شرمندگی کچھ محسوس نہیں کرتا۔ میرا خیال ہوا کہ اس کا ماضی و حال نظم کی صورت میں پیش کروں۔ ممکن ہے کسی کے لیے یہ سامانِ عبرت بن جائے۔

خوشا فتح پور آنکہ پیشیں زماں (۱) بخوبی بداز باغ جنت نشاں

ہمانا یکے خانۂ نور بود ! (۲) کہ جانِ جہاں را بدو نور بود

بداں قصر و مشکوے و ایوان و باغ (۳) بباغِ جہاں بود روشن چراغ

گراین شہر را حور دیدے بخواب (۴) بروں راندے از باغ جنت شتاب

دل ساکنانش پر از خرمی (۵) بدٌ انساں کہ ہرگز ندارد کمی

ہمہ اہل دانش، ہمہ پاک رائے (۶) شناسا دل و جان نیکی فزائے

ہمہ اہل ایقاں و ایمان نیز (۷) بفرمان حق زردہ و جان نیز

ہمہ اہل احساں و احسان شناس (۸) ہمہ حق گزاراں و یزداں شناس

مفخر بہ الفقر فخری ہمہ ! (۹) لباہی بہ الفضل بشری ہمہ

---

[1] پہلے زمانہ میں فتح پور کتنا اچھا تھا کہ خوبی میں جنت کے باغ کا نمونہ تھا [2] وہ یقیناً ایک نور کا مقام تھا جہاں کائنات محفوظ تھی [3] اس کے محلات، حرم سرائیں، ایوان اور باغ گویا دنیا کے باغ میں روشن چراغ تھے [4] اگر حور اس شہر کو خواب میں دیکھ لے تو جنت سے فوراً باہر نکل آئے۔ [5] اس کے باسیوں کے دل خوشی سے بھرپور تھے وہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی [6] سب ہنرمند و دانش ور، نیک خیال، دل و جان کے شناسا، جنھیں دیکھ کر اچھے کام کا شوق ہو [7] سب اہل ایمان و یقین تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر جان و مال لٹانے والے۔
[8] سب احسان کرنے والے احسان شناس، تمام حق پرست و عارف باللہ [9] الفقر فخری جن کا سرمایۂ فقر تھا اور فضل و احسان کی بشارت دینا جن کا طرۂ امتیاز۔

جواناں معزز بمردانگی (۱۰) بزرگاں مشرف بہ فرزانگی
ہمہ عالم علم دیں باعمل (۱۱) ہمہ عامل امر حق بے خلل
نہ آزار بخش و نہ آزار خواہ (۱۲) ہمہ یار یاراں ہمہ یار خواہ
ز حضرت سلیمؒ آں بزرگ جہاں (۱۳) چنیں تا بشیخ احمدِ پاک جان
بُد ایں شہر پُر نور و دارالسرور (۱۴) کہ بر خاکش افشاندی از چرخ نور
علی احمد آنگہ شد جانشیں (۱۵) دگر گونہ شد رائے جاں آفریں
جہاں را بنا چوں بر اسباب ہست (۱۶) برخ رنگ اسباب ایں گونہ بست
کہ از نحس چہران اہل موئی (۱۷) ہمہ تابع حکم دیو غوی
ہم از تیرہ رائی سکان مو (۱۸) ازیں شہر آباد برخاست غو
ہمہ ابیضی بیر تان شریر (۱۹) بہ بغض و حسد بار اہل السعیر
گرسنہ شکم خانہ آوارگاں! (۲۰) ستم گارگاں مردم آزارگاں

۱۰؎ جوان مردانگی میں چاق و چوبند اور بوڑھے ہوشیاری و دانائی میں طاق ۱۱؎ علم دین کے حامل، باعمل، حق پرست و طلب گار حق ۱۲؎ نہ تکلیف دینے والے اور نہ تکلیف چاہنے والے یاروں کے یار، دوستی کے جویا ۱۳؎ شیخ الاسلام حضرت شیخ سلیم چشتیؒ رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ احمدؒ پاکباز تک اس شہر کے کوائف ایسے ہی تھے جیسا مذکور ہوئے ۱۴؎ یہ شہر نور، روشنی سے بھرا ہوا مسرتوں سے بھرپور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی دھرتی پر آسمان سے نور برسا ہے ۱۵؎ علی احمد جب جانشین ہوئے تو حالات دگرگوں ہوگئے اور خدا کی نظر کرم یہاں کے کرتوت دیکھ کر بدل گئی ۱۶؎ دنیا کی بنیاد چونکہ اسباب پر ہے، اب ان اسباب کا رخ کچھ ایسا ہوگیا ۱۷؎ کہ ان فریب کاروں کی نحوست سے تمام گمراہ دیو کے فرمانبردار بن گئے۔ ۱۸؎ ان کی کجروی کے باعث اس آباد و پر رونق شہر میں شور و غوغا برپا ہونے لگا ۱۹؎ یہ بگلا بھگت اوپر سے سفید اندر سے سیاہ۔ بغض و حسد میں جہنمیوں سے بھی آگے بڑھ گئے ۲۰؎ خالی پیٹ بھوکے۔ آوارہ، ستم پیشہ، لوگوں کو تنگ کرنے والے۔

همه کر بهزی خوئی و ناپاک تن (۲۱) بسجاده صاحب شد ند انجمن

نخستیں کہ گشتند با او ندیم (۲۲) سرشش تافتند ازرہ مستقیم

نماندش بیک ذرّہ دانش بمغز (۲۳) زبیمغز آید کجا کارِ مغز

دل نیکواں زو پُر آزار شد (۲۴) چناں پاک زادہ چو بیکار شد

زدل چوں خرد مائیگی دور گشت (۲۵) غمیں روح شد نفس باسور شد

زدانشوراں خویش را دور کرد ببیدانشی نفس راسور کرد

نماندند پیشش بجز زندہ رند چند (۲۶) و بامرد حیلہ گرِ بد پسند

نہ مردے بجا ماند و نے مردمی (۲۷) زدل دور شد مایۂ خرّمی

بزرگان دانا و روشن نفس (۲۸) کشیدند خودرا ازو باز پس

ازیں بدرسید آنچہ باو رسید (۲۹) کہ از صحبتِ بد بد آید پدید

۲۱ۓ تمام مکّاری مزاج ، ناپاک بدن لوگ سجادہ نشین کی مجلس کے رکن بن گئے ۲۲ۓ پہلے پہل جب وہ اس کے ساتھی ہوئے تو اسے سیدھی راہ سے اتنا موڑ دیا ۲۳ۓ کہ اس کے دماغ میں دانش و بینش کا ذرّہ بھی نہیں رہا...... بیوقوفوں سے دانش مندی کے کام کیسے سرزد ہوں ۲۴ۓ اچھے آدمی ان سے دکھی ہو گئے ، کہ ایسے اچھے خاندان کا فرد بیکار و ناکارہ ہو گیا ۲۵ۓ جب دل سے سمجھ بوجھ رُخصت ہوئی تو روح غمگین اور نفس دکھی ہو گیا۔ اپنے کو سمجھ داروں سے دور کر لیا اور نفس کی بیدانشی و بیمغزی کی میہمانی کی یعنی نفس کو پاگلوں کے جنگل میں چھوڑ دیا ۲۶ۓ اب اس کے پاس سوائے کچھ چھچھوروں کے کچھ نہیں بچا، اب اس کے ہم نشیں صرف چند رند و باش ہیں اور افسوس کی بات ہے کہ اسے حیلہ جو و حیلہ ساز آدمی پسند ہے ۲۷ۓ اب نہ مرد رہے اور مردانگی اور دل سے نشاط و خرمی کا سرمایہ دور بھاگ گیا ۲۸ۓ دانا و بینا اور روشن ضمیر بزرگوں نے اس سے بائیکاٹ کر لیا ۲۹ۓ جو کچھ اسے بُرائی سے واسطہ پڑا وہ اسی برائی کے باعث تھا جو بروں کی ہم نشینی کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ بروں کی صحبت سے برائی ظاہر ہو گی۔

ازیں بدرگاں جاں بر ہماں سپرد	(۳۰)	بدانگہ کہ جان باجہانبان سپرد
تفو بر روانِ ستم گارہ باد	(۳۱)	ترحم برآں شیخ بیچارہ باد
لبش خواست آب ودلش دشنہ خورد	(۳۲)	زظلم ستم گارگاں تشنہ مرد
بمادرش آویختند ایں سگاں	(۳۳)	چوں اومرد آسود زیں بدرگاں
بدیدار قحبہ زنے خیرہ رائے	(۳۴)	کشیدند اوراز عصمت سرائے
کہ از دیدۂ دانشی ریخت خوں	(۳۵)	شدندش کہیں زادگاں رہنموں
بہم خواہرے قحبۂ بدنژاد	(۳۶)	کہ شد زوجۂ احمد پاک زاد
ستد چادرش بر سر خود نہاد	(۳۷)	کہ بانو بدو چادر خویش داد
کہ بودش برامشگری تاروپود	(۳۸)	نشانِ زنِ قحبہ باید شنود
سرآشنائی زن فاجرہ	(۳۹)	ہمیداشت باحاکم آگرہ
کہ در ظلم ہرگز نبودش درنگ	(۴۰)	کجا نام حاکم بود جاں ہنگ
بیارانِ خود نردکیں باختند	(۴۱)	پس آنگہ کزیں کار پرداختند

۳۰؎ جب ان کی موت ہوگئی اور ان بدخصلتوں سے رہائی پاکر اپنی جان خدا کو سونپی۔
۳۱؎ خدا اس بیچارے شیخ رحم فرمائے اور زمانے کے ستم پر افسوس ۳۲؎ ان ستم پیشوں کے ظلم کی وجہ سے پیاسا ہی اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کے ہونٹ پانی مانگ رہے تھے اور دل خنجر زبان کے کچوکے کھا رہا تھا ۳۳؎ وہ وفات پاکر ان بد نہادوں سے چھوٹ گئے۔ اس کی وفات کے بعد یہ دنیا کے کتے اس کی ماں سے لپٹ گئے (۳۴) اسے حرم سرا سے نکال کر ایک بیوقوف بازاری عورت سے ملایا ۳۵؎ پست فطرت رہنما ہوگئے کہ دانش کی آنکھ سے خون بہنے لگا ۳۶؎ احمد پاکباز کی بیوی ایک طوائف کی بہن بن گئی ۳۷؎ بانو طوائف نے اسے اپنی اوڑھنی دی، اوراس کی چادر لیکر اپنے سر پر رکھ لی اف خدا کی پناہ ۳۸؎ طوائف کے کوائف بھی سننے کے لائق ہیں وہ گانے بجانے کا شوق رکھتی تھی ۳۹؎ اور یہ بد نہاد عورت حاکم آگرہ سے راہ و رسم رکھتی تھی ۴۰؎ اس کا نام جان ہنگ تھا جسے ظلم کرنے میں کوئی تردد نہ تھا ۴۱؎ پس جس وقت یہ بد قماش اس کام میں مصروف ہوئے تو اپنے دوستوں کو بھی اس کا چسکہ لگا دیا۔

نخستیں بہ احمد سرا قبضہ کرد (۴۲) ز احمد سرائے برآورد گرد
ازاں مزرعہ مالکاں را براند (۴۳) کنوں غیر مغصوب غاصب نماند
ہمیں گونہ از شیخ بخشو گرفت (۴۴) زمین و مکاں جملگی ای شگفت
کنوں واقعہ تازہ اے باتمیز (۴۵) بباید شنید از زبان عزیز
زمینی کجا صدر دیں ملک داشت (۴۶) بدو پور فرزند ورثہ گذاشت
ہمیں گژدمی خوی و مار آستیں (۴۷) بغصبیت آراست دل را بکیں
یتیمان بے چارہ را رنجہ کرد (۴۸) دلِ خویشتن چوں دل سنجہ کرد
صد آوخ کہ ایں ناکسانِ لئیم (۴۹) نکردند رحمے بجان یتیم!
کزیں قدسیاں را دل آمد بدرد (۵۰) ذژم باد جان ستم گارہ مرد
ازیں مار خویان عقرب وشان (۵۱) بدیں مختصر چند گویم نشان
بسا صاحب خانہ بیگانہ شد (۵۲) کہ بے گانگاں صاحب خانہ شد
زشومیٔ ایں قوم دانش نیرز (۵۳) بویرانی آمد چنیں پاک مرز

۴۲؎ اول احمد سرائے پر قبضہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۴۳؎ اور کاشت کی زمین سے مالکوں کو بھگا دیا اب ڈاکوؤں کی لوٹ سے کچھ نہ بچا ۴۴؎ ایسے ہی شیخ بخشو سے سب زمین و مکان چھین اے تعجب ۴۵؎ اب ایک تازہ واقعہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے ۴۶؎ صدرالدین کے پاس کچھ زمین تھی جو اس نے بچوں کو وراثت میں چھوڑی ۴۷؎ انہیں بچھو صفت۔ کہ ماں کا پیٹ پھاڑ باہر نکلتے ہیں اور آستین کے سانپوں نے اس زمین کو غصب کر لیا ۴۸؎ یتیموں کو دکھی اور اپنے دل کو سخت بنایا ۴۹؎ صد افسوس کہ ان کمینوں نے یتیموں پر بھی ترس نہ کھایا ۵۰؎ ان کی اس حرکت سے پاک نفوس بلبلا اٹھے یتیم بیچارے ان کے ستم کے شکار ہوئے ۵۱؎ انسانی روپ میں ان سانپ بچھوؤں کے کچھ کارنامے سنئے ۵۲؎ بہت سے گھر والے بے گھر ہو گئے، اور خانہ بدوش گھروں کے مالک ۵۳؎ ان کی نحوست سے قوم کی عقل ماری گئی اور اس مقدس مقام پر ویرانی نے پڑاؤ ڈال دیا۔

بدیں حرف زاں شد قلم راگذر (۵۴) کہ بر نامہ صادق فتادم نظر
جو اصلیت نام می بایدت (۵۵) بتقلیب لفظی درست آیدت
کہ ملائے مہدی بگوہر خری (۵۶) سخن گفت چند از زبان دری
بدل گرچہ گوہر ش بہ پنداشتہ (۵۷) بدیں سر بگردوں برافراشتہ
کہ بد گوید ایں خانۂ نور را (۵۸) ہمہ ساکنانِ فتح پور را
یکی را بکژدم یکے رابمار (۵۹) تشبیہ کند مرد میراث خوار
ہمانا مراثی بخود میکند! (۶۰) نہ با مردم و شہر بد میکند
نداند کہ برکعبہ نا یدگزند! (۶۱) صنم خانہ گر خواند قومی نژند
نہ بر نیکواں از بداں بدرسد (۶۲) زگیسو سیاہی نہ برخد رسد
مگر زیب ماہ است گیسوئے شب (۶۳) ہماں روئے ماہ و ہماں روئے شب
اگر پیش من مہدی آید کنوں (۶۴) بہ نیکی من اوراشوم رہنموں

۵۴؎ یہ بات نوک قلم پر یوں آگئی کہ ایک سچے خط پر نگاہ پڑگئی ۵۵؎ اگر تم اصلی نام کے طالب ہو تو لفظی اُلٹ پھیر سے صحیح ہو گا۔ ۵۶؎ ملا مہدی نے خرمستی میں جناتی زبان استعمال کی ۵۷؎ اپنے من میں اگرچہ وہ موتی رکھتا ہے اور اسی باعث سر غرور سے آسمان پر ہے ۵۸؎ اس نوری گھر کو برا کہتا ہے یعنی فتح پور کے سارے باشندوں کی برائی کرتا ہے۔
۵۹؎ ایک کو بچھو دوسرے کو یہ میراث خوار سانپ بتلاتا ہے ۶۰؎ یہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا نتیجہ بد اسے ہی ملے گا عام شہری جنھیں یہ تنگ کرتا ہے اُنہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا ۶۱؎ اسے خبر ہی نہیں کہ اگر صنم خانہ میں قومی انحطاط کا مرثیہ پڑھا جائے تو اس سے کعبہ کو کوئی نقصان نہیں ۶۲؎ بھلے آدمیوں پر بروں کی طرف سے برائی نہیں پہنچتی اس لیے کہ گیسو کی سیاہی سے رخسار داغدار نہیں ہوتا ۶۳؎ بلکہ رات کے گیسو۔ سیاہی۔ تو مہینہ کی زینت ہیں وہی مہینہ کا چہرہ اور وہی رات کا چہرہ ہے ۶۴؎ اگر مہدی اب بھی میرے پاس آئے تو میں بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں۔

نمایش ایں نظم دانش پذیر (۶۵) بگویمش بنگر بدل ہوش گیر
بگو کژدم مردم آزار کیست (۶۶) بداں مار خوئی سزاوار کیست
چہ رسوائیت ایں کہ گوید سخن (۶۷) چنیں کژ و ناراست مردِ کہن
کہ بر صاحب مئو طعنہ زنی (۶۸) بدل بر منہ زادہ دشنہ زنی
چوں کژدم بکوری روی برکژی (۶۹) چو مار سیہ واژ گونہ غژی
نگفتم سخن تا ندیدم بدی (۷۰) چوں بد گفتی اینت بداست ایزدی
مبادت ز گفتار من جاں بغم (۷۱) کہ تعذیب را بر تو خواہیم کم
بہ بینی کنوں گر برآئی ز گور (۷۲) دل خلق زاں مردہ ماراں بشور
ہر آنانکہ باما بدی ساختند (۷۳) بمیدان تغصیب در تاختند
چوں یزداں برآورد زیشاں ہلاک (۷۴) نہ رفتند بر دین یزدان پاک

۶۵؎ اسے یہ دانش پذیر مثنوی دکھاؤں اور اس سے کہوں کہ عقل کے ناخن لے اور دھیان سے یہ نظم پڑھ اور سمجھ ۶۶؎ ذرا بتلاؤ لوگوں کو ستانے والا بچھو کون ہے اور اس سانپ کی عادت اپنانے کا سزاوار کون ہے . . . . ۶۷؎ کس قدر رسوائی کی بات ہے کہ مردِ کہن، تجربہ کار ایسی ٹیڑھی اور نادرست بات کہتا ہے ۶۸؎ کہ لوگوں پر طعنہ زنی کرتا ہے اور ان کے دلوں کو زخمی ۶۹؎ بچھو کی طرح اندھے ہو کر چلتے ہیں اور کالے ناگ جیسے پلٹے کھاتے ہیں ۷۰؎ جب تک میں نے برائی نہ دیکھی بات نہ کی جب تم نے برا کہا تو گویا یہ تمہاری فطرت ہے ۷۱؎ میری بات سے تمہیں غم نہ ہونا چاہیئے کہ ہم تمہارے لئے کم سے کم سزا چاہتے ہیں ۷۲؎ اگر تو قبر سے نکل آئے تو دیکھے گا کہ مخلوق کے دل ان مردہ سانپوں سے شور کر رہے ہیں ۷۳؎ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ برا برتاؤ کیا وہ دراصل لوٹ کھسوٹ کا میدان ہے ۷۴؎ جب یہ ہلاکت سے ابھریں گے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ہلاکت سے بچائے گا تو خدا کے دین کے مطابق اپنی روش نہ کر پائیں گے .

یکے گشت گفتار و دیگر خبیث (۷۵) ہمی شرم آید مرا زیں حدیث
چوں دل شاں پر از کینہ بود و حسد (۷۶) پس از مرگ شاں ماند آثار بد
نبایم کہ با حق بدش یاد و بود (۷۷) ازیں مکر و کیتاں زیانش بنود
پدر خود کہ بامردمی بود جفت (۷۸) چو روزش سر آمد بہ آرام خفت
بدیں قوم من ہم برنج اندرم (۷۹) چہ سازم کہ در بند آبش خورم
نہ از خود برنجم کہ از کار شاں (۸۰) کہ آزار من باشد آزار شاں
زیزداں بصد آرزو خواستم (۸۱) ازیں جا بر فتن دل آراستم
اجابت اگر چارہ ساز آیدم (۸۲) ہمیں مدفن اندر حجاز آیدم
بدیں جائے چنداں دلم رام نیست (۸۳) کہ ایں دام گہ جائے آرام نیست
ز بدہائے کس کینہ در سینہ نیست (۸۴) ز مہدی مرا خود بدل کینہ نیست
چو گفتار خیرہ بچشم آمدم ! (۸۵) نشاں دادمش دل بخشم آمدم

---

۷۵ ان میں سے ایک بچو بن گیا دوسرا خبیث مجھے تو اس بات سے بھی شرم آتی ہے ۷۶ چونکہ ان کے دل حسد و کینہ سے بھرے ہوئے تھے مرنے کے بعد ان کے آثار بھی برے ظاہر ہوئے ۷۷ ہم نہیں چاہتے کہ سچ مچ اسے برا کہا جائے شاید اسے بری باتوں سے کچھ نقصان نہیں ۷۸ باپ جو بہادری میں نام آور تھا جب اس کا آخری وقت آ پہنچا تو آرام سے سو گیا ۷۹ اس قوم سے میں بھی دکھی ہوں مگر کروں کیا کہ اس سے فائدہ بھی حاصل کرتا ہوں ۸۰ میں خود سے رنجیدہ نہیں ہوں بلکہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہوں کہ ان کی تکلیف میری تکلیف ہوگی ۸۱ خدا تعالیٰ سے سیکڑوں دفعہ درخواست کی کہ یہاں سے میرا دل اُچاٹ ہو گیا، مجھے کہیں لے چل ۸۲ اگر اجابت الٰہی میری چارہ ساز ہو جائے تو میں حجاز میں مرنا چاہتا ہوں ۸۳ یہاں اس جگہ مجھے چین نہیں کیوں کہ یہ تو جال ہے راحت کی جگہ نہیں ۸۴ کسی کی برائی سے سینہ میں کینہ نہیں مجھے خود مہدی سے بھی کوئی پرخاش نہیں ۸۵ جب اندھی گفتگو میرے کان سے ٹکرائی تو میں نے اس کا نشان بتلایا اور دل میں غصہ کیا۔

جوابش نوشتم کہ اہل خرد ۸۶ بدیں ہر دو گفتار ہا بنگرد
بچشم تعمق، بغور تمام ۸۷ بہ بند شبہ کیست و گوہر کدام
خدایاں بران ژاژ خایاں بنجش ۸۸ ببد مغزئی تیرہ رایاں بنجش
بفضل خودم جان پر از سُور کن ۸۹ دل و چشم ما خانۂ نور کن

نقل ہے کہ ایک رات حضرت شیخ اپنے حجرہ سے، تہجد کی نماز کے بعد باہر تشریف لائے اور جلدی جلدی قدم اُٹھا کر صحن مسجد کے اس حصہ میں جا ٹھہرے جہاں اب آپ کا مزار ہے وہ جگہ اس قدر عطر آگیں۔ خوشبو سے بھری ہوئی تھی کہ گویا عرق گلاب اور نافہ ہائے مشک اس زمین پر بکھیر دیئے گئے ہیں، خدام خاص میں سے ایک خادم نے اس خوشبو کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا: حضرت سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں۔ اور یہ ارشاد فرما رہے ہیں: یہ زمین تمہاری آخری آرام گاہ ہوگی، اور صحن مسجد کے اس گوشے کی طرف اشارہ فرمایا جہاں اس وقت مزار مبارک بنا ہوا ہے۔ اس سے پہلے آپ نے اپنے لیئے ایک گنبد تعمیر کرایا جو مزار شریف کے جانب مشرق واقع ہے اور اب اس میں آپ کی اولاد گرامی نواب اسلام خاں جیسے حضرات مدفون ہیں۔ اور آپ کا مزار حسب ارشاد حضرت رسالت پناہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی سرزمین میں واقع ہے جو عطیۂ حضرت رسالت پناہ تھی۔

اس واقعہ سے وہ یاد تازہ ہو جاتی ہے جب بارگاہِ نبوت و رسالت سے آپ کو ہندوستان جانے کا حکم صادر ہوا تھا۔ پھر آپ نے عرض کیا تھا: غلام ہر حکم و ارشاد پر

---

۸۶ میں نے اس کا جواب لکھ دیا کہ سمجھ دار آدمی دونوں پہلوؤں پر توجہ کر کے ۸۷ گہری نظر اور نہایت غور کے ساتھ دیکھا جائے کہ شک و شبہ میں کون گرفتار ہے اور کون آزاد و مطمئن ۸۸ الٰہی ان بے ہودہ گوؤں پر کرم فرما اور ان دل کے اندھوں سے درگذر سے کام لے ۸۹ محض اپنے لطف سے مجھے آسودہ اور میرے دل و نگاہ کو نور کا گھر بنا دے۔

لبیک کہتا ہے ، مگر غلام کی آرزو تھی کہ اس پاک سرزمین ۔ مدینہ طیبہ ۔ میں میری قبر ہوتی ارشاد نبوی ہوا : خداوند مطلق اس پر قادر ہے کہ یہی مٹی ہندوستان میں ہی ارزانی فرمائیں ۔ فی الحال مصلحت خداوندی یہی ہے کہ ہندوستان جاؤ اور وہاں مخلوق کی رہنمائی درہبری کرو ۔ سات درع ۔ سات گز زمین ۔ مدینہ منورہ کی زمین سے وہیں تمہیں دستیاب ہو جائے گی ۔ جب آپ کی رحلت کا زمانہ قریب آیا ، تو ارشاد نبویؐ کی صورت گری ہوئی ۔

نقل ہے کہ دو آدمیوں میں مناظرہ ہوا ۔ ایک کہتا تھا کہ پیر کیمیا کا نشان بتلاتا ہے ، دوسرا کہتا تھا کہ مرشد کا کام ہے سیدھی راہ بتانا حضرت دونوں کو اپنے حجرہ میں لے گئے ، تھوڑی دیر بعد باہر آئے تو ہر ایک ایک دوسرے کی تصدیق کرتا تھا کہ وہ بھی صحیح اور یہ بھی صحیح ایک عقیدت مند نے یہ راز جاننا چاہا ۔ فرمایا : اولاً دنیا سے بے نیاز کرتے ہیں ، پھر راہ حق دکھاتے ہیں ۔ اور جو پہلے سے غنی ہے اسے راہ حق کی رہبری کرتے ہیں ۔

وزیر خاں ابن نواب مستقیم خاں سنبھلیؒ سے میں نے خود سنا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کا ایک گنبد پر گذر ہوا جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے ، آپ کے ساتھیوں میں سے دو آدمی اس کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد دیگرے گنبد میں داخل ہو گئے ۔ اور پھر باہر نہیں آئے ۔ حضرت پریشان ہوئے اور گنبد کے اندر تشریف لے گئے ، اور ساتھیوں کو باری باری نکالا ۔ چہرہ مبارک اس وقت اس قدر بارعب تھا کہ کسی کو کوئی سوال کرنے کی جرائت نہ ہو سکی ۔ جب ان دونوں حضرات کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے ، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ گنبد اس وقت جلالی انوار و آثار کا مورد تھا اور یہ لوگ جمالی کیفیت کے ساتھ وہاں چلے گئے دیدار کی تاب نہ لاکر چل بسے اور میں جلالی کیفیات کے ساتھ گیا تو بحمداللہ صحیح و سالم رہا ۔

جس زمانے میں حضرت شیخ خیر البقاع ۔ حرمین شریفین ۔ میں مقیم تھے تو آپ کا ایک صاف ستھرا طریقہ کار یہ تھا کہ جنگل اور پہاڑوں میں گھوم پھر کر قدرت کے صنائع و بدائع ، انوکھی کاریگری ، اور کرشمہ سازی کا گہری نگاہ سے مشاہدہ کرتے رہتے ۔ جب موسم حج قریب ہوتا تو حرمین شریفین لوٹ کر مناسک حج ادا کرتے اسی صحرا نوردی و صحرا پیمائی

کے دوران ایک دفعہ مقام لحمہ کے قریب ایک درخت کے سائے میں آپ آرام کر رہے تھے کہ قدرت کی کرشمہ سازی سے فرمانروائے بصرہ کا وزیر اس مبارک و مقدس سرزمین میں پہنچا، اور اس سلیمان سریر آرائے کرامت کو علوم غریبہ و علم قیافہ کے بھید بھاؤ جاننے کے باعث دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ گرامی قدر بزرگ ضرور محفل ولایت کے اورنگ نشین ہیں اور وہیں دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ جب چشم حقیقت بیں وا ہوئیں اور آپ بیدار ہوئے تو اس نے چاہا کہ اپنی گذارش آپ کے سامنے رکھے۔ آپ نے فرمایا درخواست گذاری کی ضرورت نہیں، جہاں اور جس طرح تجھے اپنی بہبود نظر آئے وہ بتا دے۔ اس نے عرض کیا کہ تاجدار بصرہ ایک لشکر ترتیب دے کر اس علاقے پر حملہ کر کے دست درازی کرنا چاہتا ہے، اور ہمارے اندر کم طاقتی و بے سرو سامانی کی وجہ سے اس کے مقابلہ کی سکت و تاب نہیں، آپ کی ہمت عالی سے مدد درکار ہے۔ آپ نے فرمایا: عنقریب کارساز حقیقی کی مدد سے یہ گرہ کھل جائے گی۔ مگر ابھی سے یہ فکر نہ کر، کیوں کہ موسم حج کے گنے چنے دن باقی ہیں ذرا حج سے فارغ ہو لیں اور حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو جائیں حرمین شریفین سے کافی دوری پر تھے اور وہاں پہنچنے کا راستہ فکر و خیال کی رو سے بہت دور دکھائی دیتا تھا، تھوڑا توقف فرمایا کہ آپ کے ساتھی بول پڑے کہ: آپ جیسے بلند پایہ بزرگ کے لیے، جو تصرف باطنی سے چیرہ دست دشمن کے مقابلہ میں کمزور و ناتواں کو فیروز مندی کی بشارت سنا سکتے ہیں، یہ بھی تو ممکن ہے کہ تھوڑے وقت میں خیر البقاع پہنچ جائیں۔ وزیر نے یہ بات، اپنی جان حزیں پر ہزار منت کے برابر سمجھ کر قبول کر لی اور پلّے باندھ لی۔ اسی وقت اس ہونہار قسمت اور مقدر کے دھنی نے آپ کی بابرکت معیت میں پائے شرافت رکھا۔ بظاہر معدودے چند نفر تھے، جو وزیر کے ہمراہ تھے مگر باطن میں بے پایاں لشکر تھا، جو اہل دانش کی سمجھ سے باہر ہے اور اپنے مستقر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجدار بصرہ نے بغیر جنگ بستہ وزارت وزیر کے سپرد کر دیا۔ اس نے محسوس کر لیا کہ ظاہری طاقت غیبی تائید و نصرت کا مقابلہ کرے تو کیسے؟ اور قوت بشری کے ذریعہ ان لوگوں پر کس طرح غلبہ ہو جن کی حمایت میں مدد الٰہی شامل ہو۔؟

اپنے وزیر کے لیے نوید فتح غیبی سن کر، جو صاحبان عقل و فہم کے لیے موجب حیرت ہے، تاجدار بصرہ نے آپ کی خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اپنی ہر نقد و جنس اور دشمن سے لی ہوئی غنیمت میں سے ایک چوتھائی لے کر نہایت عقیدت و احترام سے آپ کی جناب میں بطور نذر پیش کی۔ آپ نے کوئی چیز قبول نہ فرمائی ؎ پیش صاحب نظراں ملک سلیمانؑ باد است۔ اہل نظر کے لیے ملک سلیمانؑ ہوا کا جھونکا ہے۔ اور جب شاہی کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو نہ خود تناول فرمایا اور نہ ساتھیوں کو اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اپنے عام اصحاب کو بھی اس کھانے سے منع کیا، وجہ یہ تھی کہ اس کھانے میں ایسی چیز پک گئی جو شریعت میں ممنوع ہے۔ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ گلہری جسے وہ لوگ بے دھڑک کھاتے تھے وہ اس کھانے میں ہے۔ اس وقت سے اہل بصرہ اس عمل سے تائب ہوئے اور چند تیز رفتار اونٹ پیش کئے کہ آپ اور آپ کے رفقاء سفر ان پر سوار ہو کر حج کے دنوں میں خیر البقاع پہنچ گئے۔

نقل ہے کہ حجاز مقدس کے قیام کے دوران فرزندانِ خوشخصال اور مریدانِ سعادت آثار۔ جو دار النور و السرور فتح پور میں تھے اگر کوئی کام خلاف شریعت کرتے تو نور باطنی سے محسوس فرما کر نصائح ارجمند و مواعظ سود مند مکاتیب و عنایت ناموں کے ذریعہ اس طرح فرماتے کہ آدمی ان معاملات کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتے، اور جی میں خیال کرتے کہ ایسے امور جو ابھی ملحوظ کیا محسوس بھی نہیں ہوئے ان سے کسی کو روکنا آخر کس طرح ہو جاتا ہے؟۔ ہاں ہاں بلاشبہ اہل نظر کی نگاہ میں ظاہری دوری کوئی معنی نہیں رکھتی بلکہ اس بارگاہ میں تو حجاب ہی اظہار بن جاتا ہے ؎ سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار

سعدی پردہ وردہ کچھ نہیں۔ بس آئینہ دل کو صاف رکھو۔

میں نے خود اپنے والد محترم سے سنا کہ ایک دن سنیاسیوں کا ایک گروہ اکبر بادشاہ کی ہمراہی میں شکار گاہ پہنچا۔ بادشاہ نے ان لوگوں سے کیفیت کیمیا کے بارے میں سوال کیا سنیاسی بولے: ہم جانتے ہیں، جب بادشاہ سلامت کو اس کی خواہش ہو ارشاد فرمائیں ہم آنکھ کے اشارہ سے سمجھا دیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہمارا دین اختیار کرلیں اور

تھوڑا سا جھوٹ کا اقرار فرمائیں تو جوگی کیمیا کا نشان بتلادیں گے یہ کہہ کر آٹے میں خمیر لانے کی جدوجہد کرنے لگے، بادشاہ کو ہوش آیا کہ کس قدر برائی کا ارتکاب کر لیا۔ جب بظاہر کوئی چارہ نہ دیکھا اور بیکسی کا احساس ہوا تو دل میں شیخ سلیم چشتیؒ کی ہمت عالی سے مدد کی آرزو ہوئی خدا کا کرم اور اس کی عنایت کہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ قریب ہی جنگل کے ایک گوشہ سے نمودار ہوئے۔ اکبر بادشاہ عقیدت مندی کے ساتھ شرف سلام و مصافحہ سے بہرہ ور ہو کر زار زار رونے لگا۔ اور سنیاسیوں سے کئے گئے قول وقرار کو آپ کے سامنے دہرایا۔ آپ سنیاسیوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ ایفائے عہد میں کس کا انتظار؟ تو وہ سب یکزبان ہو کر بولے کہ جب روٹی پک جائے گی تو ہم بھی کھائیں گے اور بادشاہ سلامت کو بھی دیں گے کہ تناول فرمائیں اور ہمارا دین اختیار کریں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور پھر یوں گویا ہوئے: اگر روٹی نہ پک سکی تو پھر کیا ہوگا؟ سنیاسی بھانپ گئے کہ یہ مرد بھی کوئی بھیدی ہے۔ اس خیال و گمان کے تحت کہنے لگے کہ ہمیں بھی پھر دین بادشاہ سے سروکار نہ ہوگا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی نے تھوڑا آٹا ہاتھ میں لیا اور پھر لگن میں ڈال دیا۔ اور اکبر بادشاہ سے فرمایا: فی امان اللہ۔ ہوش میں آیئے اور پھر ایک طرف تھوڑا سا چل کر بظاہر چند قدم چل کر نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ آمدورفت بیت اللہ شریف سے ہوئی اور وہاں پہنچنے میں بھی دو گھڑی سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔

سنیاسیوں نے جب روٹی بنانی چاہی تو ایک روٹی بھی صحیح نہ بن سکی، تمام آٹا پانی ہو کر زمین پر بکھر گیا۔ ناکام و نامراد واپس لوٹے اور بادشاہ نے سلامتی ایمان وحصول کیمیا کی شادمانیاں جمع کیں، اور اس شکرانے میں اکسیر مل گئی۔ اپنی قلمرو میں تمام چیزوں پر سے محصول معاف کر دیا اور دنیا کی نیک نامی حاصل کی ۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں راجہ سورجمل حاکم بھرتپور نے۔ مغل امپائر کے ضعف و انحطاط کے باعث قلعہ آگرہ میں، کامیاب ہو کر تصرف کرنا شروع کیا، تو تانبے کی دو دیگیں مٹی سے بھری ہوئی ملیں۔ راجہ نے حکم دیا کہ مٹی دریا میں ڈال دو اور ایک دیگ میں ہمارے نہانے کی خاطر پانی گرم کرو۔ تعمیل حکم میں جب دیگیں آگ پر رکھی گئیں تو دونوں سونے کی ہوگئیں۔ راجہ اپنے کیئے پر پچھتایا۔ یہ

غالباً اکبر بادشاہ کے اسی دور کی ہوں گی جب اسے شوق کیمیا ہوا تھا اور شیخ سلیمؒ نے اسے بچایا تھا۔

نقل ہے کہ آنحضرت کو جب شیخ ابراہیم شامیؒ کی خدمت بابرکت میں حصول جمعیت باطنی اور خرقہ وکلاہ ارشاد سے بہرہ ور ہو کر نورانی بقاع یعنی حرمین شریفین جانے کی اجازت مرحمت ہوگئی تو شیخ ابراہیم شامیؒ کے بعض ارادت مندوں کو اس سے صدمہ ہوا حسرت وافسوس سے دل میں خیال آیا کہ ہم اس بارگاہ کے پرانے عقیدت کیش ونیاز مند، مدت سے یہاں ڈیرا ڈال رکھا ہے، ہم عرصۂ دراز کے بعد بھی وہیں ہیں جہاں پہلے دن تھے، اور یہ درویش تھوڑی مدت میں فائز المرام ہوگیا۔ آخر کیوں؟ حضرت خواجہ شامی کہ دانائے رموز وکاشف اسرار ضمائر تھے اس گروہ کے فکر پر متحیر ہو کر، جواب سے لبریز ہو کر چھلکنے لگے۔ فرمایا: جب تک ظاہر کی تزئین اور باطن کا سنوار حاصل نہ ہو بلند مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے۔

سلسلۃ الاسلام کی روایت ہے کہ جب مرشد وقت ومقتدائے روزگار حضرت خواجہ ابراہیم شامیؒ جنت الفردوس کے باسی بن گئے تو آپ کے دو فرزندوں میں سجادہ نشینی کا مسئلہ مناظرہ ومناقشہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ وہ رمز شناس اسرار الٰہی (شیخ سلیم چشتیؒ) اپنی باطنی درخشندگی سے یہ مسئلہ سمجھ گئے اور طئ ارض۔ زمین کو سمیٹ کر کے بارگاہ مرشد میں حاضر ہوئے اور مناظرہ دونوں پیرزادوں کا روک دیا ؎

برتر از افلاک بود طیر او بگذرد از کون ومکاں سیر او

اس شہباز طریقت کی آسمانوں سے اونچی اڑان ہے اور کون ومکاں سے ماوراء ہے اس کا مقام ومستقر (ٹھکانا) اور پھر پیرزادوں سے مخاطب ہوئے: ایسے پاکیزہ کاموں میں مناظرہ اور کسی بھی قسم کی ناچاقی بارگاہ ادب کے مناسب نہیں، اس خانقاہ کے مناسب تو یہ کام ہے کہ آپ دونوں حضرات دو دیگیں چولہوں پر رکھیں، جس کی دیگ بغیر آگ پختہ ہوجائے وہی جانشین شیخ ہوگا۔ قدرت کی نیرنگی کہ دونوں دیگیں بغیر آگ پک گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: جس دیگ کا کھانا لذیذ ہوگا اسی دیگ کا مالک سجادہ نشینی کا زیادہ حقدار ہوگا۔ اس کے بعد حضرت کے چھوٹے صاحبزادے سجادہ نشین ہوگئے۔ اور آپ کی اس عارفانہ تدبیر سے دونوں بھائیوں نے خوشی خوشی اپنا مسئلہ سلجھا لیا

نقل ہے: چوں کہ وہ یگانۂ بارگاہِ کبریائی واصلان حق کی ہمدمی ومصاحبت اور ہم نشینی کا جویا تھا اسی لیے اس مقدس جماعت کی تلاش وجستجو فرماتے، اور جب وہ اس میں کامیاب ہو جاتے تو پھر ان کے ساتھ خوب ہنگامۂ صحبت گرم رکھتے۔ چنانچہ ایک دن خیر البقاع سے تین دن کی مسافت کی راہ طے کر کے ایک بلند پہاڑ کے دامن میں پہنچے جہاں پاکیزگی ونورانیت پھیلی اور بکھری ہوئی تھی۔ زمانے کی نیرنگی کہ چنگ ورباب اور ترانہ کی آواز آپ کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔ پھر آپ نے اس بلند پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا، وہاں پہنچ کر کوئی ایسی چیز دریافت نہ ہو سکی اور چنگ ورباب کا کوئی نشان نہ ملا۔ البتہ ایک صومعہ میں ایک نورانی طلعت انسان سے آنکھیں چار ہوئیں جو حسنِ صورت وپاکیزگیٔ سیرت سے آراستہ وپیراستہ تھا۔ اس زاہدِ صومعہ نشین نے اس وادیٔ تجرد کے رہ نورد کو دیکھتے ہی آپ کے نام نامی وگرامی قدر خطاب سے مخاطب کیا: حبذا مرحبا یا شیخ الاسلام شیخ سلیم۔

ان دو نیروں کے اجتماع سے زاہد کا جھونپڑا قران السعدین کا نمونہ بن گیا، ارشاد وتلقین کی گفتگو کے بعد آپ نے کہا: اگر حکم ہو تو ساز ومزمار کو حاضر کر کے ضیافتِ سماع کا انتظام کروں۔ صرف صاحب صومعہ کی اجازت کے بعد، اس کے صومعہ پر نظر ڈالتے ہی ساز ومزامیر کی۔ سازندہ ونغمہ گو کے ظاہر ہوئے بغیر۔ آواز آنے لگی۔ گویا آناً فاناً مجلس سماع برپا ہو گئی؛ اور کیسی؟ اس انداز کی کہ صاحب صومعہ جوش ووجد میں ایک نیزہ کی مقدار ہوا میں اچھلنے لگے کبھی دائیں سے بائیں اور کبھی بائیں سے دائیں۔ نوائے ساز کی معیت وہمراہی میں گویا ساز بغیر افراد انسانی کی مدد وہاں کارفرما تھا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو ساز ومزامیر سب غائب ہو گئے، صاحب صومعہ نے حمد وستائش خداوندی کے بعد یہ ظاہر کیا کہ اس صومعہ میں ہمارا قیام محض حکمتِ خداوندی ہے کہ بصفت "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" اللہ کے اخلاق اختیار کرو، موصوف ہو جاؤں۔ پھر باطنی طور پر ایک نعرۂ مستانہ لگایا۔ قریب تھا کہ پہاڑ، اپنی بلندی کے باوجود، لرزہ براندام ہو جائے۔ اور پھر وہ آپ کی نظروں سے غائب ہو گیا، اسی دوران غیبی آواز آئی کہ وہ تائید یافتۂ ایزدی بزرگ آپ کو الوداع کہہ کر رخصت کرتا ہے۔

نقل ہے کہ جب وہ بزم قدس کے محرم۔ شیخ سلیم چشتیؒ ۔ مدینہ منورہ کے دوران قیام (اللہ تعالیٰ اس کی بزرگی و بلندی اور عظمت بڑھائے) اپنی جائے قیام پر محو استراحت تھے۔ جو ایسا عمدہ اور پاکیزہ مکان تھا کہ چشم ظاہر بیں اس کی صورت گری ممکن نہیں۔ کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد، آپ کے رفیق۔ حاجی حسین نے درخواست پیش کی کہ اگر اس عقیدت کیش کو بھی اپنی ہمراہی کا شرف بخشیں تو نہایت بندہ پروری و ذرہ نوازی ہوگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جو حکم ہو ۔ پھر آپ یوں گویا ہوئے۔ ہر رات سلطان الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس محفل کی حاضری سے مشرف ہو کر۔ جو ملکوت و جبروت کے زائروں کے لیے قابل رشک ہے اپنے سر کی آنکھوں سے اس فخر کائنات وجہ نازش موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اثر انوار طلعت کا مشاہدہ و معاینہ کرتا ہوں۔ اگر اس محفل قدس کے انوار و برکات کے مشاہدہ کی استعداد ہے تو اس کی آرزو کیجیے۔ یہ مقام بہت بلند ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس طرح کی روحانی تربیت کا بڑا درجہ ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی تربیت و باطنی پرورش اپنے حجرۂ عنایت و مرحمت میں دیتے رہتے ہیں اور ایسی تربیت و پرداخت یافتہ حضرات کے خصوصی مدارج ہوتے ہیں جیسے حضرت اویس قرنیؒ فیضیاب ہوئے تھے۔

نقل ہے کہ جس وقت وہ شاہراہِ مقصود کے قافلۂ سالار سعادت حج سے بہرہ ور ہونے کے ارادہ سے سفر فرما رہے تھے، اسی دوران ایک ویران سی جگہ میں ایک گدڑی پوش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور احترام و عقیدت سے آپ کا نام لے کر کہا: اس چشمہ کے ساحل پر اوتادوں کے مکان ہیں۔ چوں کہ آپ کا تو طریقۂ کار اور دستور زندگی ہی یہ تھا اور اسی تگ و دو میں رہتے تھے کہ تجرد منش اور بزرگوں کے دیدار سے شگفتہ خاطر ہوں۔ آپ چشمہ کے ساحل پر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک جماعت شہودِ حضور میں اس قدر مستغرق ہے کہ انہیں اپنے احوال کی بھی خبر نہیں اور ان کے پاس تر و تازہ گھاس اور سر سبز پودے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک غیبی آواز آئی کہ یہاں کپڑے کے نشیمن میں تخت بنایا ہوا ہے یا قریب ہی اس نشیمن میں کپڑے کا ایک تخت بنایا ہوا

ہے، اس جماعت کے مرشد وہاں گوشہ گیر ہیں۔ آپ جب وہاں پہنچے تو پھر آپ کے کان میں آواز آئی: بسبب برہنگی، ننگے ہونے کی وجہ سے۔ آپ سے ملاقات نہیں کر سکتا، آپ نے اپنے کاندھے پر پڑی ہوئی چادر اس طرف پھینکی تو ایک مرد نورانی چہرہ اور روحانی ہیئت میں اس چادر سے ستر پوشی کر کے باہر تشریف لائے۔ سلوک و معرفت کے دستور کے مطابق ہمدم وہم زبان ہوئے گفتگو ہوئی اور ہوتے ہوتے شفق کی سرخی اُبھرنے لگی اور شام سعادت کے آثار ظاہر ہوئے چند آہوانِ صحرا غزالان رعنا کے ساتھ اس درویش کے آس پاس حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ سبز پتوں کا بنا ہوا ایک برتن، جس میں اُبلا ہوا دودھ تھا۔ اس صاحب کرامت بزرگ کے محض چلتے وقت نظر کر لینے سے وہ مجلس انس میں آ گیا، اس وقت اس روشن ضمیر وحدت پسند شیخ سلیم چشتیؒ کو خیال گذرا کہ افطار روزہ پانی سے مستحب ہے، وہ اور نگ نشین ولایت باطنی چمک سے آپ کے اس خیال کو بھانپ گیا۔ کیوں کہ رمز شناس علم غیب ایسی باتیں بحکم خداوند تعالیٰ محسوس کر لیتے ہیں۔ پھر کچھ اشارہ ... اور ایک کوزہ صاف پانی سے بھرا ہوا پردۂ غیب سے ظاہر ہوا اس سے آپ نے روزہ ... اور دودھ بعد میں پی لیا، پھر نماز میں مشغول ہو گئے، نماز سے فارغ ہو کر وہ مرد نورانی پیکر کہ لباس سبز زیب تن کئے ہوئے تھے، ایک برتن پانی سے بھرا ہوا لائے کہ اس کی خوشبو سے ہر جگہ معطر ہو گئی۔ دو جو کی روٹی اور سبزی، پھر آپ کی خدمت میں پیش کیں اور فرمایا کہ ہماری روزانہ کی خوراک ایک روٹی تھی، یہ دوسری آنجناب کی میزبانی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ وہ ہنگامہ آرائے عشق قافلے کے ساتھیوں سے بچھڑ گیا، ایک پہاڑ کا راستہ لیا، چلتے چلتے ایک غار۔ گھپا۔ پر پہنچے، ایک حق پرست، جو اہل دنیا سے تنہائی وعلیحدگی اختیار کر کے اس جگہ خلوت نشین تھے، آپ کا اسم سامی ولقب گرامی لے کر مراسم سلام و ثنا اولاً پیش کیے، اور پھر کہا۔ عرصۂ دراز سے چشم اُمید اس مقصود کی طرف نگراں تھی اب باہمی صحبت وہم نشینی سے بہت سی خوب صورت داستانیں اور دل افروز نکتہائے حقیقت جلوہ گر ہوئے۔ پھر فرمایا: اگر آپ کو سماع کی خواہش ہے جس زبان میں بھی آپ چاہیں وہ حاضر کیا جائے، اتنا کہہ کر اپنے نشیمن کی جانب رخ کیا کہ ایک جماعت پھول جیسے بدن والی اور

دیکھنے میں خوش منظر، حاضر ہوئی اور سلام و دعا کے بعد ہندی زبان میں بے خودی کا جادو جگایا، اور بیہوشی کا افسوں پھونکا، جب یہ جماعت خلوت کدہ میں چلی گئی تو دوسری جماعت ظاہر ہوئی اور عرب کے حدی خوانوں کی طرز پر نغمہ ترنم کے ساتھ زبان سے ادا کرکے غیب کی چادر میں چھپ گئی۔ اور تیسری جماعت ان کے بعد ہویدا ہوئی، اس نے فارسی میں غزل سرائی شروع کی۔ جب اس طائفہ نے غزل سرائی بند کی تو مردان غیب نے دسترخوان پھیلا کر روٹی اور کباب ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ رکھے۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو ارشاد ہوا: سالوں سے اس غار میں سکونت پذیر ہوں۔ کار ساز حقیقی ہماری کارسازی دوسروں کی برکت سے کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ حجاز مقدس کی سیاحت کے دوران ایک دن ایسے جنگل میں گذر ہوا جہاں پانی نایاب تھا، آپ کے سعادت مند ساتھیوں نے کھانے پینے کی فکر میں تگ و دو شروع کی۔ ابھی ان کی تلاش و جستجو جاری تھی کہ ایک مرد نورانی صورت نے آپ کی ہمراہیوں سمیت میہمانی کی درخواست پیش کی۔ وہ قافلہ سالار محبت اس مرد نورانی کی خواہش و اصرار پر اس کے نشیمن میں داخل ہوئے، وہاں ایسا گانا سنا کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ حیات افزا و جاں بخش نغمہ میسر نہ ہو سکا تھا۔ پھر وہ مرد نورانی بولا کہ بارہ سال انتظار، تائید ایزدی اور بخت کی یاوری سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا کہ آپ جیسے صاحب دل بزرگ کی نظر کرم میسر ہوئی جب شام ہوئی تو دودھ سے بھری ہرنیاں حاضر ہوئیں ان سے دو پیالہ دودھ دوہا، اور مرد غیب دو روٹی اور حلوا پیش کرکے نظروں سے اوجھل ہو گیا، اس پہاڑ نشین مرد روحانی نے آپ کے رفقائے سفر کی پانی کی طلب و جستجو کو محسوس کرکے زمین پر ایک جگہ اپنا عصا مارا، فوراً وہاں پانی کی سلسبیل بہنے لگی۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور تر و تازہ و شاداب ہو کر اس سے کھانا تناول کیا۔

نقل ہے کہ وہ مست میخانۂ محبت ایک دفعہ حجاز مقدس کے دوران قیام محبت الٰہی و جمال مطلق میں ایسے محو ہوئے کہ حاضرین نے آخری وقت سمجھ کر تجہیز و تکفین کی تیاری شروع کر دی، شیخ طٰہٰؒ نے جو آپ کے خلیفہ راشد تھے، یہ سانحہ ضمیر باطنی سے معلوم کر لیا اور طی

ارض کرکے آپکے کاشانۂ مسافرت پر حاضر ہوئے، اور اذان نماز کہدی، اس مدہوش میخانۂ عشقِ الٰہی نے آنکھیں کھول کر وضو کے لیے پانی طلب کیا۔

مردمی باید کہ باشد شہ شناس   تا شناسد شاہ را در ہر لباس

بادشاہ کی پہچان کے لیے مردمی، دیدہ وری اور قائمی ہوش و حواس درکار ہے تاکہ بادشاہ کو ہر جگہ اور ہر لباس میں پہچان سکے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شیخ طاؒ اس قدر مسافت و دوری کے باوجود ہم سے قریب ہے، جب دوسری دفعہ حجاز شریف ہی میں اس دریائے شہود کے شناور کو یہی صورت پیش آئی، تو ایک گروہ نے جو آپ کے احوال و کوائف سے بیخبر محض تھا، یہ چاہا کہ زمین کو پیالے کی طرح کھود کر اس قیمتی موتی کو اس میں امانت رکھیں۔ شیخ حاجی حسینؒ کا چونکہ یہی فرض منصبی تھا کہ اگر نیرنگیٔ قسمت سے ایسی حالت پھر ہو جائے تو تین دن تک ٹھہرے رہنا چاہیئے پھر آپ کو اونٹ پر سوار کر کے بہت جلد ویرانے میں لے گئے، تین دن کے بعد صحت و عافیت حاصل ہو گئی۔

شیخ سلیم چشتیؒ کو اتباع سنت کی بہت دھن تھی اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے ملاقات کا اشتیاق۔ اس سلسلے میں آپ نے بڑے مجاہدے اور سخت ریاضتیں کیں ہیں۔ محبوب داور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کی تلاش و جستجو میں صحرا و بیابان میں مارے مارے پھرتے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی تلاش مستقل تھی۔ جہاں کہیں بھی کامیابی کے آثار دکھائی دیتے، اسی جانب کی راہ اختیار کر لیتے چنانچہ نقل ہے کہ جس وقت صحرائے عشق کا وہ قافلہ سالار منزلوں پر منزلیں طے کر کے دُرِ مقصود حاصل کرنا چاہتے تھے ایک ایسے جنگل میں پہنچ گئے جہاں عارف باللہ اور خدا دوست لوگ رہتے تھے، حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھا تو محسوس ہوا کہ یہ پاکیزہ گروہ گنجینۂ معانی حاصل کر کے دنیا اور دنیا والوں سے ایک طرف گوشہ گیر ہیں، اور روزانہ کی خوراک تیر کمان سے حاصل کرتے ہیں اور ہرن کی کھال پہن رکھی ہے اس مقدس جماعت سے بھی جمعیت خاطر۔ دلی سکون و اطمینان حاصل کر کے اس پاکیزہ سلسلہ کی خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس سلسلہ کو سلسلۂ بردیان کہتے ہیں، مگر آپ نے اسے

جاری نہ فرمایا۔ یعنی اس سلسلے میں کسی کو اجازتِ سلوک و خلافت ارشاد مرحمت نہ کی۔

نقل ہے کہ اس ضیاء بخش ظلمت کدۂ غفلت نے تئیس سال عرب میں اس ارادہ سے سیاحت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت ترک نہ ہو جائے اور چھوٹ نہ جائے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اور کامل اتباع نصیب ہو، چنانچہ ایک دفعہ آپ اس سرزمین میں پہنچے جہاں ایک درویش نے روٹی پکا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی، اور آپؐ نے اس میں سے تھوڑی سی تناول فرمائی تھی آپ نے اس آرزو میں کہ یہ سنت بھی میسر ہو عرصہ دراز تک اس سرزمین کے چکر لگائے نیرنگیٔ قدرت کہ لمبی مدت کے بعد اس جگہ ایک درویش نے روٹی پکا کر آپ کے سامنے پیش کی، آپ نے اس نعمت کو اپنی منت اور تگ و دو کا حاصل سمجھ کر خدا کا شکر ادا کیا، اور حسب روایتِ حدیث اس روٹی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا لے کر کھا لیا۔

آپ کو شروع سے ہی اولیاء اللہ کی صحبت مطلوب و محبوب تھی، اسی نیت اور ارادے سے حرمین شریفین، نجف اشرف، کربلا اور بغداد کا سفر کیا اور اس طائفہ قدسیہ کی صحبت اختیار کی اور فیض حاصل کیا۔ کچھ سوانح اس طرح کے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اسی طرح شیخ اسمٰعیل شروانیؒ سے فیض حاصل کیا، اور خرقہ خلافت بھی جو کہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ قدس سرہ کی خلافت سے براہ راست سرفراز تھے، جو رہنمائے سالکانِ مسلک تحقیق اور اعاظم صوفیا میں تھے۔ جب خیر البقاع حرمین شریفین سے آپ نے ہندوستان کا ارادہ کیا تو شیخ اسمٰعیلؒ نے فرمایا: تمہارے لیئے اس مقدس سرزمین کی سعادت دوبارہ بھی مقدر ہے مگر اس وقت مجھے لباس عنصری میں نہ پا سکو گے چنانچہ دوبارہ جب حرمین شریفین کی حاضری دی تو شیخ اسمٰعیل شروانیؒ سے ملاقات نہ ہو سکی کیوں کہ وہ عازم آخرت ہو کر جنت الفردوس میں جا بسے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ، دوران قیام حرمین شریفین۔ عالم مثال میں دیکھا کہ شیخ اسمٰعیلؒ کے روئے مبارک سے سنہرا نور ظاہر ہوا، آپ نے اسے پکڑ لیا، جب شیخ اسمٰعیل سے آنکھیں چار ہوئیں تو بلا آپ کے کچھ رمز و اشارہ کئے شیخ اسمٰعیلؒ نے فرمایا: جو کچھ مجھے میسر تھا وہ اب تمہارا مقدر و نصیب بن گیا۔ دوبارہ اب آپ کو میری ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

نقل ہے کہ شاہراہ علم الیقین کے رہ نوردو۔ شیخ سلیم چشتیؒ عنایات الٰہیہ سے سیر اقالیم ساری دنیا کی سیر۔ اور اولیاء اللہؒ سے بے نہایت فیوض وبرکات حاصل کر کے جب بغداد تشریف لائے تو حضرت شاہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے عالم مثال میں اپنے جانشین سے فرمایا کہ فلاں خرقۂ صوف ہرے رنگ کا جو بطور امانت رکھا ہوا ہے وہ شیخ سلیم ہندیؒ کو دے کر انہیں سلسلۂ عالیہ قادریہ میں خلافت بھی دی جائے۔ اس مقتدائے اہل ایمان یعنی سجادہ نشین حضرت غوث الاعظم نے حسب ارشاد ودیعت مذکورہ حضرت شیخ سلیمؒ تک پہنچادی، صحرائے کمال کے مسافروں کے اس رہبر نے اس عطیے کو وہاب حقیقی کے عطایا میں شمار کر کے۔ بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اور پھر سجادہ نشین کے بھی مشکور ہوئے کیوں کہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ۔ جو لوگوں کا احسان شناس نہیں وہ خداوند قدوس کا بھی شکر گذار نہیں

وہیں خانقاہ کے ماحول میں صحرانشینوں کے کچھ گروہ تھے سباع پیشہ وبہائم اندیشہ۔ درندوں کے سے کرتوت اور جانوروں کی سی فکر والے۔ اور اپنے کو سلسلۂ عالیہ قادریہ کی طرف منسوب کرتے تھے، وہ اس خرقہ [illegible] خانقاہ سے باہر جانے کو اس جگہ کے مستقل باشندوں کی محرومی سمجھ کر دور جنگل میں گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ آپ جب یہ خرقہ لے جائیں گے تو آپ کا راستہ روک کر یہ خرقہ زبردستی آپ سے چھین لیں گے، آپ کو حق تعالیٰ نے نور بصیرت سے بھرپور انداز میں نوازا تھا، ان کوتاہ فہم وکج رایوں کے ارادے کو تاڑ کر آپ نے ارشاد فرمایا: جو تمہارا ارادہ ہے اسے پورا کرنے میں کمی مت کرو، اس حیا باختہ بے شرم گروہ نے ہر چند آپ کی تلاشی لی، مگر اس خرقہ کا کوئی نشان نہ مل پایا، جب آپ جیسے روشن ضمیر و بیدار دل ان کے عزم فاسد کی تکمیل میں رکاوٹ [illegible] پھر انہوں نے پینترا بدلا اور نہایت عجز وانکساری سے کہنے لگے: اس جستجو سے ہمارا مقصد [illegible] اس مبارک خرقہ کی زیارت [illegible] اور کچھ نہ تھا۔ یہ سن کر آپ نے پلک جھپکنے میں اپنی بغل سے وہ خرقہ نکالا اور اسے منظر عام پر لے آئے، اس منظر کو دیکھ کر انہوں نے عقیدت کی راہ اپنائی، اور ارادت مندی سے آپ کے پیروں میں پڑ گئے، اور اس مضمون کے مطابق زبان کھولی کہ آپ ہمارے

آئینہ کے چہرے اور ہم اس کی پشت جیسے آپ سے برائی سرزد نہیں ہو سکتی، ہم سے بھلائی نہیں ہو سکتی ؎

تو روئے آئینہ ما و قفائے آئینہ ایم — چنانکہ از تو بد، از ماں نکوئی آید

ان میں سے کچھ ہونہار دولتِ بیعت سے بہرہ ور ہو کر سعادت اندوز فلاح دارین ہوگئے۔

معرکۂ حرص و ہوا کے وہ صف شکن مجاہد ایک دن راستہ میں اپنے کسی ارادت مند کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک گھاس کے پودے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اس سبزہ سے اکسیر بن جاتی ہے، اس ارادت کیش نے اس وقت ادب کے پیش نظر وہ سبزہ لینے کی جرأت نہیں کی، دوسرے وقت اس سبزہ کی کئی شاخیں توڑ کر اپنے کپڑے کے نیچے چھپا کر رکھیں، آپ جو دلوں کی نگری کے منتظم، مصلح اور ہمہ دم اس کے لیے متفکر رہتے تھے، یہ حرکت نورِ باطن سے معلوم کرکے اس طرح گویا ہوئے: کبھی کبھی تمہارا دل دنیا کی طرف بھی مائل ہوتا ہے، اس نے انکار کیا اور یہ کہا: مجھے سوائے آپ کے دیدار پُر انوار کے اور سعادت خدمت کے کچھ اور درکار نہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو وہ گھاس کیوں لے رکھی ہے؟ وہ فوراً چونکے اور اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ دیکھا کہ محض شیخ کے فرمانے سے تمام پہاڑ و جنگل سونے چاندی سے بھر گئے ہیں۔ اور پھر اپنے اس عمل سے توبہ کی، اور نقش ماسوی اللہ لوح دل سے دھو کر خدمت ہمایوں کو ہی کیمیائے بخت و اکسیر ہدایت سمجھ کر آپ کی معیت کو ہی پسند کیا۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

وہ لوگ، بزرگ جو نظر ڈال کر مٹی کو سونا بنا دیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نظر ہم خستہ حالوں پر ڈال دیں؟

نقل ہے کہ جس وقت بادیۂ طلب کے رہ نوردوں کے پیشرو دیار عرب براہ خشکی جا رہے تھے تو ایک ویرانے میں گذر ہوا، وہاں ایک نیک بخت مرد کہ گمنامی میں نیک نام، کم مائگی میں مالدار اور تنگ دستی میں فراخ دست تھا، اقامت پذیر تھا۔ جب اس خورشید

آسمان کرامت وشرافت کی فروغ بخشی اس کے آئینۂ ضمیر پر پرتو انداز ہوئی تو آئین نیازمندی کے بموجب آرام گاہ ایک صاف اور شستہ جگہ مقرر کی، اور اپنی ریشمی ڈوریوں سے بنی ہوئی چارپائی یہ کہہ کر پیش کی کہ یہ جگہ سانپ اور بچھوؤں سے بھری ہوئی ہے، بہتر و مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اور آپ کے سعادت مند رفقاء سفر اس چارپائی پر آرام فرمائیں، آپ نے فرمایا: جب یہ حال ہے تو تیرے بچے کس طرح آرام کریں گے، اور تو زمین پر کیوں کر لیٹ سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ جب سچی نیت سے اور خلوص سے آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگوں کی خدمت کروں گا تو حفاظت خداوندی ان کی نگہداشت و نگرانی کرے گی۔

جب صبح جہاں افروز نمودار ہوئی تو دیکھا کہ بہت سے سانپ اور بچھو سوراخوں سے سر نکال کر ان نیند کے متوالوں کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں مگر چوں کہ میزبان نے خدائے کریم کی حفاظت میں سونپا تھا اس لیے ان کے شر سے محفوظ رہے۔ اس نیک بخت مہمان دوست کے پاس ایک اونٹ تھا، اس کی مدد سے آبپاشی کر کے اہل و عیال کی روزی فراہم کرتا تھا۔ اس نے وہ اونٹ ذبح کیا اور پکا کر آپ کے سامنے کھانا لگایا آپ نے فرمایا: جب تیرے بال بچوں کی قوت یومیہ۔ روزانہ کی خوراک اس اونٹ کی مدد پر منحصر تھی پھر تو نے اسے کیوں ذبح کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں تو مہمان داری کی شرط بجا لایا اب ہماری کارسازی حقیقی کارساز، خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے، جب اس کی خدا پرستی دانیز و شناسی اور نیازمندی نے یہ صورت اختیار کی تو آپ نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ تیری کھیتی بلا آبپاشی ہوا کرے گی، اس کے بعد اس مرد خدا آگاہ نے جہاں بھی کھیتی باڑی کی تو آسمانی پانی سے اس کی کھیتی سیراب ہو جاتی، جب دوبارہ آپ کا ادھر گذر ہوا تو اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی اور بکری اور اونٹوں کی بہتات۔

نقل ہے کہ جس وقت آپ فتح پور تشریف لائے۔ فتح پور کے پہاڑ کا نام سیکری تھا، آبادی اور عمارت سے خالی، سانپ بچھو اور شیر و چیتا جیسے موذی درندوں کا ٹھکانا تھا۔ سیکری کے اکثر باشندے جو پہاڑ کے دامن میں نیچے رہتے تھے، آپ کی جانب سے اکثر پریشان خاطر و فکر مند رہتے تھے، ایک دن سورج نکلنے سے پہلے ایک جماعت پہاڑ پر چڑھ

آئی تو دیکھا کہ چالیس نفر اہل اللہ اس مقتدائے انام کے ہمراہ نماز میں مشغول ہیں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ پوری چالیس نفری جماعت، جو رجال الغیب تھے، نگاہوں سے اوجھل ہو کر غائب ہوگئی جب آپ کو لوگوں کی حیرت و حیرت معلوم ہوئی تو فرمایا: اب تو تمہیں معلوم ہوگیا کہ اس ویرانہ میں ہماری بود و باش اس مقدس گروہ کی معیت و خداوند ذوالجلال کی حفاظت و حمایت میں ہے۔ اب تم لوگوں کو ہماری تنہائی سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔

نقل ہے کہ ایک دن سخت سردی کے موسم میں آپ باریک کپڑا پہن کر اور تربوز ہاتھ میں لئے خانقاہ میں تشریف لائے، شیخ کمال رح نے جو سردی کے مارے لحاف میں لپٹے ہوئے تھے خیال کیا۔ سبحان اللہ! یہ مرد خدا اس ٹھنڈے موسم میں باریک کپڑا پہنے باہر تشریف لائے اور تربوز تناول فرمارہے ہیں۔ آپ نے نور باطنی سے شیخ کمال رح کے فکر و خیال کو معلوم کرکے فرمایا۔ زنجبیل و فلفل۔ سونٹھ اور کالی مرچ کی تاثیر ہوتی ہے کہ مزاج کو بدل دیتی ہے، اسمار الٰہی کی تاثیر اس سے کم کیوں ہوگی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سفر حجاز کے موقع پر آپ اونٹ پر سے گر پڑے اور پاؤں کی ہڈی بیچ میں سے اس طرح ٹوٹی کہ ملانے سے مل نہیں پاتی تھی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھ پر استغراقی کیفیت طاری ہو اس وقت یہ ہڈی نکال کر آئرن پر کوٹیں اور پھر اس کی پیوند کاری کریں ہڈی بھی انشاء اللہ جڑ جائے گی اور تمہیں حقیقت استغراق بھی معلوم ہو جائے گی، حسب ارشاد عالی جب عمل کیا گیا تو اس غریق بحر مشاہدہ کو عالم استغراق میں کوئی درد، ٹیس اور دکھن محسوس نہ ہوئی، گویا آپ اپنے اعضاء سے بالکل بے خبر ہیں اور اور اعضاء غیر متحرک۔

نقل ہے کہ ایک دن سید مزمل نے اپنے باپ کے دیدار کی باصرار آرزو کی، فرمایا: تمہیں شیر شاہ سوری[1] کی ملازمت کرنی چاہیے، ملازمت کے چوتھے سال ایک قلندر سے

---

(۱) شیر شاہ سوری رح (۱۴۸۶ء۔ ۱۵۴۵ء) اس کا اصل نام فرید خاں تھا، حسن خاں جاگیر دار سہسرام کا

سے ملاقات کروگے تاکہ باپ کا دیدار کرسکو، انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اسی سال گوالیار کے راستہ میں ایک قلندر سے مل کر اپنی آرزو بیان کی۔ قلندر باہر گیا، پھر اندر آگیا، یہ ہے تمہارا باپ؟ جب پہچان لیا تو بے اختیار باپ کے قدموں پر سر رکھ کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا نہ قلندر دیکھا اور نہ والد محترم۔ جب آپ کی خدمت میں حاضری دی تو ارشاد فرمایا: اتنی بے چینی کیوں کہ پریشانی نے تجھے اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ باپ سے گفتگو کرسکو۔

سلطان سلیم نے تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر نے واقعہ ناگزیر (موت) کے متعلق بلا کسی تمہید و اہتمام ویسے ہی دوران گفتگو پوچھ لیا:

بڑا لڑکا۔ ۱۴۹۴ء میں جون پور آیا۔ عربی، فارسی اور فقہ میں مہارت حاصل کی، تاریخ سے بھی دلچسپی رکھتا تھا۔ بہادری اور فاتحانہ سرگرمیوں کو گرہ میں باندھتا رہتا تھا، باپ نے جائیداد کا انتظام سونپا تو اسے بہترین بنا دیا، سوتیلی ماں کے باعث گھر چھوڑا۔ پہلے ابراہیم لودی کے دربار میں پہنچا۔ پانی پت میں اس کی شکست کے بعد بابر کے دربار میں آیا اور ایک سال رہا۔ بابر کے دسترخوان میں شریک تھا۔ وہ بار بار شیر خاں کو دیکھتا۔ یہ کھانا کھا کر چلتا ہوا۔ بابر نے تلاش کرایا نہ ملا بابر کو افسوس ہوا کہ خطرناک شخص دام سے نکل گیا۔ سب کچھ اپنی محنتِ بلند و بخت ارجمند کے سہارے حاصل کیا پانچ سال میں تمام شمالی برصغیر میں اپنی حکومت قائم کرلی اور پانچ سال ہی حکومت میسّر ہوئی، اس تھوڑی مدت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ اس کے پیشرو نہ کرسکے مغل سلطنت اس کے قواعد وضوابط پر استوار ہوئی، نظم مملکت میں انہیں کم از کم محنت کرنی پڑی۔ شیر شاہ نے رفاہ عام کے بہت کام کئے ایک سڑک بنگال سے پنجاب تک، آگرہ سے راجپوتانہ تک دوسری برہان پور جاتی ہوئی لاہور سے ملتان تک نکالی، ہر منزل پر سرائیں، مسجد اور کنوئیں تعمیر کرائے سڑک کے دونوں طرف درخت لگوائے۔ ہندو مسلمانوں کے لیے سراؤں میں کھانے، رہنے اور آرام کا انتظام کیا۔ نماز کا پابند، تلاوت قرآن کا عادی، احکام اسلامی کا پورا متبع، رحمدل، علماء کا عقیدت مند و صوفیاء کا ارادت کیش۔ مختصر یہ کہ شیر شاہ کی ہستی تاریخ کا مایہ ناز سرمایا تھا۔ رحمہ اللہ

حضور آپ کی رحلت کب ہو گی؟ فرمایا سلطان سلیم جب نظم کہے گا اسی سال ہماری رحلت ہو گی۔ بظاہر حالات کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ حضرت عرش آشیانی نے فرمایا کہ ہماری نسل میں نہ کوئی شاعر ہوا ہے نہ ہو گا۔ اتفاقاً ایک بوڑھی عورت، جو ہمیشہ ہمارے ہاں آتی تھی اور اسپند مجھ پر نچھاور کر کے جلاتی تھی اور صدقے دیتی تھی، اس نے مجھے یہ شعر سکھلا دیا۔

الٰہی غنچۂ امید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما

جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے گود میں اٹھا لیا۔ میں نے عرض کیا، میں نے ایک چیز سیکھی ہے فرمایا: سناؤ۔ میں نے وہی شعر سنا دیا، فوراً مجھے گود میں اٹھا کر میرے باپ کے پاس لائے اور فرمایا: یہی سالِ رحلت ہے۔ اور پھر اسی سال آپ عازمِ جنت الفردوس ہوئے۔

سلسلۃ الاسلام میں مذکور ہے کہ حاجی نام کے ایک عزیز نے مکہ معظمہ جانے کی گذارش کی۔ فرمایا: کچھ دن ہمارے ساتھ رہو، پھر دیکھنا، مگر اس نے فرط اشتیاق میں کعبہ مطہرہ کی راہ لی، اسی رات خواب و بیداری کی سی کیفیت کے دوران سرچشمہ آفرینش، فخر موجودات سید الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور آپؐ کا یہ ارشاد مبارک ان کے سمع نواز ہوا: کچھ دن تمہیں شیخ سلیم کے ہمراہ رہنا چاہیئے تاکہ شائستہ ہو کر ہمارے بھی محبوب بن جاؤ جب وہ بیدار ہوا تو واپس آکر آپ کی خدمت میں حاضری دی، آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا: ہماری بات نہ سنی جب تک کہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے سرزنش نہ ہوئی۔ اور اسی وقت اسماء الٰہی میں سے کوئی اسم اسے تلقین کیا، اور حجرہ میں معتکف کرا دیا۔ ایک رات حاجی حجرہ بند کیے ہوئے ذکر اسم صفات میں مشغول تھا کہ روشندان سے ایک کیڑے نے سر نکالا، اور پھر ایسا ہوا کہ پورے کمرے میں کیڑے ہی کیڑے ہو گئے۔ اور ڈراؤنی صورت بنا کر حاجی کو تکلیف پہنچانی چاہی قریب تھا کہ حاجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ اسی روشندان سے انوار الٰہی نے تجلّی فرمائی، اور اس حجرہ کو نورانی بنا دیا، اور پھر یہ انوار بعینہٖ اس کا شف اسرار غیبی کی صورت میں متشکل ہو کر جلوہ گر ہوئے، اور اس ظلمت کو مٹا کر، پھر اسی راہ سے وہ غائب ہو گئے۔ جب صبح صادق ہوئی اور حاجی خدمت گرامی

میں حاضر ہوئے تو فرمایا: اگر میں نہ پہنچتا تو کیا ہوتا۔

نقل ہے کہ ایک دن شیخ رکن الدین کو حکم ہوا، جو آپ کی صحبت کیمیا اثر سے دانا دل اور روشن ضمیر تھے، کہ روزہ طے۔ لگاتار۔ کی نگہداشت کریں۔ چوں کہ فضا گرم تھی اور ہوا بھی، اس وجہ سے انہوں نے عذر کرنا چاہا، مگر عذر منظور نہ ہو سکا، مجبوراً تعمیل حکم پر کمر باندھی۔ تیسرے دن ضعف مسلّط ہوا۔ اور دل وجگر جلنا شروع ہوئے، روزہ کی تاب نہ لاکر عرض کیا۔ حضرت اب طاقت ختم ہو گئی، اور روزہ کی ہمت نہیں۔ ارشاد ہوا حجرہ میں جاکر کچھ دیر مراقبہ میں بیٹھو۔ جب انہوں نے تعمیل ارشاد کی تو خواب نما عالم بیداری میں کھانا تیار دیکھا، جو شے پسند آئی کھائی اور جس کو دل چاہا نوش جان کیا، جب باہر آئے تو بھوک اور پیاس کا بالکل احساس نہ تھا کھانے کی لذت سے ابھی تک کام ودہن لذت یاب ولطف اندوز تھے، جس وقت حاضر خدمت ہوئے، آپ نے اشارہ وکنایہ میں فرمایا: اب روزہ کی طاقت ہے؟ عرض کیا اگر طیّ روزہ اس طرح کا ہوتا ہے تو یہ تو ہمیشہ اور ہر موسم میں کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا: شیخ رکن الدین! بارگاہ خدا کے فقرا کا طی اس جیسی ظاہری ماکولات سے ملوث ہے اور اس جیسے تناول مثالی ہے۔

نقل ہے کہ شیر شاہ سوریؒ کے بعد جب سلیم شاہؒ نے عنانِ حکومت سنبھالی تو بعض امرا باغی ہو گئے اور یہ بے طاقت و بے دم، آپ کی خدمت میں اپنے ایک معتمد کو بھیج کر مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا: صحیفۂ ازلی میں اس ملک کی سلطنت جب تیرے نام لکھ دی گئی تو کس کی ہمت ہے اسے چھین لے۔ اب تمہیں چاہیئے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر پورے استقلال کے ساتھ رعایا کو اپنا جلوہ دکھاؤ محض تمہارے دیکھنے سے سارے لشکری عقیدت و نیازمندی سے تمہاری اطاعت بجالائیں گے، تعمیل ارشاد میں جب بادشاہ نے حرکت کی تو آپ کا فرمان عین حقیقت ثابت ہوا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حرمین کی زیارت کے شوق میں بغیر زاد وراحلہ، سامانِ سفر کرکے، چل پڑے، اور گجرات کے شہر پٹن کے آس پاس ٹھہرے پٹن کے کوتوال نے آپ کی مبارک تشریف آوری کو آسودگی کے دروازہ کی کنجی سمجھ کر آپ کا استقبال کیا، اپنی سعادت مندی

وفیروز بختی سمجھ کر تعظیم واکرام کے ضابطے پورے کیے اور اپنے مکان میں ٹھہرنے کی درخواست پیش کی، آپ نے اس کی درخواست منظور فرمالی۔

نیرنگیٔ تقدیر کہ اسی دن چیرہ دست دشمن نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ قلعہ پٹن کا محاصرہ کرلیا، کوتوال شہر، حاکم نے خود کو دشمن کا حریف ومقابل نہ سمجھ کر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے کہ آپ توٹوٹے دلوں کی ڈھارس تھے، فرمایا کہ خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ نامرادی کے جنگل کو گلشنِ مراد وچمن کامرانی سے بدل دے۔ پٹن کا حکمراں بولا۔ اگر اس لشکر پر مجھے فتح حاصل ہوجائے تو اپنی قلمرو کا نصف حصہ آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کروں۔ آپ نے نصیحت کے انداز میں فرمایا: عقد نذر (نذر کا معاملہ) اس طرح باندھنا چاہیے کہ اس سے دشواری نہ ہو، اس نے آپ کی موعظت کو بڑے دھیان سے سنا اور پانچ لاکھ تنکہ کی نذر متعین کرلی، آپ نے ارشاد فرمایا: قلعہ کے دروازے کے سامنے میدان میں اپنا خیمہ اور لشکر کی جگہ بناؤ اور ہمارے خیمہ کو ذرا قریب قلعہ قائم کرو۔ اس نے تعمیل ارشاد کی۔ آپ نے جب خیمہ میں قیام فرمایا تو اس قدر عظیم الشان لشکر باہمہ شان وشوکت دنیاری، ہزاروں خطرات سے دوچار ہوکر شکست وہزیمت آشنا ہوا، اور اکثر سامان جھنڈا وغیرہ، جو گردن اونچی کرنے والوں کے لیے بمنزلہ عزت وآبرو ہوتا ہے، آپ جیسے داورِ ملک ولایت کے تصرف سے کوتوالِ پٹن کے قبضہ میں آگیا۔

نقل ہے کہ اس کشور معانی کے لشکری اور معرکہ جہاد اکبر کے غازی کے ہمیشہ یہ پیش نظر رہا اور مقصود نگاہ کہ ادائیگیٔ فریضہ میں۔ وہ حج وطواف کا ہویا کسی اور رکن اسلام کا۔ کچھ کمی نہ رہنی چاہیے، اور اسی طرح مسالک سنن نبوی کی پیروی کی لگن تھی کہ جسمانی وروحانی ہر دو طرح اتباع سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے۔ منجملہ ان کے یہ امر بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج حجۃ الوداع، اونٹ پر سوار ہوکر کیا۔ صدق نیت وعزم درست کی بدولت یہ سرمایہ سعادت اس طرح صورت پذیر ہوا کہ آپ اونٹ پر سے گر پڑے اور پاؤں میں اتنی چوٹ آگئی کہ زمین پر ٹیک کر چلنا ناممکن ہوگیا مجبوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوکر، اونٹ پر بیٹھ کر، ارکان حج ادا کیے۔

مصنفِ ثمرات القدس کی روایت ہے کہ جامع علوم کسبی و وہبی شیخ عبداللہ بدایونی فرماتے ہیں کہ جس وقت میں دارالسلطنت دہلی میں پڑھ رہا تھا اس وقت کی بات ہے کہ ایک ضعیف العمر بوڑھے کو، جو نقاہت و کمزوری کے باعث مجسم روح بن رہا تھا، ایک سات سالہ بچے کے ہمراہ مدرسہ میں دیکھا۔ جب اس بچے کے سلسلہ میں جستجو کی تو وہ نورانی بوڑھا بولا: میرا لڑکا ہے، اس کے بڑھاپے کو دیکھ کر مجھے یقین نہیں آیا کہ اس عمر میں اس کے ہاں یہ بچہ پیدا ہو۔ میں نے دوبارہ سوال کیا تو اس نے کہا کہ سرگذشت ایسی ہے کہ اسے گفتگو کے پیرائے میں بیان نہیں کیا جا سکتا اس سرگذشت کو سننے کی میں نے آرزو کی تو اس نے کہا: شعور و آگہی کی ابتدا ہی میں میرے والد نے میری شادی کر دی، لڑکے کی تمنا ہوئی اور یہ شوق بڑھتا ہی رہا، جب سالہا سال گذر گئے، اور شاہد مراد نے جلوہ گری نہ کی تو گھر بار چھوڑ کر اللہ والوں کی تلاش میں نکلا کہ ان کی دعاؤں سے نخلِ تمنا بارآور ہو یہاں تک کہ میں اسی کے پیٹے میں آ گیا۔ جب کہ قوائے جسمانی انحطاط پذیر ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں، ایک گڈری پوش کی طلب میں، جس کی کرامات بہت مشہور تھیں، میں دلی سے بنگالہ کی طرف چلا، اور اس سے ملا اس کی دعا بھی، بظاہر، بے اثر گئی، نصیبہ کی یاوری و بخت کی ارجمندی سے دارالسرور فتح پور پہنچا، وہاں ایک مخلص دوست نے، مجھے دیکھ کر، مجھ پر زبان طعن دراز کی کہ اس بڑھاپے میں اس قدر لمبا سفر کرنا دانش مندی نہیں، میں نے اپنا ماجرا سنایا تو وہ کہنے لگا اگر تو اپنا شجر امید بارآور دیکھنا چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ رہ ہم تمہیں ایک خدا پرست عارف باللہ کی خدمت میں پہنچا دیں گے، ان کی مسیحا نفسی سے ہزاروں نامراد کامران ہو کر لوٹے ہیں میرا دل ایسی باتوں سے سرد تھا، اس کی گفتگو کو افسانہ سرائی سمجھ کر اس کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا، مجھے اس نے نہیں چھوڑا اور بارگاہ عالیہ شیخ سلیم چشتیؒ تک پہنچا دیا، انوار الٰہی پر نظر پڑتے ہی جو ان کی کھلی پیشانی اور نورانی جبین سے آشکار تھیں، کہ ان کی جبین آیاتِ قدس کے پھولوں کا تختہ اور سینہ روایات قدس کا گنجینہ تھا، میں نے خود کو انجمنِ راحت کا صدر نشین اور عشرت کے تخت کا مسند آرا محسوس کیا۔

بہر حال اس تشنہ لبوں کے آبشار اور جویائے مقصد کے جو نبار نے بغیر میرا نام و مقصد

معلوم کیئے فرمایا: سید میران! ہر چند تم نے کوشش کی، بزرگوں کی خدمت میں پہنچے، مگر جب وقت ظہور ہی نہ آیا، کچھ فائدہ نہ ہوا، اب تم اپنے وطن واپس جاؤ۔ میں نے خدائے جاں آفریں سے ایک لڑکا تمہارے لیے مانگ لیا ہے۔ میں اسی وقت اپنے گھر میں آیا، شیخ کی دعا کی برکت سے یہ لڑکا نہاں خانہ عدم سے جلوہ گاہ ہستی میں ظہور پذیر ہوا ہے۔

سلسلۃ الاسلام ہی کی روایت ہے کہ شیخ حمادؒ اس امید پر کہ دانش صوری کو علم معنوی کے ساتھ ملالے، آپ کی بابرکت محفل میں شرکت وحضوری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ محفل سماع کی تھی، اس لیئے بتقاضائے علم ظاہری کہ۔ اس کی رو سے سماع جائز نہیں۔ محفل سے اُٹھ آئے۔ آپ نے ان کو اپنی بغل میں لے کر سینہ سے سینہ ملا کر کچھ اس طرح ہلایا کہ شیخ حمادؒ کو بے ساختہ وجد آگیا اور تین دن رات اسی حال میں مستغرق رہ کر ارادت وعقیدت مندی میں پختہ سے پختہ تر ہو گئے۔

وہ کلید بردار خزانۂ غیب، چوں کہ عنایت خداوندی سے گنجینۂ غیب میں دست تصرف رکھتا تھا، اس باعث اکثر مصارف عالم غیب سے پورے ہوتے تھے چنانچہ بوقت ضرورت کبھی تو مصلّے کے نیچے سے لے کر دیتے تھے اور کبھی ایک طاق کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ وہاں سے لے لو۔ القصہ آپ کی خانقاہ کے مصارف بس ایسے ہی فضل ایزدی سے پورے ہوتے تھے۔

ایک دن اپنی حرم بی بی جیجانی سے فرمایا: تمہارے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو خدا کا ولی ہوگا۔ جب دو بچیاں پیدا ہوئیں تو اس محترمہ نے بیتابانہ عرض کیا کہ وہ فرزند کہاں ہے؟ فرمایا: کیا عورت ولیہ نہیں۔ چنانچہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک، جس کا نام بی بی زینب تھا اور بی بی زیبائے مشہور تھیں، اپنے وقت کی مشہور ولی تھیں، زہد وتقویٰ میں یہ مقام تھا کہ چالیس چالیس دن میں افطار کرتیں۔ اور کبھی بستر سے پہلو آشنا نہ کیا۔ اگر کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو پتھریلی زمین پر لیٹ جاتی۔ اسی طرح رضاعت کے زمانے میں اس کی ماں کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوگیا، حاجی حسین نے آپ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی۔ فرمایا تم اسے دودھ پلاؤ۔ حسب ارشاد تعمیل کی۔ اور خدا کی قدرت کہ حاجی

حسینؒ کی چھاتیوں سے بی بی زیبا نے دودھ پیا۔

صاحب "سلسلۃ الاسلام" نے لکھا ہے کہ اگرچہ بظاہر آپ کی ارادت شیخ ابراہیم شامی علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھی اور سلسلہ عیاضیہ میں بیعت بھی انہوں نے کرایا۔ اور حضرت شیخ ابراہیمؒ نے جو صراف نقد ولایت تھے، اس صدر نشین مجلس صفہ اصفیاء کو کامل عیار سمجھ کر کچھ ذکر وغیرہ بھی تلقین کیا اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا جو ولایت کا لباس ہے۔ یہ سب کچھ تھا مگر نسبت ارشاد اس مددیافتہ ربانی کو باطنی اور روحانی حیثیت سے زبدۂ اولیاء عظام شاہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؓ اور اسوۂ اصفیاءٔ بلند منزلت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہما سے وابستہ تھی۔ اور صوفیاء کے ہاں باطنی اور روحانی تربیت ہی لائق اعتبار ہے اور اس طرح کے واقعات صوفیائے متقدمین کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور اس کی بے شمار مثالیں کتب تصوف میں ہیں مثلاً نفحات الانس میں مرقوم ہے کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے آداب طریقت کی تعلیم بظاہر امیر سید کلالؒ سے حاصل کی، مگر حقیقی تربیت خواجہ عبدالخالق سے پائی۔ اور شیخ ابوالحسن خرقانی کا انتساب کہ علوم باطنی شیخ بایزید بسطامیؒ نوراللہ مرقدہ سے حاصل کئے۔ حالانکہ شیخ ابوالحسن ابھی اس عالم آب و گل میں تشریف بھی نہ لائے تھے کہ حضرت بایزید بسطامی عالم آخرت کو سدھار گئے۔ اور رشحات میں لکھا ہے کہ شاہ ابو زید بسطامیؒ قبل اس کے کہ وہ اس انجمن شش رنگ کو اپنے وجود مسعود کے نور سے روشن فرمائیں حضرت امام جعفرؓ محفل ملائکہ۔ عالم آخرت میں جا چکے تھے۔ پس آپ کی تربیت روحانی اور باطنی تھی نہ کہ ظاہری اور صوری۔

نقل ہے کہ شیخ سلیمؒ نے اس قدر مشقت و محنت، طاعت و عبادت اور توکل و تسلیم میں اپنے نفس پر روا رکھی کہ آدمی اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا، حوصلہ کرنا تو دور کی بات ہے، چنانچہ عمر گرامی ساٹھ سال سے اوپر تھی کہ مسلسل ایک قرن تک اسّی سال یا تیس سال ہمیشہ روزے رکھے، گوشت چھوڑا اور دوسرے کھانے بھی برائے نام تناول فرماتے، ایک دو مثقال پھل (مثقال ۳ ماشہ ۲ رتی)، اور روٹی کے ٹکڑے سے افطار کر لیتے اور بس، مگر چونکہ روحانی قوت جسمانی قوت سے زیادہ تھی اسی باعث عمر طویل و ترک طعام کے باوجود حقیقتِ ضعف کا پرتو بھی آپ پر نہ پڑا تھا۔ میر شاہیؒ نے، جو آپ کے سعادت مند مریدوں میں تھے

یہ سخت ریاضتیں اور باطنی کمالات اپنی آنکھ سے دیکھ کر بنظر غائر مشاہدہ کر کے اسمار قادریہ میں، جو اس کے جواہر نگار قلم کی یادگار ہے، لکھا ہے۔ اخبار الاصفیار میں مستند آدمیوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابتدار شعور و آگہی سے ہی دم واپسیں تک ہمیشہ روزہ رکھنے کی، جو کی روٹی اور سرکہ سے افطار کر لیتے۔

نقل ہے کہ جامع مسجد کی بنیاد رکھنے سے پندرہ سال پیشتر فرمایا تھا کہ اس پہاڑ کی بلندی پر اس قدر عالی شان عمارتیں تعمیر ہوں گی کہ دنیا دنگ رہ جائے گی، اور اس اس شکل میں جو مجھے پردۂ غیب سے دکھائی گئی ہیں۔ چنانچہ بلند عقل و دانش معماروں نے عالی فکر و راست قیاس بانیوں کے اشارہ سے شاہی محلات کی بعینہٖ اسی طرح رکھی جس طرح ملک ولایت کے اس معمار اعظم نے فرمایا تھا۔ آخر کار اس شکل و صورت میں وہ عمارتیں تیار ہو کر مشکل پسندوں کے لیے حیرت کا باعث ہو گئیں۔

قصارا قلم تا بر آید بدست — چنیں نقش زیبندہ صورت نہ بست
مہندس کہ عمرش دریں کار رفت — بیک دیدن او زپر کار رفت
بردہ نقش او گاہ نظارہ دل — زصورت نگاران چین و چگل
دل لعل خوں بستہ از رنگ او — کہ در روشنی نیست ہمرنگِ او

قلم کوتاہ ہے وہ اس جیسے زیب و زینت کے نقش و نگار پر قادر نہیں جس انجنیئر کی عمر اسی کام میں گذری وہ بھی اگر ایک نظر دیکھ لے تو پھر کام نہیں کر سکتا۔ محویت و استغراق کے باعث کبھی اس کے نقش و نگار نظارۂ دل کو چین و چگل کے حسینوں سے پھیر دیتے ہیں چگل ترکستان میں ایک شہر ہے جہاں کا حسن مشہور ہے۔

لعل کے دل کا رنگ جو خون کی طرح ہے اس کے رنگ کی وجہ سے کیوں کہ روشنی میں وہ اس جیسا نہیں ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے مکانات کشادہ بناؤ تھوڑی مدت بعد یہ زمین سونے کے بھاؤ میں فروخت ہو گی۔ بعد میں واقعی ایسا ہی ہوا۔ نقل ہے کہ ایک بوڑھی عورت کا لڑکا انتقال کر گیا، اس کے علاوہ اس کے بڑھاپے کا سہارا کوئی نہ تھا۔ صبر و شکیبائی کا دامن

تار تار کر کے وہ آپ کے آستانے پر حاضر ہو کر عرض گذار ہوئی : حضور اس کے علاوہ کوئی اور بچہ نہیں ، زندگی تلخ ہوگئی ۔ اگر آپ خدائے حیی و قیوم سے میرے بچے کے لیے زندگی نہ طلب فرمائیں گے تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ خودکشی کر کے اپنی زندگی ختم کروں

خود بمردن گشتہ ام راضی، نمی آید اجل　　　بخت بد بیں کز اجل ہم ناز می باید کشید

میں خود مرنے کو تیار ہوں ۔ مگر موت نہیں آتی ۔ شومئ قسمت کہ اب موت کے بھی ناز برداشت کرنے پڑ رہے ہیں ۔ ہر چند آپ نے اسے نصائح سودمند سے بہرہ ور فرمایا مگر اس کی بیقراری کم نہ ہو سکی ۔ آخر اس کے حال پر رحم کھا کر اور اخفائے حال کر کے فرمایا : جا اپنے بچہ کو دیکھ ، اسے سکتہ کی بیماری ہو گئی تھی ، جس میں آدمی دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے ، جب وہ اپنے گھر آئی تو فرزند کو دیکھا کہ نیا لباس زیب تن کئے اس مسیحا دم کی طرح تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ ۔ اخلاق خداوندی اختیار کرو ۔ کے ساتھ موصوف ہے کیا عجب کہ واقعی وہی ہو جو شیخ فرما چکے تھے اور مراد شیخ کہ یُحْیِیْ وَ یُمِیْت زندہ کرتا ہے وہ اور مارتا ہے لکھا ہے اس جیسے واقعہ سے عبارت ہو ۔

دمش مریم صفت آبستن روح　　　نقابش مرہم دلہائے مجروح

روح کے بار آور ہونے میں ان کا دم کرنا مریم صفت ہے ۔ اور ان [illegible]ت زخمی دلوں کے لیے مرہم ہے ۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک سرخیل صوفیائے ہنود نے جنہیں عموماً سنیاسی کہا جاتا ہے ، پرانی مسجد میں آپ جیسے صراف نقد معانی کے سامنے فن کیمیا گری میں اپنی دانائی کا مظاہرہ کیا ۔ اور ایک مٹھی اکسیر بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کی ۔ آپ نے کہ اکسیر ساز قلب و نظر تھے ، وہ لے کر فوراً حوض میں ، جو مسجد کے قریب تھا ، ڈال دی ۔ سنیاسی کو افسوس ہوا ۔ آپ نے فرمایا : حوض میں سے اٹھا لو ۔ وہ تمام حوض کو ہزاروں مٹھی اکسیر سے بھرا ہوا دیکھ کر ششدر و حیران ہو گیا ۔ اور اس کی آنکھ کھلی ، زنار توڑ ، تشقہ مٹا کر آپ کا حلقہ بگوش ارادت ہو گیا ۔

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلب سیاہ　　　کیمیائے است کہ در صحبت درویشان است

جب مٹی اس قلب سیاہ کے پرتو سے سونا بن جاتی ہے۔ تو درویشوں کی صحبت تو نہایت کیمیا اثر اور سراسر اکسیر ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک کیمیا گر نے اپنی کیمیا دانی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: کیمیا گری کے اسباب کیا کیا ہیں؟ اس نے کیمیا کے اجزا ر اس کے بنانے کی ترکیب اور اس کے اوصاف گننے شروع کئے، آپ ایک گوشہ میں تشریف لے گئے، اور وہاں ایک طشت میں پیشاب کیا، وہ طشت سونے کا ہو گیا۔

نقل ہے کہ قواعد جہانگیری کے بانی اکبر بادشاہ نے آپ کے ایک ارادت مند سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ سلطان سلیم کس طرح بادشاہ ہو گا، آپ نے، اس ارادت مند سے یہ ماجرا سن کر فرمایا: اگرچہ مجھے اس کی حقیقت واقعی سے مطلع کر دیا گیا ہے مگر جب تک سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے اس کا جواب نہ سن لوں، کچھ کہنا خلافِ ادب ہے، پھر جمعرات کے دن شیخ رکن الدین نے آدھی رات کے بعد آپ کے حجرہ میں آنا چاہا مگر مارے ہیبت کے ہمت نہ ہوئی کہ اندر داخل ہو جائے، آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا: آنے کا ارادہ نہ کرو، وہیں رہ کر محرم اسرار بن جاؤ گے یہاں سرورِ آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم کے نفحات قدس کی عطر افشانی ہو رہی ہے۔

اور تم اس کے متحمل نہ ہو سکو گے۔ سلطان سلیم انشاء اللہ مرتبہ سلطنت کو پہنچے گا، بڑی سہولت اور شان سے۔

ہر سعادت کہ سلاطین جہاں یافتہ اند　　ہیچ شک نیست کہ از دولت درویشانست

نقل ہے کہ جس زمانے میں سلطان سلیم شکم مادر میں تھے تو کچھ نکتہ چیں بولے کہ یہ تو لڑکی کا حمل ہے، اس سے لڑکی ہی پیدا ہو گی۔ جب یہ خبر آپ کے گوش گذار ہوئی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی آرزو اس فقیر کے طفیل قبول فرمالی، امید ہے کہ فرزند ارجمند و بلند اختر ہو گا۔

نقل ہے کہ آپ کی دو صاحبزادیاں بی بی زیباؒ و عائشہؒ دونوں بہنیں جوتانے کے پہاڑ پر چہل قدمی کر رہی تھیں کہ اچانک ایک اجنبی آدمی دیکھا اور کوئی جگہ بھی دکھائی نہ دی

جہاں چھپ کران سے پردہ کرلیں۔ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اگر ہم زندہ ہی پہاڑ میں غرق ہو جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ ہم پر اجنبی نگاہ پڑے۔ اسی دم پہاڑ میں ڈوب گئیں جب رات میں گھر واپس نہ ہوئیں۔ اور آپ کو اس کی خبر دی گئی، تو ایک عقیدت مند سے فرمایا: پہاڑ پر فلاں جگہ دیکھو وہاں ضرور ان کی کوئی نشانی دستیاب ہوگی۔ وہاں جاکر دیکھا تو دونوں کی چادروں کا کچھ حصہ نظر آتا تھا، وہیں قبر کے نشانات بنا دیے گئے۔ بی بی زیباؒ تو درجۂ ولایت پر فائز تھیں۔ ایک دن بی بی عائشہ نے افسوس کے ساتھ کہا کہ آپ تو ولی اللہ ہیں آپ کا نام خوب مشہور ہوگا۔ بی بی زیباؒ نے فرمایا: ہم اور تم دونوں یکجا رہیں گے۔ انشاءاللہ خدا کی شان کہ ایسا ہی ہوا کہ اب مزار بی بی زیباؒ و عائشہ عوام کی زبان پر ہے اور دونوں کے نام سے فاتحہ دلائی جاتی ہے۔

نقل ہے کہ نورستان ولایت کی روشنی اور باغِ ہدایت کے غنچۂ نو شگفتہ شیخ تاج الدینؒ جس وقت گہوارۂ طفولیت میں تھے خوارق عادت اور کرامت کی روشنی ان کی پیشانی پر ظاہر تھی، منجملہ ان کے ایک یہ کہ ایک عفت مآب خاتون نے عرض کیا کہ آج شیخ تاج الدین نے پردہ کر رکھا ہے، اس دفتر کمالات انسانی کے رازدار شیخ سلیمؒ نے اشارہ کیا کہ ہماری گود میں کون بیٹھا ہے۔ جب اس کی نظر اس خاندانِ کرامت کے ثمر پختہ پر پڑی فوراً محفل سے عام اٹھنے والوں کی طرح اُٹھ کر چلدئے۔ سبحان اللہ وہ بچہ جو ایک قدم اُٹھ کر چل نہیں سکتا کس طرح اتنی بلندی پر فائز ہوا۔ اور اس سے شگفتہ وہ کرامت ہے کہ وہ چمنِ سعادت کا گل سر سبد شیرخوارگی کے دوران محفل نورانی میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح گویا ہوا اور کسی کام کی فرمائش کی۔ جب ان کی بات سنی نہ گئی، غیرت کے مارے بیتابی سے رخصت لے کر لباس صورت اتار کر دارالبقار کو روانہ ہو گیا۔ اب جب بھی کوئی پختہ چاولوں پر ان کی نیاز دے کر خدا سے اپنی کوئی حاجت چاہے تو فوراً اس کی حاجت برآری ہوتی ہے جامع مسجد کے جانب غرب آپ کا مزار ہے اور بالی پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

۹۷۹ھ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اس قافلہ سالار منازلِ حقیقت کے مزاج قدسی وجود خاکی کو بخار کا عارضہ لاحق ہوا اسی حال میں اعتکاف کی نیت سے اپنے حجرہ مبارکہ میں

بیٹھ گئے، جب بیماری نے طول کھینچا تو انتیسویں رمضان المبارک کی رات میں جو شب جمعہ بھی تھی اور شب قدر بھی ظاہر و باطن آراستہ و صورت پیراستہ فرزند عزیز شیخ بدرالدینؒ کو، جس کی پیشانی پر خدا شناسی کا نور اور جیب و آستین میں نقد سعادت تھی، اپنے حضور طلب فرما کر نصائح سودمند و ہوش افزا زبان گوہر بار پر لا کر اس سرو جوئبار ولایت کے دل و دماغ کو دانش و بینش کی چمکدار اور قیمتی موتیوں اور نادر جوہروں سے مالا مال کیا اور سجادۂ خلافت، جو پرانے بزرگوں کا شیوہ اور سرمایہ ہے، انہیں سپرد کیا، بڑے بیٹے شیخ احمدؒ کو، جو حق شناسی و حق طلبی میں کامل العیار تھے۔ جب معلوم ہوا کہ قرعۂ بزرگی ظاہری و باطنی چھوٹے بھائی کے حق میں پڑا ہے تو اس کی تاب نہ لا کر اور بے چین ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی تشویش ظاہر کی تو زبان فیض بیان و حقیقت ترجمان سے فرمایا: کیا کروں عالم بالا سے سجادۂ خلافت شیخ بدرالدینؒ کے سپرد کر دینے پر مامور ہوں ؎

چوں دم الہام زدہ کام او	نایب وحی آمدہ الہام او
غیب در آئینۂ دل روشن است	آئینہ از موم و نہ از آہن است
چشم یقینش بتماشائے غیب	در نظر او ہمہ صحرائے غیب
عصمتیان حرم آسماں	جلوہ کناں در نظرش ہر زماں
گاہ بیانش زملائک حشر	بر سخنش چو مگساں بر شکر

اس کے سب کام الہامی ہوتے ہیں اس کا الہام نائب وحی ہے، جیسے انبیاء علیہم السلام پر وحی ہوتی ایسے ہی اولیاء اللہؒ کو الہام ہوتا ہے۔ پوشیدہ چیزیں دل کے آئینہ میں روشن ہیں آئینہ موم کا ہوتا ہے لوہے کا نہیں، اس کی یقین کی آنکھیں تماشۂ غیب میں محو کیونکہ صحرائے غیب اس کی نگاہ میں مرتکز ہے، حرم آسمانی کی پاکیزہ کائنات ہمیشہ اس کی نگاہ میں جلوہ گر ہے، اس کے بیان حقیقت آفریں پر فرشتے اس طرح ٹوٹے پڑتے ہیں جیسے شکر پر مکھیاں۔

اور پھر عبادت میں، جو وظائف و آداب عبودیت کا ادنیٰ حصہ ہے، اور مراقبہ میں، جو مشاہدۂ حق و حضوری سے عبارت ہے، مشغول و مستغرق ہو گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور بقول بعضے رات کے تین چار گھنٹے گزر گئے، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رات کے صرف

تین گھنٹے باقی رہے تھے کہ آخری نماز کو مکمل شعور وآگہی و عین حضوری کے ساتھ ادا کر کے بحر حقیقت میں ڈوب کر دہیں کے ہو رہے، اور بقار مطلق میں فانی ہو گئے۔

ز سر چشمۂ قدس بود است جوئے ۔۔۔ بہ پیوست آخر بہ بحر الٰہی

وہ سرچشمۂ قدس کی ایک نہر تھی جو بالآخر بحر خداوندی میں مل گئی۔

بڑے بڑے علمار نامدار وزمانے کے پیشوا مثلاً ملا شیخ عبدالنبی گنگوہیؒ مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوریؒ، حسین چشتیؒ اور شہنشاہ وقت جلال الدین محمد اکبر، جو اس وقت تک علمار سو کے شکنجے سے بچے ہوئے تھے، نماز جنازہ میں شریک تھے۔ شیخ بدرالدینؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، بادشاہ جلال الدین محمد اکبر جنازہ مبارکہ کی مسہری اٹھانے والوں میں تھا۔ رات میں دفن کئے گئے، عمر مبارک پچانوے سال تھی[1]۔

اس شہباز معرفت کی تاریخ وفات ایک عقیدت کیش نے منظوم کی ہے ؎

مغیث ملت و پیر طریق شیخ سلیم ۔۔۔ کہ در کرامت و قربت جنید و طیفور است

منور است از و خانوادۂ چشت ۔۔۔ فرید گنج شکر را خلف ترین پور است

کسے کہ جرعہ کش بادۂ محبت اوست ۔۔۔ ہزار کرد تہی خم ہنوز مخمور است

دو بیں مباش "ز خود فانی و بحق باقی" ۔۔۔ کہ سال رحلتش اندر زمانہ مشہور است

ملت کا فریاد رس، پیر طریقت شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرہ جو کرامت و قربت

---

[1] اگر کوئی شخص بیہودگی یا رشک وحسد کے باعث، جسے وہ اپنا سرمایۂ حیات سمجھتا ہے، اعتراض کرے کہ بادشاہ کس طرح جنازے کو کندھا دے سکتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اپنے ماں باپ عزیز واقربا اور دوستوں کے جنازے میں شرکت تو عام ہے۔ مرشد و شیخ کا مقام بہت بلند ہے، اس لیے کوئی انوکھی بات نہیں اور پھر سلطان سلیم جہانگیر بادشاہ حضرت بی بی خدیجہؒ بنت شیخ سلیمؒ۔ والدہ نواب قطب الدین خاں۔ اور سلطان سلیم کی مرضعہ دودھ پلانے والی کے جنازہ اٹھانے والوں میں تھا۔ ایسے ایرادات واعتراضات دوں طبیعت لوگ کرتے ہیں، آزاد منش اور مساوات واخوت اسلامی کے خوگر افراد اس قسم کی حرکات سے بچے رہتے ہیں۔

الٰہی میں حضرت جنید بغدادیؒ و خواجہ طیفورؒ کی طرح ہیں ان کی ذات ستودہ صفات سے خانوادۂ
چشت منوّر ہے، آخر حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی سعادت مند اولاد میں ہیں، جو آدمی بھی ان
کی محبت و قربت میں مست ہے وہ ہزاروں جام پی کر بھی مخمور ہے۔ جملہ۔ ز خود فانی و بحق
باقی کے اعداد نوسو اکیاسی ۹۸۱ ہوتے ہیں دو عدد درمیان سے نکال دو، انہیں مت دیکھو اور سال
وفات معلوم کر لو جو زمانے میں مشہور ہے یعنی ۹۷۹ھ

ایک دوسرے مرید نے اس برگزیدۂ بارگاہ ایزدی کی تاریخ وفات لفظ شَیْخُنَا حَیّ
سے نکالی ہے، جو آپ کے شایانِ شاں اور معرکۂ جہاد اکبر کے شہداء کے مناسب حال ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ آدمی کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق کی بدولت زندہ ہے۔ ہم خستہ حالوں کی روداد حیات
تو جریدۂ کائنات پر نقش و مرتسم ہے۔

اس پیشوائے حقیقت کے جانشین آپ کے فرزند ارجمند و بلند اقبال بیٹے شیخ بدرالدین
چشتی ہوئے، جو ۹۵۸ھ میں خلوت کدہ عدم سے منصۂ شہود پر آئے۔ سال پیدائش
"شد نجم ہدایت لامع" اور ۹۷۹ھ میں مسند ہدایت و ارشاد پر بیٹھے "برگزیدۂ خلائق" اور

۳۰۴ - ۹۳ - ۴۲ - ۴۱

۹۵۸ھ

۹۸۵ھ میں ترک علائق کر کے زیارت حرمین شریفین کے ارادہ سے حجاز تشریف لے گئے، اور
۹۹۰ھ ذی الحجہ میں راہی ملک قدس ہوئے۔ آپ کی ہجرت کا سبب یہ ہوا کہ جب
والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے، اکبر بادشاہ شیخ کے بڑے صاحبزادے
شیخ احمد کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ شیخ احمد جانشین ہوں، جب
معاملہ ان کی رائے کے خلاف ہوا۔ اب اس نے ایک سوال اٹھایا کہ بڑے لڑکے کی موجودگی
میں، جو کامل العیار ہے، چھوٹا لڑکا اس عظیم منصب کا کس طرح مستحق ٹھہرا؟ حاجی حسین
و حاجی رکن الدین نے تسلی بخش جواب دیا اس کے خلاف گو اس نے دم نہ مارا مگر دل میں غبار
رنجش جم گیا، جو مٹائے نہیں مٹتا تھا، یہاں تک کہ ہندوستان قحط کی لپیٹ میں آگیا، اکبر
بادشاہ نے حضرت شیخ بدرالدین کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست دعا پیش کی، شیخ

بدرالدینؒ نے اس کے جواب میں بس یہ فرمایا کہ حضرت والد ماجد کو حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ ربط و تعلق تھا اور میں وہ چیز اپنے اندر نہیں پاتا کہ عابد و معبود میں بہت فرق و تفاوت ہے۔ بادشاہ نے بطور طنز کہا: شیخ کا جانشین کس طرح ہونا چاہیئے، تمہیں دعا کرنی چاہیئے کہ بھوکی پیاسی خلق خدا سرسبز و شاداب ہو، اسی جیسے موقع پر میں نے حضرت شیخ الاسلام سے رجوع کیا تھا، شیخ کی دعا سے میری حاجت پوری ہوگئی، مجبوراً شیخ بدرالدینؒ مزار شیخ الاسلامؒ کے سامنے تضرع وزاری میں مصروف ہوئے اور پتھر کے فرش پر اس قدر بدن کو روندا کہ جسم مبارک آبلوں سے بھر گیا، اور بارش برسنی شروع ہوئی، جب لوگوں نے بتایا کہ اب بارش کی ضرورت نہیں رہی، بارش رک گئی مگر شیخ بدرالدینؒ نے بادشاہ کی اس حرکت سے رنجیدہ خاطر ہوکر ارادہ کرلیا کہ ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے، بادشاہ پھر بادشاہ ہوتا ہے چنانچہ بادشاہ بھی آپ کے اس ارادہ سے خبردار تھا، انہوں نے گجرات و سورت کے حاکموں کو لکھا کہ شیخ بدرالدینؒ کو، جن کا حلیہ مبارک یہ ہے، باہر نہ جانے دیا جائے، اگر جہاز پر سوار ہو جائیں تب بھی انہیں جہاز سے اتار کر فتح پور لانے کی پوری کوشش کی جائے، اور آپ کی تصویر بھی اپنے فرمان کے ساتھ بھیج دی، اسی دوران حضرت شیخ بدرالدینؒ نے جلدی جلدی ہجرت کی تیاری کی، بچوں کو باری تعالیٰ کے اور بظاہر حاجی حسینؒ و دیگر ارادت مندوں کے سپرد کر کے گجرات کی طرف چل دیئے، اور نہایت محنت و جانفشانی سے تیز چلنا شروع کیا، فتح پور سے احمد آباد تک دو بار روزہ افطار کیا اور تیسرا افطار احمد آباد میں کیا جب جہاز پر پہنچے تو حاکم احمد آباد نے آپ کا راستہ روکا، آپ نے اسے خوب سمجھایا مگر وہ فرمان شاہی کے سامنے مجبور تھا۔ اپنی لاچاری ظاہر کی، آپ کو غصہ آگیا فرمایا: جب بادشاہ کے ملک میں مجھے کوئی کام نہیں مجھے جہاز کی بھی پرواہ نہیں، اور پھر مصلی جو کاندھے پر پڑا ہوا تھا اسے پانی پر ڈالا اور اس پر بیٹھ کر رواں دواں ہوگئے۔ ہر چند کشتیاں اور ڈونگے آپ کے پیچھے دوڑائے مگر آپ انہیں نہ مل سکے نہ آپ کا کوئی نشان ان کے ہاتھ لگا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو نادم و ناکام ہوکر معظم خانؒ ابن شیخ احمدؒ سے التماس کی کہ یہ گدی سنبھالے، مگر اس برگزیدۂ خدا و حق آشنا نے اس سے صاف انکار کیا

اور کہا کہ ہم کو اس سے کیا واسطہ ؟ شیخ بدرالدینؒ اور انکی اولاد اس کی مستحق ہے ، اور میں اپنے والد محترم شیخ احمدؒ کے فرمان واجب الاذعان سے سر مو انحراف نہیں کر سکتا۔

نقل ہے کہ جب شیخ بدرالدینؒ رحمت خداوندی کے سہارے حرمین شریفین کی پاک سرزمین میں پہنچ گئے تو پروگرام ونظام الاوقات اس طرح بنا کہ رات دن طواف میں مشغول رہیں ، زمین سخت تھی اس لیے سب آدمی جوتوں سمیت طواف کرتے تھے ، آپ نے بھی جوتوں سمیت طواف شروع کیا ، ایک دن شیخ طٰہٰ نے جو آپ کی مصاحبت سے سرفراز تھا یہ آیت مبارکہ تلاوت کی فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ۔ ۲۰/۱۲)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب تھا۔ ترجمہ یہ ہے : اپنی جوتیاں نکال بیشک اس وقت تو ایک پاکیزہ وادی میں ہے۔ آیت مبارکہ سنتے ہی آپ نے جوتیاں نکال دیں اور ننگے پیر طواف شروع کیا اور آخری دم تک اسی طرح کرتے رہے۔ کثرتِ طواف اور زمین کی گرمی و سختی سے پیروں میں چھالے پڑ گئے ، کھال تک اتر گئی ، آپ کا مرقد منور بازار منی میں واقع ہے۔

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی بیویاں اور اولاد

ذکر اولاد وازواج شیخ سلیم چشتیؒ۔ اب مناسب ہے کہ نیرنگ خامہ شیخ سلیمؒ کی ازواج اولاد کے تذکرہ میں اپنی جولانیاں دکھلائے۔

سو جاننا چاہیئے کہ حضرت شیخ کے ہاں چھ بیویوں سے اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ اولاد مرحمت فرمائی تفصیل حسب ذیل ہے :

شیخ محمد[۱] ، شیخ احمد[۲] ، شیخ بدرالدین[۳] ، بی بی مریم[۴] ، بی بی خدیجہ[۵] اور بی بی فاطمہ[۶] بی بی بدارت خاں بنت جناب عیسیٰ خاں ناظم صوبہ بیانہ ، سے ہیں ، یہ سب سے پہلی خوش قسمت عورت ہیں جنہیں ان مہرولایت وکرامت کے کاشانے میں ان کی رفاقت وصحبت میسر ہوئی

بی بی عائشہ کلاں اور بی بی زینب ، جو کہ زیبا سے مشہور ہیں اور مادر زاد ولی ہیں۔ یہ بی بی جھجانی[۲] کے بطن سے ہوئیں جنہیں آپ مکہ مکرمہ سے لائے تھے۔

شیخ معروف بی بی صاحبہ سے ہیں۔

شیخ نصر اللہ اور شیخ تاج الدین۔ جو مادر زاد ولی تھے بی کمال سے ہیں۔ یہ دونوں صاحبزادے بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے، جامع مسجد کے جانب غرب جو بالی پیر کے نام سے مشہور ہیں وہاں دفن ہیں۔ انہیں شیخ تاج الدین سے بچپن میں بعض خلاف معمول واقعات و کرامات کا ظہور ہوا۔

پہلی کرامت:۔ ایک دن والد محترم۔ شیخ سلیم چشتیؒ کو منتظر دیکھ کر بتقاضائے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ ماں باپ کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرو۔ گہوارہ سے نکل کر وضو کا لوٹا ان کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: جانِ پدر، پایۂ بشریت کا خیال کر کے حد شریعت کی، عمر کے لحاظ سے، حفاظت و نگہداشت کرنی چاہیئے۔

دوسری کرامت:۔ بعض سعادت مند جو دولتِ ولایت سے بہرہ ور ہیں، حکایت کرتے ہیں۔ جب اکبر بادشاہ کو فرزند کی تمنا ہوئی اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں درخواست دعا، پیش کی، تو حضرت اسے تسلی دے کر فرماتے تھے کہ بادشاہ کا غنچۂ مراد ضرور کھلے گا۔ مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جب وہ آجائے گا تو یہ کام بھی ضرور پورا ہوگا۔ تو شیخ تاج الدینؒ نے فصاحتِ عیسوی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارگاہِ شیخ میں اس مضمون کی درخواست پیش کی۔ اہل کرم کا وعدہ پابند وفا ہوتا ہے، امیدوار کو منتظر رکھنا کیا معنی؟ آپ نے ارشاد فرمایا مسجد اقصیٰ کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے تکمیل تک پہنچایا۔ تقدیر الٰہی تیری مقتضی ہے، اگر تو چاہے تو بادشاہ کی مقصد برآری میں اپنی قربانی پیش کر، اسی رات رہگذار عالم جاودانی ہوئے، اور عجب حسن اتفاق کہ اسی رات ملکہ دوراں مریم زمانی کو جو بادشاہ کی پہلی اور منہ چڑھی بیگم تھی، سلطان سلیمؒ کا حمل ٹھہرا۔

جب شاہزادہ پیدا ہوا تو اکبر بادشاہ نے فرط عقیدت سے شہزادہ آپ کی گود میں ڈال کر کہا: یہ لڑکا آپ کا ہے، آپ نے فرمایا: ہم نے اس کو اپنے ہمنام کر لیا یعنی اس کا نام سلطان سلیم رکھ دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اسے مبارک بنائے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شہزادہ کو پالکی میں نہ چھوڑا جائے۔ اور پھر یہ رسم پوری طرح مغل شاہی خاندان سے اٹھ گئی۔

ابھی بھی آثار کرامت شیخ تاج الدینؒ کے مزار پر انوار سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں، بہت سے حاجت مند اپنا دامن گوہر مراد سے بھر کرلے جاتے ہیں، دستور ہے کہ دودھ اور چاول پکاکر گندمی روٹی کے ساتھ مزار پر ڈال دیتے ہیں، اور بعد از فاتحہ غربا، یرا اور یتیم بچوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

شیخ منور، بی بی خزیمہ، اور اس کی بہن، جن کا نام معلوم نہ ہو سکا، بی بی کستوریؓ کے بطن سے ہیں۔

بی بی شائرہ، بی بی عائشہ، بی بی رقیہ اور بی بی رابعہ، بی بی پاربتی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔
شیخ محمودؒ کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کس محترمہ کے بطن سے ہیں، اور دو لڑکیاں بھی جو بچپن میں ہی انتقال کر گئیں، معلوم نہ ہو سکیں کہ ان کی ماں کون تھی، اور شیخ محمود، شیخ تاج الدین، شیخ منور اور شیخ نصر اللہ بچپن میں وفات پا گئے، ان کے مزارات بالی پیر کے احاطہ میں، جامع مسجد کے مغرب میں واقع ہیں۔ (از مترجم) آپ کی حرم محترم: بی بی بدارت خاں، بی بی جیجانی، بی بی صاحبہ، بی بی کمال، بی بی ..... اور بی بی .....

اولاد۔ صاحبزادے: شیخ محمد، شیخ احمد، شیخ بدرالدین، شیخ معروف، شیخ نصر اللہ شیخ تاج الدین، شیخ منور اور شیخ محمود

صاحبزادیاں ــ بی بی مریم، بی بی خدیجہ، بی بی فاطمہ، بی بی عائشہ کلاں، بی بی زینب عرف زیبا، بی بی خزیمہ، اس کی بہن۔ نام معلوم نہیں، بی بی شائرہ، بی بی عائشہ، بی بی رقیہ اور بی بی رابعہ۔ بی بی خزیمہ کا اگر ذکر نہ کیا جائے تو اٹھارہ کا عدد درست ثابت ہوگا۔

حضرت شیخ الاسلام کی صاحبزادیوں کا رشتۂ ازدواج

بی بی خدیجہ کا نکاح شیخ اعظمؒ ابن حافظ شیخ حسینؒ کے ساتھ ہوا اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا، شیخ خدیو اور شیخ خوبوؒ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں صوبہ داری کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے اور قطب الدین خاںؒ کے خطاب سے سرفراز، شیر افگن نمک حرام کے ہاتھ سے شہید ہوئے،

ان کی شادی ان کے حقیقی چچا شیخ معظم ابن حافظ حسین کی صاحبزادی بی بی سائیدی سے ہوئی اس پاکدامن کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔

فرزند اول شیخ ابراہیم جنھوں نے عہد جہانگیری میں کشور خاں کا خطاب پایا۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔

دوم۔ شیخ فتح الدین ان دونوں بھائیوں کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔

سوم۔ شیخ فرید۔ ان کی اولاد میں شیخ غلام نجف اور شیخ نجم الدین حیدر ہوئے، جو بدایوں میں مقیم اور صاحب جائداد ہیں۔ ان کا تذکرہ شیخ زین بہدانی کے ذکر میں بسلسلۂ تذکرہ اولاد شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ لکھا گیا۔

بی بی مریمؒ — جو شیخ الاسلام کے بھائی شیخ موسیٰؒ کے فرزند شیخ فضیلؒ کے عقد میں تھیں اس عفیفہ کے بطن سے چار لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ شیخ حسین، شیخ ولیؒ، شیخ شعیبؒ، شیخ افضلؒ اور بی بی زینبؒ، جو شاہ عبداللطیف کے عقد میں تھیں، اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور شیخ ولی و شیخ شعیب کے ہاں لڑکیاں ہوئیں۔ اور شیخ حسین کے تین لڑکے تھے: شیخ محمود، شیخ حبیب اللہ اور شیخ طہٰ، ان کے اولاد نہیں ہوئی اور شیخ افضل کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوئی ولادت ۹۵۰ھ وفات ۷، ذی الحجہ سنہ ؟ھ

بی بی فاطمہ، شیخ فیروز ابن شیخ عادل کے نکاح میں تھیں۔ ان کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں: شیخ آدم، شیخ غیاث الدین بی بی آلو اور بی بی حوّا۔ ولادت بی بی فاطمہ ۹۵۶ھ ۲۷، ذی قعدہ سنہ ھ کو وفات ہوئی، شیخ فیروز کی عمارتوں کے نشانات فتح پور میں ابھی بھی موجود ہیں، جو کسی وجہ سے منہدم ہو گئیں مگر فیروز محل کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ ان کی پیدائش ۹۵۶ھ۔

بی بی زینب عرف زیبا کا شیخ کبیر شجاعت خاں کے ساتھ عقد نکاح ہوا، جو تسخیر بنگالہ و قتل عثمان کے بعد "رستم زمانی" خطاب پائے ہوئے تھے، ایک بچی پیدا ہوئی اور بچپن ہی میں والدین کو داغ مفارقت دے گئی، بی بی زیبا کا مدفن جوٹانہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ ان کی ولادت ۹۶۰ھ اور وفات ۷، صفر المظفر سنہ ھ میں ہوئی۔

بی بی عائشہ کلاں۔ شیخ جنید ابن شیخ اولیاءؒ سے منسوب ہوئیں۔ ان سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بی بی آمنہ اور بی بی متولاؒ ان کی ولادت ۹۶۲ھ وفات ۸ر جمادی الثانی مزار جوٹمانے کے پہاڑ پر ہے۔ بی بی زیباؒ کے ساتھ۔

بی بی سائرہ۔ شیخ زین ابن شیخ اولیار کے عقد میں تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں، بلا وارث انتقال کر گئیں۔

بی بی عائشہ خورد۔ بی بی سائرہ کے انتقال کے بعد شیخ زین ابن شیخ اولیار کے نکاح میں آئیں، ایک بچی پیدا ہوئی، جو بچپن ہی میں انتقال کر گئی، اس کے بعد کوئی اور اولاد نہیں ہوئی اور وفات پائی۔ ولادت بی بی سائرہ ۹۵۶ھ وفات یکم ربیع الثانی سنہ اور ولادت بی بی عائشہ خورد ۹۵۹ھ وفات ۹ر محرم۔

بی بی رقیہ۔ شیخ بایزید ابن شیخ اولیار سے منسوب ہوئی۔ ایک بچہ پیدا ہوا، شیخ محمود۔ اور اس کی اولاد معلوم نہ ہو سکی ولادت بی بی رقیہ ۹۵۸ھ۔ وفات ۱۰ر ذی الحجہ۔ اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ شیخ محمود کے علاوہ تین لڑکیاں بھی ہوئیں، بی بی عائشہ، بابھی اور بانو، ان کی اولاد معلوم نہ ہو سکی۔ شیخ محمود کے دو لڑکے ہوئے: شیخ معروف اور شیخ احمد، ان کی اولاد معلوم نہیں۔

بی بی رابعہ۔ شیخ خلیل گوالیاری کو منسوب ہوئیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں۔

بی بی خزیمہ۔ شیخ ابوالخیر ابن شیخ ابراہیم، ابن شیخ موسیٰؒ ابن شیخ بہاءالدین چشتیؒ سے منسوب ہوئیں۔ ان سے چند لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ لڑکے بچپن میں انتقال کر گئے اور لڑکیاں: بی بی بائی، بچھا اور بی بی النور بقید حیات ہیں اور ان کی اولاد بھی باقی ہے۔ ولادت بی بی خزیمہ ۹۶۱ھ اور وفات ۲۹ر جمادی الآخر ۱۰۲۹ھ میں واقع ہوئی۔

شیخ ابراہیم ابن شیخ موسیٰؒ کے چار لڑکے تھے اور تیرہ لڑکیاں: شیخ خلیل، شیخ ابوالخیر شیخ یعقوب، شیخ مودود، شیخ یعقوب اور شیخ مودودؒ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور شیخ ابوالخیرؒ کی اولاد کی کیفیت ابھی مذکور ہوئی، شیخ خلیل کہ ان کے نکاح میں شیخ عبداللہ چشتیؒ الوری کی دختر تھی، اس سے ان کے ہاں تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں: شیخ فضل اللہؒ

شیخ یحییٰؒ، شیخ محی الدین۔ اب صرف شیخ محی الدین ابن شیخ خلیلؒ ابن شیخ ابراہیمؒ ابن شیخ موسیٰؒ کی اولاد باقی ہے، اور فتح پور میں ہے، جب بری صحبت اختیار کی تو ویسے ہی ہو کر بیکار ہو گئے۔

(نوٹ) یہاں پہنچ کر مجھے۔ مولف کو۔ خیال ہوا کہ فضل الدین اور تفضل حسین کی کیفیت و سوانح بھی لکھدوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس قدر کاذب، جھوٹے، اور غاصب لٹیرے تھے۔

پہلے پہل دعویٰ کیا کہ ہم بی بی زیباؒ کی اولاد میں ہیں۔ تفضل حسین جب آخری عمر میں، کچھ مدت کے لیے، درگاہ شریف کے متولی ہوئے تو خوشامدیوں نے چاپلوسی سے کہنا شروع کیا کہ آپ تو زین پوتا (زین کی اولاد) سے مشہور ہیں۔ اور شیخ زینؒ کے نکاح میں بی بی سائرہ تھیں۔ نہ کہ بی بی زیبا پھر ۱۸۵۷ء کے بعد اپنے نسب نامہ کو از سر نو تالیف کر کے بی بی سائرہ کی اولاد بتانا شروع کر دیا۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ بی بی زیباؒ کے ہاں ایک لڑکی ہوئی جو بچپن ہی میں انتقال کر گئیں، اور بی بی سائرہ کے کوئی لڑکا نہیں ہوا، اور بی بی رابعہ کہ یہ بھی شیخ زین کے نکاح میں تھیں، اس سے بھی لڑکی پیدا ہوئی اور خورد سالی ہی میں انتقال کر گئی۔ اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ پہلے شیخ فرید ابن زیبا تھے اور اب شیخ فرید ابن بی بی سائرہ ہو گئے۔ نسب بگاڑنے والوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو جو اپنے ماں باپ کا نام بدل دیتے ہیں۔ اب نسب نامہ ملاحظہ کیجئے: شیخ تجمل حسین ابن شیخ تفضل حسین ابن شیخ فضل الدین حسین ابن شیخ شرف الدین حسین عرف مٹھو ابن محمد یوسف عرف کلن ابن محمد عاشق شیخ ابن اسمعیل ابن احمد ابن ولی محمد ابن عبدالنبی ابن شیخ فرید ابن بی بی زیباؒ۔ کچھ زمانہ کے بعد، یہی شیخ فرید ابن شیخ بن گئے جو کہ بی بی رابعہؒ اور بی بی سائرہؒ کے شوہر تھے اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ شیخ زین کی ملکیت کے کوئی آثار نہیں، اور کوئی بھی انہیں پہچانتا۔

اسی طرح کریم بخش نامی ایک شخص اپنے کو شیخ کمال الدین الوری کے دامن سے وابستہ کرتا ہے، اور شیخ کمال الوریؒ سے نسبت کی کوئی نشانی نہیں رکھتا، حالانکہ شیخ کمال الدینؒ

اوریؒ کی اولاد قصبہ ندہی اور الور شہر میں موجود ہے، چنانچہ شیخ وزیرالدین شیخ کے مزار کے متولی ہیں اور شیخ شہاب الدین ندہی میں ہیں، ان کا کنبہ قبیلہ ہے مگر اس کریم بخش کو ان میں سے کوئی نہیں جانتا۔

اب یہ لوگ دوسرا مہرہ استعمال کر رہے ہیں اور اپنے نسب نامہ کی نئی بنیاد ڈال رہے ۱۸۶۵ء میں ایک شخص عبدالکریم نامی ظاہر ہوا جو مُہر بنانے، دیکھنے اور کھودنے میں، اور ہر طرز میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ یعنی اچھا ماہر تھا، اور ایسے آدمیوں کو ایسے شخص کی خاص طلب و جستجو رہتی ہے۔ کریم بخش و تفضل حسین کی حسب فرمائش ایک کتاب مرتب کر کے اس پر تاریخ تصنیف۔ تصنیف سے پہلے دور کی لکھ کر رکھ لی، جو ایسے لوگوں کی تصدیق کے کام آتی ہے۔ اور اس سے بے انتہا نفع ہوتا ہے، ابھی اسے منصۂ شہود پر نہیں لائے ہیں۔ عرصۂ دراز کے بعد لوگوں کو دکھلائیں گے۔

ذکر پسران حضرت شیخ الاسلامؒ

اولاد نرینہ:۔ شیخ معروفؒ ابن شیخ سلیمؒ نے دختر رستم خاں سے نکاح کیا، اس سے ایک لڑکا شیخ عارفؒ ہوئے، اور دوسری بیوی سے شیخ اسمٰعیلؒ ہوئے اور چند لڑکیاں۔ ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

شیخ محمد ابن شیخ سلیمؒ کے ہاں بی بی عصمت بنت قاضی سلیمان۔ جو قاضی مسلم کی اولاد سے ہیں، کے بطن سے ایک فرزند خواجہ اسمٰعیلؒ اور ایک لڑکی وجود پذیر ہوئی۔ خواجہ اسمٰعیلؒ نے کلثوم دختر شیخ احمد ابن شیخ سلیمؒ سے نکاح کیا۔ اس سے ایک دختر پیدا ہوئی مسماۃ بانو بیگم۔ جو کہ دیوان شیخ اسلام محمد ابن شیخ نور محمد ابن شیخ قاسم ابن شیخ بدرالدینؒ ابن شیخ سلیمؒ کے نکاح میں آئی، اور بی بی مرصع شیخ محمود ابن شیخ احمد ابن شیخ سلیمؒ سے بیاہی گئی اس سے کوئی اولاد نہیں۔

شیخ احمد ابن شیخ سلیمؒ جن کی شادی مسماۃ بی بی بینی دختر شیخ ابراہیم ابن شیخ موسیٰ ابن شیخ بہاءالدین چشتی سے ہوئی ان کے ہاں دو گرامی قدر فرزند پیدا ہوئے:۔ شیخ محمودؒ و شیخ بایزیدؒ۔ جو صوبہ داری کے بلند منصب اور معظم خاں کے خطاب سے بہرہ ور تھے اور دو لڑکیاں

بی بی آمنہ و بی بی کلثوم ، بعضوں نے بی بی دولارا کو لڑکیوں کے زمرہ میں لکھا ہے ، بی بی کلثوم خواجہ اسمعیل ابن شیخ محمدؒ سے بیاہی گئیں اور بی بی دولارا شیخ شعیب ابن شیخ فضیل ابن شیخ موسیٰ چشتیؒ سے منسوب ہوئیں۔ بی بی آمنہ شیخ ولی ابن شیخ فضیل برادر شیخ ابراہیم ابن شیخ موسیٰؒ کے نکاح میں تھیں۔ اور شیخ محمود ابن شیخ احمد ابن شیخ سلیم کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی ، ان کے نکاح میں بی بی مرصع دختر شیخ محمد تھیں ، حضرت بایزید نواب معظم خاں نے ، جو صوبہ داری کے منصب پر فائز تھے ۔ بی بی صالحہ بنت شیخ ابوالفضل ابن شیخ مبارک ناگوری سے نکاح کیا ، اس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی : شیخ عبدالہادیؒ ، شیخ عبدالاحدؒ شیخ عبدالسلامؒ ، شیخ محی الدینؒ اور مسماۃ بی بی عافیۃ اور دوسری بیوی مسماۃ ویبا دختر نواب ابراہیم خاں ابن شیخ موسیٰ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ، اس کا عقد نکاح شیخ موسیٰ ابن شیخ اسمعیل ابن شیخ کمال الدین الوریؒ سے ہوا ، ان سے ایک لڑکی بی بی اتو پیدا ہوئی ، جو شیخ فضل اللہ نواب اکرام خاں ولد شیخ علاء الدین نواب اسلام خاں کے ساتھ بیاہی گئیں اور مسماۃ عافیہ بنت نواب معظم خاں شیخ محی الدین ابن شیخ خلیل کے نکاح میں تھیں ، ان سے چار فرزند اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شیخ عبدالہادی کے کوئی اولاد نہیں ، ان کے نکاح میں شیخ یوسف عثمانیؒ کی صاحبزادی تھی ، شیخ عبدالاحد۔ جو نواب مکرم خاں کے نام سے مشہور تھے ان کے نکاح میں بی بی امینہ دختر شیخ خلیلؒ ابن شیخ ابراہیمؒ تھیں ، ایک صاحبزادی بی بی صاحبہ ان سے پیدا ہوئی ، اور شیخ عبدالرسول ، جو علاء الدین زندہ پیرؒ کی اولاد میں ہیں۔ سے منسوب ہوئی ، اور شیخ یعقوب کو جنم دیا شیخ یعقوب نے شیخ موسیٰ ابن شیخ خلیلؒ کی صاحبزادی سے نکاح کیا ، ان کی اولاد باقی نہ رہی ۔ اور نواب مکرم خاں کے ایک لڑکا بھی تھا ۔ جو آغاز جوانی میں ہی مردمی کے نمایاں کام کر کے شہید ہو گیا ، ان سے کوئی اولاد نہیں ، شیخ عبدالسلامؒ نے مسماۃ آسائش بانو دختر افضل خاں ابن شیخ ابوالفضلؒ ناگوری سے نکاح کیا ، اس عفت مآب خاتون سے چند فرزند ہوئے ، مگر سلسلہ آگے نہ چلا۔

نواب مکرم خاں کی تاریخ وفات ؎

جو خان مکرم بدریائے طوفاں ۔۔۔ فرو برد کشتی بدریائے وحدت

بفرمود در خواب تاریخ خود را   کہ سال وصالم "شفا رو رحمت"

۳۸۲-۶-۶۴۸

۱۰۳۶ھ

شیخ محی الدین نے بی بی عائشہ سے شادی کی جو نواب قطب الدین خاں کی صاحبزادی تھیں۔ اولادِ نرینہ نہ ہوئی، ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس سے شیخ حسین ہوئے ان سے ان کے فرزند غلام محی الدین ان سے۔ شیخ وجیہ الدین پھر آگے سلسلہ نہ چل سکا۔ شیخ احمد کی ولادت ۹۴۷ھ وفات ۹۸۲ھ۔

شیخ بدر الدین ابن شیخ الاسلام۔ اب قلم واقعہ نگار دریائے حقیقت کے نہنگ، آسمان شریعت وطریقت کے آفتاب اور زاہدوں کے سردار حضرت شیخ بدر الدین چشتیؒ کے تذکرہ میں مشغول ہوتا ہے، جو حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے خلف الصدق بھی ہیں اور خلیفہ وجانشین بھی، سو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ بدر الدین چشتی سجادہ نشین کے حبالۂ عقد میں شیخ کمال الدین الوری ابن شیخ شہاب الدین ابن شیخ بدر الدین عرف شیخ مٹھی چشتیؒ کی دختر نیک اختر تھیں، اس سے دو فرزند گرامی قدر پیدا ہوئے: برہان العارفین، حجۃ الواصلین شیخ علاء الدین چشتیؒ، جو جہانگیر کے دور میں "اسلام خاں" کے خطاب سے سرفراز اور آگرہ و الہ آباد و بنگالہ کی صوبہ داری کے منصب عالی پر فائز ہوئے، اور اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے والد عالی قدر کے جانشین وصاحب سجادہ ہو کر کام جویانِ طریقت کی تربیت بھی فرماتے تھے۔ ولادت شیخ علاء الدین ۹۷۸ھ وفات ۱۰۲۳ھ۔

آپ کے نکاح میں شیخ مبارک ناگوری کی صاحبزادی خورشید بانو تھیں، جو ابوالفضل وزیر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک گوہر نایاب عطا کیا یعنی اسرارِ الٰہی کے بھیدی، اور معارف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عارف و حامل شیخ فضل اللہ چشتیؒ، جو اپنے والد ماجد کے بعد حضرت شیخ الاسلام کی مسند ارشاد پر سجادہ نشینی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں اکرام خانی خطاب ملا، اور صوبہ میوات کی فوجداری کا انتظام سپرد ہوا، شاہ جہاں کے دور میں یہ عہدہ بڑھا صوبیدار

بنادیئے گئے، جسے آج کی اصطلاح میں گورنر کہتے ہیں۔

شیخ علاءالدینؒ کے دوسرے صاحبزادے شیخ معظم تھے جو بی بی رابعہ بنت جناب عیسی خاں کے بطن سے تھے۔ یعنی عیسی خاں کی نواسی جو سید قطب الدین ابن سید جلال رئیس کلکتہ و بنگالہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہجہانی دور میں معظم خانی کے خطاب سے بہرہ ور ہوئے، اور اپنے برادر بزرگ نواب اکرام خاں کے بعد، ان کے لاولد ہونے کے باعث، شیخ سلیم چشتیؒ کی خانقاہ میں سجادہ نشین ہوئے۔ وفات شیخ معظم سنہ ۱۰۶۹ھ

شیخ معظم کے ہاں بی بی ہمت جہاں بنت دیندار خاں۔" اور بعض کے نزدیک بنت اسلام اللہ خاں خاندیسی، اتفاق کی بات ہے کہ ان کا نام بھی ہمت جہاں تھا۔ سے حق تعالیٰ نے ایک پسر۔ شیخ مکرم اور ایک صاحبزادی بی بی صالحہ عنایت فرمائی۔ بی بی صالحہ۔ شیخ اسلام محمد ابن شیخ نور ابن شیخ قاسم، محتشم خاں، سے منسوب ہوئیں۔ اور شیخ مکرم اپنے پدر بزرگوار کے بعد ان کے جانشین یعنی مسند ارشاد و ہدایت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کے صدر نشین ہوئے، اور بی بی منا دختر شیخ نور محمد سے نکاح ہوا وہ لاولد ہوئے، وفات شیخ مکرم قدس سرہ سنہ ۱۱۰۳ھ۔ ان کے بعد درگاہ شیخ سلیمؒ کی سجادہ نشینی و تولیت جامع مسجد درگاہ شریف، جو نواب اسلام خاں کے خاندان میں حسب فرمان جہانگیر مخصوص تھی، وہ نواب محتشم خاں کی اولاد میں منتقل ہوگئی، ان کے سوانح آئندہ اوراق میں پیش کیے جائیں گے۔

شیخ قاسم المخاطب بہ محتشم خاں اور آپ کی اولاد کا تذکرہ

نواب محتشم خاں عہد جہانگیری کے بڑے امراء میں سے تھے اور آپ کے حرم میں چار بیویاں تھیں۔

پہلی شادی نواب تتار خاں رئیس و زمیندار میوات کی بھانجی بی بی کتان سے ہوئی اس سے دو بچے پیدا ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی شیخ فرید اور بی بی منا، شیخ فرید کا نکاح بی بی اچھا دختر نواب قطب الدین خاں سے ہوا، اس سے کوئی اولاد نہیں اور بی بی منا۔ شیخ عبداللطیف ابن شیخ محمد شریف ابن شیخ چشتی خاں ابن شیخ

کمال الدین کے عقدِ نکاح میں آئیں: ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نکاح شیخ فتح محمد دہلوی سے ہوا، جو شیخ علاء الدین زندہ پیرؒ کی اولاد میں ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے دو لڑکے اور ایک لڑکی عنایت فرمائی: شیخ یار محمد، شیخ نور اللہ۔ شیخ یار محمدؒ کے ہاں ایک لڑکی بی بی اتّوں پیدا ہوئیں، یہی بی بی شیخ ولی محمد سجادہ نشین شیخ سلیم چشتی کے نکاح میں تھیں۔ دوبارہ اپنے برادر حقیقی نواب اسلام خاں کی صوبہ داری کے دور میں بی بی نور النساء دختر سید قطب الدین ابن سید جلال سے نکاح کیا۔ یہ بی بی حضرت بی بی رابعہ اہلیہ نواب اسلام خاں کی حقیقی بہن تھیں، ان سے شیخ نور محمد عرف شیخ نور اور بی بی ایمنہ پیدا ہوئی، اور شیخ نور محمد ابن قاسم اور شیخ معظم خاں ابن شیخ علاء الدین باہم عم زاد و خالہ زاد بھائی ہیں۔ شیخ قاسم کی دیگر اولاد بطور خدمت گار ہیں۔ ان کا حسب و نسب دریافت نہ ہوا کہ کون کس سے ہوا۔

بہرحال شیخ قاسم نواب محتشم خاں کی تمام اولاد۔ لڑکے لڑکیاں۔ گیارہ ہیں، نوٗ لڑکے دوٗ لڑکیاں۔ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مرحمت فرمائے؛ شیخ فرید، شیخ نور محمد عرف شیخ نور بی بی منا، بی بی ایمنہ، شیخ احمد، شیخ افضل، شیخ منور، شیخ موسیٰ، شیخ انور، شیخ ہاشم شیخ محمد۔ بی بی ایمنہ شیخ مکرم ابن شیخ معظم خاں ابن شیخ علاء الدین نواب اسلام خاں کو بیاہی گئیں تھیں ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ چوں کہ شیخ نور محمد و شیخ انور کے علاوہ دوسری اولاد کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی اس لیے صرف انہیں دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شیخ انور ابن محتشم خاں کے دو لڑکے تھے؛ شیخ اسلم و شیخ فضل اللہ، شیخ اسلم کے لڑکے فیض الدین اور فیض الدین کے شیخ کلن تھے، جو لاولد ہی فوت ہوئے۔

شیخ فضل کے لڑکے شیخ سراج الدین اور ان کے لڑکے شیخ نظام الدین اور ان کے لڑکے شیخ قیام الدین اور شیخ قیام الدین کے ایک لڑکا شیخ شرف الدین اور لڑکی بی بی زیبا۔ شیخ شرف الدین صاحبِ حال بزرگ تھے،

بحق مشغول بود از خود فنا داشت   عبادت میں مشغول ہو کر اپنے کو فنا کر ڈالا

مسماۃ زیبا بھی صاحب اولاد تھیں۔ اول حیدر شاہ، جو اچھے مجاذیب میں تھے، لوگوں کے کام سرانجام دیتے اور اکثر ان کنووں سے، جو نواب اکرام خاں کی تعمیراتی یادگار ہیں، سیکڑوں گھڑے پانی سے بھر کر ضعفاء و بیوہ عورتوں کے گھر پہنچا دیتے، اور کوئی اُجرت نہیں لیتے، انہوں نے شرف الدین خاں کی طرح تجریدی، تنہائی کی زندگی بسر کر کے مردانہ وار عالم بقا کی سیر کی۔ دوم ایک دختر جس کی شادی خواجہ زادگان میں ہوئی اس سے خواجہ کریم اللہ[1] درحیم اللہ[2] وفہیم اللہ[3] تین صاحبزادے تھے۔ فہیم اللہ نے بیٹے کی موت کے غم میں تلوار سے خود کو قتل کر لیا۔ اور خواجہ کریم اللہ کے لڑکے تھے: خواجہ رحیم اللہ، خواجہ شریف اللہ، شریف اللہ نے اپنے چچا خواجہ رحیم اللہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا مگر لاولد فوت ہوئے، اور خواجہ رحیم اللہ کے ہاں تین لڑکیاں ہوئیں، ایک اس کے بھتیجے شریف اللہ کے نکاح میں تھی، اور دو لڑکیاں خواجہ عبدالکریم وخواجہ عبدالرحیم الوری کے عقد نکاح میں تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں اور خواجہ کریم اللہ نے آخری عمر میں تمام جائداد، زمین و مکانات جو فتح پور میں تھے، ان میں سے کچھ کو بیچا، اور کچھ کو رہن کیا، اور الور کی سکونت اختیار کی بسلسلۂ شیخ انور کا تذکرہ ختم ہوا۔

اب شیخ نور محمد عرف شیخ نور اور اس کی اولاد کا تذکرہ کرنے جا رہا ہوں۔

شیخ نور محمدؒ ابن قاسم محتشم خاںؒ کے نکاح میں نواب نظام خاں ولد نواب نثار خاں رئیس و حاکم میوات کی صاحبزادی بی بی داج تھیں۔ ان سے چھ لڑکے پیدا ہوئے: شیخ فرح محمد، شیخ عبداللطیف، شیخ اسلام محمد، شیخ یوسف، شیخ ارشد محمد اور شیخ مکین ؒ

اوّل۔ شیخ فرح محمد ابن شیخ نور، ان کے حبالۂ عقد میں بی بی کافیہ دختر شیخ طٰہٰ عثمانی تھی کوئی اولاد نہیں ہوئی لاولد فوت ہوئے۔

دوم شیخ عبداللطیف ولد شیخ نور۔ ان کا نکاح بی بی فتح دولت دختر شمشیر خاں ولد نظام خاں کی صاحبزادی سے ہوا ان سے ایک لڑکی بنام کلثوم پیدا ہوئی، اور کلثوم کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی بی بی متولاؔ، جو عبدالنبی کے نکاح میں تھیں اس سے دو بچے پیدا ہوئے۔

سوم۔ شیخ یوسف ابن شیخ نور، ان کے نکاح میں بی بی منان دختر محمد تھی، اس سے ایک لڑکا شیخ فیض الدین عرف فضو پیدا ہوا۔ اور شیخ فیض کے ہاں بی بی رحیم النساء کے بطن سے شیخ عباد اللہ نام کا ایک لڑکا ہوا، اور عباد اللہ کی شادی نور النساء بنت شیخ اسلم[1] ابن شیخ نور ابن محتشم خاں سے ہوئی، اس سے ایک لڑکا محب اللہ اور ایک لڑکی بی بی منا عرف گھسیٹی ہوئی۔ شیخ محب اللہ کے ہاں بی بی بیٹی کے بطن سے، جو ان کے حبالۂ عقد میں تھیں، دو لڑکے، دو لڑکی پیدا ہوئی:۔ شیخ نصر اللہ۔ شیخ غلام اسد اللہ اور بی بی فضل النساء اور بی بی صدر النساء نصر اللہ نے جوانی میں وفات پائی اور بی بی فضل النساء بیوہ ہو کر لاولد فوت ہوئی، اور بی بی صدر النساء کی شادی شیخ امیر اللہ ابن شیخ باقر چشتی کے ساتھ ہوئی، ان کا ذکر خیر شیخ اسلام محمد سجادہ نشین کی اولاد کے سلسلہ میں آئے گا، بی بی صدر النساء سے شیخ ممتاز علی، شیخ نیاز علی، شیخ اثیر الدین، شیخ خلیل الدین، شیخ باقر علی اور عفت النساء بیگم و نصیر بیگم پیدا ہوئیں۔ شیخ ممتاز علی اور شیخ اثیر الدین لاولد فوت ہوئے، ممتاز علی جوانی میں اور شیخ نصیر الدین بچپن میں فوت ہوئے۔ شیخ نیاز علی کی شادی رضیۃ النساء دختر شیخ غلام اسد اللہ سے ہوئی، اس سے ایک لڑکا بزرگ علی، ایک لڑکی سائرہ بیگم پیدا ہوئیں۔ سائرہ بیگم شیخ ولایت علی کو منسوب ہوئیں اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جو بحمد اللہ زندہ ہے بزرگ علی نے شیخ محمد حسین سندیلوی کی بڑی صاحبزادی سے شادی کی، جن کی رہائش دھوپور میں ہے، ان سے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور شیخ خلیل الدین نے فرخ بیگم دختر شیخ غلام اسد اللہ سے نکاح کیا، اس سے شیخ ریاض علی ہوئے، شیخ ریاض علی نے شیخ محمد حسین ولد شیخ کریم اللہ، جو ہری ممدوح الذکر کی چھوٹی صاحبزادی سے نکاح کیا، اس سے دو لڑکے ہوئے، رضوان الحسین اور ریحان الحسنؒ اور ایک لڑکی، الحمد للہ حیات ہیں۔ اور عفت النساء دختر۔ شیخ امیر اللہ کی منگنی۔ شیخ غلام اسد اللہ کے لڑکے کے ساتھ ہوئی،

---

[1] یہ مؤلف کا مغالطہ ہے ورنہ اسلم نام کا کوئی لڑکا شیخ نور کے نہیں تھا، اس کا صحیح نام اسلام محمد ہے۔ مترجم

لاولد ہی بیوہ ہوگئی، اور نصیر بیگم دختر شیخ امیر اللہ۔ شیخ صادق حسین ابن شیخ احمد علی ابن شیخ محمد باقر چشتی کے ساتھ بیاہی گئی، مگر لاولد ہی فوت ہوگئی، اور شیخ غلام اسداللہ نے مسماۃ عظیم النساء بنت شیخ محمد حیات ابن شیخ مکرم کے ساتھ شادی کی، ان سے ایک لڑکا ہوا، وجیہ الدین، اور تین لڑکیاں: بی بی رفیعۃ النساء منکوحۂ شیخ نیاز علی پسر شیخ امیر اللہ فرخ بیگم منکوحۂ شیخ خلیل الدین ابن شیخ امیر اللہ اور زبیدہ بیگم منکوحۂ مدار بخش تھیں، ان سے ایک لڑکا اکرام حسین موجود ہے، اور شیخ وجیہ الدین کے حبالۂ عقد میں شیخ امیر اللہ کی دختر نیک اختر تھیں، لاولد فوت ہوئے۔ چہارم شیخ اسلام محمد خلف شیخ نور محمد نے شیخ معظم سجادہ نشین کی صاحبزادی صالحہ بیگم سے نکاح کیا، اس عفیفہ کے بطن سے حق تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند اور ایک دختر عطا فرمائی۔ چوں کہ شاہی مرحمت وعنایات اور اکرام والطاف سے حضرت شیخ الاسلام قطب الاقطاب شیخ سلیم چشتیؒ کی اولاد بہرہ ور ومحظوظ تھی، صوبے داری اور دوسرے بلند عہدے ان کے سپرد تھے۔ اس لیے شیخ اسلام محمد بھی اپنے اسلاف کی طرح صوبہ داری کے منصب سے سرفراز تھے، اور درگاہ شیخ سلیم چشتیؒ میں تقسیم لنگر وانتظام روشنی شیخ حاجی حسین کی اولاد کے سپرد تھی، جو قاضی ابو مسلم کی اولاد میں تھے، اسی طرح امامت وخطابت اور خدمت مزار شریف حافظ شیخ عجائب کو دی ہوئی تھی، جو خوش سلیقگی سے اپنی مفوضہ خدمات انجام دے رہے تھے۔

جب اورنگ زیب، سلطان محی الدین عالمگیرؒ کو حق تعالیٰ نے اس ملک کی بادشاہت وفرمانروائی ارزانی فرمائی، اس دور میں حاجی حسین وحافظ عجائب کی اولاد میں باہمی رنجش پیدا ہوگئی، اور ان دو خاندانوں کی رنجش سے درگاہ شیخ سلیم چشتیؒ کے معاملات میں خلل پڑ رہا تھا۔ تو بادشاہ دین پناہ نے بڑودہ سے شیخ اسلام محمد کو اپنے پاس طلب فرمایا، اور ملاقات کے وقت آداب شاہی ومراتبِ صوبہ داری کو ایک طرف ڈال کر بھائیوں کی طرح ملاقات کی۔ اور بعد سلام مسنون ومزاج پرسی فرمایا: سنا ہے کہ حاجی حسینؒ وحافظ عجائبؒ کی اولاد کی باہمی شکر رنجی سے حضرت شیخ سلیم قدس سرہ کی درگاہ کے معاملات میں فتور واقع ہو رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ سلطان سلیمؒ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ہی کے روحانی فرزند تھے، معاملات حکومت سلطان سلیمؒ کے سپرد کیے، کہ کسی کو بھی خداوند قدوس کے حقیقی بندگان میں سے سونپی۔ اور دینی معاملات حضرت شیخ بدرالدینؒ کے ذمہ کئے کہ گمراہان ضلالت کو ہدایت کی شاہراہِ مستقیم کی رہنمائی فرمائیں۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ آپ کو فتح پور رہنا چاہیئے تاکہ درگاہ شریف کے معاملات استوار رہیں، یا پھر مجھے یہاں رہ کر حالات درست کرنے ہوں گے۔ شیخ اسلام محمدؒ منشاء شہنشاہی سمجھ چکے تھے۔ فرمایا: اس صورت میں مصلحت یہ ہے کہ میں فتح پور قیام کروں۔ مگر روزمرہ کے مصارف کا ذرا خیال ہے۔ بادشاہ نے فرمایا: اس سلسلے میں کسی اندیشہ دخیال کو راہ مت دو اور خدا کا نام لے کر درگاہ شریف کا انتظام سنبھالو۔ گویا مغل بادشاہوں کو اس درگاہ کی فکر ایسی ہی تھی جیسے امور مملکت و سلطنت کی۔

شیخ اسلام محمد شاہی ملازمت چھوڑ کر فتح پور تشریف لے آئے اور اپنے ذاتی تمام ملازموں داروغہ و متصدی اور مشرف کو اپنے ساتھ رکھا۔ اور درگاہ کے انتظام میں مصروف ہو گئے، ایک سال گذر گیا اور بادشاہ کی طرف سے کوئی بھی وعدہ عنایت شرمندۂ وفا نہ ہو سکا۔ مجبوراً درگاہ کے اردگرد کے مواضعات حاصل کئے صوبہ اکبر آباد کے حاکم نے شہنشاہ کی خدمت میں صورت واقعہ، تمام تفصیل کے ساتھ رکھ دی۔ وہاں سے فرمانِ واجب الاذعان حضرت شہنشاہ اس مضمون کا وارد ہوا۔ کل پرگنے، جو فتح پور کے متصل ہیں، اور وہ چھیاسی گاؤں ہیں، یہ بطور ذاتی اخراجات صاحب سجادہ کے لیے بطور معافی۔ اور ساتھ ساتھ یہ حکم کہ صوبۂ اکبر آباد کے معاملاتِ دیوانی بھی آپ کے سپرد کئے گئے۔ پوری احتیاط اور ہوشیاری سے دونوں کام انجام پذیر ہونے چاہئیں، اسی باعث لفظ "دیوان" آپ کے القاب کا ضمیمہ بن گیا۔ وفات شیخ اسلام محمد سنہ ۱۱۱۲ھ۔

اب اصل مضمون کی طرف آیئے۔ شیخ اسلام محمد کے پانچ فرزند تھے اور ایک دختر، (۱) شیخ محمد وارث (۲) شیخ محی الدین (۳) شیخ علاءالدین (۴) شیخ ولی محمد (۵) شیخ عزیزاللہ، اور مسماۃ بی بی امینہ، بی بی امینہ شیخ اسمعیل ابن شیخ ولی محمد کے نکاح میں

تھیں ان سے دو لڑکے ہوئے (۱) شیخ نور محمد عرف مکھا (۲) شیخ محمد عاشق۔

شیخ محمد وارث ابن شیخ اسلام محمد سجادہ نشین، ان کے نکاح میں جان بی بی دختر دلاور خاں تھیں۔

شیخ محی الدین سجادہ نشین ابن شیخ اسلام محمد سجادہ نشین (متوفی ۱۱۴۲ھ) ان کے حبالۂ عقد میں بی بی نادر جہاں بیگم دختر شیخ ولی محمد خاندیسی تھی، ان سے ایک لڑکا شیخ امام الدین عرف شیخ لعل پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں: بی بی نثار اور بی بی افضہ۔ شیخ امام الدین کے نکاح میں ان کی چچازاد بہن دختر شیخ ولی محمد ابن شیخ اسلام محمد تھی ان سے کوئی اولاد نہیں، شیخ محی الدین سجادہ نشین کے انتقال کے بعد شیخ ولی محمد ہوشیاری کے ساتھ بادشاہ کے ہاں سے پروانۂ تولیت و سجادہ نشینی حاصل کر کے مسند نشین سجادہ شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ بن گئے اور مسجد جامع کے متولی۔ بیگم شیخ محی الدینؒ والدہ امام الدینؒ کو تسلّی دی کہ تمہارا لڑکا ہی سجادہ نشین ہے اس کی نیابت میں امور تولیت کی خدمت کر رہا ہوں، شیخ امام الدین جب جوان ہو جائیں گے تو اپنا حق تولیت و سجادہ نشینی وصول کر لیں گے۔ چنانچہ سند سجادہ نشینی و تولیت مزار و جامع مسجد حسب دستور شیخ امام الدین کو عنایت ہوئی، شیخ امام الدین جب اس جگہ پہنچے، جو تکیہ لعل سے مشہور ہے، وہیں جان جان آفریں کے سپرد کی وہیں تدفین عمل میں آئی۔ غالبًا اسی وجہ سے وہ لعل تکیہ مشہور ہے۔

اور مسماۃ بی بی افضہ بنت شیخ محی الدین شیخ نور محمد عرف شیخ مکھا کو بیاہی گئیں، جو شیخ محمد عاشق کے بھائی تھے ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور دوسری لڑکی بی بی نثار بنت شیخ محی الدینؒ شیخ اعظم ابن شیخ قاسم ابن شیخ اسحٰق الوری کے نکاح میں آئیں، ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، شیخ معظمؒ و شیخ مکرمؒ لڑکی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

شیخ علاء الدین ابن دیوان شیخ اسلام محمد، ان کے نکاح میں بی بی عافیہ دختر شیخ افضل تھی، ان سے دو لڑکے: شیخ فتح الدین اور شیخ بدرالدین پیدا ہوئے۔ شیخ بدرالدین کے نکاح میں شیخ انبیا، نبیرۂ شیخ ابراہیم کی دختر نیک اختر تھیں ان سے شیخ غلام سلیم،

بی بی امام النساء اور بی بی مجیدا پیدا ہوئیں، شیخ غلام سلیم کے نکاح میں شیخ مکرم ابن شیخ محی الدین ابن شیخ قاسم ابن شیخ انبیاء نبیرۂ شیخ ابراہیم کی صاحبزادی تھیں جن سے ایک لڑکی بی بی نعیم النساء پیدا ہوئی۔

شیخ ولی محمد ابن دیوان شیخ اسلام محمد سجادہ نشین، شیخ لالؒ اور دیوان شیخ محی الدین برادر خورد کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور پرگنہ فتح پور بسبب سید حسن علی خاں و سید عبداللہ خاں کے کینہ توز و متعصب مزاج ہونے کے دیوان ولی محمد کے ہاتھ سے نکل گیا، مگر چند دیہات، جو عہد جہانگیری میں بطور معافی ملے تھے، بچ گئے: میدو، جاجو، ہمردولی کاندو بارو اور مٹی بزرگ کا آدھا، یہ ساڑھے چار دیہات بدستور قدیم بحال و برقرار رہے اور انتظام دیوانی و فوجداری بھی آپ ہی کے سپرد رہا۔ آخر ۱۸۰۳ھ میں یہ دیہات بھی انگریزی سرکار کے انتظام میں آگئے۔[1]

شیخ ولی محمدؒ کے نکاح میں مسماۃ بی بی اتوں دختر شیخ یار محمد تھیں۔ جو شیخ علاء الدین زندہ پیرؒ کی اولاد میں ہیں اس سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں: شیخ عبدالصمد جو اپنے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے، شیخ معظم، شیخ محمد امجد اور شیخ محمد اسلام، شیخ محمد امجد، و شیخ محمد اسلامؒ بچپن میں انتقال کر گئے۔ شیخ ولی محمد کی لڑکیوں میں سے ایک شیخ عبداللہ ولد شیخ عنایت اللہ کے حبالۂ عقد میں تھی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر اس کی کوئی یادگار۔ آل اولاد۔ باقی نہ رہی یعنی لاولد فوت ہوئی۔ دوسری لڑکی شیخ امام الدین ابن محی الدین سجادہ نشین کے نکاح میں آئیں، اس کی بھی نسل نہ چل سکی۔ تیسری صاحبزادی شیخ احمد ولد شیخ احسن اللہ ابن شیخ عبدالعزیز ابن شیخ عبدالرحمٰن کے ساتھ بیاہی گئی، چوتھی

---

[1] بعض روایات میں یہ ہے کہ یہ ساڑھے چار گاؤں انگریزوں نے نہیں بلکہ راجہ بھرتپور نے ان پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر شیخ احمد سجادہ نشین کے آخری دور میں مہاراجہ بھرتپور کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہوگئے تھے حد یہ ہے کہ اگر مہاراجہ مندر میں ہوتے اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ شیخ احمد تشریف لائے ہیں تو مندر میں سے ملاقات کے لئے باہر آتا۔ مخطوطہ ب

لڑکی شیخ بہاءالدین ابن شیخ ارشد محمد کے صاحبزادے کے نکاح میں تھی، لاولد فوت ہوئی
شیخ معظم ولد شیخ ولی محمد سجادہ نشینؒ کی شادی محمد رضا دہلوی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی
جو شیخ علاءالدین زندہ پیر کی اولاد میں ہیں۔ اور لاولد فوت ہوئے۔

شیخ عبدالصمد ابن شیخ ولی محمدؒ سجادہ نشین، اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد مسند
سجادہ نشینی پر رونق افروز ہوئے، ان کی شادی بی بی جیون دختر شیخ لطف اللہ ابن شیخ
عبداللطیف ابن شیخ عبدالمومن عثمانی سے ہوئی، جو شاہی منصب داروں میں تھے۔ ان سے
ایک لڑکا شیخ احمد اور دو لڑکیاں: بی بی منا اور بی بی گمانو ہوئیں بی بی منا شیخ مکرم ابن
شیخ اعظم ابن شیخ قاسم ابن شیخ اسحق ساکن الور کے نکاح میں آئیں، ان سے چار لڑکے
اور ایک لڑکی ہوئی: شیخ غالب، شیخ فضو، شیخ محمد واسع، شیخ لطیف اور مسماۃ بدیع النساء
بی بی گمانو کی شادی شیخ یوسف عرف کلن ابن محمد عاشق ابن شیخ اسمعیل سے ہوئی
اس سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ شیخ غلام مرتضٰی عرف منو، شیخ محمد طالع، شیخ
شرف الدین عرف مٹھو اور مسماۃ شرف النساء و لطف النساء۔ شیخ احمد چشتی سجادہ نشین
کے نکاح میں بی بی امام النساء، دختر شیخ بدرالدین ابن شیخ علاءالدین ابن دیوان اسلام
محمد تھی ان سے شیخ علی احمد ایک لڑکا اور مسماۃ بی بی فضیلۃ النساء و بی بی امیر النساء اور
بی بی عظیم النساء ہوئیں۔

شیخ احمد سجادہ نشین نے ایک دوسری عورت سے شادی کی۔ بی بی زینۃ النساء دختر
شیخ محمد امین قاضی زادۂ نارنول۔ کہ نواب شجاع الدولہ کے عہد وزارت میں علاقہ
مہابن و جلیسر وغیرہ اس کے تصرف میں تھے، اور آخر میں مہاراجہ سورجمل جاٹ والی
بھرتپور کے بڑے منصب دار بن گئے تھے۔ اس بی بی سے ایک فرزند شیخ محمد باقر
اور مسماۃ بی بی بدرالنساء ہوئی۔ شیخ علی احمد ابن شیخ احمد اپنے پدر بزرگوار کے بعد سجادہ نشین
ہوئے، ان کے نکاح میں بی بی نعیم النساء بنت غلام سلیم ابن شیخ بدرالدین، ان کے
ماموں کی لڑکی تھیں، لاولد فوت ہوئیں، اور بی بی فضیلت النساء، شیخ شرف الدین
عرف مٹھو کے ساتھ بیاہی گئیں، تین لڑکے اور ایک لڑکی ان کے ہاں ہوئے، شیخ فضل الدین

شیخ قمر الدین، شیخ سعد الدین، اور مسماۃ بی بی انجم النساء اور بی بی امیر النساء کی شادی شیخ غالب ابن شیخ مکرم کے ساتھ ہوئی، ان سے تین لڑکیاں ہوئیں بی بی جیئیا، بی بی زینب، اور بی بی نجم النساء اور مسماۃ عظیم النساء شیخ غلام مرتضیٰ عرف شیخ متو کے نکاح میں آئیں اور لاولد فوت ہوئیں۔ مسماۃ بدیع النساء بنت شیخ مکرم شیخ غلام سلیم کے ساتھ بیاہی گئیں، ان سے نعیم النساء ہوئیں، جو کہ شیخ علی احمد سجادہ نشین کے عقد میں تھیں، لاولد فوت ہوئیں، مسماۃ شرف النساء بنت شیخ کلن، شیخ نظر محمد کے نکاح میں آئیں، ان سے ایک لڑکا، یار محمد ہوا جو شیخ میتا کے نام مشہور تھا، اور مسماۃ لطف النساء بنت شیخ کلن شیخ غلام سلیم ابن شیخ معظم ابن شیخ اعظم کے حبالۂ عقد میں آئیں، ان سے ایک لڑکا شیخ کریم بخش اور دو لڑکیاں نور النساء اور جمیلۃ النساء پیدا ہوئیں۔ اور مسماۃ عظیم النساء و رحیم النساء شیخ مکرم ابن شیخ اعظم کی دختر تھیں، اور شیخ مکرم مذکور نے دوسرا نکاح شیخ محمد عاشق کی لڑکی سے کیا جو شیخ کلن کی بہن تھیں، ان سے عظیم النساء اور رحیم النساء ہوئیں یہی عظیم النساء مولوی مہدی کو منسوب ہوئیں، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور مسماۃ رحیم النساء عظیم النساء کی بہن، شیخ محمد طالع کو منسوب ہوئیں ان سے ایک لڑکی مسماۃ عزت پیدا ہوئی۔

شیخ فضل الدین ابن شیخ شرف الدین عرف مٹھو کے ہاں دو بیویاں تھیں (۱) مسماۃ حنا بنت شیخ غالب، اس سے شیخ فضل الدین کے ہاں شیخ تفضل حسین اور شیخ اکرام حسین پیدا ہوئے (۲) دوسری مسماۃ عزت دختر شیخ محمد طالع اس سے مسمی امداد حسین ہوئے، جو بچپن ہی میں وفات پاگئے اور مسماۃ بخت النساء و رقیۃ النساء، بخت النساء شیخ عاشق محمد ابن شیخ یار محمد عرف میتا سے منسوب ہوئیں اور لاولد فوت ہوگئیں رقیۃ النساء بظاہر کنواری ہی رہیں۔

شیخ قمر الدین کو شیخ غالب کی صاحبزادی مسماۃ نجم النساء منسوب ہوئیں، ان سے ایک لڑکی ہوئی مکرم حسین کے ساتھ اس کی منگنی ہوگئی مگر وہ نکاح سے پہلے ہی وفات پاگئیں، اور مکرم حسین بھی بغیر شادی کیے انتقال کر گئے۔

اور نجم النسار بنت یشیخ شرف الدین شیخ یار محمد عرف یشیخ مستیا بن شیخ نظر محمد کو منسوب ہوئیں ان سے ایک لڑکا عاشق محمد اور ایک لڑکی فتو نام کی پیدا ہوئی، یشیخ عاشق محمد کے ہاں بخت النسا کے علاوہ بھی۔ کہ اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری بیوی بھی تھیں مسماۃ مانی بیگم بنت ممی خاں۔ اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، ایک ان میں سے ایک سوداگر کے لڑکے کے ساتھ بیاہی گئی جس کی دوکان آگرہ شہر کے صدر بازار میں تھی اور دوسری غلام احمد علی خاں کو منسوب ہوئیں، جو تھانہ فتح پور میں ہیڈ محرّر تھا، بی بی فتو بنت یشیخ یار محمد خواہر عاشق محمد، یشیخ تفضل حسین کے عقد نکاح میں تھیں، ان سے ایک لڑکا یشیخ تجمّل حسین اور دو لڑکیاں عزیز النسار اور فضیلتہ النسار پیدا ہوئیں۔ یشیخ تجمل حسین نے گوالیار میں شادی کی اس سے یشیخ فخر الحسن پیدا ہوئے، جو زندہ موجود ہیں، اور عزیز النسار محمد فرید ابن یشیخ کریم بخش کو منسوب ہوئی چونکہ وہ وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی میں پورے نہ تھے اس لیے اولاد نہ ہوسکی، اور اس غم میں وہ اکثر بیمار رہے اور آخر غم اولاد میں گھلتے گھلتے وفات پائی اب عزیز النسار بیوگی کی صورت میں محمد شریف بخش ابن شیخ کریم کے ہاں زندگی کے ایام پورے کر رہی ہے، اور مسماۃ فضیلتہ النسار یشیخ احسان الدین سے منسوب ہوئیں۔ جو یشیخ ابراہیم ابن یشیخ موسیٰ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا ہے عزیز الدین نام کا جو فیاض الدین۔ برادر بزرگ احسان الدین۔ کے پاس رہتا ہے۔

یشیخ کریم بخش کے گھر میں بی بی زینب دختر یشیخ غالب تھی اس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی: یشیخ محمد شعیب و یشیخ محمد فرید اور مسماۃ شریف النسار اور بعض سوانح نگاروں کے نزدیک عزیز النسار دختر یشیخ کریم بخش۔ یشیخ فیاض الدین ابن یشیخ رحیم اللہ کو منسوب تھیں اور یشیخ رحیم اللہ کے نکاح میں نور النسار یشیخ کریم بخش کی بہن تھیں۔ ان سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ فیاض الدین، ریاض الدین، احسان الدین اور مسماۃ حمید النسار و مسعود النسار اور سعید النسار

یشیخ فیاض الدین کے ہاں یشیخ کریم بخش کی لڑکی تھی، اس سے دو لڑکے غلام محی الدین و عظیم الدین اور ایک لڑکی عصمت النسار پیدا ہوئیں۔ غلام محی الدین نے گوالیار میں شادی

کی اس سے چار لڑکے ہوئے مگر مجھے نام معلوم نہیں۔ عصمت النسار شیخ محمد اسحق ابن شیخ محمد شریف ابن شیخ کریم بخش کے ساتھ بیاہی گئی، اس سے دو لڑکی ہوئیں ان کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ احسان الدین کے حالات پہلے گذر چکے ہیں۔ ریاض الدین نے تجرد میں زندگی گذاری حمید النسار جے پور کے ایک چونہ ساز سے منسوب ہوئیں، چند یوم تنگی و ترشی سے گذارے اپنے باپ کے گھر بسر اوقات کی، سعید النسار منگنی ہوتے ہی فوت ہو گئیں، مسعود النسار شیخ محمد شریف کے نکاح میں تھیں۔

ان سے شیخ محمد اسحق ہوئے، دوسرے حمل میں، بچہ کے پیٹ ہی میں مرنے کے باعث انتقال کر گئیں۔

شیخ علی احمد اور اس کی بہنوں کے تذکرہ سے فارغ ہو کر شیخ محمد باقر اور ان کی حقیقی بہن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ شیخ علی احمد کی وفات ۱۲۱۴ھ۔ مگر قطعہ تاریخ رحلت سے اس کی تائید نہیں ہوتی ؎

شیخ علی احمد ازیں دار فنا	کرد منزل چوں بجنات النعیم
گفت تاریخ وفاتش ہاتفے	بود کامل نائب شیخ سلیمؒ

۱۲ ۹۱ ۶۳ ۹۱۰ ۱۴۰

۱۲۱۶ھ

شیخ محمد باقر چشتیؒ کے ہاں بی بی زینب دختر شیخ پیر محمدؒ سے۔ جن کا سلسلۂ نسب حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ تین فرزندان گرامی قدر پیدا ہوئے۔

اوّل فرزند: جلوہ فرمائے بزم عرفان، زینت بخش انجمن طمانیت وایقان، عارف حقایق جلی وخفی حضرت شیخ کاظم چشتیؒ جو اپنے سوتیلے چچا شیخ علی احمد کے بعد سجادہ نشینی طریقت سے بہرہ ور ہوئے اور شاہ عالم بادشاہ کے فرمان کے مطابق جامع مسجد کی تولیت اور حضرت قطب الاقطاب شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار مبارک کی خدمت کے اعزاز سے مشرف ہوئے۔

دوسرے فرزند : شیخ احمد علی، تیسرے فرزند شیخ امجد علی، ان کے علاوہ چوتھے فرزند شیخ امیر علی عرف شیخ امیراللہ دوسری بیوی سے ہوئے، شیخ احمد علی کے نکاح میں مسماۃ بی بی حسن آرا، دختر سید سرفراز علی۔ رئیس مہابن علاقہ متھرا۔ تھی۔ جو سرکار انگریزی دور میں رسالداری کے بلند عہدہ پر متمکن تھے۔ اس زمانے میں یہ بڑا اعزاز تھا۔

ایک لڑکا ان کے بطن سے ہوا مگر، افسوس کہ، ماں بیٹا دونوں نے جان جاں آفرین کے سپرد کی، اس کے بعد دختر شیخ عاشور محمد ابن شیخ پیر محمد عباسی سے نکاح کیا، ان سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں :۔ شیخ باقر عطا عرف شیخ عطا حسین، شیخ صادق حسین اور مسماۃ کبیر النساء، و ممتازی بیگم، کبیر النساء کا رشتہ سید محمد حسین ابن سید کرم علی سے ہوا۔ اس سے ایک لڑکی ہوئی، جو اپنے والد ماجد کے ہمشیرزادہ سید حکیم الدین ابن سید جلال الدین جلیسری کو منسوب ہوئیں اور لاولد ہی فوت ہوگئیں، اور ممتازی بیگم شیخ امیر محمد ابن علی محمد ابن شیخ عاشور محمد ابن شیخ پیر محمد عباسی کو بیاہی گئیں اور ایک لڑکی کو جنم دے کر اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

شیخ صادق حسین نے اپنے چچا شیخ امیراللہ کی صاحبزادی نظیر بیگم سے شادی کی، اور دونوں لاولد فوت ہوگئے، شیخ باقر عطا عرف عطا حسین نے دو شادیاں کیں، ایک بیوی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب پہلی بیوی وفات پاگئی تو دوسرا نکاح مرزا محمد بیگ کی صاحبزادی سے کیا، جو حسب ۲۷۲ امرساں ہیں رہتے تھے، ان سے ایک فرزند شیخ فرید حسین پیدا ہوئے، جو الحمدللہ حیات ہیں۔ شیخ امجد علی ابن شیخ محمد باقر لاولد وفات پاگئے رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ محمد باقر کی تاریخ رحلت ؎

پور احمد کہ ازیں دار فنا | گشت سیاح بملک آخر
گفت تاریخ وصالش ہاتف | "با دور = خلد محمد باقر"

۲۱۱ ۶۳۴ ۹۲ ۳۰۳

۱۲۴۰ھ

بی بی بدرالنساء بنت شیخ احمد سجادہ نشین۔ خواہر حقیقی شیخ محمد باقر۔ شیخ سلطان

بخش ابن شیخ عبدالغفورؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں جن کا سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے، جو حضرت صدیق اکبر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں، شیخ عبدالغفورؒ شاہ عالم (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶) کے دور میں صوبہ ماڑی کے ناظم تھے، بدرالنساء سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ شیخ علی شیرؒ، شیخ اسد علیؒ، شیخ ارشاد علیؒ اور مسماۃ بی بی صدرالنساء و بی بی رفیع النساء۔ شیخ علی شیر کے حبالۂ عقد میں بی بی صاحب جان دختر شیخ سلیم اللہ شاہ تھی، جو محمد شاہی عہد (۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ء) میں بلند مرتبت امراء میں سے تھے، پھر ترکِ ملازمت کر کے بپاس فقیری و دلق درویشی اختیار کیا بی بی صاحب جان سے بی بی بنیادی بیگم ہوئیں جو سید ظہور حسن جلیسری کے نکاح میں تھیں، ایک فرزند، محمد احسن جنم دے کر عازم آخرت ہوئیں۔ اور سید محمد نے اپنی چچا زاد بہن دختر سید جلال الدین سے شادی کی۔ شیخ اسد علی ابن شیخ سلطان بخش ابن شیخ عبدالغفورؒ کے عقد نکاح میں بی بی جانی خانم بنت شیخ میاں خاں ابن مولوی یعقوب قریشی الاصل تھیں، بی بی حسن جہاں بیگم ان کی یادگار ہے، شیخ ارشاد علی لاولد فوت ہوئے بی بی صدرالنساء سید کرم علی سے منسوب ہوئیں، ان سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سید جلال الدین سید امیرالدین، سید محمد حسن اور اوج بیگم و بیگم جان، سید جلال الدین بمرض مرگی انتقال کر گئے، اور سید امیرالدین دریا میں ڈوب گئے، شادی نہ کی تھی، کنوارے ہی رہ گزار فردوس بریں ہوئے سید محمد حسن کی نسبت مسماۃ بی بی کبیرالنساء دختر شیخ احمد علی ابن شیخ باقرؒ ٹھہری، ان سے ایک لڑکی ہوئی جو سید حکیم الدین ابن سید جلال الدین جلیسری کے نکاح میں آئیں اور لاولد فوت ہوئیں اور مسماۃ بیگم جان سید جلال الدین سے منسوب ہوئیں، جو سید ظہور حسن و سید وجیہ الدین کے حقیقی بھائی تھے، بیگم جان کے ہاں ایک لڑکا سید حکیم الدین تولد ہوا، اس نے پہلے اپنے ماموں سید محمد حسن کی لڑکی سے رشتہ کیا، جب اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو اس کی وفات کے بعد دوسری شادی کی۔ جو موجود ہے، ان سے دو لڑکیاں ہوئیں، چھوٹی لڑکی سید محمد احسن ابن سید ظہور حسن سے منسوب ہوئی، اور بڑی لڑکی کا ایک اور عزیز کے ساتھ رشتہ کر دیا۔

بی بی رفیع النسار بنت شیخ سلطان بخش ابن شیخ عبدالغفور حضرت۔ شیخ الشیوخ شیخ کاظم علی چشتی سجادہ نشین ابن شیخ محمد باقر چشتی کے حبالۂ عقد میں آئیں۔

اب قبل اس کے کہ شیخ محمد کاظمؒ اور ان کی اولاد کا تذکرہ کیا جائے مناسب ہے کہ ان کے بعض متوسلین اور ارادت مندوں کا ذکر کر دیا جائے۔ شیخ پیر محمد عباسی کے ہاں نور بی بی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں: شیخ عاشور محمد، شیخ یوسف، بی بی زینب النسار اور بی بی منی شیخ عاشور محمد نے فیض اللہ بیگ کی لڑکی سے رشتہ کیا، جو نواب نجف خاں کے بڑے رفقار میں تھے، ان کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں: شیخ علی محمد، شیخ ولی محمد، شیخ وزیر محمد، بی بی محمدی بیگم اور بی بی احمدی بیگم۔ شیخ یوسفؒ لاولد فوت ہوئے اور احمدی بیگم بھی لاولد فوت ہوئیں۔ محمدی بیگم۔ شیخ احمد علی سے منسوب ہوئی ان کا اور ان کی اولاد کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

شیخ ولی محمد ابن عاشور محمد کے ہاں کلن نامی ایک کنیز سے لڑکا پیدا ہوا، مگر معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں ہیں؟ وزیر محمد لاولد فوت ہوئے، علی محمد کے ہاں ایک لڑکا امیر محمد ہے جس کی شادی ممتازی بیگم دختر احمد علی ابن شیخ محمد باقرؒ سے ہوئی اور مسماۃ بی بی محمدی بیگم منکوحۂ شیخ احمد علی ابن شیخ محمد باقرؒ تھی، ان کا ذکر گذر چکا۔ بی بی منی دختر شیخ پیر محمد امیر اللہ عثمانی کے نکاح میں تھی، اس سے ایک لڑکا اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شیخ محمد میاں، نجم النسار نجب النسار منظہر النسار اور علیم النسا، منظہر النسار و علیم النسار مرزا اسمعیل بیگ اور مرزا فاروق بیگ کو منسوب ہوئیں اور لاولد فوت ہوئیں، اور نجم النسار شیخ محبوب علی کو بیاہی گئیں۔ جو شیخ کمال الدین الوری کی اولاد میں ہیں۔ ان سے مسماۃ بندا بیگم، سدا بیگم اور ولایتی بیگم پیدا ہوئیں۔ بندا بیگم شیخ واجد علی ابن شیخ رجب کے نکاح میں تھیں۔ جو نور بی بی زوجۂ شیخ پیر محمد عباسی مذکور الصدر کے حقیقی بھائی تھے۔ لاولد فوت ہوئی۔ مسماۃ سدا بیگم شیخ امیر علی برادر شیخ واجد علی ابن شیخ رجب سے منسوب ہوئی، اس سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں، شیخ فیاض حسین، مسماۃ فریدالنسار اور سعیدالنسار شیخ فیاض حسین نے پہلے دختر امیر خاں ابن وزیر خاں سے شادی کی اس سے ابھی تک

کوئی اولاد نہیں ہوئی، سعید النسار چھوٹی لڑکی۔ شیخ سعادت خاں سے منسوب ہوئیں جو باڑی علاقہ دھولپور میں رہتے تھے، ان سے دو لڑکے عبدالمجید خاں و حبیب خاں اور مسماۃ احمدی بیگم پیدا ہوئیں۔ احمدی بیگم شیخ کرامت حسین ابن شیخ ولایت حسین عثمانی کے حبالۂ عقد میں تھی۔ مسماۃ فریدالنسار بنت شیخ امیر علی، شیخ شہاب الدین سے منسوب تھیں جن کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: شیخ شہاب الدین ابن شیخ ضیاء الدین ابن شیخ فیاض الدین ابن شیخ فریدالدین ابن شیخ معظم حسین ابن شیخ موسیٰ ابن شیخ محمد اسمٰعیل ابن شیخ کمال الدین ابن شیخ شہاب الدین ابن شیخ بدرالدین عرف شیخ مٹھی چشتی، جو حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے اسلاف میں سے ہیں فریدالنسار سے ایک لڑکا پیدا ہوا فریدالدین اور ایک لڑکی حبیب النسار، حبیب النسار۔ شیخ غیاث الدین ابن شیخ وزیرالدین ابن شیخ جمال الدین ابن شیخ بدرالدین ابن شیخ فیاض الدین کے نکاح میں ہیں ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار ہیں۔ شیخ عبادالدین اور مقبول النسار نجب النسار۔ شیخ مجیب اللہ کو بیاہی گئی۔ شیخ مجیب اللہ ابن شیخ ولی اللہ ابن شیخ عزیز اللہ ابن شیخ لعل ابن شیخ عبدالمومن ابن شیخ احمد ابن شیخ محمد ادریس ابن عبداللہ ابن شیخ عبداللطیف ابن شیخ حنیف الدین ابن شیخ نورالدین شیخ احمد ابن شیخ علی احمد ابن شیخ اعماد ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ قاضی ابومسلم ابن شیخ قاضی ابوالفضل ابن شیخ یوسف ابن شیخ سلیمان ابن شیخ سلطان محمد ابن خواجہ سلطان ابواحمد ابن شیخ ابراہیم ابن خواجہ برہان الدین ابن خواجہ ابو اسحٰق ابن خواجہ جمال الدین جمال شاہ ابن خواجہ جلال الدین جلال شاہ ابن عالی شاہ ابن احتشام شاہ ابن فیروز شاہ ابن امام رکن الدین ابن امام محمد شاہ ابن حضرت عبداللہ الاکبر ابن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سے ایک صاحبزادے شیخ احمد حسین ہوئے جنہوں نے پہلے اپنی خالہ نجم النسار بیگم کی لڑکی ولایتی بیگم سے شادی کی اس سے ایک لڑکی آرزو بیگم ہوئی جو شیخ شمس الدین ابن شیخ مسیح اللہ ابن شیخ وزیر اللہ۔ برادر حقیقی شیخ امیر اللہ۔ شوہر بی بی منی جی دختر شیخ پیر محمد عباسی سے منسوب ہوئی۔ دوسرا نکاح شیخ محمد صلاح رسالدار کی لڑکی سے کیا اس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ حافظ شیخ فضل حسین، حافظ شیخ محمد حسین، شیخ عبدالحسین۔ شیخ اشرف حسین اور مسماۃ بشیر بیگم۔

حافظ شیخ فضل حسین کے نکاح میں دختر سید سرفراز علی تھی، جو شیخ قدرت اللہ، برادر شیخ

مجیب اللہ کے نواسے تھے، اس سے ایک لڑکی امینہ بیگم پیدا ہوئی۔

شیخ محمد حسین کے حبالۂ عقد میں ان کی والدہ کے ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی، اس سے ایک لڑکا ہوا۔

شیخ عبدالحسین کی شادی ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اولاد صالح عطا فرمائے۔

شیخ اشرف حسین ابھی تعلیمی امور میں مشغول ہیں، شادی ابھی تک نہیں کی۔

مسماۃ بشیر بیگم مجھ تذکرہ نگار۔ مؤلف مسمی عبدالعزیز سجادہ نشین ابن شیخ محمد عبدالحیٔ چشتی سجادہ نشین ابن شیخ محمد کاظم علی چشتیؒ کے لڑکے محمد فضل رسول کے نکاح میں آئی اس سے ایک لڑکی صالحہ بیگم ہوئی۔ اور ایک لڑکا محمد فصیح۔ ایک سال اس عالم رنگ و بو میں گذار کر والدین کو داغ مفارقت سے شناسا کر کے عازم آخرت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نعم البدل سے نوازے اور صالح اولاد مرحمت فرمائے۔

شیخ محمد میاں۔ ابن شیخ امیر اللہ ابن شیخ کریم اللہ ابن شیخ حفیظ اللہ ابن شیخ احسن اللہ ابن شیخ لعل ابن شیخ ادریس ابن شیخ عبداللطیف ابن شیخ سیف الدین ابن شیخ نورالدین ابن شیخ احمد ابن شیخ علی احمد ابن شیخ اعماد ؟ ابن شیخ عبداللہ ابن قاضی ابومسلم الی ذی النورین امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رفیع النساء، دختر شیخ قدرت اللہ برادر شیخ مجیب اللہ مذکور سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا ہوا شیخ عبدالعزیز۔ اور شیخ عبدالعزیز نے بی بی حمید النساء، دختر شیخ مسیح اللہ۔ ابن شیخ وزیر اللہ ، برادر حقیقی شیخ امیر اللہ سے شادی کی اس سے ایک لڑکا شیخ احسن اللہ عرف قمرالدین اور دو لڑکیاں ہوئیں ... شیخ مسیح اللہ کے دو لڑکے ہوئے شیخ امداد علی، جو ڈاک خانہ میں سرکاری ملازم ہے، دوسرے شیخ شمس الدین جو جون پور میں باپ دادا کی جگہ ملازم ہے، شمس الدین نے آرزو بیگم دختر شیخ احمد حسین ابن شیخ مجیب اللہ سے نکاح کیا، اولاد نہیں ہوئی، اور شیخ امداد علی نے دختر شیخ نورالدین ابن شیخ صدرالدین سے شادی کی، اس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔

تذکرہ شیخ الشیوخ حضرت معارف آگاہ حقائق دستگاہ، شیخ کاظم علی سجادہ نشین

جب

شیخ علی احمد سجادہ نشین مردم آزاری و ستم گاری کے باعث اپنی والدہ ماجدہ کو بے اولاد چھوڑ کر ملک بقا کو تشریف لے گئے، تو شاہ عالم بادشاہ (۱۷۲۸-۱۷۵۹-۱۸۰۶-۱۸۰۶) کی طرف سے ایک حکم جان سہسک قلعہ دار اکبر آباد کے نام اس مضمون کا حامل پہنچا کہ جب شیخ علی احمد سجادہ نشین کے کوئی وارث نہیں تو شیخ محمد باقر۔ اس کے چھوٹے بھائی۔ کو سجادہ نشین درگاہ و متولی جامع مسجد تسلیم کر لینا چاہیئے۔ مگر حضرت شیخ محمد باقر نے حسب ایماء قطب الاقطاب شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی قدس سرہ، اپنے بڑے صاحبزادے کو مسند سجادگی پر بٹھا کر بادشاہ کے ہاں اس کی خبر پہنچائی۔ پھر اس فرمان شاہی کے مطابق سجادہ نشینی و جامع مسجد کی تولیت شیخ کاظمؒ ابن شیخ محمد باقرؒ کے نام متعین ہو گئی، گو فضل الدین حسین ابن فضیلت النساء بنت شیخ احمد نے اس کے خلاف ہاتھ پاؤں مارے اور سجادہ نشینی کا خواستگار و طلب گار ہوا اور اکثر بد نہاد و مفسد و بد سگال اس کی پشت پناہی کے لیے جمع ہو گئے اور ناحق بات کے پیچھے لگ کر دارین کی روسیاہی کے حقدار ہو گئے، اور دعویٰ دائر کر دیا مگر حکام بالا کے ہاں سے چوں کہ وہ باطل تھا اس لیے خارج کر دیا گیا، البتہ متعین مشاہرہ و وظیفہ، جو فضل الدین کی معرفت ہر ایک کو پہنچتا تھا، وہ بند ہو گیا۔ اور جب رشوت کا بازار گرم ہوا تو اکثر انگریزی حکام سررشتہ دار کی رائے پر ایسے عمل کر گزرتے جن سے حق تلفی ہوتی، اور اس قدر کہ اسے تحریر میں سمویا نہیں جا سکتا۔ اور نہ یہ مختصر رسالہ ایسی باتوں کی وسعت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ کاظم علیؒ نے عفت نژاد و عصمت نہاد حضرت بی بی رفیع النساء، دختر شیخ سلطان بخشؒ سے نکاح کیا، اس سے تین لڑکے ہوئے۔ گو ان تین فرزندوں کے علاوہ بھی اور اولاد ان سے ہوئی مگر وہ بچپن ہی میں رخصت ہو کر ماں باپ کے لیے ذخیرہ آخرت بن گئی۔

پہلے فرزند حضرت شیخ کاظم علیؒ، خلف رشید و خلیفہ سعید، ظاہر و باطن کی حقیقتوں کے ماہر، اور کن فیکون کی باریکیوں کے مفسر، قبلۂ ارباب توحید و ایمان، درخت عرفان و ایقان کے پہلے میوے مرشدنا و ابونا حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عبدالحی چشتی تھے جو ۱۲۶۸ھ ۱۹ جمادی الثانی کو قطب الاقطاب شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کی مسند ارشاد پر بسلسلہ سجادہ نشینی

متمکن ہوئے اور جامع مسجد و آستانۂ شیخ سلیمؒ کی تولیت سے سرفراز ہوئے۔

دوسرے فرزند: حضرت شیخ زکی الدین احمد چشتی، تیسرے فرزند: مخدومی و معظمی شیخ محمد عبدالسلام چشتیؒ ان کے علاوہ دوسری بیوی سے ایک فرزند۔ شیخ خیرالدینؒ اور ایک لڑکی مسماۃ بی بی زکیۃ النساء۔ شیخ کاظم علیؒ نے ۱۸ ر جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں اس مختصر سے دارالمحن پریشانیوں کے گھر...... سے عزت کے گھر اور عشرت کدہ جاودانی کو رحلت فرمائی۔ قطعہ تاریخ وصال حضرت شیخ کاظم علیؒ سے

شیخ کاظم علی ز عالم خاک	شد بگلگشت باغِ نورانی
سالِ تاریخ آں ولیِ زماں	گفت ہاتف: چراغ دیں خوانی

۱۲۶۸ھ

پھر آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالحیؒ کو سجادہ نشین بنایا گیا۔ شیخ عبدالحیؒ کو عفت پناہ، عصمت دستگاہ بی بی حسن جہاں بیگم، بنت شیخ اسد علیؒ ابن شیخ سلطان بخشؒ سے، بے منت دینے والے نے دو فرزند عطا کیے، ایک راقم الحروف (مؤلف تذکرہ ہذا) احقر العباد، کمزور بنیاد، خاک پائے اولیاء محمد عبدالعزیز عفا اللہ عنہ، دوسرے: سعید ازلی شیخ محمد احتشام علیؒ۔ شیخ محمد احتشام علیؒ نے اولاً پدر والا قدر سے تعلیم معنوی حاصل کی پھر بخدمت جناب فضیلت انتساب سید محبت شاہ نقشبندی مجددی سے عقیدت ہوگئی، اور وہاں سے فیضیاب ہوکر اس ولایت دستگاہ کے حسب ارشاد شادی کر کے ایزد پرستی و خدمتِ خلق میں مشغول و مصروف ہیں۔

شیخ عبدالحیؒ کے زمانۂ سجادگی کے کچھ واقعات

شیخ عبدالحیؒ کی سجادہ نشینی پر جب پانچ سال اور ڈھائی ماہ کا عرصہ گذر گیا تو واقعۂ جہاد آزادی ۱۸۵۷ء پیش آیا، جس نے سال خوردوں کی بصیرت چھین لی، بزعم خویش دانش مندوں کو گمنامی کے گڑھے میں گرا دیا۔ طالب علموں کے دماغ ماؤف ہو گئے، گردش تقدیر و بدبختی سے بوڑھے اور جوانوں کے دل و دماغ میں باطل خیالات نے ایسا گھر بنا لیا کہ اچھے بُرے کی تمیز درمیان سے اٹھ گئی، اور

ہزاروں سر ناکردہ گناہ کی سزا میں تیغ سیاست نے تن سے جدا کر دیئے تہمت طرازی و الزام تراشی کی وہ گرم بازاری کہ چغل خوروں کی مانگ (روپیوں کی) پوری نہ ہونیکی صورت میں معصوم لوگ تختہ دار پر ہوتے حالات ایسے ابتر و ہمت شکن تھے کہ خدا کی پناہ سہ

جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی قابلِ دار ہے

شیخ عبدالحیؒ باوجودیکہ باغیوں کی موافقت سے کوسوں دور تھے، جھوٹی و بے بنیاد خبروں کے پھیل جانے کے باعث جان و آبرو کی حفاظت کے خیال سے فتح پور سیکری چھوڑ کر موضع بید پور ضلع بھرتپور میں سید غلام علی ولد سید افتخار علی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں اس انتظار میں تھے کہ فتنہ و فساد کی یہ چنگاری بجھ جائے تو فتح پور واپس ہوں کہ اچانک یہ خبر ملی کہ میر ارشاد علی نے، جن کے متعلق حضرت سجادہ نشین نے صرف معاملہ خیر ہی سوچا تھا، اپنی جان کی حفاظت کے خیال سے اپنی گرفتاری کا الزام حضرت سجادہ نشین کے سر مونڈھ کر اور شیخ تفضل حسین کی کذب بیانی کے ذریعہ حاکم ضلع کے کان بھر دیئے، اور بلا تفتیشِ حقیقتِ حال اُسی وقت نہایت سرعت سے سجادہ نشین موصوف کا سرکاری وظیفہ بند کرا دیا۔ جب تہمت کی بے بنیاد خبر آپ نے سنی تو حکیم نصیر الدین و شیخ نجم الدین حیدر کے ہمراہ حاضرِ عدالت ہوئے اور حاکم کے روبرو صرف یہ درخواست پیش کی: ہمیں قید خانہ میں بند نہ کیا جائے، جب تحقیق و تفتیش کے بعد ہمارا جُرم ثابت ہو جائے تو ہمارا سر تن سے جدا کر دیا جائے کہ ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے حاکم ضلع نے آپ کی یہ خواہش و عرضداشت قبول کر لی اور مقدمہ کی ضروری تحقیقات ڈپٹی کلکٹر کے سپرد کی۔ پھر تحقیقات شروع ہوئی اور فتح پور کے بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے کھل کر گواہی دی، جس کی بنا پر میر ارشاد علی مجرم قرار پائے، مگر اس باعث کہ ڈپٹی کلکٹر اور میر ارشاد علی کے درمیان آپس میں ملی بھگت تھی، ڈپٹی کلکٹر نے مسئلہ کو پیچیدگی میں ڈال کر عرصہ تک اس سلسلے میں کوئی حکم جاری نہ کیا حتی کہ ملکہ وکٹوریہ کی پیشگاہ سے، جو رعیت پروری و عدل گستری کے جذبات سے مملو اور انصاف کے تقاضوں سے باخبر تھی، ایک اعلان ہوا۔ جو آدمی انگریزوں کے قتل اور ان کے مال و اسباب کی لوٹ سے علیحدہ رہا، سیاستِ شاہی کی طرف سے امان میں ہوگا۔ چونکہ والد بزرگوار

ان جھمیلوں سے بری تھے، الحمدللہ اس ناگہانی مصیبت سے آزادی پائی۔ اور اس اچانک آئی ہوئی پریشانی سے یک گونہ سکون و اطمینان حاصل ہوا۔

اس وقت دنیا بیزاری و یکسوئی آپ کے مزاج اقدس پر اس قدر غالب آئی کہ گوشہ تنہائی میں چھپ کر بیٹھ گئے، اور باوجود اچھی خاصی شناسائی و تعارف کسی افسر کے پاس کسی بھی سلسلے کی کوئی التجا اور درخواست لے کر نہ گئے، اور اپنی بقیہ زندگی خدادوست، درویشوں دیندار فقیروں اور اہل دل علمار کی صحبت و ملازمت میں پوری کر دی۔ آخر عمر میں دہلی تشریف لے گئے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ جنھیں خواہ مخواہ آپ سے چڑ تھی، محبت و مروت سے پیش آئے اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ زکی الدین چشتی کی صاحبزادی راقم کے لیے تجویز فرمائی جو چچا وغیرہ کی موافقت سے شادی پر منتج ہوئی۔

جمعرات ۶، صفر ۱۲۸۸ھ بفحوائے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ "ہر نفس کو چکھنی ہے موت" کمال بے تعلقی و بسیار شادمانی کے ساتھ آپ کی روح مقدس اپنے مقر اصلی کی طرف، جسے صحرائے نورانی کہتے ہیں۔ دوڑ کر رحمت ایزدی کے سائے میں آرام فرما ہو گئی، اور جنت کے باغوں میں پہنچ گئی۔ نعش مبارک قدم شریف دہلی کے دروازہ نقار خانہ کے قریب دفن کی گئی حضرت شیخ رضی الدین نے آپ کا قطعۂ تاریخ سال وصال نظم فرمایا۔

خلف ارشد جناب سلیم | شیخ عبدالحیؒ کہ چشتی بود
بود تا از جہاں بنعمت ماند | ہیچ گہ جز بیادِ حق ناسود
جذبۂ حق چو برکشید بخویش | گشت زیں عالم فنا بدرود
روح شد رہگزائے عالم قدس | تن بخاک قدم شریف آسود
سال تاریخ او چو دل درخواست | گفت ہاتف "چراغ دین ودود"

۱۲۰۴ + ۶۴ + ۲۰ = ۱۲۸۸ھ

دیگر از راقم تذکرہ:

چو عبد خداوند حی القدیم | بسان گل از دیر فانی گذشت

بتاریخ سالش سروشم بگفت | کہ شمع شبستان اللہ گشت
۴۱۰ ۸۱۳ ۶۶
۱۲۸۹ھ

دیگر از راقم تذکرہ:

دل کہ دُرّ از سال وصالش بسفت | "اختر دین احدے" باز گشت
۱۲۰۱ ۶۴ ۲۳
۱۲۸۸ھ

عارفِ ذاتِ کبریا، شیخ حقیقت آشنا | بندۂ حیّ لایموت، شایق الی جمالہ
شد بہزار خوشدلی، طبع عزیز غوطہ زد | تا بجف آورد گہر، ز محیط سال وصالہ
گفت ز غیب ہاتفش، ہمرِ جان و دل بہ پے علی | باز گذار و پس بگو، بلغ العلی بکمالہ

شیخ زکی الدین اور ان کی اولاد

مسماۃ بی بی نصیر جہاں بیگم، بنتِ شیخ نصیر الدین معروف بہ کالے صاحب ابن شیخ قطب الدین ابن مولوی فخر الدین ابن شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کہ ان کا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملتا ہوا صدیق اکبر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا ہے، آپ کے نکاح میں تھیں، اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں شیخ سلیم الدینؒ اور شیخ فرید الدینؒ آپ کی بڑی صاحبزادی راقم کے نکاح میں آئیں اس سے ایک لڑکا محمد فضل رسول ہوا اللہ تعالیٰ اسے بحق نبی و آل اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم سعادت دارین سے نوازے۔ ۱۲۹۸ھ میں آں محترمہ کا وصال ہو گیا۔ اپنے سوگوار باپ کو اور دوسرے متعلقین کو یہیں چھوڑ کر عازم فردوس بریں ہوئیں، ان کے پدر بزرگوار نے قطعۂ تاریخ وصال لکھا۔

بانوئے پاک ملت و پاکیزہ اعتقاد | کز جاں فدائے دخترِ خیر الانام گشت
عمش خطاب کرد بتقدیس بانویش | اسکندر جہاں ز پدر از چہ نام گشت
در ہفت روز شہر حج آں بانوئے عفیف | زیں غم سرائے عازم قدسی مقام گشت

بودم بفکر سال مراقب کہ یکتنک   ہورا بگفت "وارد دارالسلام گشت"

۷۲۰   ۳۶۷   ۲۱۱

۱۲۹۸ھ

شیخ زکی الدینؒ نے اسی طرح، اپنی والدہ مرحومہ کی بھی تاریخ وفات رقم کی:

قطعۂ تاریخ سال رحلت بی بی رفیع النسار بنت شیخ سلطان بخش رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

چوں برد قضا زدیر فانی   در عالم قدس فرحناکش

تاریخ وفات گفت ہاتف   آسود بخلد روح پاکش

شیخ زکی الدینؒ کی دوسری صاجزادی بی بی نذیر جہاں بیگم سید محمود الحسنؒ، ابن سید حسنؒ، ابن سید رمضان علیؒ، ابن سید فضل علی، ابن سید محمد ذاکر، ابن سید محمد غوث، ابن سید محمدؒ، ابن سید خلیل اللہؒ، ابن سید حامد گنج بخشؒ، ابن سید عبدالقادرؒ ثانی، ابن سید محمد غوث ثانیؒ ابن سید شمس الدین محمد، ابن سید شاہ میرانؒ ابن سید علیؒ، ابن سید مسعودؒ ابن سید نصیر الدین احمدؒ، ابن سید شفیع الدین احمدؒ، ابن سید عبدالوہابؒ سیف الدین اکبرؒ، ابن حضرت غوث الصمدانی قطب ربانی، محبوب سبحانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے عقد نکاح میں تھیں۔ دو لڑکے اپنے پیچھے چھوڑکر عازم آخرت ہوئیں: محمد میاںؒ۔ جو اپنی والدۂ مرحومہ کے انتقال کے ایک سال بعد وفات پاگئے، سید احمد میاںؒ ماشاءاللہ زندہ ہیں۔ چوں کہ دہلی میں ہمارے خاندان کے افراد کچھ کم ملنسار واقع ہوئے ہیں، اور عم محترم شیخ زکی الدین کی رحلت کے بعد دہلی جانا بھی کم ہوا اس لیے ان کے بقیہ حالات معلوم نہیں، اس وجہ سے ان کے تذکرہ سے معذور بھی ہوں اور مجبور بھی۔ شیخ زکی الدینؒ کی وفات ۱۲۹۶ھ میں دارالخلافہ دہلی میں ہوئی اور جوار حضرت سلطان جیؒ میں مدفون ہوئے مادہ تاریخ وفات "یاغفور" ہے (۱۲۹۷) اس میں ایک عدد زیادہ ہے۔[1]

---

[1] ایک دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی تدفین درگاہ فتح پور سیکری میں حضرت شیخ کاظمؒ کے مزار کے پہلو میں ہوئی ہے۔

سوم شیخ محمد عبدالسلامؒ، ان کے ہاں حضرت نصیرالدین کالے صاحبؒ کی دوسری لڑکی فیروز جہاں بیگم سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، شیخ احترام الدین محمد عمرؒ، شیخ رعایت الدین احمد عمرؒ، شیخ عبدالصمدؒ اور مسماۃ منور جہاںؒ یہ تمام حضرات شادی شدہ ہیں۔ اور لڑکی بھی بیاہی گئی مگر اس عاجز (مؤلف) اور ان بلند اقبال حضرات کے درمیان خط و کتابت نہیں، اور جو کچھ شیخ عبدالسلامؒ کے دور میں تھی وہ صرف پرسش احوال وخیر و عافیت پر منتہی تھی، اس سے زیادہ سے وہ ناراض ہو جاتے، بلکہ حکم تھا کہ بجز اپنی خیر و عافیت کچھ اور نہ لکھوں اور نہ اس سے زیادہ کچھ معلوم کروں، اس لیے ان کی ناراضگی کے خطرہ کے پیش نظر ان حضرات کے احوال کی تلاش و تحقیق کی تاب نہیں۔

شیخ خیرالدین کے نکاح میں میاں کالے صاحب کی تیسری صاحبزادی مسماۃ افروز جہاں بیگم تھیں، ان سے ایک لڑکا ہوا: شیخ سلطان الدینؒ اور دوسری عورت سے شیخ عظیم الدینؒ چونکہ غدر کے بعد ۱۸۶۰ء میں فتح پور سے دہلی چلے گئے اور سلطان الدین کی والدہ کی رحلت کے بعد جبل پور، اور کچھ مراسلت بھی نہیں، اس لیے ان کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں۔

مسماۃ زکیۃ النساء بنت شیخ کاظم علیؒ سجادہ نشین سید منصب علی خاںؒ ابن سید قاسم علی خاںؒ، ابن سید نثار علی خاںؒ رئیس و ساکن سلطان پور پرگنہ جلول، کے نکاح میں تھیں ان سے ایک لڑکی: فیاضی بیگم ہوئی، جو سید اکبر علیؒ ابن سید فیاض علیؒ ابن سید قاسم علی خاںؒ مذکور کے ساتھ بیاہی گئی، اور ایک لڑکا ہے سید صفدر علی سلمۂ اللہ تعالیٰ بزرگان دین

اور قطعۂ تاریخ وصال حسب ذیل ہے

جناب عم گزیں جائے پرآشوب	بہ آسائشگر رحمت فرو رفت
زہاتف خواستم سال وصالش	زکی الدین چشتی جنتی گفت
۹۵-۳۷	۷۱۳ ۴۶۳

۱۳۰۸ھ

کے تذکروں میں، گو مناسب نہیں مگر کچھ اپنی شوریدہ سری بھی اگر شامل کی جائے، تو امید ہے کتاب کے قاری کو ناگوار نہ ہوگا اور رحمتِ خداوندی کی پھوار کی امید ہے۔ میں نیکوں سے محبت کرتا ہوں۔ اگرچہ نیک نہیں ہوں، شاید خدا تعالیٰ اسی ذریعہ سے نوازے۔

اُحِبُّ الصالحین وَلَستُ منھم　　لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

جس زمانے میں حضرت والد ماجد تہمت و الزام کے مخمصہ سے نجات پاکر گوشہ عافیت میں بیٹھ گئے تھے، میں ان دنوں معاشی طور پر بمشکل سے زندگی کی گاڑی کو کھینچ رہا تھا، دوست واحباب، جو دولت مند ہیں، ان سے امید توڑ کر کہ۔ ذَلَّ مَنْ طَمِعَ وَعَزَّ مَنْ قَنِعَ۔ لالچی ذلیل وخوار اور قناعت پسند باعزت وبلند ہوتا ہے، گوشۂ قناعت اختیار کیا۔ کئی دفعہ کا ارادہ سفر کیا مگر خدمت واطاعت والدین نے مہلت نہ دی کہ اس طوفانِ بلا اور مصیبتوں کے بھنور سے اپنے کو علیحدہ کر سکوں ؎

چوں بر بندگاں کار گردد دراز　　خداوند گیتی کشاید در باز

جب لوگوں کے کام کاج بڑھ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے بند راہیں کشادہ فرمادیتے ہیں

تقدیر کی کرشمہ سازی سے جناب حق شناس، قدردانِ شرفا رغریبوں پر مہربان مسٹر ڈرائمنڈ سابق کلکٹر اکبر آباد کے کمشنر ہوکر آئے، تو فتح پور کی سیر کو بھی چلے آئے، پرانی شناسائی جان پہچان کی بدولت والد صاحب کو یاد کیا، اہل فتح پور نے پورے پورے حالات ان کے گوش گذار کردیئے، پھر اس عاجز کو طلب کیا۔ میں حاضر ہوا، نہایت شفقت ومحبت سے میری دلجوئی کرتے ہوئے حکم دیا کہ ہم جو معلوم کریں یا جو پوچھیں اس کے متعلق سچ سچ بتاؤ، راقم کی طبیعت ہی راست پسند وحق گو تھی، اس لیے اس حکم کی تعمیل میں مجھے کچھ تامّل نہ ہوا، چنانچہ انہوں نے والد محترم اور میر ارشاد علی کے متعلق سوال کیا، میں نے صاف صاف سارے معاملات بتادیئے۔ میری گذارشات کا خلاصہ یہ تھا۔

جب سرکاری فوجوں کی بغاوت ونافرمانی کی خبریں اِدھر اُدھر پھیلیں، جن کا مرکز شہر میرٹھ تھا تو میرے چچا شیخ خیرالدین اور میرے ماموں محمد حسین جو خواہ مخواہ میرے والد سے رنجش رکھتے تھے، دونوں باہم مل گئے اور

شیخ تفضل حسین بھی ان کے ساتھی و ہم راز بن گئے جیسا کہ عموماً دنیا پسند بیوقوفوں کا شعار ہوتا ہے۔ اب یہ تینوں باہم چہ میگوئیاں کرنے لگے، والد محترم ان کی اس کانا پھوسی سے متفکر تھے، اپنی بیکسی و بے نوائی کا خیال کر کے ان کے نزدیک رہنا مناسب نہ سمجھتے تھے، اسی باعث۔ شیخ ابوالفضل کا مکان جو پہلے سے ان کے قبضہ میں تھا، اپنے رہنے کے لیے پسند فرمایا۔ مکان کا آدھا حصہ مدرسہ کی وجہ سے سرکاری تحویل میں تھا اس لیے مسٹر پارسک سے التماس کیا، میں چاہتا ہوں کہ اس گمبھیر سمے۔ نازک موقعہ پر۔ اس مکان میں سکونت کروں کیوں کہ یہ سرکاری اہل کاروں کے نزدیک ہے: بہر حال مسٹر پارسک سے رائے مشورہ کر کے آپ نے اس مکان میں سکونت کر لی۔

پھر مرزا جان کے ذریعہ، جو باغیوں کی شورش سے پریشان اور موت کے خوف سے والد صاحب کے ہاں آئے ہوئے تھے، میر ارشاد علی کو پیغام بھیجا۔ کہ اول اول میں نے مسٹر پارسک کے سامنے کہا تھا کہ دشمنوں کی اکثریت اور غلبہ کے باعث میں آپ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اب وہی معاملہ پیش آگیا تھا، یعنی خطرۂ جان، الحمدللہ وہ خطرہ ٹل گیا، اب مناسب یہ ہے کہ تم کسی طرح بھرتپور کے علاقہ میں پہنچ جاؤ، بھروسہ کا آدمی تمہارے ساتھ کر دیا جائے گا، یعنی اعتماد و اطمینان کے ساتھ تمہیں بھیجوں گا۔ جب ارشاد علی کو یہ پیام ملا تو مجھ سے پانی لانے کو کہا۔ میں بہر حال والد صاحب کی طرف سے ان کی خدمت پر مامور تھا۔ میں حجرہ سے باہر آیا، مجھے یقین تھا کہ صرف پانی کا بہانہ ہے، اصل غرض مجھے دور رکھنا ہے، اور کوئی باہمی مشورہ کرنا ہے، میں حجرہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، اور ایک خادم سے اشارہ کر کے، پانی منگوایا، اس درمیان ارشاد علی نے مرزا جان سے مشورہ کیا، اس بزرگ نے پیغام والد بزرگوار کے بالکل خلاف بات کی کہ عبدالحیؒ کے مکان سے نہیں جانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ راہ میں گرفتار کر لیے جاؤ اور مصیبت میں پھنس جاؤ، اور عبدالحیؒ نیاز علی کے مقابلہ میں تمہاری رعایت نہیں کریں گے میں نے پانی دیا تو مجھ سے کہا کہ مجھ میں سکت نہیں کہ کہیں جاؤں، اگر سواری کے لیے کچھ دے دو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں

سواری سے ہم خود محروم و مجبور تھے، والد صاحب نے ان کی یہ فرمائش سن کر خاموشی اختیار کر لی۔ جب میں نے اصلی راز آپ کے گوش گذار کیا تو تبسم فرمایا اور کچھ نہ کہا، دوسرے دن نواب جان خطیب عیدگاہ آگرہ آئے اور بائی بھی ہمراہ تھے، جب مرزا جان کو دیکھا تو کہنے لگے: اس رافضی کو تو میں قتل کرتا ہوں، والد صاحب نے کھانے کے بہانے خطیب صاحب کو دوسرے علیحدہ مکان میں پہنچا دیا، اور مرزا جان کو اپنا عمامہ اور دو روپیہ دے کر فرمایا کہ بھرتپور چلے جاؤ، اور امانت علی کو ساتھ کیا تاکہ بھرتپور سہولت اور آسانی سے صحیح طریقہ پر پہنچا دے۔

تیسرے دن ارشاد علی نے مجھ سے کہا: ہم وطن لوگ اور میرے افسر، جو اس لشکر کے ہمراہ ہیں، میری صفائی دینے کو تیار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عبدالحی ہمیں ان کے سپرد کر دیں میں نے پدر بزرگوار کو یہ سنایا تو چہرے پر تاثرات کی پرچھائیں سی پڑ گئی جو صاف دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ تامل کے بعد فرمایا: میں کیا اجازت دوں؟ بس میری طرف سے یہی جواب ہے کہ ہمیں اس بارے میں معاف رکھیں، جس میں انہیں مصلحت نظر آئے وہ کریں۔ مگر اس طرح کوئی تجویز زیر غور نہ لائیں، اور ان لوگوں سے کیا اُمید وفا ہو سکتی ہے جنھوں نے حق نمک وپرورش طاقِ نسیان پر رکھ دیا اور اپنے ولی نعمت کے خلاف علم بغاوت و مخالفت بلند کیا، دارین کی خرابی مول لی ان کے قول وفعل کا کیا اعتبار ہے

نباید از ایشاں وفاداشت چشم　　　　کہ جانہا پُر از کینہ وارند وخشم
بہ بینی از یشاں عذاب الیم　　　　اگر چند باجان نمائی سلیم

ان سے وفا کی اُمید نہیں جو غصہ و حسد سے بھرے ہوئے ہیں، ان سے تو دردناک عذاب ہی کی اُمید ہے اگر زندگی نے کچھ اور وفا کی

جب میں نے انہیں یہ پیغام پہنچایا تو اس پر کوئی توجہ نہ کی اور چلے گئے۔ سامان وغیرہ کو گھوڑی پر لاد کر لے گئے، اور یوسف علی کو بلوا کر بقالوں کو، کہ ہر ایک اپنے گھر میں روپوش تھا اور والد صاحب کی رائے کے مطابق اپنی اپنی دکانوں کو مقفل کر کے اپنے گھروں میں بیٹھے تھے، زبردستی بلوا کر اور دکانیں کھلوا کر ہر جنس غلہ وغیرہ جس کی ضرورت تھی، وہ اس

فوج کو پہنچایا جب پیادوں کی فوج پہنچی جس کا سردار ہیرا سنگھ تھا، تو انہوں نے بھی مطالبہ کیا کہ جو کچھ سواروں کو دیا ہے وہ ہمیں دو ،جب ان کا اصرار و تقاضا حد سے زیادہ گذر گیا تو سوار حسب وعدہ انہیں سزا دینے پر آمادہ ہوئے اور معاملہ کمپنی میں پہنچا، وہاں یہ رائے قرار پائی کہ جنگ کے بعد جس نے آگرہ کو گھیرے میں لے رکھا ہے ،اس معاملہ کو طے کیا جائیگا اور ارشاد علی اس وقت تک حالات و نگرانی میں رہیں گے ،جب اکبرآباد میں اپنی بدقسمتی کو اپنے حالات کے آئینہ میں مشاہدہ کیا تو متھرا کی طرف کھسک گئے مرزا اکبر بیگ کے ہاں ۔ معلوم نہیں وہ کیا کام کرتے ہیں ۔ اس کے حال پر ترس کھا کر مطلوبہ مال ان جفا کاروں کو دیکر ارشاد علی کو ہلاکت کے گڑھے سے نکال لیا۔ اس نا عاقبت اندیش نے دہلی کی تباہی اور انگریزوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ باغیوں کی فوج میں اپنے پہنچنے کو والد صاحب کے ذمہ ڈال دے اس نے ایسا ہی کیا اور فتح پور کی تحصیلداری پر مامور ہو گیا۔ جب تحصیل میں پہنچا تو جس طرح بھی ممکن ہو سکا بعض حق نا شناس لوگوں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ارشاد علی کی بے قصوری کی گواہی دیں۔ جب عبدالحیؒ حاضر ہوئے تو اعزا و احباب ہندو مسلمان کی گواہی سے شیخ عبدالحیؒ کی جرم بغاوت سے بریت ہو گئی اور بموجب فرمان شاہی اس مصیبت سے چھٹکارا پاکر گوشہ خلوت و عافیت میں بیٹھ گئے " یہ تھا میری گذارشات کا خلاصہ جو میں نے کلکٹر کے سامنے پیش کیا۔

پھر صاحب نے دریافت کہ شیخ عبدالحیؒ کا فتح پور سے جانے کا سبب کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ جناب پر ظاہر ہے کہ درگاہ سے متعلق ہر آدمی کا مشاہرہ تھا جو بلا توسل سجادہ نشین، آزادی کے ساتھ خزانہ سے نکال لیتا تھا، اس بنا پر اہل قرابت سب خودسر ہو گئے تفضل حسین متھرا چلے گئے ، اور باغی فوج کے ہمراہی بن گئے ،اور خیرالدین۔ کالے صاحب کے داماد۔ اسی ذریعہ رسوخ ،بیداگر کے صوبہ دار کے ہم نشین نام زد ہو گئے ،اور محمد حسین اس کی موافقت سے تحصیل کے نظم و نسق میں لگ گئے۔ جب فلپس ڈپٹی کلکٹر سواروں اور پیادوں کے ساتھ فتح پور پہنچے تو صبح کے وقت شیخ عبدالحی حاضر ہوئے ،آپ ڈپٹی کلکٹر

کے ہمراہ ہی تھے کہ خیرالدین و محمد حسین دونوں گرفتار ہوئے اور اعلان کر دیا گیا کہ تمام شہری شہر خالی کر دیں، یہ اعلان سنتے ہی سارے شہری بھاگ گئے کلکٹر نے تفضل حسین اور شیخ عبدالحیؒ کو طلب کیا، والد ماجد نے کہلا بھیجا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں، فوراً ہی حاضر خدمت ہو رہا ہوں، تفضل حسین اور دیگر شہری تو بھاگ گئے۔ جب یہ بات کلکٹر کے گوش گذار ہوئی، تو پارسک نے کہا: عبدالحی کیوں آئے گا۔ جب سب شہری بھاگ گئے، میرے والد صاحب پارسک صاحب دوست رکھتے، ان کی یہ بات جب والد صاحب نے سنی تو متفکر ہوئے کہ اس بات کا کیا منشا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اتنے میں مرزا جان آ گئے، چوں کہ یہ متعارف تھے اس لیے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس پُرآشوب دور میں حاکموں کا مزاج سخت ہو رہا ہے۔ خویش و بیگانے اور اچھے برے کی تمیز نہیں، جان بہر حال عزیز ہے۔ انسان تھے اس لئے گھبرائے اور غور و فکر کیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اس غبار بے تمیزی کے دور ہونے کے بعد حاضر ہونا چاہیئے، اس لیے خود کو موضع سید پور علاقہ بھرتپور میں پہنچا دیا، اور آج کل وہیں، دکھ سکھ کے ساتھ، جس طرح بھی ہو سکتا ہے زندگی گزار رہے ہیں۔ بس یہ کوتاہی تو ضرور ہوئی ہے، اگر اسے کوتاہی کے زمرہ میں لایا جا سکتا ہے۔ بات چوں کہ صحیح تھی اور دل لگتی تھی، ڈپٹی کلکٹر رائمنڈ کو پسند آئی، اور ہمیں اپنے ساتھ آگرہ لے گئے، ہفتہ میں دو بار سلام کو حاضر ہوتا، ایک دن میں نے استدعا پرورش کی، محافظ خانہ کلکٹری میں نقل نویسی پر میرا تقرر ہو گیا۔ چند ماہ بعد دفتر کا محرر ہو گیا کلکٹر صاحب کی نظر کرم و عنایت برابر مجھے میسّر تھی وہ بہت مہربان و کرم فرما تھے۔ نجم الدین حیدر تفضل حسین کے بہکانے میں آکر مجھ سے عداوت کرنے لگے، کئی مرتبہ چاہا کہ مجھے کسی مصیبت میں پھنسا دیں، مگر میری خوش معاملگی و نیک نیتی اور پھر کلکٹر کی قدر شناسی و ہمت افزائی نے مجھے ان کے شر سے ہر طرح محفوظ رکھا۔

جب کلکٹر ولایت واپس ہو گئے تو اپنے کو دشمنوں کے درمیان رکھنا مناسب نہ سمجھ کر میں نے ملازمت سے استعفا دے دیا۔ ممدوح کی روانگیٔ ولایت کے بعد دشمنوں کو موقعہ ملا، اور مسٹر سمسم ڈپٹی کلکٹر سے مل کر اول تفضل حسین نے ظاہر کیا کہ لوکل ایجنٹ اسلام عبدالعزیز (راقم مؤلف) کو پندرہ روپیہ ماہانہ مشاہرہ دیتے تھے، جو خلافِ قانون ہے۔ نجم الدین حیدر نے جو ممبروں میں سے تھا۔ بوقت استفسار عرض کیا: ہماری دانست میں نہیں دینا چاہیئے، میں نے مجبوری میں دستخط کر دیئے کہ دو ممبر متفق تھے، کلکٹر نے فرمایا: گورنمنٹ میں اس کی رپورٹ کروں، جواب آنے تک عبدالعزیز کو ماہانہ مشاہرہ نہ ملے گا۔ میں صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کی۔ فرمایا: بحضور گورنمنٹ عرض کرنا چاہیئے، فقر و افلاس کے اس دور میں گورنمنٹ تک عرضی پہنچانا بہت دشوار اور مشکل تھا۔ میں اس سے دل تنگ ہوا، اور اس پریشانی کے باعث منافع دنیا سے برگشتہ ہو کر نعمت دینیہ کی طرف متوجہ ہوا، اور پھر تنگ دستی سے تنگ آ کر میں نے خشکی کا سفر اختیار کیا۔ میرے سفر کے واقعات جو شخص دیکھنا چاہے اسے میرا سفرنامہ "ارمغان آداب" دیکھنا چاہیئے۔

پیران طریقت اور چودہ خانوادوں کا تذکرہ

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ امیرالمومنین، امام المتقین، اسداللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ کے چار خلفاء تھے۔ جیسا کہ شروع کتاب میں بسلسلۂ تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ گذر چکا ہے۔ اور چار پیر انہیں کو کہتے ہیں۔ اوّل حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ، دوّیم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سوّم حضرت حسن بصریؒ جو کبار تابعین میں سے ہیں۔ ایک سو تیئس ۱۲۳ صحابہ کی صحبت حاصل ہوئی۔ امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے آپ کا نام حسن رکھا، حضرت ام سلمہؓ، اُمّ المومنینؓ کے شیر مہر و محبت سے پرورش پائی اور ام المومنینؓ ہی کے زیر نگرانی تربیت میسّر ہوئی۔ اور سرچشمۂ آفرینش حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزہ سے شیریں کام ہوئے۔ اور آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی زبان معجز بیان وحق ترجمان سے یہ بشارت ثابت و مشہور ہے کہ جو آدمی ہمارے پیالے سے پانی پئے گا وہ میری دانش سے بہرہ یاب ہوگا۔ ایک دن آنحضور صلعم وضو فرما رہے تھے، اور دستار ہمایوں سر سے اُتار کر زانوئے مبارک پر رکھی ہوئی تھی، حسن بصریؒ کھیلتے کودتے ادھر آئے اور دستار مبارک کو لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ صحابہ کرامؓ نے منع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، میری عظمت کی خلعت ان کے بدن پر راست آتی ہے اور بغل میں لے کر شفقت فرمائی اور دعا سے سرفراز کیا۔[1] عقیدت و ارادت حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے تھی۔ آپ کی خلافت سے سرفراز ہوئے، چہارم حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور یہ بھی تحقیق ثابت ہے کہ چودہ[14] سلسلے جو دیار ہند میں رائج ہیں، انہیں کو خانوادہ کہتے ہیں، اور وہ حسب ذیل ہیں۔

زیدیان[1]، عیاضیان، ادھمیان، ہبیریان[4]، چشتیان[5]، یہ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں۔

---

[1] حضرات صوفیہؒ کے ہاں اس قسم کی روایات بہت ہیں، جو بغیر حوالہ ہوتی ہیں اور حقیقت واقعہ کے خلاف۔ ان کی تاویل ہی کی جا سکتی ہے یہ انتہائی دیانت داری کے ساتھ نرم سے نرم معاملہ ہے ورنہ خلاف واقعہ روایت کو اصولاً رد کیا جانا چاہیئے: تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ یہ کوئی عالم مثال کا واقعہ ہے، اسے اس خاکدان ارضی سے کوئی واسطہ نہیں۔ یا پھر یہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ وقوع پذیر ہوا ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ بالاتفاق تابعی ہیں ۲۱ھ میں ولادت ہوئی اور وصال نبویؐ ۱۱ھ میں ہوا۔ دس سال بعد آنے والا دس سال پیشتر پردہ کئے ہوئے وجود اقدس سے بظاہر کیسے فیضیاب دیر تو پذیر ہو سکتا ہے۔ غلط واقعات و واردات سے کسی شخصیت کو قد آور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام تو سراسر کھلی حقیقت ہے، بس اس کی صحیح پیروی ہی ولایت کے لیے کافی ہے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ البقرۃ ۲/۲۵۷
اللہ دوست ہے مومنوں کا، کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا۔

جبیبیان[6]، طیفوریان[7]، کرخیان، سقطیان[9]، جنیدیان، گاذرونیان[11]، طوسیان[12]،
فردوسیان[13]، سہروردیان[14] یہ نو سلسلے خواجہ جبیب عجمیؒ کے ذریعہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک
پہنچتے ہیں اور خواجہ عبدالواحد بن زید اور حضرت جبیب عجمیؒ دونوں بزرگوار حضرت خواجہ حسن بصریؒ
کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے۔
پہلے سلسلے کے سرچشمہ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ ہیں، دوسرا[2] سلسلہ فیض پذیر
خواجہ فضیل بن عیاضؒ
تیسرا[3] سلطان ابراہیم ادھمؒ کا مرہون منت و ثنا خواں ہے، چوتھا پیروکار حضرت خواجہ ہبیرہ بصریؒ ہے۔
پانچواں[5] شیخ ابواسحٰق شامیؒ سے ارشاد اندوز ہے۔ ان سلاسل کا پسندیدہ و
خوب صورت طرز عمل جو خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ سے انتساب رکھتے ہیں ان میں سے ہر
ایک کے احوال کے ضمن میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔

چھٹا سلسلہ جبیبیان، جنھوں نے ایزد پژوہی کا پیالہ خواجہ جبیب عجمیؒ کے دست
مبارک سے پیا۔ جن کی کنیت ابو محمد ہے، اہلِ فارس سے تھے، بصرہ میں قیام پذیر تھے
شروع میں سودی کاروبار کرتے تھے اور اسی پر گذر بسر تھی، جب نیّر طالع روشن ہوا اور
خورشید مقدّر چمکا تو خواجہ حسن بصریؒ سے عقیدت ہوئی، محنت و ریاضت کی، مجاہدے
کیے اور پھر صاحبِ کرامات بزرگ ہوئے۔ آپ کے صرف دو[2] مرید تھے: اوّل مبارکؒ
دوم[2] احمد بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ یہی دو آدمی تھے جنھیں خواجہ جبیب عجمیؒ سے
ارادت تھی۔ آپ کی اجازت و ارشاد سے انہوں نے بارہ سال کوہِ حرّا کے دامن میں
تجرد و تنہائی کے ساتھ ریاضت و عبادتِ ایزدی میں بسر کیے، سات دن میں ایک[1]،
دو[2] یا تین[3] کھجوروں سے روزہ افطار کرتے۔ جب خواجہ جبیبؒ کی وفات ہو گئی، تو یہ دونوں
برگزیدہ مرید اکیس[21] دن بعد جنگلی میوؤں اور پہاڑی گھاس سے افطار کرتے، جب تک
کوئی شخص ان اوصاف کا حامل نہ ہو جاتا اسے اپنی مریدی میں قبول نہ کرتے۔ گویا ان
کے مجاہدات کا دور اچھا خاصا سخت اور جانگسل تھا۔ جد و جہد سے ہی آدمی کچھ پاتا ہے۔
ساتواں طیفوریاں۔ جنھوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی اقتدا میں پایۂ ولایت

دریافت کیا۔ طیفور نامی نوجوان نے شروع میں علوم وفنون جمع کر کے درجۂ اجتہاد حاصل کیا، پھر محنت وریاضت سے عرفان رب العالمین سے بہرہ اندوز ہوئے اور سعادت ارادت و شرفِ خلافت خواجہ حبیب عجمیؒ سے حاصل ہوا۔ فیوضات باطنی طور پر امام جعفر صادقؒ سے اخذ کیئے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کا سلسلہ دو طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے: ایک بذریعہ آبار کرام: امام محمد باقرؒ، امام زین العابدینؒ، امام حسینؓ، امیرالمومنین حضرۃ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دُوئم بذریعہ والدہ ماجدہ بنت قاسمؒ بن محمدؒ ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سلمان فارسیؓ، حضرت امیرالمومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شروع میں طیفوریوں کے یہاں چار آدمی مشہور ہوئے:۔

(۱) شیخ مسعودؒ۔ جنھوں نے شکر پارہ کا، جسے تماچین بھی کہتے ہیں، خرقہ بنا کر استعمال کیا۔

(۲) شیخ محمودؒ۔ جنھوں نے بوسیدہ اور پھٹی ہوئی گدڑی کا، سیاہ دھاگوں سے سی کر جسے ہزار میخی کہتے ہیں۔ استعمال پسند کیا۔

(۳) شیخ ابراہیمؒ جنھوں نے خشت پارہ۔ اینٹ کے ٹکڑوں۔ سے اپنے جبّہ کو آراستہ ومزین کیا۔

(۴) شیخ احمدؒ جنھوں نے اون کا جبّہ بنا کر استعمال کیا۔

ان میں سے ہر ایک دنیا اور دنیا والوں سے بے نیاز تھا، اور یہ بے نیازی ان کا اہم مقصد تھا کیوں کہ دنیا کی کدورت سے سعادتِ اندوختہ برباد ہو جاتی ہے، اور دل متاثر ہوتا ہے، سات دن بعد افطار کرتے۔ اور یا ودود۔ کو امّ اُنس، انسیت ومحبت کی ماں ومرکز خیال کرتے تھے، کسی ذی روح کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ اور نہ کسی کو ستاتے تھے

آٹھواں خانوادہ کرخیوں کا ہے، جو حضرت معروف کرخیؒ کی پیروی سے اساس معرفت کو قصر کرخ سے اُٹھا کر مشہور آفاق ہو گئے کرخ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے علی کرخیؒ آپ کے والد کا نام بتایا جاتا ہے، کچھ لوگ فیروز اور کچھ فیروزدان بتاتے

ہیں۔ پہلے نصرانی تھے، امام علی موسی رضاؒ کے دستِ حق پرست پر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے اور پھر انہیں کے ہاں دربانی کے بلند منصب پر فائز ہوئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے غلام تھے، اور ایک روایت کے مطابق امام عالی مقام کے دوست تھے واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب خواجہ معروف کو راہب کے پاس بھیجا تاکہ کچھ علم حاصل کرے۔ راہب نے ابتدائی تعلیم و تلقین کے بعد کلمہ ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ۔ تین میں سے ایک۔ کہا۔ خواجہ کی زبان پر قُلْ ھُوَاللہُ اَحَدٌ۔ آیا۔ راہب نے دھمکایا، وہاں سے بھاگ کر امام علی رضاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلامی فیوض سے بہرہ ور۔ ارشاد و ہدایت کی اجازت بھی میسّر ہوئی۔ امام علی موسی رضاؒ کا سلسلۂ بیعت اس طرح ہے: امام موسی کاظمؒ، امام جعفر صادقؒ، امام محمد باقرؒ، امام زین العابدینؒ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت معروف کرخیؒ حضرت خواجہ داؤد طائیؒ کے عقیدت مند اور خواجہ حبیب عجمیؒ کے بھی خلیفہ تھے۔ کرخیوں کے ہاں اشتغال ذکر نفی و اثبات اور تلاوت قرآن مجید کثرت سے ہوتا ہے دنیا داروں سے میل نہیں رکھتے، دو یا تین دن بعد ایک یا دو کھجوروں سے روزہ افطار کرتے ہیں۔

لواں سقطیاں جو شیخ سری سقطیؒ سے عقیدت و ارادت کے باعث دنیا والوں کے راہ نما و رہبر بن گئے، سری آپ کا اسم گرامی اور سقط کباڑ مال۔ کے کاروبار کی وجہ سے لقب مبارک سقطی ہو گیا۔ اور بعض لوگ سقطی آپ کے والد کا نام بتاتے ہیں۔ آپ خواجہ معروف کرخیؒ کے ارادت گزیں تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور بہت سوں کو صاحب ارشاد بنایا۔ ان میں تین آدمی ابنا ملوک میں سے تھے۔

" خاندان برمک کو شاہی خاندان بایں معنی تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ بادشاہ گر تھا اور اس کے ٹھاٹھ بادشاہوں سے بھی بڑھ گئے تھے ورنہ وہ وزیروں کا خاندان تھا!" (مترجم)، عزیز بن یحییٰؒ، عمر بن فضلؒ، علی بن عبداللہؒ جن کی بسر اوقات اس طرح تھی کہ ایک ان میں سے تین دن بعد شام کے افطار کے لیے۔ قوت لایموت کے طور پر۔ کچھ بھیک مانگ کرلے آتا اور سب اس سے افطار کر لیتے۔ ایک نیک بخت اور ان

کے شرف صحبت سے بہرہ ور عقیدت مند نے ایک مرتبہ عرض کیا: فتوح و نیاز کیوں قبول نہیں کرتے کہ مانگنے کی علت سے چھٹکارا مل جائے ان کی زبان گوہر بار پر یہ الفاظ آئے کہ نیاز و فتوح لے کر دوبارہ دنیا میں ملوث ہو جائیں گے، جس سے دامن جھاڑ کر آئے ہیں، اور پھر طبیعت کا رجحان نیاز لانے والے کی طرف ہو گا۔ اور اگر نیاز کسی ضرورت و حاجت کے لیے ہو گی تو اس کی ضرورت پوری ہونے تک اس کا استعمال درست نہ ہو گا۔ عشار کی وضو سے نماز فجر ادا کرتے، رات بھر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے سوائے قیلولہ کرنے کے کبھی نہ سوتے تھے۔

دسواں جنیدیاں، جنھوں نے خواجہ جنید بغدادیؒ ابن خواجہ محمدؒ کی شاگردی میں علوم ظاہری وکسبی و دانش معنوی فراہم کی آپ کی کنیت مبارک ابوالقاسم تھی، اور خزنہ ریشم بننے کی وجہ سے لقب گرامی خراز تھا۔ ریشمی کپڑا بننے والا یا اس کا کاروبار کرنے والا اور شیشے کے گلاس و کوزہ کی تجارت کی وجہ سے والد گرامی کا لقب قواریری و زجاج مشہور تھا، اصل باشندے نہاوند کے تھے، آپ پیدا ہونے کے کچھ دن بعد بغداد پہنچا دیئے گئے وہیں نشوونما پائی۔ اور پھر بغداد میں اس قدر گھل مل گئے کہ بغداد آپ کی نسبت کا لازمی جز بن گیا، خواجہ سری سقطیؒ سے عقیدت ہو گئی، جو معروف کرخیؒ کے مشہور خلفار میں سے تھے اور دست بیعت دراز کر کے ان کے سلسلے میں داخل ہو گئے اور حضرت حارث محاسبیؒ و محمد قصابؒ سے علم حاصل کیا اور پھر امام سفیان ثوریؒ و شیخ شبلیؒ جیسے بہت سے برگزیدوں کو رہ نمائے خلائق بنا دیا۔

شروع میں دو آدمی جنیدیاں کے نام سے مشہور ہوئے: شیخ عثمان علی دقاقؒ اور شیخ محی الدین منصورؒ عبادت و ریاضت میں اس قدر انہماک تھا کہ انسانی ناگزیر ضروریات کے پورے کرنے کی بھی فکر نہ تھی اور نہ اس کی نوبت آتی تھی، فرشتہ الہامی شکل میں دودھ کا پیالہ لا کر بمشکل چودہ ۱۴ چودہ ۱۴ دن کے بعد افطار کراتا تھا۔

گیارہواں گازرونیاں، جنھوں نے شیخ ابو اسحٰق بن شہریار گازرونی کی اطاعت گزینی سے رشد و ہدایت کی راہ پائی، چوں کہ شہریار نے آئین زردشتی چھوڑ کر

مذہب اسلام اختیار کیا تھا، شیخ ابواسحٰقؒ نے خلعت اخشیجی۔ دنیاوی لباس۔ اختیار کر کے یعنی پیدا ہوتے ہی گازرون میں اسلامی ماحول میں نشو و نما پائی، اور ذاتی خوش بختی کے تحت ترک سلطنت و ریاست کر کے شیخ عبداللہ عفیفؒ کے دست حق پرست پر بیعت سلوک وارشاد کی۔ جو مرید ہیں خواجہ محمد رومیؒ کے اور وہ حضرت جنید بغدادیؒ کے تربیت یافتہ۔ اور شیخ ابواسحٰق نے شیخ علی فیروز آبادیؒ سے کسب فیض کیا، اور بھی بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی، اور ان کے فیوض و برکات سے دامن مراد کو پر کیا۔ گازرونی حضرات گوشۂ عزلت وخلوت اختیار کر کے ذکر اسمار الٰہی میں مشغول و منہمک ہو گئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

بارہواں خانوادہ طوسیوں کا ہے، جنھوں نے شیخ علار الدین طوسیؒ کی پذیرائی سے پایہ بلند و رتبۂ ارجمند حاصل کیا، شیخ علار الدینؒ کو شیخ نجم الدین کبریؒ سے برادر دینی۔ دینی بھائی۔ کی نسبت حاصل تھی، ایک دوسرے کے پڑوس میں ریاضت ومجاہدات اور عبادت میں مستغرق ہو کر ہفتہ میں گھانس پھونس یا جو کی روٹی سے افطار کرتے۔ جب اس قدر سخت ریاضتوں کے بعد بھی عروس مقصود نے صورت نمائی نہ کی تو دونوں پریشان ہو کر شیخ ضیار الدین ابوالنجیب سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت آمیز لہجہ میں ماجرا کہہ سنایا: ہماری عمر ختم ہونے کو آئی اور مطلوب ابھی بھی سربستہ ہے اور دامن کار ہاتھ میں نہیں آتا۔

ہر چند ہم نے خوب عبادت و ریاضت کی پھر بھی پیکر آرزو پردوں میں مستور ہے؟ شیخ نے فرمایا: اسی درد کا میں شکار ہوں آئیے چلیں اور کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دیں جو منزل مقصود پر پہنچا دے۔ تینوں حضرات شیخ وجیہ الدین حفص بن عمر عمویہؒ کے ہاں پہنچے، جو شیخ احمد اسودؒ کے مرید، اور وہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کے ارادت گزیں اور وہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے فیض یافتہ تھے۔ اور سعادت بیعت سے بہرہ ور ہوئے، کچھ دن بعد شیخ ضیار الدین ابوالنجیب سہروردیؒ اور شیخ علار الدین طوسیؒ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا، اور انہیں وطن جانے کی اجازت

مرحمت کی، اور شیخ نجم الدین کبریؒ کو شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ کے سپرد کر کے فرمایا: اسی طریقہ پر درویشی تازہ دم ہوگی اور اس پر نکھار آئے گا۔ انشاء اللہ اس کی تکمیل میں محنت و ریاضت کرو۔ سات ماہ بعد شیخ ضیاء الدینؒ نے شیخ نجم الدین کبریؒ کو خلافت دے کر اپنی زبانِ عنبر فشاں سے فرمایا: تم مشائخ فردوس کیں سے ہو، اس دن سے یہ سلسلۂ فردوسیاں ظہور میں آیا۔ سلسلۂ طوسی کے حضرات استقامت و پامردی سے مضمون۔ مَا صَنَعَ اللّٰهُ فَهُوَ خَيْرٌ۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا وہ بہتر ہے۔ کے مطابق نفع و نقصان سے منہ موڑ کر رنج و راحت پہنچانے والے پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ہونے نہ ہونے کو عذاب الٰہی نہ سمجھ کر لینا دینا برابر رکھتے ہیں اور نغمہ و مزامیر سے سامعہ افروز ہوتے رہتے ہیں۔

تیرھواں[۱۳] سلسلۂ فردوسیوں کا ہے، جنھوں نے شیخ نجم کبریؒ کی نسبت بیعت سے بزرگی دریافت کی، آپ کا نام نامی احمد اور کنیت ہمایوں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم مثال میں ابوالجناب فرمائی، نوجوانی میں دانشوروں سے علمی مباحثوں میں غالب آنے کے باعث لقب گرامی کبری ہوا۔ اور ولی تراشں اس وجہ سے خطاب قدسی ہوا۔ کہ جس پر بھی نظر التفات و توجہ ڈالتے تھے اس کو درجۂ ولایت پر پہنچا دیتے، آپ کے والد کا نام عمر بن جموتی ہے جیساکہ لطائف اشرفی میں۔ شیخ علاء الدین طوسی کے تذکرہ میں مرقوم ہے۔ نفحات الانس میں اس طرح لکھا ہے: اول بابا فرخ تبریزیؒ کی نگاہ بصیرت و نظرِ کرم سے فیضیاب ہوئے، جو ربودگان جذباتِ الٰہی میں سے ایک تھے، پھر شیخ اسمٰعیل قیصریؒ سے ارادت ہوئی، ان سے خرقۂ خلافت ملا، بعد ازاں شیخ عمار یاسرؒ سے اجازتِ ارشاد پائی، پھر شیخ روزبہانؒ سے فیض اندوز ہوئے، شیخ عمارؒ و شیخ روزبہانؒ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ کے خلفاء میں ہیں، شیخ مجدالدین بغدادیؒ، شیخ سعدالدین حمویہؒ، شیخ رضی الدین علی لالہؒ، بابا کمال جخندیؒ، شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور بہت سے اولیاء کرام۔ شیخ نجم الدین جاویدؒ سے سعادت اندوزِ بیعت و سرفرازِ خلافت ہوئے۔

چودھواں سلسلہ سہروردیوں کا، جنھوں نے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ سے فیوضات اخذ کیے، جن کا علم ظاہر و باطن میں بلند مقام تھا اور ان کی نسبی نسبت بارہ واسطوں سے حضرت صدیق اکبر و اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جاتی ہے اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے سلسلۂ الادت و عقیدت وابستہ ہے۔

شیخ وجیہ الدین ابوحفصؒ، شیخ احمد اسودؒ، خواجہ جنید بغدادیؒ، اور سلسلۂ خلافت خواجہ سے اس طرح ملتا ہے۔ شیخ احمد غزالیؒ، شیخ ابوبکر نساجؒ، شیخ ابوالقاسم کرہ گانیؒ، شیخ عثمان مغربیؒ، شیخ علی کاتبؒ، شیخ علی رودباریؒ، خواجہ جنید بغدادیؒ۔ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی خرقۂ خلافت پایا ۵۶۶ھ میں شیخ ضیاء الدین رومی نے وفات پائی۔ شیخ ضیاء الدین کا طریقہ کار یہ تھا۔ اور بیعت ہونے سے بارہ سال پہلے سے رہا۔ کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ پانی تناول فرماتے اور تین کھجور کھا لیتے، اور جب بیعت ہو گئے تو تیس سال تک سوئے نہیں، پہلو بستر پر نہ رکھا اور ہمیشہ قبلہ رو رہے۔

احمد بن رفیع جلال حسینی تبرازیؒ اپنی تالیف میں، جو جامع طرف برہانیہ سے مرتب کی گئی ہے، فرماتے ہیں:

بارہ خانوادے ۔ چودہ کی بجائے ۔ اس ترتیب سے ہیں: یکم[۱] بذریعہ محمد بن ابی بکرؓ، دوم[۲] بوسیلہ سلمان فارسیؓ سوم[۳] بوساطت ابی محمد بن مطعمؓ صحابی صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ چہارم[۴] عبداللہ بن عمر فاروقؓ کے ذریعہ، پنجم[۵] شیخ یعقوب مدنی کے واسطے سے، ششم[۶] حضرت اویس قرنیؓ سے مل کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور خواجہ اویس قرنیؓ نسبت خرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ ساتواں[۷] خانوادہ ہے۔ ہشتم[۸] امام حسنؓ سے نہم[۹] امام حسینؓ سے، دہم[۱۰] خواجہ حسن بصریؒ سے یازدھم[۱۱] حضرت کمیل بن زیادہؒ سے دوازدہم[۱۲] ابوالمقدم قاضی شریح بن ہانیؒ سے پیوست ہو کر حضرت حیدر کرارؓ سے جا ملتا ہے، سیزدھم[۱۳] حضرت عباسؓ سے چہاردہم[۱۴] حضرت ابوالدرداء سید اہل صفہ سے منسوب ہے۔

اور احمد رفیعؒ مذکور نے ان خانوادوں کو ایک اور ترتیب سے بھی لکھا ہے۔

پہلا۔ بیت السادات ہیں، اور اس کی نسبت حضرات حسنینؓ کی طرف ہے اور ان کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔

دوسرا۔ شاہ ابویزید بسطامیؒ سے منسوب ہے۔

تیسرا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ہے، جو قصبہ جیلی کا ہونہار سپوت تھا، جیلی، بغداد کے قریب ایک دیہات ہے، آپ علم حقیقی و رسمی میں یکتا تھے اور کرامات میں یگانہ۔ مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ نسبت خرقہ ان پانچ واسطوں سے: ابوسعید مبارک مخزومیؒ، شیخ ابوالحسن بن محمد یوسف قریشی الحنکاریؒ، ابوالفتح طرطوسیؒ، عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمیؒ، شیخ ابوبکر شبلیؒ۔ خواجہ جنیدؒ کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے (۴۷۱ھ ۵۷۱)

چوتھا۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا ہے، جو صدیق ابوبکرؓ کی اولاد میں ہیں اور نسبت تصوف عم گرامی شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ سے رکھتے ہیں۔ خرقۂ خلافت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے پایا اور خضر علیہ السلام سے شرف ملاقات میسر ہوا، جزیرۂ ابدال میں بعض ابدال کی صحبت سے سرفراز ہوئے۔ علم ظاہر و باطن میں ماہر تھے، اہم تصانیف یادگار چھوڑی عوارف[1] المعارف وغیرہ۔ ولادت ۵۳۳ھ وفات ۶۳۲ھ۔

پانچواں۔ فردوسیہ جسے کبرویہ بھی کہتے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبری سے منسوب ہے۔

چھٹا۔ شیخ احمد کبیر رفاعیؒ سے فیض یاب ہے، جو امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں ہیں۔ خرقہ خلافت و درویشی چھ واسطوں کے ذریعہ خواجہ جنید بغدادیؒ سے حاصل ہوا۔ ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں روحانی دنیا کا سفر اختیار کیا۔

ساتواں۔ شیخ ابواسحٰق گازرونیؒ کے عقیدت مندوں کا ہے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

آٹھواں بزرگان چشتیت کا، اس خانوادہ کے ارادت مندوں کا ترجمہ پہلے آچکا ہے۔

---

[1] عوارف المعارف تصوف و سلوک کی بہترین اور مستند و معتبر کتاب ہے بہت سے حضرات کے ہاں نصاب میں داخل رہی چنانچہ سلطان المشائخ نے اسے درس میں پڑھا ہے۔

نواں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کے ساتھ براہ راست نسبت رکھتا ہے۔ نام ان کا فضل اللہؒ ابو الخیر کنیت ہے، والد کا نام محمدؒ بتایا جاتا ہے واللہ اعلم۔ شیخ ابو الفضل حسن سرخسیؒ سے انہیں عقیدت تھی، اور انہیں ابو نصر سراجؒ سے اور ان کو شیخ عبداللہ ابن محمد مرتعشؒ سے جنہوں نے شیخ جنیدؒ کو دیکھا تھا، اور یہ ابو حفص حدادؒ سے بھی فیض یافتہ تھے جو شاہ شجاع کرمانیؒ کے فرزند ہیں۔ اور ان کے عثمان خیریؒ، رفیق احمد خضرویہؒ اور ابو یزید بسطامیؒ سے مراسم تھے اور ان کے صحبت نشین جس وقت شیخ ابو الفضلؒ عالم قدس کو سدھارے، شیخ ابو سعیدؒ نے بابل جاکر شیخ ابو العباسؒ کی صحبت اختیار کی، ایک سال ان کے ہاں رہے، اور شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوریؒ سے خرقہ حاصل کیا، جو شیخ ابو القاسم نستر آبادی کے ارادت اندوز اور وہ مرید شبلیؒ اور وہ شیخ جنیدؒ کے عقیدت مند۔ ۴ر شعبان ۴۴۰ھ میں اس دنیا سے کوچ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ایک ہزار ماہ تھی۔

دسواں شیخ ابو الخیر اقبال طاؤس الحرمینؒ کی صدائے بازگشت ہے۔

گیارہواں پیش رو اتباع شیخ ابو مدین مغربیؒ۔ آپ کا اسم گرامی شعیب تھا، بڑے ملنسار، خوش اخلاق اور صاحب کردار تھے دس واسطوں سے خواجہ جنیدؒ سے وابستہ ہو جاتے ہیں:۔ شیخ علی رود باریؒ، شیخ علی کاتبؒ، شیخ عثمان مغربیؒ، شیخ ابو القاسم کرہ گانیؒ، شیخ ابو بکر نساج، شیخ احمد غزالیؒ، شیخ ابو الفضل بغدادیؒ، شیخ ابو البرکات یمانیؒ، شیخ مسعود مغربیؒ وغیرہ اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ آپ کی تربیت سے فیضیاب ہوئے منجملہ ان کے ایک شیخ محی الدین ابن عربیؒ ہیں۔ ۵۹۰ھ میں وصال ہوا۔

بارہواں سلسلہ کا سررشتہ فیض شیخ ابو علی دقاقؒ سے پیوستہ ہے۔ آپ کا نام حسن محمد دقاقؒ تھا۔ بڑے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں.... نصیر آبادی سے عقیدت تھی۔ انہیں خواجہ شبلیؒ سے اور ان کو سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ سے ۵۰۵ھ میں بلند سرائے یعنی عالم بالا کی طرف کوچ کیا۔

تیرھواں منصور حلاجؒ سے وابستہ ہے۔

چودھواں۔ اس کے پیش رو شیخ عبداللہ شطاریؒ ہیں۔ ان کی نسبت سلوک یہ

ہے: شیخ رشیدالدینؒ، شیخ ضیاءالدینؒ، شیخ نجم الدینؒ، شیخ جمالؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔ اور سلسلہ شطاریہ/شتاریہ ایک واسطے سے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے، جو خواجہ ابویزید بسطامیؒ سے فیض یاب ہیں۔ اور بظاہر حسب ذیل ترتیب کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے: ابوالمظفر مولانا ترک طوسیؒ، خواجہ عربیؒ، مرید عشقیؒ خواجہ محمد مغربیؒ، امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ شیخ ابوالعباس قصابؒ سے کسب فیض کیا، جنھوں نے محمد بن عبداللہ طبریؒ سے، انہوں نے ابو محمد ضریریؒ سے اور انہوں نے خواجہ جنید بغدادیؒ سے خرقہ حاصل کیا۔

سلسلۂ نقشبندیہ خواجہ بہاءالدین محمد نقشبندؒ ابن محمد بخاریؒ کی ہمت سے پیکرِ مراد بن کر آئینہ دل پر جلوہ گر ہے۔ خواجہ محمد بابا سماسیؒ سے نظرِ قبول لی اور خواجہ عبدالخالق کی روحانیت سے کمال لیا اور فیروزمندی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے کسبِ فیض کیا اور علمِ آدابِ طریقت سید امیر کلالؒ سے حاصل کیا، جو پندرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے:۔ خواجہ محمد[1] بابا سماسیؒ، خواجہ علی[2] رامیتنیؒ خواجہ محمود[3] ابوالخیر مغنویؒ، خواجہ عارف[4] دیوگیریؒ، خواجہ عبد[5]الخالق غجدانیؒ، خواجہ یوسف[6] ہمدانی، خواجہ علی[7] فاریدیؒ، خواجہ[8] علی رودباریؒ، شیخ ابو[9]القاسم گورکانیؒ، شیخ ابوالحسن خرقانیؒ، شیخ ابویز[11]ید بسطامیؒ، حضرت امام[12] جعفر صادقؒ، قاسم[13] بن محمدؒ، محمد بن[14] ابی بکر الصدیقؓ، سلمان[15] فارسیؓ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم کرہ گانیؒ خواجہ جنید بغدادیؒ سے۔ اور شیخ عثمان مغربیؒ دو واسطوں۔ شیخ ابو علی کاتبؒ، ابو علی رودباریؒ کے ذریعہ سے خواجہ جنید بغدادیؒ سے پیوست ہو جاتے ہیں۔

سلسلۂ مغربیہ شیخ عثمان مغربیؒ کی ہی صدائے بازگشت ہے۔

سلسلۂ یسویہ خواجہ احمد یسویؒ کے نیازمندوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ بچپن ہی میں

ارباب ارسلان کی، جو ترکستان کے مردان کارآگاہ میں سے تھے، نظر کرم پائی، جب انہوں نے رحلت کی تو خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے، جو سلسلۂ نقشبندیہ میں مذکور ہیں، کمال حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا۔ ترکمان انہیں عطا لیسوی کہتے ہیں۔

عطا لفظ ترکی ہے، اولیاء کو اس کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔ خواجہ ترکستان میں پھر آگئے اور لوگوں کو ارشاد و ہدایت کی تلقین کی عطا ریس ترکستان میں ایک آبادی کا نام ہے۔ اور شیخ کا مولد و منشا۔ پیدائش و نشو و نما کی جگہ ـــ وہیں ہے۔

سلسلۂ احراریہ

خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندیؒ سے بہرہ ور ہے، اور وہ دو واسطوں ـــ مولانا یعقوب چرخیؒ و خواجہ علاء الدین عطارؒ سے خواجہ بہاء الدینؒ سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

سلسلۂ خضریہ

حضرت خضر علیہ السلام کی صدائے بازگشت ہے اور وہ سلسلہ جسے احمد خضرویہ کے ساتھ ملاتے ہیں اسے خضرویہ اور خضریہ کہتے ہیں، خراسان کے بڑے مشائخ میں تھے، ابو حفص حدادؒ و ابو یزید بسطامیؒ کے پایہ کے بزرگ تھے نسبت ارشاد یہ ہے: حضرت حاتم اصمؒ، حضرت شقیق بلخیؒ سلطان ابراہیم ادھمؒ ۲۴۰ھ میں وفات پائی، بلخ میں مزار ہے۔

سلسلۂ احمدیہ

شیخ الاسلام احمدؒ سے منسوب ہے، ان کی کنیت ابو نصر، اور ابو الحسنؒ کے بیٹے ہیں نسبی تعلق حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ امی (ان پڑھ) تھے۔ جب علم لدنی و وہبی کے دروا ہوئے ـــ پٹ کھلے۔ تو تین سو کاپی علم توحید و معرفت، سرِ حکمت و روشِ طریقت اور اسرارِ حقیقت میں تصنیف کیں کسی کو بھی اعتراض کی ہمت نہ تھی۔ تقریباً تیس ہزار نفوس کو آپ کے ذریعہ توفیقِ توبہ میسر ہوئی، جو نافرمانی کے ڈگر سے اطاعت کی طرف آئے ـــ اور اولیاء الشیطن کی بجائے اولیاء الرحمٰن بن گئے۔ خرقۂ خلافت۔ جو ابو الخیرؒ نے اس راہ کی بلند پائیگی کے

باعث پایا تھا۔ اس کے متعلق اپنے بیٹے ابوطاہر کو وصیت کی کہ شیخ احمدؒ جو ہماری خانقاہ میں آتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ دے دینا۔ ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۰ھ میں اس ناپائیدار دنیا سے عالم قدس کو رحلت کی۔

سلسلہ انصاریہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ سے منسوب، ان کی نسبت تصوف شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے متعلق ہے نور بخشیہ سہروردیہ کی ایک شاخ ہے، اور سلسلہ زیدیان و جمادیان شیخ ابوالحسن مایہ ناز ہرویؒ سے منسلک ہیں۔ وہ تمام لوگ برگزیدہ ایزد شناس ہو کر پایۂ کمال کو پہنچے۔ وہ فرزندان معنوی یکے بعد دیگر مسند ارشاد پر بیٹھتے اور اس کو جداگانہ سلسلہ بنا لیتے۔ چنانچہ مذاہب اربعہ کے علماء میں سے جس نے منصب اختیار - جانچ پڑتال۔ پایا اور پس رو کے مطلوب ہو گئے، بعد کے لوگوں نے صاحب مذہب و مسلک مان لیا اور پھر اسی حیثیت سے اس کے اقوال کو وزن دیا جانے لگا۔

صاحب "کشف المحجوب" نے بارہ سلاسل کو اس طرح قلم بند کیا ہے۔

پہلے حاسبیان، جو حاسب بن حاسبی بصریؒ سے ارادت و عقیدت رکھ کر روزانہ کے اعمال کو نیک اور عمدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ابو عبداللہ کنیت، انہیں علم کسبی و وہبی دونوں حاصل تھے، صوفیاء کے طریقہ انیقہ کے ماہر تھے، استاد وقت و صاحب تصانیف تھے، وفات ۲۴۳ھ بغداد۔

دوسرے قصاریاں، جنھوں نے حمدون ابن احمد بن عمار قصارؒ کے ذریعہ باطن کی صفائی کی اور قلب و نظر کی پاکیزگی لی ان کی کنیت ابو صالح، سفیان ثوریؒ سے علم حاصل کیا، ابوحسینؒ، ابوتراب نخشبی اور علی نصیر آبادی کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے، اور ابوحفص حدادؒ کی صحبت میں پایۂ کمال کو پہنچے ۲۷۲ھ میں نیشاپور میں ساغر حیات لبریز ہوا اور پھر چھلک پڑا۔ کہ لبریز ہونے کے بعد چھلکنا ہی مقدر ہوتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

تیسرے طیفوریاں، چوتھے جنیدیاں۔ یہ دونوں سلسلے چودہ خانوادوں کے

کے ضمن میں لکھے گئے۔

پانچویں لوزیاں کہ انہوں نے ابوحسن لوزیؒ کی الادت کی روشنی سے چراغ ہدایت جلائے، ان کا نام احمد بن محمدؒ بتاتے ہیں اور مشہور ابن لبغوی سے ہوئے آبار واجداد لغشور کے تھے جو مرو دہرات کے درمیان واقع ہے۔ پیدائش بغداد میں ہوئی، بلند مرتبت بزرگوں کی خدمت میں نشوونما پائی، حضرت سری سقطیؒ کے ساتھ رہے۔ اور محمد علی قصابؒ اور احمد ابوالحواریؒ کی صحبت نشینی کی، حضرت ذوالنون مصریؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت جنیدؒ کے خلفاء سے عقیدت بذریعہ حضرت سری سقطیؒ رکھتے تھے ۲۹۵ھ یا ۲۸۳ھ میں دنیا سے رخت سفر باندھ کر عازم آخرت ہوئے۔

چھٹے سہیلیاں، جو حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ کی قسمت سے وابستہ ہوکر مسالکِ طریقت کو آسمان پر پہنچاکر منزلِ مقصود کو پہنچے حضرت خواجہ جنیدؒ کے ہمعصر اور ذوالنون مصریؒ کے شاگرد تھے۔ راہ تصوف کے نشیب وفراز بہت اچھی طرح جانتے تھے، اسّی سال عمر پائی محرّم ۲۸۳ھ میں احرام دارالبقا باندھا۔

ساتویں حکیمیاں جو محمد بن علی حکیمؒ سے مل کر، جن کی کنیت عبداللہ تھی، اپنے امراض باطنی کے علاج میں کامیاب ہوگئے، ابوتراب نخشبی، احمد خضرویہؒ اور ابن جلاؒ سے ہنگامۂ صحبت گرم رکھا۔ ہر یک شنبہ کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے اور فیضیاب ہوتے، بہت سی تصانیف اور بہت کرامات یادگار چھوڑیں

آٹھویں خرازیان، جو ابوسعید خرازؒ کی دردیوزہ گری میں حرص وخواہش کی گدڑی کو قناعت وصبری کی سوئی سے سی کر خرقۂ فقر وتصوف اختیار کرنے میں فائزالمرام و بامراد ہوگئے۔ نام نامی ان کا ابواحمد ابن عیسٰی بغدادیؒ ہے۔ موزہ سیا کرتے تھے اور صوفیوں کے ساتھ سچی دوستی کی نگرانی میں مصر پہنچ جاتے اور پھر.... مکہ معظمہ۔ زادھا اللہ شرفاوکرامۃ۔ کے مجاور ہوگئے محمد بن منصور طوسیؒ کے شاگرد اور نسبت خرقۂ تصوف خواجہ جنید بغدادیؒ سے وابستہ تھی۔ اور ذوالنون مصریؒ، ابوعبداللہ تستریؒ، سری سقطیؒ اور بشر حافیؒ سے صحبت رکھتے تھے۔ چار سو تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ خواجہ

عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ: میں کسی ایک کو بھی، علم توحید میں، مشائخ کے ہاں ان سے بہتر نہیں جانتا۔ ۲۸۶ھ میں رخ کثرت سے وحدت کی طرف موڑا، یعنی وفات پائی، رحمہ اللہ۔

نویں خفیفیان، جو عبداللہ خفیفؒ کی طاقت کے بل بوتے پر جنگلوں کے گرم و سرد دیکھ کر منزل قرب تک پہنچے یعنی واصل باللہ ہوئے۔ ان کے والد شیرازی اور ماں نیشاپوری تھیں، شیخ ابوطالب جراح بغدادیؒ کے شاگرد تھے، شافعی مسلک تھے، علوم ظاہری و باطنی میں صاحب تصانیف ہیں۔ ردیم کو دیکھا تھا، کتانی یوسف ابن حسین رازیؒ، ابوالحسن دراجؒ اور بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی، ۳۳۱ھ سفر واپسیں اختیار کیا۔

دسویں سیاریاں، جو عباس سیارؒ کی رہ نمائی میں سیار بادیہ حقیقت ہوئے نام قاسمؒ تھا، احمد بن سیار مکرزوی کے خواہر زادہ تھے، ابوبکرؒ کی شاگردی کرکے، جو جنیدؒ ورویمؒ کے اصحاب میں تھے، دانش کسبی و وہبی جمع کی، اور بلند پائیگی پائی۔ ۲۴۲ھ میں دار باقی کو تشریف لے گئے۔

گیارہویں حلولیاں، جن کا مقتدا ابوحلمان دمشقیؒ ہے۔

بارہویں حلاجیاں کہ اس گروہ کے سرخیل ابن قاسمؒ ہے، جو حسین بن منصورؒ کے مشہور اصحاب میں تھے۔ کشف المحجوب میں یہ بارہ سلسلے شمار کرائے اور دو کو چھوڑ دیا اور زبان طعن دراز کی۔

ذکر خلفاء و مریدان شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ

یوں تو شیخ سلیم چشتیؒ سے ایک عالم سیراب ہوا ہے، تشنہ کامانِ علوم معرفت نے کتنی ہی مدت آپ کے سرچشمہ ایقان و طمانیت سے اپنی پیاس بجھائی۔ ہند و بیرون ہند میں بلامبالغہ لاکھوں آدمی آپ سے فیضیاب ہوئے، بہت سے صاحب اجازت و بیعت ہوئے اور انہوں نے آپ کی تعلیمات کو پھیلایا۔ یہاں آپ کے مشہور

خلفار کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے آپ کے پیغام کی نشر و اشاعت کی

شیخ فتح اللہ سنبھلی

آپ کے بڑے خلفار میں ہیں۔ ملک جاناں آپ کے دادا جان کے والد جو صلاح و تقویٰ میں بے نظیر تھے، وطن مالوف سے، جو قندھار کے توابع میں ہے۔ رخت سفر باندھ کر ہندوستان آئے اور قنوج میں ٹھہر گئے۔ اور تحصیل علم میں مشغول و منہمک ہوگئے ذریعہ معاش تجارت و سپہ گری تھا۔ جب آپ کے جدّ بزرگوار فیروز شاہؒ نے بیانہ میں سکونت اختیار کی، آپ کے قدسی نہاد والد ملک عین الدینؒ نے اس خاکداں ارضی میں قدم رکھا۔ اس کے بعد سیکری میں رہنے لگے، جو دارالنور فتح پور کے قریب ہے۔ اس وقت آپ پیدا ہوئے اور چار سال کی عمر میں پدر عظمت نہاد کی محبت بھری لوریوں سے محروم ہوئے۔ آپ کی والدہ کے دادا، جو دولت و ثروت اور صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے، آپ کو اپنے وطن سرائے ترین سنبھل لے گئے اور اپنی فرزندی میں لے کر پرورش و پرداخت شروع کی۔ سترہ سال کے جب ہوگئے تو کچھ وقت تجارت میں صرف کیا۔ اور پھر ملازمت کرلی، انہیں دنوں منڈاور۔ قریب اکبرآباد۔ سے گذر ہوا، چراغ ہدایت سے آگاہی پاکر فوراً دارالسرور فتح پور پہنچ کر شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ کی ملاقات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ شیخ نے فرمایا: اب فی الفور واپس جاؤ اور والدہ سے اجازت لے کر اگلا قدم اُٹھاؤ۔ جب سنبھل پہنچے تو ماں سے رُخصت نہ مل سکی۔ بخت کی نیرنگی کہ ایک رات ساتھیوں کے ہمراہ صحبت گرم تھی کہ دور سے ایک روشنی دیکھی، دوڑ کر اس کی طرف گئے ساتھی واپس آ گئے اور آپ صبح تک اس روشنی کے پاس رہے۔ وہاں سے آکر والدہ سے کہا کہ اگر جانے کی اجازت نہیں تو سوائے اپنے قتل کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں دکھائی دیتا۔ یہ ماجری دیکھ کر والدہ ماجدہ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ اور پھر آپ شیخ سلیمؒ چشتی کی خدمت میں حسب ارشاد حاضر ہوئے اور شرف صحبت سے سرفراز ہوکر وضو و غسل کے لیے پانی لانے کی خدمت سپرد ہوئی۔ تہجد کے وقت پہلے خود غسل کرتے اور پھر اس صومعۂ ریاضت

کے امام شیخ سلیم چشتیؒ کے غسل کے واسطے پانی فراہم کرتے۔ چند سال بعد ایک دن عرض کیا کہ خدمت ماموره، اپنی ذمہ داری، سے سرِ مو انحراف نہیں کیا، اس کے باوجود دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور پھر یہ بیت پڑھی اور جھومنے لگے۔

؎ دست از طلب ندارم تا کام من برآید　　یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

مانگنے سے ہاتھ نہیں کھینچوں گا جب تک کہ میرا کام پورا نہ ہو جائے یا تن درِ جاناں پہ پہنچے یا روح تن سے نکل جائے۔

شیخ سلیمؒ نے فرمایا: یہ اضطراب و اضطرار کیسا؟ حصولِ مراد کے لیے وقت مقرر ہے، تب ہی کام ہوگا۔ جب اس کا وقت آ جائے گا۔

آپ پر چوں کہ ذوقِ ایزد شناسی غالب تھا، شیخ سلیمؒ سے اجازت لئے بغیر قصبہ جھنجھانہ (یو پی) پہنچے، عارف باللہ شیخ عبدالرزاقؒ کو تلاش کیا، جو درس و تدریس میں منہمک تھے۔ آپ سے گذارش کی: حضرت! مجھ پر توجہ کیجئے۔ شیخ نے فرمایا: سات دن یہاں ٹھہرو، آپ کو اس مدت پر صبر نہ تھا، پھر اظہار مدّعا کیا۔ شیخ نے فرمایا: آج رات تو یہیں ٹھہرو تاکہ حصولِ مقصد کے لیے میں کچھ کر سکوں۔ کہتے ہیں کہ اسی رات عالم مثال میں شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو دیکھا، شیخ عبدالرزاق کی درخواست بسلسلۂ شیخ فتح اللہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شیخ فتح اللہ کی کشادگی اور سیرابی شیخ الاسلام ہند، شیخ سلیمؒ کے ہاں ہے۔ جب شیخ عبدالرزاقؒ نے اس سے مطلع کیا تو شیخ فتح اللہؒ نے کہا جب تک خود مشاہدہ نہ کروں تسکین نہ ہوگی ــــــ شیخ نے حسب قاعدہ و ضابطہ چلّہ کا حکم فرمایا۔ پھر عالم مثال میں حضرت غوث الصمدانی و برگزیدہ سبحانیؒ کو ایک مجلس میں دیکھا، شیخ فرماتے ہیں: ولایت کا مرتبہ شیخ الاسلام ہند شیخ سلیم چشتیؒ سے حاصل کروگے، بیدار ہو کر روانہ ہو لیے اور وہاں سے مرکبِ شوق پر سوار ہو کر راتوں رات دارالنور فتح پور پہنچے، اس روز وہ مہدی راہ ولایت باطنی نور سے بھانپ کر شیخ رکن الدین سے فرما رہے تھے کہ شیخ فتح اللہؒ کے لیے تہ بند اور چادر لاؤ۔ پھر تھوڑے عرصہ بعد ہمت و ثابت قدمی کی برکت سے اس مرشد فیاض نے عروس مراد

کے چہرہ سے پردہ اُٹھادیا اور شاہد آرزو نے جلوہ نمائی کی۔

ہر کہ زدل دامن پیراں گرفت　　　گنج بقا زیں دہِ ویراں گرفت

جو آدمی دل سے مرشد کا دامن تھام لے وہ باقی رہنے والا خزانہ اس ویراں گاؤں دنیائے ناپائیدار۔ سے پالے گا۔ چند دن بعد عنایت خاص سے خرقۂ خلافت دے کر سربلند کیا اور سنبھل جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

کسے کو صوف او در بر گرفتہ　　　قضا از وے قلم را بر گرفتہ

جو آدمی لباسِ صوف۔ درویشوں کا لباس۔ اختیار کرلے قضا و قدر کا قلم اس کے بارے میں خاموش ہوکر رک جاتا ہے۔ اس شہر سنبھل میں مسندار شاد بچھا کر عمر گرامی لوگوں کی رہبری و رہ نمائی میں بسر کی اور بہت سوں کو ریاضت و مجاہدہ کرا کر خداشناس و خدادوست بنا دیا۔ ۲۶ جمادی الآخر کو عازم خلد بریں ہوئے آخری آرام گاہ سنبھل ہے لوگ ان کے مرقد کی زیارت کرکے فیضیاب ہوتے ہیں، آپ نے جو لوگ تیار کئے وہ بھی بے انتہا ہیں، ان کی گنتی کارے دارد ہے اور کرامات بھی آپ کی بہت ہیں۔ نمونہ کے لیے کچھ کرامات ذکر کی جاتی ہیں۔

سلسلۃ الاسلام کی روایت ہے کہ پایۂ کمال کو پہنچ کر جب سنبھل جانے کی اجازت مل گئی تو دریائے گنگا پر پہنچے ایک جگہ پسند کرکے اسے منزل بنا کر رہنا شروع کر دیا، اس جگہ جن رہتے تھے، ان کے رہائش پذیر ہونے سے وہ فرمانروائے جن وانس کی بارگاہ میں فریادی بن کر پہنچے، وہاں سے۔ شیخ فتح اللہؒ کے نام حکم آیا کہ سنبھل جا کر وہاں کے باشندوں کو فیضیاب کرو۔ شیخ فتح اللہؒ نے گرامی نامہ پڑھ کر عرض کیا کہ آپ کے حکم سے گریز نہیں۔ یہ جن غیر مسلم ہیں۔ جس وقت یہ ایمان لے آئیں گے اس وقت آپ کے ارشاد عالی کی تعمیل کروں گا۔ اس سلیمان جاہ۔ شیخ سلیم چشتیؒ نے جنوں کو لکھا کہ اگر اس جگہ رہنے پر طبیعت مائل ہے تو ایمان لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہاں کے جن اسلام میں داخل ہوئے شیخ فتح اللہؒ کشتی میں سوار ہو کر سنبھل کے لیے روانہ ہو گئے۔ شیخ فتح اللہؒ کی کٹیا کو جن فوراً وہاں سے اڑا لے گئے۔

ایک دن چہل قدمی کرتے ہوئے شیخ فتح اللہؒ جنگل کو نکل گئے، ایک زرعی زمین پر گذر ہوا۔ ایک شخص نے عرض کیا کیا خوب اگر آپ کے قدوم میمنت لزوم سے یہ کھیت سرسبز ہو جائے۔ آپ نے نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی، ابر کا ایک ٹکڑا پیدا ہوا، اور اس قدر برسا کر ساری کھیتی تروتازہ ہو کر ہریالی ہو گئی۔

اسی دن آپ کا گذر بابا جان بیگؒ کی قبر پر بھی ہوا، عذاب کے مشاہدہ سے عبرت پذیر ہو کر گھر آگئے، اتنی گھڑے پانی کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر ڈالے اور اسے کاٹ کر زمین میں دفن کر دیا۔ شیخ عبداللہ۔ آپ کے بڑے صاحبزادے۔ وہاں حاضر تھے انہوں نے اس واقعہ سے حیرت زدہ ہو کر سوال کیا، اور اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اُس عذاب میں گرفتار کی تکلیف اپنے پاؤں کے انگوٹھے پر ڈال کر اسے رستگاری دلادی۔

ایک دن۔ شیخ فتح اللہؒ وضو کر رہے تھے، اسی حال میں ہاتھ پر ہاتھ مار کر از خود غائب ہو گئے، جب واپس آئے وضو پورا کیا۔ نماز ادا کی، میاں نام کے ایک قلندر، ان کے عقیدتمند حاضر خدمت تھے، جن کے ذمہ آپ کا وضو کرانا تھا، انہوں نے اس اچانک غائب ہونے کی وجہ دریافت کی، فرمایا۔ شیخ وجیہ الدینؒ کے بھائی کا انتقال ہو گیا، اسے عذاب دیا جا رہا تھا، یہ توجہ اس کی خلاصی کے لیے کی تھی، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کی مغفرت فرما دی۔

سلسلۃ الاسلام میں ہے کہ۔ شیخ بہادر، آپ کے فرزند کی شاہی کارندوں سے لڑائی ہو گئی، اس گروہ نے آپ کے عبادت خانہ میں بے ادبی کے ساتھ آنا چاہا، آپ حجرہ سے باہر آئے، ان بہادروں کو آپ کے دائیں بائیں دو شیر نر کھڑے دکھائی دیئے ڈر کر آپ کے پیروں میں پڑ گئے۔ اور پھر آپ کے پوری طرح معتقد ہو گئے اور اپنے کیئے پر پچھتائے۔
ایک بچّہ کی چیچک کی بیماری سے آنکھ ضائع ہو گئی، اس کے ماں باپ اسے آپ کی خدمت میں لاکر ملتجی ہوئے کہ دعاء شفا کیجیئے گا۔ آپ نے ایک مٹھی ریت اس کے منہ پر ڈالا، جس آنکھ پر وہ خاک پڑی وہ روشن و بینا ہو گئی۔

ایک دن شیخ فتح اللہؒ کی آستین سے پانی ٹپک رہا تھا، آپ کے صحبت یافتہ لوگوں

نے اس کی وجہ معلوم کی تو فرمایا: دریا خاں کی کشتی ڈوب رہی تھی اسے بھنور سے نکال کر آرہا ہوں اس لیے آستین تر ہیں اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے (سلسلۃ الاسلام)

نقل ہے کہ سیاحت کے دوران آپ ایسے حوض یا تالاب پر پہنچے جہاں شیر و چیتا پانی پی رہے تھے، سنیاسی نے، جو اس کے ماحول میں رہتا تھا، آپ کو متنبہ کیا، آپ نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا، اور وہیں یادِ الٰہی میں مستغرق ہو گئے، درندے حسب عادت وہاں پانی پی رہے تھے، دوبارہ سنیاسی آپ کو دیکھنے آیا، آپ کو صحیح و سلامت دیکھ کر اور آپ کو برگزیدۂ بارگاہ رب کریم سمجھ کر کیمیا سکھانے کی درخواست کی۔ فرمایا: ایک گوشہ میں جاکر پیشاب کرو۔ کہتے ہیں کہ اس کے پیشاب کے ہر قطرے سے سونے کی شاخ بن بنکر زمین پر گرنے لگی، آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر وہ دین اسلام کا عاشق ہو کر دائرہ اسلام میں آکر ایمانی شرف سے بہرہ ور ہوا (سلسلۃ الاسلام)

ابتدا میں آپ کا یہ حال اور یہ طریق کار تھا کہ رات دن جنگل میں یادِ الٰہی کرنے میں بسر کرتے، شیخ عبداللہؒ، جو سعادت اندوزِ ارادت تھے، ان کے پاس سونے کا ٹکڑا تھا، نقصان سے ڈر کر عرض کیا کہ اسے آبادی۔ گھر۔ میں چھوڑنا بہتر ہے، آپ نے نورِ باطن سے اس کا حقیقی مطلب دریافت کر لیا اور اس سونے کو لے کر ایک چلتی ہوئی نہر میں ڈال دیا، شیخ عبداللہ بیقرار ہوئے۔ فرمایا: دجلہ (نہر) میں ہاتھ ڈال کر اسے نکال لو اس نے جو ارادہ کیا تو دیکھتا ہے کہ ساری نہر سونے کی ہو کر بہہ رہی ہے (سلسلۃ الاسلام)

آپ کے مکان کے قریب ایک کھارے پانی کا کنواں تھا، بڑا دل خراش تھا اس کا پانی، شیخ اربعینؒ نے، جو آپ سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے، آرزو کی کہ کنویں کا پانی میٹھا ہو جائے، فرمایا: ہمارے پیروں کے نام لکھ کر کنویں میں ڈالو، ان کی برکت سے پانی شیریں ہو جائے گا، انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا، اور لوگ اس عطیہ الٰہی پر خوش و خرم ہوئے۔ (سلسلۃ الاسلام)

آپ کے پیرزادے شیخ احمد سنبھلیؒ تشریف فرما ہوئے، آپ نے ادب و تواضع کے بعد۔ کہ یہ بزرگی کا جوہر ہے۔ سامنے آکر مہمان داری و میزبانی کے فرائض پورے کیے۔

اور پھر مخدوم زادے سے فرمایا: ہر مطلب و آرزو، جو بھی آپ کے آئینۂ دل میں ہے وہ ظاہر کیجئے تاکہ آپ کی بارگاہ عالیہ کا یہ تربیت یافتہ، اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھ کر بجالائے منجھو نام ایک گلوکار اور اس بلا کا نغمہ ریز تھا کہ اس کی داستاں سرائی و بذلہ سنجی اور نغمہ ریزی سے اہل وجد و حال کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے تھے وہ نغمۂ واپسیں سے سامعہ کوب ہوا۔ جو قالب سے روح نکل جانے سے عبارت ہے۔ آپ نے چاہا کہ اس خاکدان ارضی میں خرقۂ حیات پہن کر سوز و ساز سے شغل کرنا چاہیئے، شیخ احمد کو اپنے خلوت کدہ میں لے گئے تقریباً ایک گھنٹہ بعد نیرنگیٔ تقدیر کہ وہ طرب انگیز مطرب رسم قدیم کے مطابق سوز و ساز اور نغمہ و راگ کے تمام اسباب سمیت ظاہر ہوا اور اپنے اصلی رنگ میں نغمہ طراز ہوا۔

(سلسلۃ الاسلام)

ایک دن ایک پتھر کے ٹکڑے پر وضو کر رہے تھے، ترانہ سنجوں میں سے کوئی ایک آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس پتھر سے جس قدر چاہو لے لو یہ خالص سونا ہو جائے گا، وہ آپ کی مبارک صحبت سے فیض یاب ہو کر نظر طمع سے خالی تھا۔ لالچ کی نگاہ سے وہ اسے دیکھ ہی نہ رہا تھا۔ دوسری بار پھر فرمایا: اگر تھوڑا سا اس میں سے لے لو تو نسلاً بعد نسل دولت تیرے گھر کی باندی بن کر رہے گی اور تونگری تمہارے پاؤں چومے گی۔ جب اس پتھر سے اس آدمی نے کچھ لے لیا۔ تو ہاتھ میں لیتے ہی زر کامل عیاں ہو گیا۔ یعنی خالص سونا بن گیا۔ آپ کے کہنے کے مطابق عرصہ تک اس کے خاندان سے دولت مندی کا اثر زائل نہ ہو سکا۔ (سلسلۃ الاسلام)

ایک دن عبادت خانہ کے اندر سے کسی آدمی سے فرمایا: نماز ادا کرنے کا وقت ہو گیا؟ اس نے عرض کیا: مجھے شناختِ وقت کا تجربہ نہیں ہے۔ فرمایا: اس باغ کے اندر جتنے اہل قبور آسودہ ہیں۔ مردے دفن ہیں۔ ان سے پوچھ کر آؤ۔ جب جا کر پوچھا تو ان مدت دراز کے سوئے ہوؤں نے زبان بے زبانی سے بتلا دیا کہ نماز کا وقت ہو چکا حضرت شیخ فتح اللہؒ نے صحیح وقت پر سوال کیا تھا۔ (سلسلۃ الاسلام)

بارگاہ احدیت کے یگانے شیخ عبدالواحدؒ نے حضرت شیخ فتح اللہؒ کی اجازت و

رخصت سے آگرہ میں رخت اقامت ڈالا، تو کاشانۂ عزلت وتوکل کو نئے انداز سے سنوارا، ایک رسمی شیخ۔ بناوٹی پیر۔ داؤد نام پیمانۂ حسد سے لبریز ہوا اور شیخ عبدالواحدؒ کو اپنے عیوب کا آئینہ سمجھ کر آپ کے درپئے آزار ہو گیا۔ شیخ فتح اللہؒ نے ایک عصا جسے شمشیر کہتے تھے۔ شیخ عبدالواحدؒ کو عنایت فرمائی کہ اسے گھر میں حفاظت سے رکھ، انشاء اللہ تیرا دشمن مقتول ہوگا، اور اس کا قاتل پردۂ غیب سے ظاہر ہوگا۔ چند دنوں میں ہی فرمودۂ شیخؒ نے جلوہ نمائی کی کہ چوروں نے اس بدکردار کو قتل کر کے حسد سے اس کی گلوخلاصی کرادی، اور اندر ہی اندر جلا ڈالنے والی آگ سے اسے نجات دلادی۔

نقل ہے کہ جامع دانش صوری ومعنوی شیخ رکن الدینؒ کو خورشید خاور سلطنت جلال الدین اکبر بادشاہ نے بطور ایلچی آپ کی خدمت میں بھیجا تاکہ مطلب برآری میں آپ سے مدد طلب کرے اور دعا رکامرانی کرائے، آپ نے اس دن جب کہ شیخ رکن الدینؒ اس جگہ پہنچنے والے تھے، فیض باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ شیخ رکن الدینؒ کے لیئے کھانا تیار کراؤ خدام نے عرض کیا کہ شیخ رکن الدین تو فتح پور میں ہے کھانا کس کے لیئے تیار کیا جائے۔ فرمایا۔ بادشاہ عہد نے شیخ کو میرے پاس بھیجا ہے ایسی عماری پر کہ اس پر ایسا غلاف ہے کہ نیچے سے زرد ہے، اسی دن پہنچ رہے ہیں خادموں نے کھانا پکایا، تشیخ رکن الدینؒ اسی ہیئت میں، جو آپ کی زبان گوہر بار پر تھا، پہنچے، اور آپ نے بادشاہ کیواں جاہ کی فتح کی فال نکالی اور جلدی سے اسے رخصت کر دیا۔

ایک سال بارش نہ ہوئی، آپ کے شیخ زادے۔ شیخ احمدؒ نے آپ کے پاس خط لکھا کہ بارش کی دعا ر فرمایئے۔ جب وہ مکتوب آپ کو ملا تو آپ نے جنگل کی راہ لی، دھوپ اور ویرانے میں کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: الٰہی جب تک بادل کا خیمہ زمین پر نہ تنے گا میں دھوپ میں کھڑا رہوں گا، مخصوص بندوں کے ناز اٹھانے والے خداوند کریم نے تھوڑی دیر بعد فتح پور کی طرف ابر کا ٹکڑا پھیلایا اس کو دیدۂ حق نگر سے دیکھ کر اس مضمون کا خط لکھا کہ فلاں وقت فتح پور میں

زبردست بارش ہوگی جس سے مخلوق خدا کی آرزوؤں کی کھیتی شاداب ہوگی اور سیراب، جب ساعت مرقوم کو نزول باران کے وقت سے ملاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بارش اُسی وقت ہوئی جس وقت کے لیئے آپ نے فرمایا تھا۔

ایک دن آپ اپنے عبادت خانہ سے ہشاش بشاش ہو کر نکلے جو ملکوتی نشیمن شاہبازوں کا خاصہ ہے اور فرشتہ کے جیسے بازوؤں سے نیچے اوپر ہو کر ہوا میں اُڑنے لگے۔ فرد۔

براہ عشق بگیرم زشوق بال وپرے　　　　که نے پیادہ شمارند و نے سوارمرا

عشق کی راہ میں بال وپر میں نے شوق سے مستعار لیئے۔ اب نہ مجھے پیادہ شمار کیا جاتا ہے اور نہ سوار۔

شیخ سدھاریؒ نے جو اس وقت حاضر خدمت تھے، برجستہ اور بے تابانہ طور پر اپنے ہاتھ اس آسمانی معراج کے بازوؤں والے طائر کے دامن پر رکھ دیئے، فوراً اس طائر بلند پرواز نے نزول کیا، جب اس کیفیت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: اس مرشد حق آگاہ و خدادوست شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کی خانقاہ میں بہت سے اولیاء نامدار و صوفیائے کامگار کی محفل گرم تھی حضرت شیخ الجن والانس شاہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی اس مجلس کو نزول فیض وصول سے منور فرماکر واپس اپنی قدسی منزل کی طرف جارہے تھے، حفظ مراتب کا خیال اور رعایت کرتے ہوئے میں حضرت کی خدمت میں دوڑ رہا تھا، جب تمہارے ہاتھ کو میرے دامن سے لپٹے دیکھا تو اپنی معیت کی اس سے زیادہ رخصت نہ دے کر میری چھٹی کر دی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہی دامن تمہارے ہاتھ میں ہوتا۔ (سلسلۃ الاسلام)

شیخ الاسلام کی ایک فیض بھری تحریر جو گویا مسند نشین ولایت کے سلطان کے قلم عنایت سے لکھی گئی مع عریضہ شیخ فتح اللہ سنبھلیؒ یہاں نقل کی جارہی ہے۔

عریضہ شیخ فتح اللہؒ قدس سرہ

بندہ کمینہ کمترین خدمت گار فتح اللہ پیش بندگی حضرت قطب العالم عرض　　　　بندہ کمترین خادم فتح اللہ قطب عالم کی حضرت اقدس میں عرض گذار ہے

میرساند و حالتِ خود باز می نماید کہ در ایام
ماضی طریقے بود کہ در بعضے احوال و افعال
امر می شد و در بعضی نہی ، حالا در جمیع امور
بندہ را مختار می کنند ، و ہیچ باب نہی نمی
فرمائید ۔ دیگر در ایام ماضی صورت این
فقیر در آئینہ نمودار می شد اکنوں مختلف
در آئینہ نمودار می شود آخر کار معلوم
کہ صورت این فقیر است ۔ دیگر امیدوارم
کہ مثال از سلسلۂ بدویان عنایت شود
دیگر دریں ایام ایں فقیر را چناں حیرتی
پیش آمدہ است کے اندکے از آں
حالات بنشتہ شدہ است بنظر خواہد
گزشت کہ اکثر آوازہا معلوم می شود کہ
فرمان می شود کہ ہشیار باش واقف شو
کہ تو یار مائی ، ہرچہ بخواہی بخواہ و اگر
نخواہی بس گلہ مندی خواہد شد ، پس
بضرورت ایں فقیر بعضے کارہا خواست ،
پس آں کار شد باز فرمان شد کہ چہ بد
کردی کہ خواستی اگر نمی خواستی تم انسان
کامل ہمدریں زمان سا فتیم بسیار
بسیار عتاب شد ۔ باز فرمان شد کہ بخواہ
ایں فقیر نخواست ، فرمودند کہ چہ بد کردی
کہ نخواستی کہ حکم ما بزبانِ تو بود ، خواہش

ہے اور اپنی کیفیت و سوانح بیان کرتا
ہے :۔ ماضی میں ایک طریقہ تھا کہ بعض
احوال و افعال میں حکم ہوتا تھا اور بعض
میں نہی ۔ کچھ کرنے کا حکم ہوتا تھا اور
کچھ نہ کرنے کا ۔ اب تمام امور میں بندہ
کو مختار بناتے ہیں ، اور کسی باب میں
نہی نہیں فرماتے ۔ نہیں روکتے ۔ اور
پہلے اس فقیر کی صورت آئینہ میں صاف
دکھائی دیتی تھی ، اب آئینہ میں مختلف
اشیاء دکھائی دیتی ہیں ، آخر میں فقیر
کی صورت معلوم ہوتی ہے ۔ پہلے کی طرح
فوراً نہیں دیر میں دکھائی پڑتی ہے ۔
امید ہے کہ سلسلہ بدویاں سے مثال
عنایت فرمائیں گے ۔

ان دنوں فقیر پر ایسی حیرت طاری
ہے کہ میں حیران ہوں ، اس میں سے کچھ
آپ کی خدمت میں لکھ دی گئی جو
آپ کی نظرِ گرامی سے گزرے گی ۔ منجملہ
ان کے ایک یہ کہ اکثر آواز سنائی دیتی ہے ،
گویا فرمان ہوتا ہے کہ ہوشیار ہو ۔ خبردار
ہو! تو ہمارا یار ہے جو جی چاہے ہم سے
مانگ ۔ اگر طلب نہ کرے گا تو شکایت
ہوگی ، پس ضرورتاً اس فقیر نے کچھ کاموں

ماکردی حال ایں فقیر براییں منوال است
دیگر عرض میدارد کہ حیرت چناں افزودہ
کہ شرح نتوانم کرد۔ یکروز پیش حجام
موئے سر بتراشیدم از ہمہ موُ ہا
خون پدیدار آمد، مقراض حجام گرفتہ
بگوشہ رفتم یکموئے ریش بریدم، خون
ازاں پدیدار آمد۔ ایں واقعہ سہ روز
متواتر شدہ بعدہ نشد۔

دیگر عرض میدارد کہ چوں نماز
را شروع کردم چناں بعینہ دیدم کہ در
رکوع و سجود بسیار خلل میشد دیگر
عرض افتاد کہ روز تحریر چناں دیدم کہ
یکمرد نورانی پہلوئے راست نشستہ دست
راست را بر روئے فقیر می مالد و می
فرماید کہ مردانہ باش و محکم دراندگ۔
مدت بسیار بسیار اسرار مکشوف خواہد شد
سخن بسیار فرمود کہ در تحریر نگنجد، دیدم
کہ آں مرد صورت پیر و صورت امرد و
صورت حیوان و نباتات و جمادات و
آب شدہ بالائے پائے ایں فقیر تر کردہ
بالا رفت، حقیقت آنمرد نشناختم و
حیراں بماندم چنانچہ دیوان جیورا روشن
است دیگر عرض افتاد حالت این فقیر

کا ارادہ کیا اور وہ کام بحمد للہ ہو گئے۔ پھر
فرمان ہوا کہ۔ کتنا برا کیا تم نے طلب و
خواہش کا اظہار کر دیا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے
تو تجھے ہم انسان کامل بنا دیتے اور ابھی
بہت عتاب ہوا۔ پھر حکم ہوا۔ کچھ طلب
کر اور کچھ مانگ۔ اس فقیر نے نہ کچھ
طلب کیا اور نہ کچھ مانگا۔ فرمایا: کس
قدر برا کیا تم نے کہ کچھ نہیں مانگا اور نہ کچھ
چاہا حالانکہ ہمارا حکم تمہاری زبان پر تھا
یعنی جو بھی تم زبان سے کہہ دیتے وہ ضرور
ہوتا۔ حد یہ ہے کہ تم نے ہماری خواہش
بھی نہ کی۔ کم از کم ہم سے ہمیں کو مانگ
لیتے۔ آج کل فقیر کے یہ حالات ہیں

ایک اور گذارش ہے۔ حیرت اس قدر
بڑھ گئی ہے کہ اس کی تفصیل و شرح نہیں
کر سکتا۔ ایک دن حجام کے ہاں گیا کہ سر
کے بال کٹاؤں۔ سارے بالوں سے
خون ظاہر ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حجام
سے قینچی لی ایک گوشہ میں گیا، داڑھی
کا ایک بال کاٹا، اس سے بھی خون ظاہر
ہوا۔ یہ کیفیت لگاتار تین دن تک رہی۔
اس کے بعد نہ رہی اور جب نماز شروع
کرتا ہوں تو یہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ

چنیں گرم است کہ اگر بطرف آتش نظر میکنم سرد میشود بسیار بار تجربہ کردم ، یک روز نام خود بر کاغذ نوشتہ در آتش انداختم ہمہ کاغذ را بسوخت و نام این فقیر را نسوخت والعبودیت ، و دریں ایام چناں ریاضتہا واقعہ شدہ کہ در تحریر نگنجد ، وجود خود را در فنا کردن تقصیر نکردم ولیکن نشد۔ فقط۔

رکوع اور سجدے میں خلل پڑ گیا ہے۔

یہ عریضہ لکھنے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک نورانی آدمی میرے دائیں پہلو بیٹھ کر اپنا سیدھا ہاتھ فقیر کے منہ پر مل رہا ہے اور یہ فرما رہا ہے کہ مردانہ طور طریق رکھ اور مضبوط دل کہ تھوڑی مدت میں بہت سارے اسرار مکشوف ہوں گے۔ بھید کھلیں گے۔

اور بھی بہت سی باتیں فرمائیں جو تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں نیز یہ بھی دیکھا کہ وہ مرد نورانی بوڑھے، بچے اور جوان کی صورت اور نباتات و جمادات کا روپ دھار کر پانی بن گیا اور فقیر کے پاؤں کے بالائی حصے کو تر کر کے بلندی پر چلا گیا۔ اس مرد نورانی کی حقیقت میں نہ پا سکا۔ ان کوائف سے مجھے سخت حیرت ہے جیسا کہ آنحضور پر روشن ہے۔ اور آج کل اس فقیر کی حالت اتنی گرم ہے کہ آگ کی طرف اگر دیکھتا ہوں تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے ، اس کا بہت تجربہ کر لیا۔ ایک دن اپنا نام کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دیا، آگ نے سارے کاغذ کو جلا دیا اور اس فقیر کے نام کو نہ جلایا اور عبادت و بندگی کا جہاں تک تعلق ہے

ان دنوں اس قدر ریاضت و مجاہدے
کیے ہیں کہ تحریر میں نہیں سما سکتا اور اپنے
وجود کو فنا کرنے میں کوتاہی و کمی نہیں
کی مگر فنا پذیر نہ ہو سکا

جواب عریضہ از شیخ الاسلام،
قطب العالم شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرہ

برادر دینی و محب یقینی، دوستدار
دوجہانی، شیخ المشائخ والاولیاء شیخ
فتح اللہ دام مشیختہ، سلام و دعا۔ از اسلام
ابن بہار الدین چشتی مطالعہ نمایند، احوال
موجب حمد است المقصود مکتوب آں
عزیز بعد از مدت مدید رسید، خاطر
بسے در انتظار بود آنچہ مرقوم شد یک
یک معلوم شد۔ نوشتہ بودند۔ کہ در ایام
ماضی طریقے بود کہ در بعضے احوال وافعال
امر میشد و در بعضے نہی حالا در جمیع امور
بندہ را مختار میگردانند و ہیچ باب نہی
نمی فرمانید۔ معلوم شد دریں وقت
شمارا آئینہ عطا شدہ است، باید کہ ہر
مشورتے کہ باشد ہم بہ آئینہ بکنند

جواب۔ شیخ الاسلام قطب العالم
شیخ سلیم چشتیؒ

دینی بھائی، سچے پریمی، دوجہاں کے
دوستدار، مشائخ واولیاء کے سردار شیخ
فتح اللہ اللہ تعالیٰ ان کی مشیخت و بزرگی
کو برقرار رکھ کر فیض رساں بنائے۔
از اسلام ابن بہار الدین چشتیؒ۔ ملاحظہ
فرمائیں۔ شیخ الاسلام کا نام پہلے اسلام
ہی تھا۔ حالات موجب حمد و مستحق ستائش
ہیں آنعزیز کا مکتوب عرصہ دراز کے
بعد موصول ہوا۔ میرا دل اس کے انتظار میں
تھا جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ ایک ایک
بات مجھے معلوم ہے۔ آپ نے لکھا ہے:
ماضی میں ایک طریقہ تھا کہ بعض احوال
وافعال میں حکم ہوتا تھا اور بعض کاموں
سے روکا جاتا تھا۔ اب تمام امور میں

و ہر چہ از و معلوم می شود ہمبران عمل نمایند
دیگر نوشتہ بودند کہ در ایام ماضی
صورت این فقیر بعینہ در آئینہ نمودار می شد
اکنوں مختلف نمودار می شود و آخر کار تعین
می شود کہ صورت این فقیر است ۔ واضح
گشت الحمد للہ والمنۃ خاطر بسیار خوشحال
شد و منتظر بودم کہ این آثار کے ظاہر شود
الحمد للہ کہ ظاہر شد می باید کہ سعی کنند
کہ تا ماورائے این ہمہ آنچہ صورت اصلی
است ظاہر گردد ، و این آئینہ عطائے
تمام است و مقصود کلی است ۔

ودیگر مثالے از سلسلۂ بدریاں طلبیدہ
بودند ، مثال از برآئے آں می دہند کہ سلسلہ
جاری گردانند ، و این سلسلہ مستور است
و این فقیر را رخصت جاری کردن نیست
بنابراں مثال فرستادہ نشد ، و از خانوادہ
ہائے دیگر مثال بشما فرستادہ شدہ است
و چوں آئینہ در دست شما آمدہ است
دیگر ہیچ احتیاج نیست

مرقوم بود کہ اکثر اوقات آواز ہائے
شنوم کہ ہشیار باش و واقف شو کہ یار
مائی بخواہ ، آنچہ خواستم شد اما بعد
ازاں عتاب شد و بعد ازاں حکم شد کہ

بندہ کو گویا مختار بنا دیا اور اب کسی باب
میں بھی نہیں نہیں فرماتے معلوم ہوا کہ تمہیں
ایک آئینہ دے دیا گیا ہے ، اب جو بھی
مشورہ درکار ہے آئینہ سے کرنا چاہیئے ،
جو کچھ بھی اس سے ظاہر ہو اس کی تعمیل
کرو ۔

دوسری بات جو لکھی کہ میں ماضی میں
اس فقیر کی صورت آئینہ میں صاف دکھائی
دیتی تھی اور اب مختلف طور پر نمودار ہوتی
ہے اور آخر میں تعین ہوتا ہے کہ یہ صورت
فقیر ہی کی تھی ۔ سو واضح ہے الحمد للہ والمنت
دل بہت خوشحال و خورسند ہوا ، میں
انتظار میں تھا کہ یہ آثار کب ظاہر ہوتے
ہیں ۔ الحمد للہ کہ اب ظاہر ہونے لگے ۔

اب تمہیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اس تمام کے
ماوراء پیچھے جو صورت اصلی ہے وہ ظاہر ہو جائے
اور یہ آئینہ عطائے تمام اور مقصود کلی ہے ۔

آپ نے سلسلۂ بدریاں سے مثال
اس سلسلے کی ، طلب کی ۔ سو مثال اسے
دیتے ہیں جو سلسلہ جاری کرے ، اور یہ
سلسلہ مستور ہے اور اس فقیر کو جاری کرنے کی
اجازت نہیں ، اس باعث وہ مثال بھیجی
نہ گئی اور دوسرے خانوادوں سے مثالیں

کہ بخواہ نخواستم، حکم شد کہ بد کردی کہ نخواستی درحیرت افتادم۔ شاد باشید الحمد للہ کہ ہمہ بر قاعدہ است، و ایں کرشمہ در منازل با مشائخ سلف نیز واقع شدہ است واز حضرت رسالت مآبؐ نیز مروی است کہ وقتے حکم شد: بخواہ! اگر بخواہی تمام جبل ابو قبیس طلا شود حضرتؐ تامل فرمودند۔ حضرت جبرئیلؑ اشارت کردند کہ مخواہید۔ حضرت نخواستند واٰنکہ مرقوم بود کہ از موئے من خون چکید الحمد للہ کہ ریاضتِ شما و قصد شما در ریاضت بود کہ ایں وجود فانی شود بدرگاہِ حق تعالیٰ قبول افتاد کہ ہر موئے شما را جاں بخشید ہر عبادت کہ کنید عند اللہ آں اجر و عبادت از ہر موئے شمارا نویسند چنانچہ منقول است کہ مسلمان ہر عبادت کہ کند اجر آں عبادت از ہر موئے اومی نویسند واٰں عوام را نیست بلکہ موئے اینچنیں مسلمان است، واٰنکہ سہ روز بود بعد ازاں نبود از برائے اطمینان شما و اطمینانِ کسانیکہ دیدند بعد ازاں چہ حاجت؟

واٰنکہ در نماز بعینہ دیدید الحمد للہ

تمہیں بھیج جا چکی ہیں۔ اور جب آئینہ تمہارے ہاتھ میں ہے اب کسی اور شئے کی احتیاج و ضرورت باقی نہیں ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا: آوازیں سنتا ہوں کہ ہوشیار ہو، آگاہ ہو کہ تو ہمارا یار ہے، جو دل مانگے وہ چاہ اور جو میں نے چاہا وہ ہوگیا، مگر اس کے بعد عتاب ہوا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ مانگ میں نے کچھ طلب نہ کیا، حکم ہوا کہ برا کیا تو نے کہ نہ مانگا میں یہ ماجرا دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا۔ خوش رہو۔ الحمد للہ یہ سب کچھ قاعدہ کے مطابق ہے، یہ کرشمے، ان جیسی منازل میں پرانے بزرگوں کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں، نیز حضرت رسالت مآبؐ سے بھی مروی ہے کہ ایک وقت حکم ہوا کہ چاہ۔ طلب کر۔ مانگ۔ اگر آپؐ چاہیں تو تمام جبل ابو قبیس۔ جبل احد؟ سونا ہو جائے۔ آپؐ نے تامل فرمایا، حضرت جبرئیلؑ نے اشارہ کیا کہ کچھ خواہش و طلب نہ کیجیے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ چاہا۔

اور جو بالوں سے خون ٹپکنے کے متعلق لکھا تھا، سو الحمد للہ تمہاری ریاضت

کہ نماز این است زیرا کہ الصلوٰۃ معراج
المومنین گفتہ اند ۔ اما از تخلل در ارکان
محفوظ باشند ۔ و تخلل آنست کہ در ارکان
نقصان شود و اگر زیادہ شود باک نیست
چنانکہ در جائیکہ دو رکعت می کنند یا سہ
رکعت کنند یا جائیکہ یک معین است
دو بکنند یا دو معین است سہ یا چار بکنند
این تخلل نیست ۔

و آنکہ مرد نورانی دست بر سر و روے
مالیدہ بصورت مختلف بر آمدہ بشارتہا
داد و شما حقیقت آنرا نشناختید الحمد للہ
کہ ایشاں در پرورش آن برادر اند ۔ و آنکہ
از گرمیٔ حال مرقوم بود الحمد للہ کہ ایں ہمہ
بر قاعدہ است ۔ والسلام

اور ریاضت میں تمہارا جو ارادہ تھا کہ، یہ
وجود فنا ہو جائے گا، درگاہ خداوندی میں
مقبول ہوا کہ تمہارا ہر بال، تمہاری ہر
عبادت پر جان قربان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ
کے ہاں اس عبادت کا اجر و ثواب تمہارے
ہر بال کے بدلے لکھا جائے گا۔ چنانچہ
منقول ہے کہ مسلمان جو بھی عبادت کرتا
ہے، اس کا اجر اس کے ہر بال کی طرف
سے لکھا جاتا ہے اور یہ عوام کے متعلق نہیں
ہے بلکہ آپ جیسے باہمت مسلمان کے
لیئے ہے ۔ اور وہ جو تین دن تک یہ معاملہ
رہا ... ؟ یہ تمہارے اطمینان اور ان لوگوں
کی تسلّی کے لیے تھا، جنھوں نے یہ دیکھا
تھا۔ پھر اس کے بعد ضرورت کہاں ؟ اور
وہ جو نماز میں بعینہٖ دیکھا ہے، سو الحمد للہ
نماز یہی ہے ۔ اس لیے کہ ۔ نماز مومنوں کی
معراج ہے ۔ کہا گیا ہے، مگر ارکان میں تخلل
سے عذر کرنا ضروری ہے اور تخلل یہ ہے
کہ ارکان میں نقصان اور کمی آجائے ۔ اگر
زیادہ ہو جائے تو یہ خلل نہیں، دو کی جگہ
چار، یعنی دو رکعت کی چار یا تین رکعت
پڑھے، ایک کی جگہ دو رکعت اور جہاں
دو رکعت متعین وہاں تین یا چار رکعت

پڑھنا تخلل نہیں۔

اور وہ جو نورانی مرد نے ہاتھ سر اور منہ پر مل کر مختلف صورتوں میں بشارتیں دی اور تم نے نہ پہچانا۔ الحمد للہ، یہ مرد نورانی برادر عزیز کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہے۔ گویا وہ مرد نورانی خود حضرت شیخ کی ذات گرامی ہے، جو اپنے متعلقین و وابستگان کی تربیت میں مصروف و منہمک ہے اور گرمی کا حال بھی قاعدہ کے مطابق۔

والسلام۔ (سلسلۃ الاسلام)

مخدوم کمال الوریؒ

آپ کے بڑے خلفاء میں عمدۃ الاولیاء شیخ کمال الدینؒ ابن شیخ شہاب الدینؒ ہیں۔ جو کمالات صوری و مکارم معنوی سے متصف تھے اور رہ نوردانِ بادیۂ حقیقت کو منزل مقصود پر پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے تھے، باطنی تربیت شاہ ابویزید بسطامیؒ کی روحانیت سے حاصل کی، اور طریقت کے آداب و اطوار شیخ علاء الدین زندہ پیرؒ سے۔ خرقۂ خلافت، روح افزائے مسند تکمیل۔ شیخ سلیمؒ۔ سے ملا۔ حدیث کے مفہوم کے مطابق ۔۔ پیدائشی طور پر پیدا کرنے والے کے نزدیک سب سے محبوب وہ جو اپنے وجود کی شاخ عین شباب کے زمانے میں اشکوں سے تر و تازہ رکھے اور معصیت کی آندھی اور بگولوں سے اسے بچائے۔ شیخ کمالؒ نے شروع ہی سے اپنے کو صلاح و فلاح سے آراستہ رکھ کر آنکھ کو اشکبار۔ ہمہ دم رونے والی۔ بنایا، چنانچہ گوہرِ اشک کے متواتر گرنے سے رخسار مبارک پر ایسے نشانات بن گئے تھے جیسے برساتی ندی نالوں کے بہاؤ سے زمین پر ہو جاتے ہیں۔ شیخ کے عقیدت مندوں میں اہل کمالات و صاحب کرامات بزرگ تھے۔ نقل ہے کہ اپنی عمر کے سات سال شیخ رکن الدینؒ کو دیدیے ۱۸ ار رجب ۹۹۳ھ

میں عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ آخری آرام گاہ الور راجستھان میں ہے تاریخ وفات سہ

گفتا گذشت شیخ کمال از سر حیات

۹۱-۹۱۰

۱۰۰۱

۹۹۳

شیخ طہؒ

آپ کے ایک خلیفہ شیخ طہؒ گذرے ہیں، جو اسرار الٰہی کی کان، اور بیشمار رموز کے منبع تھے، جوانی کے شروع میں سپاہیوں کا لباس زیب تن فرماتے اور دادِ مردانگی دیتے تھے۔ جب سعادت نے یاوری کی اور بخت نے رہ نمائی تو اپنے بڑے بھائی شیخ منورؒ سے سنا کہ فتح پور کے پہاڑ پر ویرانہ ہے، جو شیروں اور چیتوں سے بھرا ہوا ہے۔ بارگاہ خداوندی کے ایک باریافتہ نے، جن کا نام نامی شیخ سلیمؒ ہے، ہدایت کا سایہ ڈال کر خدا جویانِ حقیقی کے باغ آرزو کو سرسبز و شاداب کر رکھا ہے، شیخ طہؒ چوں کہ اپنی سعید طبیعت کے باعث خدادوست قلندروں کا جویا تھا، عقیدت واحترام سے آپ کے آستانۂ عالیہ پر پہنچ کر تجرد کی راہ اختیار کی، پہاڑ میں رہ کر ریاضت و مجاہدات میں اپنے کو پگھلا دیا۔ اور آپ کی بیعت و صحبت کے فیوض سے بہرہ ور ہو کر درجۂ ولایت کو پہنچے۔

صحبت نیکانت از نیکاں کند   نارِ خنداں باغ را خنداں کند

نیکوں کی صحبت تجھے نیک لوگوں میں سے بنادے گی۔ کیوں کہ شعلۂ نور پورے باغ کو نورانی بنا دیتا ہے۔ اور پھر خرقۂ خلافت سے بہرہ ور ہو کر احمد آباد پہنچے، وہاں ایک شخص نے طہؒ نام اختیار کر کے گذارش کی کہ وہ اس شہر میں مسند بزرگی پر استوار ہے، اس لیے آپ کے آنے سے اس کی اقامت دشوار ہو گی۔ کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔

آپ نے فرمایا: اپنے دل میں کسی وسوسے کو راہ مت دو۔ تمہارا جو حلقۂ گرویدگان ہے ارادت کے ساتھ تمہاری جانب ہی کھنچتا چلا آئے گا۔ اگرچہ ابتدا میں اس نے

گو مگو سے کام لیا، مگر آپ کے فیض سے چند دنوں میں ہی آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حلقہ گلے میں ڈال آپ کے عقیدت مندوں میں شریک ہو گیا اور آپ سے طریقت و تصوف حاصل کیا۔

شیخ پارہؒ

آپ کے خلفاء میں ایک شیخ پارہؒ ہیں۔ برگزیدہ بارگاہ کبریا۔ جب نورِ ارادت و خرقۂ خلافت سے وہ ثمرۂ سلفؒ و پیش روے خلف بلند مرتبگی پر فائز ہوا، تو ٹانڈہ۔ بنگالہ۔ میں، جہاں آپ کی آخری آرام گاہ بھی ہے، مسندِ ارشاد بچھا کر بہت سے خدا کے بندوں کو خدا آشنا اور عارف باللہ بنا دیا۔

جب جہانگیر بادشاہ کے مزاج پر عارضۂ تپ طاری ہوا تو جس قدر بھی زیرک و فہیم اور تجربہ کار نکتہ رس طبیبوں نے اپنی اہم اور نادر تدابیر ان کے علاج کے لیے اختیار کیں اسی قدر بیماری نے طول پکڑا، اور بیماری بجائے کم ہونے کے بڑھتی گئی، اکبر بادشاہ پدری شفقت و محبت کے باعث نہایت اضطراب و اضطرار کے ساتھ شیخ پارہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاء صحت کا طلب گار ہوا۔ شیخ نے اس کا مرض سلب کر کے اپنے اوپر مسلط کر لیا، اسی وقت شہنشاہ جہانگیر تندرست و توانا ہو گئے۔

ایک دن قبل اس کے کہ حاکم بنگالہ کی مہر اکبر بادشاہ سے زیب و زینت حاصل کرے کہ اکبر اسے منظوری دے یا اسے فتح کر لے۔ اس رمز شناس عالم علوی نے ولایت بنگالہ کی فتح کی فال نکال کر فرمایا: جب اس صوبہ کی معنوی حکومت شیخ پارہؒ کی ہے تو شیخ کی خدمت میں نیاز نامۂ عقیدت ارسال کرنا چاہیے اور دعاء فتح و نصرت کی درخواست، جب شاہی مکتوب آپ کے سامنے آیا تو اس کا جواب کچھ اس طرح لکھا: اس صوبہ کو اپنی قلمرو میں شامل سمجھیں۔ چند دن بعد بنگال فتح ہو گیا۔ (سلسلۃ الاسلام)

شیخ سید جیوؒ

منجملہ خلفاء حضرت شیخ سلیمؒ ایک سید جیوؒ تھے۔ نشۂ ولایت میں کامیاب، بادۂ معرفت میں مدہوش، اور دہلی کے صدر نشین اکابر۔ بڑے لوگوں میں

سے تھے۔ شیخ سلیمؒ کی ارادت و عقیدت سے پہلے آپ کے ایک مرید کے سامنے اپنی صورت حال بیان کی کہ ارادت کا فوارہ باطن میں جوش مارتا ہے، مگر میں ایسے مرشد کا طالب ہوں جو صرف مشاہدۂ کلی سے ہی مجھے مجھ سے جدا کر کے اپنا بنالے۔ آپ کے مرید نے کہا کہ جیسا پیر آپ چاہتے ہیں ایسے تو ہمارے مرشد ہیں جنھوں نے فتح پور کو مسند ولایت کا مستقر بنا رکھا ہے۔ سید جیوؒ نے ازراہ غرور و نخوت کہ بڑے لوگوں کا شیوہ ہے۔ کہا: اگر میں وہاں چلوں تو کتنی منزل تک ہمارا استقبال ہوگا؟ مرید نے کہا کہ جیسے آپ راضی ہوں! جب چلے تو منزل منزل اور مرحلہ در مرحلہ پوچھتے کہ ہم یہاں پہونچ گئے، اور ہمارا استقبال نہ کیا۔ اسی طرح آستانہ عالیہ تک پہنچ گئے۔ جب قافلہ آنے کی خبر شیخؒ نے سنی تو نشیمن گاہ نورانی کے جھروکوں سے جھانکے سید جیونشہؒ سرداری کے غرور کی وجہ سے، جو ان کی سرشت میں تھا، بیتابانہ پریشان ہوکر واپس لوٹے۔ اس برج کرامت کے چاند۔ شیخ سلیمؒ۔ نے نور باطن سے بھانپ کر ایک سعادتمند مرید کو بھیجا کہ سید کو واپس لے آئے، جب سید جیو نے آپ کے فرستادہ کو دیکھا تو بغیر کچھ کہے سواری سے اتر کر پیدل واپس ہوئے۔ جب ان کی نگاہ اس پرتو انوار الٰہی کے رُخ زیبا پر پڑی تو بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔ مکمل ایک دن رات اسی کیفیت میں مستغرق رہے۔

ناصیۂ پیر نہ تنہا است نور ۔۔۔ بلکہ جہانے است ز نور حضور
چشمۂ خورشید نہ تنہا ضیا است ۔۔۔ بلکہ زمین نظرش کیمیا است

مرشد کی صرف پیشانی ہی نورانی نہیں بلکہ اس کے نور سے تو جہان روشن ہے کہ خورشید کی طرح ہے۔ سورج۔ محض روشنی نہیں ہے بلکہ زمین کے لیے اس کی نظر کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔

جب ہوش میں آئے تو تکبّر کی پگڑی سر سے اُتار کر ارادت و عقیدت کی چادر اختیار کی، اور محنت و ریاضت کر کے آخر خرقۂ خلافت سے بہرہ ور ہوئے، اور دہلی کے لیے رخصت منظور ہوگئی۔ جب دہلی پہنچے تو لکڑی کا ایک تابوت بنوا کر اس کے اندر

دن رات رہنے لگے۔ صرف نماز اور قضاء حاجت کے لیے باہر آتے۔

شیخ حسینؒ

آپ کے خلفا میں ایک شیخ حسینؒ بھی ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بزرگ و برگزیدۂ بارگاہ الٰہی اور حقیقت و معرفت کے نشہ سے سرشار تھے۔ سلسلۂ نسب مخدوم شیخ زینؒ ہمدانی سے مل کر حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ تک پہنچتا ہے شرف خلافت و اجازت اس خلوت خانۂ قرب و کرامت کے محرم راز شیخ سلیم چشتیؒ سے حاصل ہوئی۔ شیخ حسینؒ سے منسوب بڑی بڑی کرامتیں مشہور ہیں۔ آخری آرام گاہ روضۂ مرشد کے قریب فتح پور سیکری میں واقع ہے۔

شیخ کبیر ابن شیخ عبدالغفورؒ

دیار معرفت کے سلطان و اورنگ نشین مسندِ حقیقت شیخ سلیمؒ۔ کے خلفاء میں شیخ کبیرؒ ابن شیخ عبدالغفور بھی تھے، جو اقلیم کرامت کے راج پرمکھ اور بحرِ حقیقت کے شناور تھے۔ اس روشنیٔ چراغ آگہی۔ شیخ سلیمؒ نے قبل اس کے کہ نفس قدسی اس بدن خاکی سے پیوست ہو، اپنی زبان کرامت بیان سے ان کی ماں سے فرمایا تھا کہ اس حمل سے ہونے والا لڑکا ولایت و بزرگی سے بہرہ مند ہوکر جلوہ افروز ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، شیخ کبیرؒ نے جوانی میں ہی حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر سعادتِ جاودانی و شرف خدمت حاصل کرلیا تھا۔ آخر میں خرقۂ سربلندی و اجازت وخلافت ملا۔

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

سالوں میں سورج کی روشنی سے ایک پتھر لعل بدخشان اور عقیق یمن بنتا ہے۔

جب اس شیفتۂ دریائے عشق۔ شیخ سلیم چشتیؒ نے حرمین کی زیارت کے ارادہ سے جہاز پر قدم رکھا تو شیخ کبیرؒ کو سارنگ پور (مالوہ) کو رخصت کردیا۔ اگرچہ شیخ کبیرؒ نے ہمراہی و ہمرکابی کی درخواست پیش کی مگر منظور نہ ہوسکی۔ جب آپ سارنگ پور پہنچے تو وہاں پورے شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی، شہر کے معزز حضرات اور بڑے لوگ آپ کے استقبال کو آئے اور عزت واحترام کے ساتھ آپ کو شہر لے گئے اور اس وبار

کے ختم ہونے اور اس سے نجات پانے کی دعا کے طلب گار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: یہ بلا یقیناً ختم ہوگی، مگر میری وفات بھی اسی عرصہ میں واقع ہوگی، چنانچہ چند دن میں وبا نابود ہوگئی۔ اور شیخ نے بھی اس خاکدان ارضی کو چھوڑ دیا ۲ صفر ۹۶۹ھ مزار سارنگ پور (مالوہ) میں ہے۔

کرشمۂ قدرت کی نیرنگی کہ شیخ کبیرؒ کے یہاں ایک لڑکا دو سر والا پیدا ہوا تھا، آپ کی بیوی نے حیرت زدہ ہوکر آپ کی خدمت میں گذارش کی کہ اس لڑکے سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور اسے برا سمجھتے ہیں، اس وقت آپ نے کچھ نہ فرمایا، دوسرے وقت فرمایا، جاکر بچہ کو دیکھو! عرض کیا: ابھی ابھی دو ٹوپی سی کر اس کے دونوں سروں کو پہنا کر حاضری کا اتفاق ہوا ہے۔ فرمایا: اب جاکر دیکھو، جب دیکھا تو دوسرے سر کے آثار تک ناپید تھے (سلسلۃ الاسلام)

شیخ عبدالرحیم، آپ کے صاحبزادے، دس سال کی عمر میں سخت بیمار ہوئے، چنانچہ رات دن لحاف میں لپٹے رہتے، ان کی ماں پریشان ہوئیں، شیخ کبیرؒ نے فرمایا: اس بچہ کے تختۂ تقدیر پر باون سال کی عمر لکھی ہے، چنانچہ واقعی انہوں نے باون سال کی عمر پائی۔

ایک رات شیخ رکن الدینؒ شیخ کبیرؒ کے گھر مہمان تھے، صحن کی تنگی کی وجہ سے گرمی بھی تھی اور کچھ بدبو بھی محسوس ہوتی تھی شیخ رکن الدینؒ نے بیتابی سے کہا کہ ہوا کی گرمی اور مکان کی تنگی سے میں پریشان ہوا جاتا ہوں۔ شیخ کبیرؒ نے دیوار کی طرف اشارہ کیا دیوار گر پڑی، برآمدہ کشادہ ہوگیا اور صحن وسیع، اور ہوا اس کی وجہ سے راحت افزا ہوگئی۔ (سلسلۃ الاسلام)

شیخ ولیؒ

اس خورشید معرفت و کرامت۔ شیخ سلیم چشتیؒ۔ کے خلفا میں ایک شیخ ولیؒ بھی تھے۔ شروع ہی سے تیرہ باطن اور گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی سعیِ محمود فرماتے تھے۔ مصنف سلسلۃ الاسلام کے بڑے دادا کے بھائی تھے۔ اس مظہر

نور تجلیات ربانی۔ شیخ سلیمؒ۔ سے نسبت ارادت درست کی اور جس دن بیعت ہوئے اسی دن خلافت و اجازت سے بھی بہرہ ور ہو گئے، شیخ کے پرانے خدمت گار اور سعادت مند مریدوں نے حسرت و یاس کے ساتھ۔ شیخ کی خدمت میں عرض کیا: حضرت ہم کو سالوں میں وہ نعمت نہیں مل سکی جسے شیخ ولیؒ ایک دن میں حاصل کر سکے، آپ نے فرمایا: شیخ ولیؒ اس دیگ کی مانند ہیں جو بے نمک پختہ ہو گئی یعنی پک گئی۔ میں نے اس میں صرف نمک ڈالا ہے، یعنی وہ اس نعمت کے حصول کی بقدر محنت کر چکا ہے۔

معرفت آمادۂ تمکین ازو ۔۔۔ منتہیان یافتہ تلقین ازو

معرفت اس سے یا اس کا سہارا لینے پر آمادہ اور سلوک و تصوف کے منتہی اس سے تلقین پاتے ہیں۔ آخری آرام گاہ قصبہ مئو میں ہے۔

شیخ حمادؒ

آسمان ولایت پر اس درخشندہ آفتاب۔ شیخ سلیمؒ کے ایک خلیفہ شیخ حمادؒ ہیں، علوم وہبی و کسبی میں درجۂ کمال حاصل تھا، سلسلۂ نسب شیخ زین بہدائیؒ سے ملکر خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ سلیم شاہ افغانؒ نے ہزاروں آرزوؤں اور نہایت نیاز مندی کے ساتھ قصبہ بہدائی سے لاکر۔ کہ وہ شیخ کا وطن مالوف ہے۔ قصبہ انتری میں، جو گوالیار کے قریب ہے، افتار کے بلند منصب پر فائز کر دیا۔

چند سال بعد یہاں کے حاکم کے متعلقین میں سے ایک شخص شیخ کی عدم موجودگی میں بے دریغ شیخ کے گھر میں گھس گیا، آپ کی زوجہ محترمہ نے، جو صلاح و تقوی اور ہمت و جرأت کی وجہ سے فاخرۂ جہاں تھی، آپ سے گذارش کی: اگر اس فقر کی متاع بے بہا کو دنیا کے ان کھوٹے سکوں کے بدلے بیچ نہ دیتے تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی، ہمت و غیرت کے تقاضے کے تحت اس منصب کو چھوڑا، اور اس مشعلہ افروز راہ ہدایت۔ شیخ سلیم چشتیؒ۔ کی تلاش و جستجو میں تگ و دو کرنے لگے، شیخ اس وقت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و کرامۃ۔ میں تھے۔ ہمت کے قدم اٹھا کر وہیں پہنچے

اور دلی مقصد سے سرفراز ہوئے۔

کم از ذرہ نشاید بود کز خاک　　　رود سرگشتہ سوئے مہر افلاک

بخت کی یاوری اور نصیبہ کی ارجمندی کہ حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر خرقۂ خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ شیخ حمادؒ جس وقت مدینہ منورہ میں تھے، ایک شخص سرور جہانیاںؐ کی مدح میں قصیدہ نعتیہ پڑھتا ہوا راستہ سے گزر رہا تھا۔ اس کے سننے سے آپ پر وجد طاری ہو گیا اور نعرۂ مستانہ لگا کر گر پڑے اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ارادت مندوں نے چاہا کہ شیخ کو روضۂ اطہر نبویؐ کے قریب دفن کریں، مگر متولی روضۂ منورہ مانع ہوا۔ جب اس باصرہ افروز لوح تقدیر۔ شیخ سلیمؒ۔ نے فرمایا: اس کا مقدر ازل سے یہی لکھا ہوا ہے کہ اس متبرک سرزمین میں دفن ہو متولی پھر بھی مانع ہوا نیرنگیٔ تقدیر کہ اسی وقت اسے کچھ غنودگی سی ہوئی۔ نیند آئی۔ اور اس نے مشاہدہ کیا کہ سرور آفرینشؐ فرما رہے ہیں:۔ بات شیخ سلیم کی درست ہے۔ اس فرمان کے مطابق آپ کو اس متبرک سرزمین میں دفن کیا گیا۔ فرحمہ اللہ

حاجی شیخ حسینؒ

آپ بھی اس اختر کرامت۔ شیخ سلیمؒ۔ کے خلفاء میں ہیں۔ خدا شناسی و خدا جوئی کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ سلسلۂ نسب قاضی ابو مسلمؒ سے پیوست ہو کر امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورینؓ تک پہنچتا ہے اس کعبۂ خدا جویاں۔ شیخ سلیمؒ کی ارادت مندی و عقیدت میں ہمہ دم مستغرق رہتے تھے۔ اور اس معاملۂ خاص میں ان کا مرتبہ اس قدر بلند و بالا تھا کہ جب بھیؒ اس خدیو خدا شناسوں کے مزار کی طرف متوجہ ہوتے تو جواب میں سربلندی سے بہرہ مند ہوتے چار ذی قعدہ ۱۰۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تاریخ رحلت:

بہر طواف کعبۂ مقصود شد بجان

۱۰۰۰ھ

شیخ رکن الدینؒ

اس مورد واردات ربانی۔ شیخ سلیمؒ۔ کے خلفاء میں شیخ حاجی

رکن الدینؒ بھی ہیں، علوم وہبی وکسبی کے جامع، دانش صوری ومعنوی سے سرفراز اور ایزدشناسی سے بہرہ تمام۔ پورا حصہ رکھتے تھے۔ سلسلۂ نسب ان کا بھی قاضی ابو مسلمؒ کے ذریعہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

شیخ امان اللہ پانی پتیؒ کی شاگردی کی، نامور علماء میں ہوئے اور اس علوم الٰہی کے عالم۔ شیخ سلیمؒ کی ارادت مندی کے طفیل کشور ولایت کے مسند نشین ہوئے۔ اس خاکدان ارضی کو ان کے چھوڑنے کا زمانہ ۹ رجب ۹۹۹ھ ہے۔

(نوٹ) خلفاء کے سلسلے میں اب تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ سلسلۃ الاسلام سے ماخوذ ہے۔ اب شیخ محمد کاظمؒ علی اور شیخ عبدالحیؒ والد ماجدؒ سے کہ دونوں شیخ سلیمؒ کی نیابت سجادہ نشینی سے سرفراز تھے، اور دیگر ثقہ اور مستند لوگوں سے سنا ہے کہ حاجی شیخ رکن الدین کی قبر پہلے جوتانہ میں پہاڑ پر تھی، جہاں بی بی زینبؒ وعائشہؒ کا مزار ہے۔ ۱۰۱۱ھ میں حافظ احمدؒ نے جو آپ کے مزار کا خادم تھا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہماری نعش کو یہاں سے نکال کر حاجی حسینؒ کی قبر کے برابر دفن کردو۔ جب حافظ موصوف نے یہ بات حضرت شیخ احمدؒ سجادہ نشین کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا: اس رات صبر کرنا چاہیئے۔ رات میں جب آرام کرنے تشریف لے گئے تو خواب میں حاجی رکن الدینؒ کا مشاہدہ کیا کہ فرماتے ہیں: صاحبزادے! دل میں کچھ وسوسہ نہ لاؤ، اور ہمیں جوتانہ سے نکال کر حاجی حسینؒ کی قبر کے برابر دفن کردو۔ اس لیئے کہ پیرومرشد نے اس قدر مسافت غلام کے لیے تجویز نہ فرمائی۔ اس دن بھی سجادہ نشین متأمل رہے کہ شیخ الاسلامؒ شاید کچھ فرمائیں۔ حتیٰ کہ تیسرے دن اس برگزیدۂ ایزدی کی نعش کو نکالا۔ سوائے کفن بوسیدہ ہونے کے اور کوئی فرق نہ تھا بھویں اور ناخن دراز ہوگئے تھے انہیں ناخن تراش اور قینچی سے کاٹ کر دوبارہ کفن تازہ پہنا کر حاجی حسینؒ کی قبر کے برابر دفن کردیا۔ ہاں کشتگان حق کو موت نہیں آتی بلکہ شہید ہوتے ہیں۔ ایسے اولیاء اللہ کو بھی موت نہیں کہ معرکۂ جہاد اکبر کے شہید ہیں، پھر موت کہاں؟

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(جسے عشق، حقیقی، سے حیات جاودانی مل گئی وہ کبھی نہیں مرتا، جریدہ عالم۔ دنیا کے نقشہ۔ پر ہمارا دوامی تذکرہ لکھا ہے: جن دنوں مرزا محمد حکیم پسر شیر بادیہ سلطنت ہمایوں بادشاہ نے کابل سے ہند پر قبضہ کرنے کی نیت سے لاہور آکر اس پر اپنا تسلّط جما لیا۔ اور سریر آرار سلطنت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس کے رفع دفع کرنے دار النور فتح پور سے لاہور کی طرف متوجہ ہوئے، مولوی احمد مہر کن نے شیخ رکن الدینؒ سے تذکرہ کیا کہ کچھ ظاہر نہیں کہ ان دو بھائیوں کا کیا حشر ہوگا۔ فرمایا: اچھی بات کا ذکر چھیڑا، انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ انہی ایام میں خواب دیکھا، جو بیداری لیے ہوئے تھا کہ آفتاب جہاں افروز مشرق اور ماہ کامل مغرب سے طلوع ہوا، اور چاند جلدی جلدی مسافت طے کرکے وسط آسمان میں پہنچ گیا اور کہیں نہیں ٹھہرا اور آفتاب اپنے مطلع سے آہستہ آہستہ ایک نیزہ چلا، پھر اس قدر پھرتی سے کہ چاند میں اتنی سرعت نہ تھی۔ اس بدر کامل کی جانب متوجہ ہوا، اور دونوں آسمان میں باہم الجھ گئے۔ اور لڑتے لڑتے زمین پر آگئے، تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ آفتاب نے پوری قوت سے ماہ تمام کو فنا کردیا، اور اپنے مرکز کی طرف متوجہ ہوا۔ اس خواب سے یہ سمجھ میں آیا کہ خلیفۂ وقت یعنی اکبر بادشاہ مظفر و منصور ہوگا۔ بعد کے حالات نے اس کی تصدیق کردی اور حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔

شیخ بھکاریؒ

اس رہ نورد مراحل طریقت و سلوک۔ شیخ سلیم چشتیؒ کے خلفاء میں شیخ بھکاریؒ بھی ہیں، لباس شاہی میں زندہ فقر کو پسند کیا۔ جب شیخ سلیمؒ کے نورِ ارادت سے فقر کو عمدہ خیال کیا تو آپ کی اجازت سے قلعۂ نرور میں سکونت اختیار کی۔ جب بہت سے آدمی اہل اللہ (اللہ والے) ہوگئے تو سفرِ آخرت اختیار کیا، اسی جگہ آسودہ ہیں۔ شیخ کے عجیب و غریب کوائف بہت سے سمع افروز ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اول جو آدمی کہ ارادت بیعت سے، اس قطب زمانہ۔ شیخ بھکاریؒ۔ کے انفاس قدسیہ سے مستفید ہوا۔

وہ شیخ صالحؒ تھے، جو اس خدا کے طلب گاروں کے سرخیل کے دم علم باعمل سے بہرہ ور ہوئے۔ علمی معاملات میں بھی عجیب فتوح اور فائزالمرامی حاصل تھی، فیروز مندی نے بھی گلے لگایا۔ یہ شیخ بھکاریؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔

شیخ سدھاریؒ

اس قدوۂ اولیا، شیخ سلیمؒ۔ کے خلفا میں شیخ سدھاریؒ اہم مقام اور بلند مرتبہ والے گذرے ہیں، صاحب کمالات نشاتین (دونوں جہاں۔ دنیا و آخرت) و خداوند سعادت کونین تھے، یعنی دارین کی صلاح و فلاح سے آراستہ۔ بزرگی کے نقوش ان کی پیشانی پر ہویدا تھے۔ نیت کی راستی و کردار کی درستگی کے طفیل اس صدر نشین مجلس اولیا، شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت حضوری سے دوری تجویز نہ فرمائی اور خدمت شیخ کی سعادت لوٹ کر دارین کی کامیابی حاصل کی آخری سانس تک شیخ کی خدمت گذاری کی، آخری آرام گاہ مزار مرشد کے چبوترہ پر ہے۔

تاریخ وصال :-

ع از بادۂ جام وصل شد مست — بادہ وصل کا جام پی کر مست ہو گئے

از	بادۂ	جام	وصل	شد	مست
۸	۱۲	۴۴	۱۲۶	۳۰۴	۵۰۰

۹۹۴

شیخ عبدالواحدؒ

اس پیشوائے ایزد شناسان۔ شیخ سلیمؒ۔ کے خلفا میں شیخ عبدالواحدؒ بھی ہیں۔ جو یگانۂ عہد اور برگزیدۂ روزگار تھے، علوم وہبی و کسبی فراہم کر کے حاجی عبدالوہاب بخاریؒ کے ارادت مند ہوئے، کہتے ہیں کہ شیخ عبدالواحدؒ سوداگروں کی طرح جب اسباب تجارت لے کر آگرہ آئے تو کرشمۂ تقدیر کہ تمام صبا رفتار۔ ہوا سے بات کرنیوالے۔ گھوڑے فوت ہو گئے، شیخ چوں کہ فطری سعادت کے باعث دنیا سے افسردہ دل تھے۔ اس سانحہ سے اور بھی دل بجھ گیا اور دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اس دنیا سے آزاد ہو کر خدائے یکتا و بے ہمتا کی عبادت کرنی چاہئے، دل کی بات زبان پر بھی آگئی، دوست واحباب جو مال و منال سے کامیاب تھے، یہ باتیں آپ کی سن کر نقد و جنس آپ کے قدموں میں ڈال کر کہنے لگے: اس جیسے ہنگامی وقت ایسی باتوں سے لب آشنا ہونا لوگوں کی نگاہ میں

بے وقعتی ہے۔ اور لاچارگی و بے چارگی۔ شیخ کو ان کی باتیں پسند آئیں، اور پھر ارادہ کر لیا کہ سلسلۂ تجارت دوبارہ شروع کرے۔ اسی رات نیّر طالع کی بلندی سے عالم مثال میں اپنے عدیم المثال شیخ کو بلند محل میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ تلوار ہاتھ میں ہے، اور زبان سے فرما رہے ہیں کہ اگر پھر تجارت کے میدان میں آئے تو تلوار مار دوں گا جو جسم و روح کے تعلق کو ختم کر دے گی۔ جب بیدار ہوئے تو جو نقدی دوست احباب نے پیش کی تھی واپس کر دی اور اس زلالِ وصال۔ وصال کے صاف ستھرے پانی۔ کے تشنہ لبوں کو سیراب کرنے والے۔ شیخ سلیمؒ کی سعادتِ حضوری سے بہرہ مند ہوئے۔ اور اس صدر نشین انجمن اسلام کی برکت سے چشم بصیرت کھل گئی اور خرقۂ خلافت شیخ الاسلام کے خلیفۂ اجل شیخ فتح اللہ سنبھلیؒ سے پایا عمر گرامی ایک سو اٹھارہ سال تھی جب عالم بالا کو رخت سفر باندھا۔ دارالخلافہ آگرہ میں آسودہ ہیں تاریخ وصال کَانَ مِنَ المخلصین۔

۷۱ ۹۰ ۷۰۱ ۱۵۰

سنہ ۱۰۱۲ھ

اس پیرانہ سالی میں بھی گرمئ عشق کی بدولت جوانوں کی سی چستی تھی۔

ریاضت و مجاہدے کے شہ سواروں کے آئینۂ دل پر، جو رضائے الٰہی و خوشنودئ ایزد متعال کے طلب گار ہیں۔ یہ بات واضح و منکشف ہے کہ سرمایہ بختیاوری و اکسیر سعادت اندوزی سمجھ کر سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے مشائخ عظامؒ کا یہ تذکرہ لکھا گیا، گو اصل مقصد ان اوراق کے سیاہ کرنے سے اپنا صحیح نسب نامہ لکھنا تھا، مگر چوں کہ بزرگوں کا ذکر باعثِ خیر ہوتا ہے اس لیئے اپنے خستہ احوال کے ساتھ ساتھ ان کے شؤن د کو الف بھی لکھ کر اپنے لیے سرمایۂ خیر و برکت جمع کر لیا، گو مجھ جیسے ہیچمدان کو ان کے احوال قدسی مثال بیان کرنے کی وہی نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے اور ذرّہ کو آفتاب سے ہے۔ کہاں یہ نفوس قدسیہ اور ان کے پاکیزہ احوال اور کہاں میں لغزیدہ فکر و لرزیدہ قلم؟ قطرہ بے نشان کی کیا مجال جو دریا کی سخاوت کے منہ آئے اور ذرہ سیہ روز کی کہاں تاب کہ خورشید جہاں افروز سے بڑھ جائے؟ مگر محبت و عشق اور نشۂ نیاز مندی، جو اس راقم کو شیخ الاسلام قدس سرہ سے ہے، اس نے یہ سب کچھ کرایا اور وہی میرا سرمایۂ دارین

ہے۔ اب جی چاہتا ہے کہ تذکرۂ مشائخ کے بعد اس سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے طریق سلوک واشغال معمولہ جو لوحِ دل و تختۂ دماغ پر مرقوم ہیں انہیں یہاں صفحۂ قرطاس کے سپرد کر دوں تاکہ لوگ اس سے نفع اندوزِ سعادت ہوں۔

سلسلۂ چشتیہ کے بزرگانِ قدسی نہاد کے مختار و پسندیدہ اعمال واشغال

ظاہر ہے کہ اس راہ کے شرائط میں تزکیہ، تصفیہ اور تجلیہ اہم ہیں۔ تزکیہ: نفس کا برے اوصاف سے پاک وصاف رکھنا۔ تصفیہ: صفات بد۔ بری باتوں سے دل کی صفائی اور تجلیہ: انوار تجلیات سے روشنی لینا اور ما سوی اللہ سے اعراض کرنا منہ پھیرنا ان اوصاف سے متصف ہونا اور نفس کا پاکیزہ ہونا ریاضات شاقہ و مجاہدہ۔ کڑی محنت و مشقت۔ کے بغیر ممکن نہیں اس لیئے کہ ریاضت سے گوشت و خون کم ہو کر ہڈیوں کا مغز پگھل اٹھتا ہے۔ اصل ریاضت کم خواری و شب بیداری۔ کم کھانا اور رات میں جاگنا ہے کم خواری سے خشک کھانے کی نوبت آئے گی، اور کھانا جتنا خشک ہوگا اسی قدر خون اور گوشت کم ہوگا، اور نفس کچھ کم ہوگا، اور اعضا راطاعت میں سبک روی سے چلیں گے۔ رات کو نوافل سے معمور رکھنا چاہیئے خصوصاً رات کے پچھلے پہر میں جس وقت کہ یہ تمام کام استقامت پذیر ہوتے ہیں اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔ مقصود تصفیہ دل سے گوہر دل کا بیدار کرنا اور نفس کو کمزور کرنا ہے، دل کی بیداری یہ ہے کہ ذاکر ہو ذکر جلی کے ساتھ جس سے مراد زبان کا ذکر ہے، یا ذکر خفی کے ساتھ، جو دل کے ذکر سے عبارت ہے، مگر شروع میں حضوریٔ دل کے حصول کے لیے ذکر جہر۔ آواز سے ذکر نا۔ ضروری ہے۔ حضور دل، سانس نکلنے کا وقت اور اس کے جانے کی جگہ دریافت کرنا ہے، اور یہ ذکر جلی و خفی کی کثرت و زیادتی سے حاصل ہوگا۔ اور قلب، جو نیلوفر کی ہیئت پر ہے، اس کے اوپر اور نیچے دو دروازے مزین کئے ہوئے ہیں۔ سرہانے کی طرف، جس پر خناس نے اژدھا کی صورت بنا کر، جس کی ناک کی نوک زہر سے بھری ہوئی ہے، مکڑے کی جالے کی طرح بنا کر اپنی جائے قیام بنا رکھی ہے۔ جب آدمی کھانا

تناول کرتا ہے تو یہ خناس دل پر ڈنک مارتا ہے جس سے غلط خیالات اور بری صفات پیدا ہوتی ہیں۔ سانس جب ذکر جلی کی کثرت کے ساتھ نکلے گا تو یہ جالا صاف ہوگا، اور دل کے زیریں حصے کے پردے، جو نیلوفر کی طرح ہیں ذکر خفی کے شغل سے کھل جائیں گے۔

دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، ہر گھنٹہ میں ایک ہزار سانس برآمد ہوتے ہیں، ایک ساعت کو اس حد تک روکے کہ سانس کی تنگی سے وہ پردہ پگھل جائے اور دل کے پیچھے کا پردہ زائل ہو جائے، اور خناس سوکھ کر کمزور ہو جائے، اور سات موتی (ہفت گوہر) دل کے سات پہلوؤں سے، جو کھانے سے تیرہ و تار ہو چکے ہوتے ہیں۔ اپنے وصف امتیازی کے ساتھ واپس ہو جاتے ہیں۔ سات موتی یا ہفت گوہر۔

اول: گوہر ذکر، یہ تمام موجودات سے آدمی کو منفرد کر دیتا ہے۔

دوم: گوہر عشق، وہ بہر حال اشتیاق اور غم و حیرانی اپنے دامن میں رکھتا ہے اور خود سے بے خودی اور مولی جل ذکرہ سے باخودی پیدا کرتا ہے۔

سوم: گوہر محبت، وہ ہر حال میں رضائے الہی کا طالب ہوتا ہے اور خدائے بزرگ و برتر اس سے راضی ہوتا ہے۔

چہارم: گوہر سر، کہ بندہ کو آگہی و شعور از روئے ارادت و موہبت حق تعالیٰ عنایت فرماتے ہیں

پنجم: گوہر روح، وہ اس طرح ہے کہ اس کا کوئی وقت، ساعت اور لحظ و لمحہ طاعتِ الہٰی سے خالی نہ ہووے۔

ششم: گوہر معرفت، وہ بایں طور ہے کہ جو کچھ بھی دیکھے، سنے، کہے، اور جائے! حق دیکھے، حق سنے، حق کہے اور حق کے ساتھ جائے، اور سوائے حق کسی شے سے کوئی سروکار نہ رہے۔

ہفتم: گوہر فقر، وہ یہ کہ ہر ایک سے مستغنی ہو جائے (الفقر لا یحتاج الا الی اللہ)، فقر بجز خدا کسی کا محتاج نہیں، اس سے جذبۂ ذات حاصل ہو اور تجلیات حضرت حق جل ذکرہ کے انوار اس شخص کے باطن میں اتر آئیں۔

ذکر چہار حرفی نفی و اثبات میں اس طرح ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بائیں جانب سے سیدھی جانب کھینچے اس قدر درازی کے ساتھ کہ تین ضربیں ایک دم ہو جائیں، اور یہ تین خطروں کی نفی کے لیے ہے، خطرۂ شیطانی، خطرۂ نفسانی اور خطرۂ ملکی۔ خطرۂ شیطانی معصیت ہے کہ شیطان بائیں جانب ٹھکانہ بنائے ہوئے ہے۔ ضرب اوّل بائیں زانو پر اس کے خطرہ کے دفع کے لئے ہے

نفسانی خطرہ، نازونعم میں پلنا ہے اور نفس و شیطان دونوں برابر کے مقابل ہیں۔ ضربِ دوم، زانوے راست پر اس کے دفاع کے لیے ہے۔

ملکی خطرہ۔ عبارت ہے کہ زعم و گھمنڈ پیدا ہو جائے۔ کاتب جزا سیدھے کاندھے سے متعلق ہے، ضرب سوم اس طرف یعنی سیدھے کاندھے کی جانب اس خطرہ کے مٹانے کے لیے ہے۔

خطرہ رحمانی۔ طلب و محبت و عرفانِ الٰہی سے عبارت ہے۔ ضرب چہارم لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ برائے اثبات و استقرار دل پر مارے، چوں کہ علیحدہ علیحدہ نفی خطرات میں تفرقۂ باطن مضمر ہے اور مقصود جمعیت ہے، اس لیے تمام خطرات کی اجتماعی نفی کے لیے کلمہ لا اِلٰہ، لامعبود لامقصود، لامطلوب و لاموجود میں ملاحظہ کرے، اور اہلِ وحدت لاموجود سے کام نکالتے ہیں۔ اور کلمہ اِلّا اللّٰہ میں معانی مثل ذات پاک حق ملاحظہ کرے، اور ملاحظہ قوت سے کرنا چاہیئے۔ جو اسم ذات کو اسمار صفات میں منقسم کرتے ہیں، ان کی اصطلاح میں ملاحظہ وارادہ کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔

ذکر دو حرفی نفی واثبات میں یہ ہے کہ یکم ضرب لا اِلٰہ دوم ضرب اِلّا اللّٰہ۔ اور چاہیئے کہ کلمہ طیبہ محمد رسول اللّٰہ کو تین، چار، پانچ، سات یا دسویں بار کہے۔ دس دفعہ میں ایک بار ضرور پورا کلمہ پڑھنا چاہیئے، تاکہ کلمہ پورا ہو جائے، اور تینوں اجزار کے ساتھ مکمل ہو جائے کیوں کہ اصل ذکر یہی کلمات ہیں، اور باقی تو شرائط ہیں۔ اور یہ شغل مشغلۂ دل کہلاتا ہے۔

شغلِ نفی واثبات میں سانس باہر نکالتے وقت کلمہ لا اِلٰہ اور اندر لے جاتے وقت

کلمہ اِلّا اللہ کا اشتغال رکھے، مگر ذکر کے وقت نگاہ ناف پر رکھے تاکہ اس جگہ سے بھی ذکر کا مشغلہ جاری رہے، زبان کو اس امر میں اس قدر مشق کرائی جائے اور اتنی جدوجہد کہ خواب و بیداری میں حال یکساں رہے، اور ملاحظہ کی رعایت بھی ضروری ہے۔

شغل ہر نفس۔ سانس۔ کہ باہر آئے اسم ذات یعنی اللہ کے ساتھ آئے، اور اندر جانے والا سانس ھو کے ساتھ جائے۔

شغل دل تین مرضوں میں مبتلا ہے، جن کی وجہ سے خدا تک پہنچنے کی راہ رُکی ہوئی ہے یا جن کی موجودگی میں راہ خدا پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ ایک ان میں سے حدیث نفس ہے، جو دل میں نقصان و کمی پیدا کرتی ہے، اس کے دور کرنے کے لیے اسم ذات مبارک پر مواظبت کرے یعنی اللہ، جو عالم بالا کی کنجی ہے۔

دوسرا[۲] خطرہ ہے، جو بے اختیار دل میں گذرتا ہے، ایسے وقت اسمار صفات امہات: سمیع و بصیر اور علیم اس جگہ استعمال کرے، اس سے محبت الٰہی کا شعلہ روشن ہو کر خس و خاشاک غیر اللہ کو جلا کر رکھ دے گا۔

تیسرا[۳] خطرہ دل کا غیر حق کو دیکھنا ہے۔ اس کا علاج ۔ علم اسمار ہے اسے پڑھ کر چہرہ پر ملے کہ اس سے معشوق حقیقی کا جمالِ جہاں افروز اور حسنِ عالم آرا دریافت ہوگا، جو عالم غیب میں ہے۔

اس طرح اشتغال میں اخیار و ابرار ۔ پرانے بزرگان دین و صلحا رامت ۔ نے سالہا سال گزارے ہیں اور خالق حقیقی کی یافت کی ہے۔ ابتدار کام جلدی ہو جاتا ہے، یعنی جب بلا کسی اور کام میں لگنے کے اگر شروع میں ہی یہ سلسلہ جاری کرے تو جلدی ہو جائیگا۔

شغل آئینہ با وضو قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ دَاَبَ دَعْنِیْہِ مُحْجَبْ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللہ۔ زبان تالو پر چپاں کرے اور نظر آئینہ پر رکھے، اور دل میں

اسم ذات باری تعالیٰ۔ اللہ ۔ کے اشتغال رکھے ۔ یہ شغل مختار و معمول اس مستغرق بحر مشاہدہ۔ شیخ سلیم چشتیؒ کا ہے۔ اس میں اس قدر فوائد ہیں کہ ان کی تفصیل سے قلم و زبان دونوں قاصر ہیں اشتغال کی کثرت سے شاغل (مرید) اپنے پیکر کو پیکر مرشد محسوس کرتا ہے، پھر ترتیب سے صورت بہ صورت تبدیلی دیکھتے ہوئے طلعت نورانی سرور آفرینش صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر پر نہایت ہوتی ہے۔

شغل حبس دم ذکر اسم ذات کو۔ اور وہ ھُو ہے۔ دراز کر کے دم مارے، سانس روک لے۔

شغل نفی و اثبات میں چاہیئے کہ نماز فجر یا نماز عصر کے بعد ایزد پرستوں کے ساتھ قبلہ رو بیٹھے۔ آیۃ الکرسی پڑھے، پھر کلمہ لَاۤ اِلٰہَ آوازِ بلند اور مدّ طویل کے ساتھ بائیں جانب سے شروع کر کے سیدھی جانب لائے، اور اس وقت سات صفات سلبیہ کا خیال کرے:۔ سُبّوحٌ[1]، قُدّوسٌ[2]، لَا شَرِیْکَ[3]، لیس کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[4]، لَمْ یَلِدْ[5] وَلَمْ یُوْلَدْ[6]، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[7]۔ اور کلمہ اِلَّا اللّٰہ پوری قوت اور بلند آواز سے مکمل طور پر کھینچ کر دل کی فضا میں مارے، اور اس وقت سات صفات ایجابیہ دھیان میں لائے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ[1]، حَیٌّ[2]، رَبُّ الْعَالَمِیْنَ[3]، اَلرَّحْمٰنُ[4] اَلرَّحِیْمُ[5]، (مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ[6]) اس کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس طرح تین مرتبہ زبان پر لا کر ذکر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ملاحظہ و واسطہ کے ساتھ اس وقت تک کرے جب تک کہ اس میں جی نہ لگنے لگے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ کر محمد رسول اللہ پہلے کی طرح کہے، یعنی زیادہ سے زیادہ دس مرتبہ کے بعد کہے، اس سے تجاوز نہ کرے ز اں بعد ہاتھوں کو کشادہ کر کے سینہ کی برابر رکھ کر ان پر نظر رکھے، اور بارگاہ رب العزت میں دعا مانگے دعا مانگ کر۔ پھیلائے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دم کر کے۔ منہ پر پھیرے۔ اور اوراد میں مشغول و منہمک ہو جائے۔

شغل

ایک اس طرح ہے کہ اسم ذات پاک ۔ اللہ کے نقش اس آدمی کی صورت میں جس سے شغل لیا ہے، اور اپنے کو آئینہ میں تصور کر کے دیکھے، اور اس کو بعینہ دل پر لکھ کر نگاہ دل اس پر رکھے اور اوراد میں مشغول ہو جائے ۔

شغل حبس دم

میں جب مشغول ہوئے تو سانس کو طاقت سے اونچا کھینچے اور مغز تک پہنچادے ۔ جب سانس گھٹنے لگے اور وہ تنگی محسوس کرے تو پھر اس طرح کہ اس میں کسی قسم کا احساس نہ ہو، سانس نیچے لے آئے ۔ جب تک سانس کی گرمی مغز تک نہ پہنچے، ماء الحیات پگھل کر جمع ہو اور احتلام نہ ہو، اس وقت، کہ نیچے اور اوپر کا سانس دم حیات کے ساتھ جمع ہو جائے ۔ اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھا جائے ۔ مجمع البحرین اسی صورتحال سے عبارت ہے ۔ اور یہ مقام آبِ حیات ہے ۔ پس جب یہ شغل پورا ہو جائے تو انسان روحانی بن جاتا ہے، اور اسے عالم طیر دسیر ۔ اڑنے اور چلنے کا ۔ پیش آتا ہے، اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میسّر ہوتی ہے ۔ علم لدنی ۔ علم وہبی ۔ الہامی علم ۔ اور لمبی عمر سے کامران ہو جاتا ہے ۔ اس شغل میں تجرید (اکیلا رہنا) تفرید (تنہا رہنا اور ترک جماع شرط ہے ۔

شغل چارضربی اسم مبارک ذات اللہ

باوضو قبلہ رو بیٹھے، اور قرآن کریم یا کسی برگزیدۂ ایزد تعالیٰ کی قبر کے سامنے ہو ۔ ضرب اوّل بائیں جانب ۔ ضرب دوم دائیں طرف ضرب سوم قرآن کریم یا قبر پر اور ضرب چہارم دل پر مارے، اس ذکر سے کشف قبور اور انکشاف معانی قرآن مجید حاصل ہوگا ۔

شغل

ذکر مبارک اسم ذات، صفات امہات کے ملاحظہ عروج وزوال کے ساتھ کرے نزول عبارت ہے ۔ سمیع، بصیر اور علیم سے ۔ اور عروج عبارت ہے اس کے برعکس سے ۔ پھر نزول کر کے دوبارہ شروع کرے، اور اسمار صفات امہات کے

معانی دل میں لائے تا مفہوم ملاحظۂ حصول کے ساتھ پیوست ہو جائے، اور خیال کو ملاحظہ کے ساتھ قید کرے تاکہ خطرہ کا راستہ بند ہو جائے۔ اور نگاہ دل کو واسطہ پر لگائے رکھے جب ارادت اندوز مرتبہ فنا پائے تو اس سے ایک استعداد پیدا ہو گی، اور پھر اس استعداد سے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو گا۔

شغل حبس دم کے ساتھ ذکر مبارک اسم ذات کرے اور صنوبری شکل کے دل پر اسم مبارک اَللّٰہُ لکھ کر تصور کرتے ہوئے واسطہ بنائے۔

شغل سرمایہ اس ذکر کے تین رکن ہیں۔ اول اسم ذات، حدیث نفس کی جگہ۔ دوم صفات امہات جو سمیع، بصیر اور علیم سے عبارت ہیں۔ خطرہ کی جگہ، سوم نگاہ دل واسطے پر اور واسطہ یہ کہ نگاہ دل اس پر جمائیں، اور اس کو تصور در رابطہ اور برزخ بھی کہتے ہیں۔ اور اسم ذات کو جب اسم صفات کے ساتھ ملا لیتے ہیں تو انہیں ملاحظہ و ارادہ کہتے ہیں۔ اس ذکر کی مشہور سات شرطیں ہیں، اول شد (سختی) دوم مد (درازی) سوم تحت، یہ تینوں شرطیں داخلی ہیں کہ ان کے بغیر ذکر ہی نہیں ہوتا۔ نیز یہ تینوں ذکر شش رکنی کی بھی شرائط میں داخل ہیں، اور اصل یہی ہیں۔ چہارم محامد پنجم مراقبہ، جو اس ذکر میں داخل ہوئی ہیں اور پہلا تداخل شد میں اور دوسرا ملاحظہ میں ہوتا ہے۔ ششم محاسبہ، ہفتم مواعظہ، یہ دونوں شرطیں خارجی ہیں، ان پر مداومت۔ ہمیشگی۔ کرنی چاہیئے۔ تاکہ غفلت و بیکاری کو راہ نہ ملے۔ اور ان سات شرائط کے ساتھ اس شغل کو ذکر دہ رکنی کا نام رکھتے ہیں۔ مشہور اس ذکر میں یہی سات چیزیں ہیں ایک دوسری روایت کے مطابق فوق اس کی ساتویں شرط ہے۔ اور شد و مد و تحت۔ و فوق یہ ہے کہ ذاکر ذکر کو قوت کے ساتھ شروع کرے اور سانس کو طویل کر کے اچھی آواز بنائے، اور ان دوسری دو شرائط کا بھی دھیان رکھیں کہ ان پر بھی پابندی ہونی ضروری ہے تاکہ فائدہ پوری طرح ہو اول تنظیم حق کی توقیر و احترام دوم حرمت رعایت آداب مثلاً ہمیشہ باوضو اور قبلہ رو رہنا

بدعت سے بچنا۔ اور منہیات و شبہ منہیات سے حذر کرنا۔ جن چیزوں سے روکا گیا ہے
ان سے اور ان جیسی چیزوں سے علیحدہ رہنا۔ ان دو شرطوں کے ساتھ ذکر دوازدہ رکنی ہوجاتا
ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ ایک سانس میں، ذکر کے دوران، ایک طرح کا حبس دم
کرے، جس سے ضیق نفس کی دولت ملے اور بے خودی طاری ہوجائے۔ اور کچھ اس
طرح مشق کرے کہ دن رات میں دو ہزار سانس لے۔ اور اسی قدر روکے، حبس دم کرے
اس وقت تک جب کہ معبود حقیقی کے فضل سے اس طرز پر توفیق میسر ہوجائے اور ذکر
مغز روح کو پہنچ جائے۔ جزا حق تعالیٰ ہی عنایت فرمائیں گے۔

شغل ہمایوں اسم ذات کا دل میں ورد کرے اور زبان کو تالو سے اس طرح چسپاں
کرے کہ اس سے ملی رہے، حرکت نہ کرے، اور ابتدار اسم ذات مبارک لفظ اللہ کے ہمزہ
سے کرے تاکہ ذکر، سانس پورا ہونے تک بے نقص رہے، اور مدّ کو دراز کرے کہ ملاحظہ و واسطہ
کو عبور کرلے، اور تیسری دفعہ دوسرے مرتبہ کے موافق عمل کرے، اور یہ تینوں مرتبۂ نزول
ہیں، اسی طرح عروج اور پھر نزول کرے اسم ذات کے ساتھ اسم صفات کا ملاحظہ بھی کرے،
اور ایک رُخ سے تینوں اسمار صفات کو اسم ذات میں ملادے۔ اور ایک جماعت تینوں
اسمار صفات کے ملاحظہ کو۔ جو نزول و عروج اور پھر نزول سے عبارت ہے، اسم ذات میں
دکھاتے ہیں اور ایک گروہ اسم ذات کے مدّ کی کشید حبس دم کی انتہا تک کراتے ہیں اور
اس قدر کہ اسمار صفات جن کی یافت ممکن ہے، ملاحظہ کرتے ہیں اخیر کے تینوں طریقوں
کو شغل اوراد کہتے ہیں۔

مراقبہ رقیب سے ماخوذ ہیں یعنی دل کو ماسوی اللہ سے بچائے رکھیں اور اس کی چار
قسمیں ہیں۔

اوّل یہ کہ ذکر خفی (آہستہ) کرتے وقت آنکھیں بند کرکے نظر دل پر رکھے، حق سبحانہ و
تعالیٰ کو اپنے تئیں حاضر و ناظر سمجھے اور ذکر میں مشغول ہوجائے، اس کو مراقبہ صفار کہتے ہیں۔

دوم ۔ اگر اس میں ملاحظہ کا خیال ہو اور فنا و محویت بھی تو اسے مراقبۂ فنا اور مراقبۂ توحید کہتے ہیں۔

سوم ۔ یہ کہ نگاہ اوپر کی جانب اپنے مقابل ہوا میں رکھیں، اور یہ کوشش کریں کہ پلکیں منتشر نہ ہوں، اس شغل میں کچھ انوار ظاہر ہوتے ہیں، اور آگ، آتش عشق، پلکوں سے اُٹھ کر تمام بدن میں پھیل جاتی ہے، اور عشق کا کیڑا ظاہر ہو جاتا ہے۔ خدا پرست و خدا آگاہ حضرات نے نگاہ ہوا میں رکھ کر سالہا سال عالم تحیر میں بسر کیے ہیں، اسے مراقبۂ ہوا کہتے ہیں۔ اگر تنگ و تاریک حجرہ میں ایک یا دو رات نگاہیں ہوا میں کھول کر رکھے تو عالم قدس کے انوار اس پر تو فگن ہوں۔ اور خدا تک پہنچ جائے۔ جو ان اذکار و اوراد کا خاص مقصد و موضوع ہے۔ اگر دونوں آنکھیں کھلی رکھے اور نظر ناک کے دونوں طرف کی دونوں جانب ہو، اور اس نظر میں اس طرح خوض کرے کہ آنکھ کی سیاہی غائب ہو جائے اور سفیدی ظاہر ہو جائے تاکہ اس سے جمعیت خاطر حاصل ہو اور خطرات کا راستہ بند ہو جائے۔

محاربہ وہ دو طرح ہوتا ہے، صغیر و کبیر۔ صغیر یہ ہے کہ عبادت و ریاضت۔ ایزد پرستی، منہ بند کر کے، سانس روک کر ذکر اسم ذات ملاحظہ دو اسطہ، شدّ و مدّ، تحت و فوق اور اچھی آواز کے ساتھ چالیس بار ایک سانس میں کرے۔ جس وقت چالیس کے عدد سے تجاوز کر کے اوپر جائے تو اسے محاربہ کبیر کہتے ہیں۔ اور جب شمارۂ ذکر دو سو تک پہنچ جائے۔ اور یہ مرتبۂ محویت ہے۔ تو استغراق طاری ہو اور سلطان ذکر کا لطف حاصل ہو۔

محاسبہ ظاہر ہے کہ ہر طائفہ، جماعت اور گروہ کا محاسبہ اس کے مرتبہ و مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ چنانچہ عارف باللہ اور خداشناسوں کا عصیان یہ ہے کہ دوری اور خودی کا خیال آئے، اور مطیع و فرمانبرداروں کی نافرمانی یہ ہے کہ طاعت و عبادت

میں غفلت وسستی ظاہر ہو۔ اور فدا کار و جانثاروں کا عصیان یہ ہے کہ خلاف امر و نہی کچھ سرزد ہو۔ پس بموجب ۔ دوسروں کی ۔ جانچ پڑتال سے پہلے اپنا حساب خود درست کرلو۔ حاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا رات کا محاسبہ اشراق کی نماز کے بعد اور دن کا محاسبہ بعد نماز مغرب کرنا چاہیئے۔ اور مناسب یہ ہے کہ جب بھی غفلت پیش آئے محاسبہ کرلے ۔ اگر فرمانِ ایزدی و اتباعِ نبویؐ کے مطابق ہو تو عطیہ الٰہی سمجھ کر شکر خدا میں رطب اللسان ہو، اور نفس کو بشارت و خوش خبری دے ۔ اور اس کیفیت کی حفاظت و نگہداشت کرے اور اگر خلافِ کتاب و سنّت ہو تو اس کے تدارک کے لیئے استغفار کرے ، ندامت محسوس کرے اور نفس کو ملامت و سرزنش کرے ۔

فکر

بزرگان دین و صوفیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین نے فکر کے تین درجے رکھے ہیں ۔ اول اخص الخواص کا فکر، اور وہ غیر حق کے خطرات کے اثرات سے دل کو پاک رکھنے کی فکر ہے ۔ اور فرمان نبویؐ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین ۔ ایک گھڑی کی فکر ثقلین ۔ جن وانس ۔ کی عبادت سے بہتر ہے، اسی کیفیت سے عبارت ہے ۔ دُوم فکر خواص ۔ اور وہ شیطان و ہوائے نفس سے پناہ مانگنا، عقبیٰ کو دنیا سے بہتر جاننا ہے ۔ ارشاد نبوی تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ ۔ ایک گھڑی کی، دینی فکر ۔ ساٹھ سال کی عبادت سے اولیٰ ہے، اسی جانب اشارہ ہے، سوم فکر عوام وہ تغیر حال ، بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا ہے اور دنیا کی بے وفائی، اور ایسے کام جو نفس امارہ کے باعث انجام پذیر ہوں ۔ ارشاد نبوی تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنین ۔ ایک ساعت کی فکر سالوں کی عبادت سے بہتر ہے، اسی کیفیت کی نشاندہی کرتا ہے ۔

مواعظت

وہ یہ ہے کہ نفس کی پند و نصیحت اور جذبۂ خیر خواہی کے ساتھ رہبری کرے اس طرح کہ جو کچھ غیر حق ہے وہ زوال پذیر ہے، اور مناسب نہیں کہ اس بے ثبات کے

کے ساتھ جی لگایا جائے بلکہ چاہیئے کہ حق جل مجدہ کی عبادت وذکر وفکر میں مشغول ہو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

بیعت ہونے کا صحیح طریقہ

فقیر مؤلف عرض پرداز ہے کہ جب لکھتے لکھتے میں یہاں تک پہنچا تو دل میں خیال آیا کہ اگر بیعت کرنے اور ہونے کا صحیح طریقہ بھی یہاں لکھ دیا جائے تو دینی مصلحت اور طریقت کے عین مناسب ہوگا۔ سو اسے یہاں درج کرتا ہوں اول وضو کرے اور دو رکعت نفل نماز ادا کرے۔ نیت اس طرح کرے نویت ان اُصلّیِ لِلّٰہ تعالیٰ رکعتی الصلوٰۃ النفل توبۃً للّٰہ والی اللّٰہ متوجہا الی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ اللّٰہ اکبر کہہ کر نیت باندھے اور دو رکعت پڑھ کر پھر دو رکعت اور پڑھے۔ اس نیت کے ساتھ نَوَیتُ اَن اُصَلّیِ لِلّٰہِ تعالیٰ رکعتی الصلوٰۃ النفل قربۃً للّٰہ متوجہا اِلی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ۔ اَللّٰہُ اَکبَر نماز سے فارغ ہوکر مرشد کے سامنے پشت بقبلہ کرکے بیٹھے۔ اور بعض رو بقبلہ بتاتے ہیں۔ اور مرشد کا ہاتھ بطور مصافحہ کے تھام لے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مرشد کا سیدھا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے لے۔ مرشد چاروں کلموں اور ایمان مفصل ایک دفعہ تین بار استغفار اور تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور مرید سے بھی کہے کہ تم بھی اسی طرح پڑھو۔ پھر مرید سے سوال کرے کہ ہمارے پیران طریقت تمہیں منظور وقبول ہیں؟ مرید کو چاہیئے کہ وہ یوں کہے کہ مجھے منظور ہیں اور میں نے قبول کیے، پھر اپنے پیر سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ترتیب کے ساتھ سلسلے کے مشائخ کا نام لے اور مرید قبول کرتا جائے، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کرے۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ، فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ اور کچھ بزرگوں نے اس آیت کے متعلق کہا ہے۔ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

قَائِمًا بِالْقِسْطِ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اور مرید کے کان میں پڑھے، مرید کو بھی چاہیے کہ وہ یہ آیت پڑھے، اور پھر کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الٰہی برا کہنے سے برا سننے سے، برے سوچنے؛ برے کرنے سے اور اس گناہ سے، جو ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے، وہ گنا خواہ دانستہ ہو یا بھول کر، ظاہر میں یا پوشیدہ طور پر کیا ہے، اس سے اور مذکورہ برائیوں سے توبہ کی میں نے، اور ایمان از سر نو تازہ کیا میں نے، اور میں مسلمان ہوا بحق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی کہے، زبان و دل سے کہنا اور اقرار کرنا چاہیے: بیزار ہوا میں شیطان سے، کفر و ضلالت، اور ہر اس چیز سے جو مجھے راہ خدا سے روکے۔ اور مان لیا میں نے اللہ کے فرمان کو اور اقتدا کی میں نے پیشوایان طریقت کی ہدایت و رہ نمائی کی، اور ان کے حکم کو حکم خدا اور نہی کو نہی خدا سمجھا میں نے اور پھر کہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ پھر مرشد فرمائے؛ کہ ذکر کرے اسم ذات کا جیسا کہ پیران کرام ذکر کرتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اور بعد تین بار مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے، جیسا کہ اوراد کے سلسلے میں گذر چکا ہے پھر پیر کو چاہیئے کہ مرید کو وصیت کرے کہ اپنے کو منہیات سے باز رکھے، اوامر الٰہی کو معمول بنائے اور سنت نبویؐ کا اتباع کرے، پھر مرید کو دو رکعت نماز شکر ادا کرنے کی تلقین کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین بار سورہ اخلاص پڑھے اور سجدے میں جائے بعد سلام دعا کرے اپنی سلامتی ایمان کی اور ایمان شیخ و برادران دینی کی، اور پھر سجدے میں جائے اور اپنی خیریت، مرشد کی عافیت اور برادران دینی کی خیریت طلبی میں مصروف ہو، فارغ ہونے کے بعد شیخ کے پاؤں پر اپنا سر رکھے، اور شیخ سیدھا ہاتھ مرید کی کمر پر رکھ کر دعاء خیر و سلامتی دو جہان مرید کے لیے کرے اور ٹوپی اپنے چہرہ پر مل کر مرید کے سر پر رکھے اور سر کے چند بال سیدھی جانب قینچی سے کاٹ لے اور یہ آیت کریمہ تلاوت کرے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور شجرۂ طریقت لکھ کر مرید کے حوالہ کرے کہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد مشایخ

کے اسمارگرامی کا ورد رکھے اس طرح کہ الٰہی بحرمت فلاں الٰہی بحرمت فلاں ترتیب کے ساتھ پیر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور بیعت و تجدید توبہ کے وقت یہ آیت کریمہ بھی تلاوت کرے اور مرید کو بھی پڑھوائیں۔ یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃً نصوحا۔ اور یہ استغفار۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ اذنبتہٗ عمداً اوخطأً، سرًا او علانیۃً واتوب الیہ۔ ایمان مفصل۔ اٰمنتُ باللہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الآخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت اور شجرہ کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے بعد درود شریف پڑھے اور یہ بھی لکھے۔ اللّٰھم وفقہٗ وسائر الطالبین لمرضاتک یا اللّٰھمّ وفقہٗ علی حصول المقصود ووصلہٗ الی لطف المعبود فاقبلہ ولتشرہٗ فامّا من خاف مقام ربہٖ ونھی النفس عن الھوٰی ۰ فان الجنۃ ھی الماوٰی ۰ اللّٰھم ثبّتھم بالاقامۃ علی الطاعات والقطاع المالوفات وترک اللذات وھو حسبی اللہ ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر اور بعض مشائخ سلسلۂ چشتیہ کے آخر میں یہ شعر لکھتے ہیں ؎

دریا دلیم ہر کہ بما آشنا شود　　　از ورطۂ ہلاک بموجے رہا شود

ہم ایسے دریا دل ہیں کہ جو آدمی ہمارا آشنا ہو جائے تو وہ ہلاکت کے طوفان سے ایک موج کے ذریعہ رہا ہو جائے۔ اور شجرۂ قادریہ میں لکھتے ہیں اللّٰھم وفقہٗ وسائر الطالبین لمرضاتک ونیل سعادتہ ومراداتہ آمین یارب العالمین

؎ سگ درگاہ میراں شو، چوں خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ، درگاہ جیلانی

خاتمۃ الکتاب

دانش مندارباب صدق وصفا اور حقیقت شناس روشن نفسوں پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد انگریزی ملازمت چھوڑ کر میں نے دہلی شہر میں سکونت اختیار کی۔ اور بظاہر کوئی ذمہ داری مجھ پر نہ تھی۔ اس بے کاری کے عرصہ میں سوائے عبادت خداوندی۔ اور اس سلسلے کے ہلکے ہلکے مجاہدے اور ریاضت کے علاوہ میرا اور کوئی شغل نہ تھا، فرصت کے اوقات میں عم مکرم حضرت شیخ زکی الدین چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ اندوز سعادت ہوتا تھا۔ اسی دوران ایک روز حضرت عم محترم نے ارشاد فرمایا: اگر ایک رسالہ حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ اور ان کی آل واولاد کے تذکرہ میں مرتب کیا جائے تو یقیناً سودمند ونفع بخش ہوگا۔ فقیر مؤلف سراپا تقصیر، جو حقیقتۃً بے ہنر ہے، اس کی یہ مجال کہاں، کہ تشتت بال وتفرق باطن کی موجودگی میں اس ارشاد گرامی کی تعمیل کرے آپ کی پند وموعظت سے دل نے جو اثر لیا تھا اس کے پیش نظر "ہاں" اور "نہیں" کہنا اپنے بس سے باہر نظر آیا۔ مگر ؎

از ادب ز ارشاد ہم انکار کردن دور بود   ہم دلم از شغل ترتیبہا ناجور بود

ادب کے باعث ان کے ارشاد کا انکار کرنا بھی خلاف طبع تھا مگر تذکرہ کی ترتیب سے بھی میں اپنے کو کوتاہ سمجھتا تھا۔

اچانک فیاض ازل کا دریائے فیض جوش میں آیا، اور اس شعر مذکور کے معانی دل پر وارد ہوئے۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بیخبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

اگر پیر مغاں کہے تو مصلیٰ کو شراب میں ڈبو کر رنگین بنالو۔ کیوں کہ سالک منزل حقیقت کی راہ ورسم سے ناآشنا نہیں ہوتا پھر مجھے محسوس ہوا کہ میرا وجود بے نمود اس

تذکرہ کی ترتیب میں ضرور مشغول ہو گا۔ کیوں کہ اسرار غیبی کے ترجمان خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازیؒ بشارت دے گئے۔

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　　انچہ استاد ازل گفت، بگو، میگویم

پس میں نے رسالہ کی ترتیب پر کمر ہمت چست کی اور حضرت عم محترم کے ارشاد کی تعمیل میں مشغول ہو گیا۔ جب رسالہ مرتب ہو گیا تو چچا جان نے اس کا نام تذکرۃ الانساب رکھا۔ مگر چوں کہ یہ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ میں اختتام پذیر ہوا تھا اس لیے میں نے اس کا نام "مظاہر الانساب" رکھا۔ اتفاقاً اسی دوران مجھے سفر عراق و حجاز پیش آیا۔ مسودہ کے اوراق بیکار پڑے رہے۔ جب پھر دوبارہ بمقتضائے آب و دانہ ہندوستان آیا اور دل بہمہ جہت مطمئن رہا تو پھر اس پر نظر ثانی کی اور بعض ضروری اضافے کیے۔ یوں یہ داستان بظاہر مکمل ہو گئی۔ مگر اصل تکمیل جب ہو گی جب ارباب بصیرت واہل دانش و بینش اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرما دیں گے۔ اور یہ سب کچھ خدائے کریم کے ہاتھ میں ہے۔

حق تعالیٰ اسے نافع بنائے اور اپنے بندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔